إنّ من الشعر لحکمة و إنّ من البیان لسحرا

دیوان عشق موسوم باسم تاریخی

پری خانۂ عشق

۱۳۳۸ھ

مصنفہ

حاجی محمد حبیب اللہ عشقؔ

شاگرد نواب فصیح الملک داغ دہلوی و مولوی حافظ مرزا
منیر الدین صاحب ضیا گورگانی

باہتمام منشی عبدالاحد صاحب پرنٹر

مطبوعہ عزیزی پریس آگرہ

اِن مِنَ الشعر لحکمۃ وَاِن مِن البیان لسحرا

دیوان عشق موسوم بہ اسم تاریخی

پری خانہ عشق

۱۳۳۸ھ

مصنف

حاجی محمد حبیب اللہ ساکن نیلور

شاگرد نواب فصیح الملک داغ دہلوی و مولوی حافظ مرزا منیر الدین جناب صاحب ضیاؔ گورگانی

باہتمام منشی عبد العزیز خاں پرنٹر

مطبع عزیزی پریس آگرہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد وعلیٰ
آلہ واصحابہ اجمعین - اما بعد میں اپنے کلام کے ساتھ اپنے کو بھی
ناظرین سے شناسا کرنا چاہتا ہوں اور اپنے بعض حالات سے واقف - میں اہل
نایط قوم قریش سے ہوں میرا مسکن اور مقام پیدایش نیلور ہے جو صوبہ مدراس کا ایک
ضلع ہے یہاں کی زبان تلنگی ہے صرف اہل اسلام مدراس کی اردو بولتے ہیں سخن
سنجی اور زباندانی کا کچھ بھی چرچا نہیں البتہ کسی زمانے میں چند فارسی دان متبحر
عالم و فاضل تھے منجملہ ان کے میرے نانا حاجی محمد رحمت اللہ رسا تخلص دیوان راجہ
ونکٹا گیری اور انکے چھوٹے بھائی محمد حبیب اللہ ذکا انکے بھانجے میرے والد حاجی
محی الدین حسین نثار - آخر الذکر دونوں بزرگ ۱۲۷۵ھ میں حیدر آباد جاکر خدمات لایقہ
پر مامور ہوئے ذکائے مرحوم حیدر آباد میں سر آمد شعرا مانے گئے انکی تصنیف مجموعہ
نظم و نثر موسوم بہ "خاش و خماش" جو انکے استاد نجم الدولہ دبیر الملک اسد اللہ خان بہادر
عرف مرزا نوشہ غالب کی تقریظ کے ساتھ چھپ گئی ہے اس دعوی کی دلیل ہے ذکا اور
رسا کے نام اور مختصر حالات اشارات بینش مؤلفہ سید مرتضیٰ حسین و تذکرہ گلزار اعظم

شمس العلما نواب عزیز جنگ بہادر ولاؔ اور بعض دوسرے تذکروں میں یادگار زمانہ ہیں مورث اعلی ایجی پور میں یک زمانہ دراز خدمات عالیہ سے ممتاز رہے جن کے فرزندوں میں سے حافظ محمد علی صاحب حسب الطلب مصطفٰی علیخاں بہادر نواب اُدگیر خدمت دیوانی پر تشریف لائے آخر ریاست اُدگیر تک تین پشت دیوانی اور سفارت کی خدمت اسی خاندان میں رہی اور اس خاندان نے نیلور کو اپنا مسکن ٹھیرایا میری پیدائش کا سال سنہ ۱۲۸۰ھ ہے صغر سنی کا زمانہ والدین کے ساتھ کبھی حیدرآباد اور کبھی نیلور میں گذ سنہ ۱۲۹۳ھ میں والدین اور اپنے نانا کے ساتھ حج و زیارت سے مشرف ہوا مدینہ طیبہ میں والدہ ماجدہ نے انتقال کیا بعد واپسی نیلور ہی میں اپنے نانا کی زیر پرورش رہکر فارسی کی تکمیل انہیں کی خدمت میں کی ابتدائے شعور سے سخن کا بھی شوق رہا مگر مستقل اور باضابطہ نہیں سنہ ۱۳۰۵ھ میں حیدرآباد جاکر دفتر معتمدی صرف خاص پیشی خداوندی اعلحضرت بندگان عالی متعالی مدظلہ العالی میں مامور ہوا انہیں دنوں بلبل ہندوستان نواب مرزا خاں داغ دہلوی المخاطب بہ سلطان الشعرا جہاں استاد ناظم یار جنگ دبیر الدولہ فصیح الملک بہادر حیدرآباد تشریف لاکر مولوی سیف الحق صاحب ادیب کے مکان میں ٹھہرے پہلی ہی ملاقات میں اُنکے بزرگانہ اخلاق اور مولوی صاحب کے تعرف نے گرویدہ کرلیا روز کے جانے آنے سے شعر و سخن کے چرچے نے ابھارا پہلی ہی غزل پر دونوں بزرگوں نے خوب داد دی پایا جو سمند شوق پر تازیانہ ہوا پھر تو مسلسل غزلیں ہونے لگیں اُستاد معظم اصلاح کے علاوہ اپنا کلام بھی مجھی سے لکھواتے رہے اس کام میں مجھے جو لطف آتا تھا وہ اسوقت تک بھولا نہیں خدا نے عجیب حاضر طبیعت عطا کی تھی نئی تصنیف

گویا کوئی اپنا پہلے کا یاد کلام - ایسا میں استاد کی غزلوں پر دو

غزلیں لکھکر لے گیا حاضرین میں سے ایک صاحب نے کہا استاد کی غزلوں پر غزل
کہنا کیا معنی میں نے جواب دیا اگر ہم استاد کے قدم بقدم نہ چلیں تو راہ مستقیم سے
بھٹکنا مسلم ہے حضور استاد نے مسکرا کر فرمایا میری اجازت ہے اسی وقت دونوں غزلوں
کو بنا کر کہنے لگے میاں عشق تم مدراسی نہیں ہو مجھے دھوکا دیتے ہو میں نے اکثر مدراسیوں
کا کلام سنا ہے۔ معلوم نہیں کیا بات تھی اس روز سے حضور استاد کی عنایت وہ چند
ہوگئی وہ بالکل مجھے اپنا سمجھنے لگے دو تین سال یہ صحبت رہی یکایک میرے والد
بزرگوار نے مدینہ طیبہ کو ہجرت کی اور میں ملازمت چھوڑ کر نیلور چلا آیا خطوط کے
ذریعہ اصلاح جاری رہی مگر بالکل دھیمی رفتار میں چنانچہ انکے ایک عنایت نامہ
کی نقل جو دستخط خاص سے مزین ہے حرف بحرف درج ذیل ہے۔

میرے مہربان سلمہ المنان تمہارے کلام سے میں بہت خوش ہوتا ہوں
بہت زبردست کلام ہے تین ورق آج روانہ کرتا ہوں بہت بیمار ہو گیا تھا
خدا نے دوبارہ زندگی عطا فرمائی - والسلام -

فصیح الملک داغ دہلوی ۱۹ ر جولائی سنہ ۱۹۰۴ء

موجودہ دیوان کے صرف بارہ جز اصلاح سے مزین ہوئے تھے کہ استاد معظم
نے انتقال فرمایا بتقریب فاتحہ زیارت حیدرآباد گیا تو صاحب عالم مرزا خورشید عالم
گورگانی و نواب مرزا سراج الدین احمد خانصاحب سائل دہلوی سے ملاقات کا
اتفاق ہوا دو تین روز خوب صحبت رہی سائل سے سائل اصلاح ہوا اور تھوڑا
سا کلام چھوڑ آیا جو اس وقت تک مجھے واپس نہیں ملا اس واقعہ کے بعد خانگی
جھگڑوں میں کچھ ایسا پھنس گیا کہ عرصہ دراز تک شغل سخن بالکل چھوڑ دیا سنہ ۱۳۳۵ھ
میں کسی کام کی غرض سے حیدرآباد گیا تو مولانا مولوی حافظ مرزا مہر اللہ صاحب

[illegible] ری دہلوی کی غیر ملازمت کا شرف حاصل ہوا [illegible] موصوف نے
کمال عنایت سے کلام کی اصلاح کا وعدہ فرمایا چنانچہ موجودہ دیوان کا تیرھواں
جز بغرض اصلاح روانہ خدمت کیا ممدوح نے بعد اصلاح جدید یہ عبارت لکھ کر
بھیجی جو بجنسہ نقل کیجاتی ہے (برادر من مجھے کچھ آتا نہیں مگر اکثر اُستاد بھائی ادھر
رجوع ہوگئے ہیں ان کی خدمت نہ کروں تو شاید آزردہ ہوں اسلئے جو کچھ بُرا
بھلا ہوسکتا ہے لکھ دیتا ہوں اور یہ لکھا کچھ نوشتہ تقدیر نہیں اگر خیال میں نہ آئے
تو آپ بدل ڈالیں بغیر وجہ میں کہیں نہیں بناتا اسپر بھی آپ کو اپنا لکھا ہوا ہی اچھا
معلوم ہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ حضرت مرحوم جیسی آپ کی تعریف کرتے
تھے واقعی آپ کی طبیعت ایسی ہی ہے آپ نے جتنے عذرات اس کے متعلق
فرمائے اور جتنے اب لکھے زور طبیعت ان سب کی تردید کرتا ہے والسلام۔
شرح دستخط منیر الدین ضیا) اسی جز کی ایک غزل پر یہ بھی تحریر فرمایا (کہ اسکا
رنگ تو بالکل حضرت مضطر کا ہے ذرا فرق نہیں) اصلاح کر دیکھ کر معلوم ہوا کہ
بہت سے نقائص میرے کلام میں موجود ہیں اور اُستاد شفیق کی ضرورت ہے!
پھر یکے بعد دیگرے جز بھیجنا شروع کیا جو بہت دھیمی رفتار سے ۱۳۳۸ھ میں دیوان
اصلاح سے مرتب ہوا تاریخی نام پیچ و عشق رکھا جسقدر کلام پر اصلاح ہوئی
ہے اس کو علیحدہ کتاب کی صورت میں جمع کرکے منشار اصلاح کے نام سے
میں نے نامزد کیا ہے تا آئندہ کے لئے دستور العمل رہے اسکے بعد دیوان
بغرض طبع عزیزی پریس آگرہ کو روانہ ہوا مہتمم صاحب کے حسن انتظام کا یہ نتیجہ
ہے کہ اب ۱۵ر جنوری ۱۹۲۴ء کو چھپکر آیا ہے غرض یہ کلام جو کچھ ہے ابتدائی اور دونوں
اُستادوں کی فیض اصلاح کا نتیجہ ہے ۱۳۳۸ھ کے بعد استاد معظم نے اپنے اشغال

ذاتی کیوجہ سے اصلاح چھوڑ دی جس کے باعث میری طبیعت بھی کچھ کھچ گئی یک قلم فکر سخن سے دست کش ہو گیا ۱۳۴۰ھ سے استاد معز کی توجہ پھر مبذول ہوئی تو میں نے بھی حتیٰ المقدور منشا اصلاح کو مدنظر رکھکر دوسرے دیوان کی بنیاد ڈالی جو ۱۳۴۱ھ میں ختم ہو چکا تاریخی نام "جواہر خانہ عشق" ہے اب تک ۲۰ جز اصلاح سے مزین ہوئے ہیں اور پندرہ جز باقی ہیں خدا کرے اسکی اشاعت کی نوبت جلد آئے تا نقش اوّل کے مقابل نقش ثانی کے رنگ کا اندازہ ناظرین کو ہو جائے۔ افسوس ہے کہ مستقل طور پر مجھے کسی اُستاد کی خدمت میں رہکر پوری طرح نکات شاعری سے واقف ہونے کا موقع نہیں ملا اور نہ یہاں ایسی صحبت رطب و یابس جو کچھ ہے یہ ہے گر قبول افتد زہے عز و شرف۔ مجھے زبان دانی کا دعویٰ نہیں اہل کمال سے سہو و خطا کی معافی کا خواستگار ہوں۔

خاکسار

حاجی محمد حبیب اللہ عشق

۷۸۶

بنامِ جہاندار جاں آفریں حکیم سخن در زباں آفریں

پریخانۂ عشق

۱۳۳۸ھ

نتیجۂ فکر

حاجی محمد حبیب اللہ صاحب عشق نیلوری جاگیردار
وظیفہ یاب سرکار نظام خلد اللہ ملکہ
تلمیذ نواب فصیح الملک بہادر داغ دہلوی و حافظ مرزا محمد منیر الدین
ضیا گورگانی

باہتمام منشی عبدالعزیز خاں پرنٹر
مطبوعہ عزیزی پریس آگرہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سکھاتا ہی اسے پاس ادب طرز رقم میرا
رہ حمد خدا میں سر سے چلتا ہی قلم میرا

بھرے ہر دم نہ دم تیرا تو یارب نکلے دم میرا
کہ ہی اس ہستی ناچیز سے بہتر عدم میرا

تری تیغ محبت سے اگر سر ہو قلم میرا
تو روزِ عید کو شرمائے روزِ درد و غم میرا

خوشی کی کچھ خوشی مجکو نہ غم وجہ الم میرا
تری راہِ رضا میں ہی سرِ تسلیم خم میرا

ثباتِ دل بھی حاصل ہو ثباتِ دین و ایماں بھی
تری راہِ محبت میں رہی ثابت قدم میرا

تری شانِ کرم دیکھے اگر چشم حقیقت سے
کرے ابلیس بھی دعوی کہ ہی باغِ ارم میرا

کرم تیرا اگر حامی نہ ہوتا دونوں عالم میں
کہیں کا بھی نہ رکھتا مجکو اندازِ ستم میرا

رہِ تسلیم میں ہر گام پر جب فرض سجدہ ہی
نہ کیوں سجادۂ طاعت ہو ہر نقشِ قدم میرا

شرابِ معرفت کی مستیاں ہیں عین ہشیاری
ملے یہ مے تو جام دل ہو رشکِ جام جم میرا

کروں کیوں فکر دنیا کس لئے تشویش عقبیٰ ہو
خدا جب کارسازِ بندہ ہی بیجا ہے غم میرا

[illegible]
مری حق میں ہے ایک آفت خیالِ بیش و کم میرا

دبا جاتا ہوں بارِ معصیت سے سخت نادم ہوں
ٹلے سر سے کہیں یارب یہ کوہِ درد و غم میرا

تصدق میں شفیع المذنبین کی بخشدے یارب
سرِ محشر نہ کھلنے پائے غیروں پر بھرم میرا

بڑا ہی کام نکلے تیرے بازار کرمی میں
اگر چل جائے ہر فرسودہ و کاسد درم میرا

گنہ دوست اسکی رحمت کو سنا ہے جب سے رہ رہ کر
سنجیب عشرت کا مژدہ دے رہا ہے روزِ غم میرا

بھروسا ہے خدا پر رہرو کوے توکل ہوں
بلا سے ساتھ میرا دے نہ دے نقشِ قدم میرا

ترا ہی ذکر ہو جبتک نہ ماں گویا رہے منہ میں
تری ہی یاد ہو جبتک رہے سینہ میں دم میرا

سر آنکھوں پر دیا اللہ کا غم ہو کہ شادی ہو
رضا اندیش ہوں شیوہ نہیں لا و نعم میرا

نظر آتا ہے کثرت میں بھی جلوہ عین وحدت کا
ظہورِ ذاتِ مطلق ہے یہ احداث و قدم میرا

تری راہِ طلب میں شکوہ واماندگی کیوں ہو
بنا ہے منزلِ مقصود ہر نقشِ قدم میرا

جو ہے مطلوب میرا ہے وہ میرے گوشہ دلمیں
یہی ہے مسجد و بتخانہ و دیر و حرم میرا

مجاز القنطرہ کہتے ہیں جسے عین حقیقت ہے
بنا عشقِ خدا آخر یہی عشقِ صنم میرا

جسے دل ڈھونڈھتا ہے وہ تعین سے مبرا ہے
بہت چھانا ہوا ہے کعبہ و بیت الصنم میرا

۱۹	چراغِ طور کا پروانہ ہوں و زرات جلتا ہوں کہاں سے عشق لائے سوزِ دل شمعِ حرم میرا	۲

پایا ہے عجیب احمد بے میم نے پایا
اس شان کا آئیگا نبی کوئی نہ آیا

اللہ نے حضرت کو سرِ عرش بلایا
بے پردہ تجلائے جمال اپنا دکھایا

ہم عاصیوں کو دل سے کسی دن نہ بھلایا
فاقوں نہیں بھی غم آپ نے امت ہی کا کھایا

کیا رحم ہے اس شانِ رحیمی کے تصدق
امت کے لئے بارِ شفاعت کا اٹھایا

اس شان کا دیکھا نہ نبی کوئی اولوالعظم
پیغمبر ذی جاہ نہ اس پایہ کا پایا

آنکھیں ہوئیں اس نور سے ہر ایک کی روشن
کثرت میں ہمیں جلوہ وحدت نظر آیا

اک اور بھی ہے رمز کہ وہ نور خدا تھا
ممکن نہیں ممکن نہیں ہو سایہ کو سایا
کہتے ہیں شریعت جسے ہے عین حقیقت
اللہ اسے ملگیا جس نے انہیں پایا
[illegible] ق زیارت کا ہوں شاہا
جلوہ نہ کبھی [illegible] مقصد نے دکھایا
[illegible] سمت خفتہ کو جگا نا
اعجاز سے جب آپ نے مُردوں کو جلایا
صورت نہ سہی خواب میں دکھلا دو قدم ہی
ہوں ذرۂ ناچیز پلٹ دو مری کایا
بس ختم ہوئی آپ پہ تبلیغ رسالت
جو حکم تھا اللہ کا بندوں کو سنایا
اسلام کو پھیلا دیا پھیلانا تھا جیسا
کفر اور ضلالت کو زمانے سے مٹایا
بنیاد مٹی شرک کی بت کعبہ سے نکلے
توحید نے جب رنگ نئے سر سے جمایا
آپ انکی ہدایت سے نہ باز آئے کسی دن
اعدائے سیہ کار نے ہر چند ستایا
اس خلق کو اس لطف کو احسان کو دیکھو
اوروں کے لئے درد سے رنج اٹھایا
بخشی ہے محمد کو جو تفریق شفاعت
ہم بندوں پہ احسان یہ تیرا ہی خدایا

۳	دل بول اٹھا صل علے صل علے عشق جب نام محمد کا زبان پر مری آیا	۱۱

دی لعینوں نے سلامی انہیں ایذا کیا کیا
صبر کرتے رہے بیداد پہ مولا کیا کیا
بیکسی، بھائی کا غم، موت جواں بیٹے کی
ایفلک تو نے شہ دیں کو دکھایا کیا کیا
لاش اکبر پہ یہ بانو نے کہا رو رو کر
حسرتیں رہ گئیں دل میں تری بیٹا کیا کیا
تیر گردن پہ لگا اصغر معصوم کے ہائے
تڑپا ہاتوں پہ شہ دین کے وہ بچا کیا کیا
شاہ کی لاش پہ دوڑا دئے گھوڑے افسوس
دل کو ٹکڑے کئے دیتا ہے یہ صدما کیا کیا
دل کو بہلاتی تھیں یہ کہکے وطن میں صغرا
دیکھیں لاتے ہیں ہمارے لئے بابا کیا کیا
بیکسی، تشنہ لبی، یاس، یتیمی، زندان
کیا کہوں عابد بیمار نے دیکھا کیا کیا

چھینی زینب سے ردا اور سکینہ سے گہر	ظالموں نے حرم شاہ کو لوٹا کیا کیا
شدیا بی جو ہوا شہ نے فرشتوں سے کہا	اے خدا ہے یہ ابھی دیکھئے ہوگا کیا کیا
رہبر ملکِ عدم سے کوئی پوچھے تو سہی	ساتھ کیا کیا ہے یہاں آپ نے چھوڑا کیا کیا

۴	آج شادی ہے جہاں کل ہے وہیں غم کا سماں رنگ اے عشق بدلتا ہے زمانا کیا کیا	۸

اے مومنو سر پیٹو یہ ہے وقت عزا کا　　واحسرت و دردا

فرزند علی سبط نبی رن میں ہے تنہا　　واحسرت و دردا

اکبر کی جوانی نے دیا داغ جگر پر　　ماں کہتی تھی رو کر

افسوس یہی تھا مری تقدیر کا لکھا　　واحسرت و دردا

اصغر کو لگا تیر تو بانوئے دل افگار　　کہنے لگیں ایکبار

معصوم کو بھی آج لعینوں نے نہ چھوڑا　　واحسرت و دردا

سجدے میں ہوا سر سے جدا جب شہ شبیر　　چلائی یہ ہمشیر

ہے ہے مرے بھیا مرے بھیا مرے بھیا　　واحسرتا و دردا

اولاد علی پر یہ عجب وقت پڑا ہے　　فریاد کی جا ہے

پینے کو نہ پانی ہے نہ کھانے کو ہے کھانا　　واحسرت و دردا

پوچھا جو کسی نے کہ یہ ہیں کون رہیں پر　　شہ نے کہا رو کر

یہ بھائی کی میت ہے یہ فرزند کا لاشا　　واحسرت و دردا

گھر احمد مختار کا ویراں ہوا ہے　　میدان بسا ہے

ہونے کا نہیں ظلم زمانے میں پھر ایسا　　واحسرت و دردا

تھا تی ہے اے عشق مری جانِ حزیں پر　　دل ہوتا ہے مضطر

یاد آتا ہے جب واقعہ شاہ شہدا کا　　واحسرت و دردا

دکھاتا ہی عجب کیفیت اندازِ رقم میرا
قلم اگور کی اے عشق گویا ہی قلم میرا

محبت میں لبِ جاں بخش کی لب پر ہی دم میرا
خوشی کا اسکی سدا ہوں نہیں کچھ جسکو غم میرا

محبت میں ہی اشک و آہ سے جاہ و حشم میرا
کہ ہی اک فوج دریا موج میری اک علم میرا

کوئی تو مدعا بر آئے رو رو درد و غم میرا
بلا سے آرزوئے دل نہ نکلے نکلے دم میرا

عبث آیا گیا اس قالبِ خاکی میں دم میرا
نہ کام آئی مری ہستی نہ کام آیا عدم میرا

تجھے رونا پڑیگا غیر کے غم میں بتِ کافر
رہیگا زنگ لاکر ایکدن رنج و الم میرا

نہ راحت مجکو حاصل ہی نہ چین اسکو میسر ہی
مجھے غم اپنے دلکا ہی مرے دلکو ہی غم میرا

قیامت لاکھ بار اٹھے تو کیا کوئے محبت سے
نہیں آسان اٹھنا صورتِ نقشِ قدم میرا

یہ دعوے دودِ آہِ عاشقِ آشفتہ سر کا ہی
کسیکی زلفِ پیچاں نے اڑایا پیچ و خم میرا

رفاقت دی نہیں سکتا کوئی آوارہ گردونکی
چھٹا جاتا ہی مجھسے راہ میں نقشِ قدم میرا

پتا فرہاد و مجنوں کا نہیں کوہ و بیاباں میں
جفائے عشق سہنے کو ہی باقی ایکدم میرا

اگر پہلے سے ہوتا علم اس کوچہ میں جاتا کیوں
بنا ہی بینا [illegible] نقشِ قدم میرا

مری مرنیکا غم تو کیا نہیں ہی بیٹھنا اسکا
سہے گا کون اب گالی مری جور و ستم میرا

پڑی ہی جان اک اک حرف میں اک ایک نقطے میں
دمِ عیسیٰ کا ہمپلہ ہے اعجازِ رقم میرا

کٹے جاتی ہیں دلمیں حاسدانِ نکتہ چیں کیا کیا
بنا ہی ذوالفقارِ حیدری گویا قلم میرا

جواں ہو کر نہیں معلوم کیا کیا حشر ڈھائینگے
نکلتا ہی ابھی سے بھولے پن پر انکے دم میرا

لہو یہ جا لگکر میرا ہوئی ہے سرخرو ایسی
بھرے گی مدتوں قاتل تری شمشیر دم میرا

خدا سمجھے بتِ کافر سے کیا کیا ظلم ڈہاتا ہے
اسی دلبر جیسے پروردہ نازو نعم میرا

عدو کی بیوفائی دیکھ کر مجھسے نہ ہو بدظن
نہیں یہ رنگ شیوہ تری سر کی قسم میرا

وہ میں مرتاض عاشق ہوں ابھی رکھا ہی چلنے سی
اگر دم سا دہنا دیکھے نسیمِ صبحدم میرا

الٰہی نالہ و فریاد دونوں بے اثر نکلے
غضب ہی کہلگیا شوخ ستمگر پہ بھرم میرا

جہائیں پیر گردوں کی تمہارے ظلم سہ کر
کلیجا چھنگیا ہے تو وہ تیر ستم میرا

گلہ شکوہ عبث ہی حاسدونکی یادہ گوئی کا
بڑہی وقعت نہ کچھ انکی ہوا رتبہ نہ کم میرا

کہاں کا گہسا گہڑیوں بڑہ رہا ہی کیا مصیبت ہے
قیامت کی خبر لانے لگا ہی روز غم میرا

کبھی تو کہا ئے پلٹا انقلابِ دہر سے قسمت
بدلجائے نشاط و عیش سے رنج و الم میرا

۶	امید و یاس کے جھگڑے سے دلکو ملگئی فرصت ہوا ہی آج ہلکا عشق بارِ درد و غم میرا	۲۰

میرا دلِ پُر خوں تو نہیں دیکھوں اُچھالا
ساقی وہ دہرا ہے سر محفل جو پیالا

اس ماہ جبیں کا ہوا حسن اس سے دوبالا
[illegible] ہی کہ ہے چاند کا ہالا

ارمان مرے دلکا کسی دن نہ نکالا
ٹالا کبھی ظالم نے تو بتایا کبھی ہالا

سمجھا تا ہے کیا مجکو اگر ہو سکے تجھ سے
اے ناصح مشفق مرے روٹھے کو منالا

کثرت سے جو میخانہ میں ہیں جمع قدح خوار
ہے آج کسی پیر خرابات کا پیالا

کیا حسن نظر آئے تجھے دخترِ رز کا
زاہد تری آنکھوں میں تعصب کا ہی جالا

کافی ہی مرے قتل کو اک جنبشِ مژگاں
وہ صید زبوں ہوں جسے تنکا بھی ہی بھالا

کیا خاک زمانے میں کوئی پینگ بڑہائے
ہونیکو ہے گردوں کا ہنڈولا تہ و بالا

عاشق کے اڑے ہوش ہی جان حزیں پر
اس شوخ ستم کیش نے جب ہوش سنبھالا

صد شکر نمودار ہوئی صبح مسرت
اللہ رے کیا منہ شبِ غم کا مرے کالا

اے ناخنِ غم تو نے نئے گل یہ کھلائے
اک ایک مرا زخمِ جگر بن گیا آلا

الزام مرے قتل کا نہو بائے قضا پر
کیا رنگ نری ہو میکا قاتل نے نکالا

میں ڈہونڈہتا اس شوخ کو گردوں کے پرے بھی
ہوتا جو یہ پائے طلب کا مرے چھالا

ہر صبر کشادِ دلِ ما کام ہے مشکل
رکھتا ہی کلید ایک ہی دُنیا میں یہ تالا

رہ رہ کے یہ کہتا ہوں محبت میں تو لکی
سید ردوں سے اللہ نڈالے کبھی پالا

دی دل نے دعا عشق میں یہ کسکو خبر تھی
پھر جائیگا یوں مجھسے مرے گود کا پالا

چیرا تو سہی دلکو مرے نشترِ غم نے
کانٹا جو محبت کا ہے اسکو نہ نکالا

کس کس پہ نہیں تیرا تصرف بتِ کافر
رہا ۔ دل کا ہے ترے نام قبالا

۲۱	اللہ رکھے داغِ محبت کو سلامت اے عشق یہی خانہ دلکا ہے اُجالا	۷

ہوتا ہے شبِ ہجر جو اوسچا مرا نالا
لاتا ہے زمین سے خبرِ عالمِ بالا

ہے رنگِ طبیعت مرا دنیا سے نرالا
دے بیٹھا ہوں دل اسکو جسے دیکھا نہ بھالا

زاہد بھی ہی چوری سے ترا تاکنے والا
اے دخترِ رز تو نے بڑا نام اُچھالا

لی خارِ محبت نے مری جان ہی آخر
تنکا جسے سمجھا تھا وہی ہو گیا بھالا

قاتل ترے کشتوں کا تڑپنا ہے قیامت
ہلتی ہے زمیں ہو نہ زمانہ تہ و بالا

کھلنے کی نہیں چھا کے گھٹا دیدۂ تر کی
ساون کی جھڑی ہی نہیں کنوار کا جھالا

کیوں لقمۂ مکروہ سے انسان ہو ملوث
اک دن دہن گور کا ہونا ہے نوالا

ٹوٹیگا نہ کھینچے سے ترے اے بتِ مغرور
رشتہ مری الفت کا نہیں مکڑی کا جالا

رہ رہ کے نہ لی نام مرے سوزِ جگر کا
ہمدرد نہ پڑ جائے زباں میں ترے چھالا

تکلیف کو تکلیف محبت میں نہ سمجھے
تلوؤں سے کبھی خار بھی ہمنے نہ نکالا

ماتم ہے اِدھر دلکا اُدھر جان کا رونا
کس رنج و مصیبت میں مجھے عشق نے ڈالا

بچنے کی نہیں اس بتِ کافر سے مری جاں
کام آئیگا اے دل کوئی حیلہ نہ حوالا

آتا ہے مجھے روزنِ دیوار پہ بھی رشک
حسرت سے بنا ہی یہ ترا دیکھنے والا

اس شیشہ و ساغر سے بجھے گی نہ مری پیاس
اے پیر خرابات کوئی خم ہی اٹھا لا

خالی نہیں اس بت کی محبت سے کوئی دل
کیا جوگی کہتے ہیں سنا ہے وہ شوالا

وہ میرا رخ زرد ہے یہ داغ جگر ہے
پھولا ہوا گلشن میں نہ گیندا ہے نہ لالا

سنتا ہوں زبانیں تری تاثیر ہے واعظ
آج اسکو کسی طرح سے باتوں میں لگا لا

جاتا رہوں پھولوں کی بہار نہ قاتل
ڈال ایسی سر ہی کہ گلے میں مرے مالا

دیکھے دم گریہ کوئی تاثیر دم سرد
ہر قطرہ مرے اشک کا سچا ہی ژالا

تم میرا خط شوق کبھی پڑھ کے تو دیکھو
ہے فن محبت میں یہ نایاب رسالا

۸	بیٹھا ہوا اب جان کو روتا ہی جو اے عشق کیوں تو نے بغل میں دل مدکیش کو پالا	۲۲

کیوں اس دل بیتاب کو آغوش میں پالا
کمبخت نے تڑپا کے مجھے مار ہی ڈالا

ابرو و مژہ سے وہ بنے قاتل عالم
لی تیغ کبھی اور کبھی نیزہ سنبھالا

بے پردہ نظر آئے رخ شاہد معنی
ہو پردۂ غفلت سے اگر آنکھ کا جالا

غیرت یہی کہتی ہے اسے توڑ دوں لیکر
آئینہ کہاں کا ہے ترا [illegible]

رونا یہ نہیں ہے مرا اے طفل برہمن
جیتا ہوں میں اسکو کہ تری یاد میں مالا

تھے پہلے نہ شوخی سے شرارت سے خبردار
سچ یہ ہے کہ ہمیں نے انہیں اس رنگ میں ڈھالا

پچھتاؤ گے تم مجھکو مٹا کر یہ رہے یاد
ایسا کوئی ملنے کا نہیں چاہنے والا

زیر پردہ نہ رکھ باغ میں اے پردہ نشیں پاؤں
ہے دیدۂ انگور بڑا تاکنے والا

دیکھا نہیں اس حسن کا خوبی کا کوئی بت
کس نور کے سانچے میں خدا نے اسے ڈھالا

بیہوش بناکر ہی رہا حسن حسیناں
آپ اپنی کو ہر چند مری دل نے سنبھالا

کیا اصل ہے گردوں کی مری آہ کے آگے
اک پھونک میں اڑجائیگا یہ روئی کا گالا

کس کسکی رقابت کا کروں رشک الٰہی | دیکھا جسے نکلا وہ اسی شوخ کا والا

ساقی رہی کچھ دور گذشتہ کی رعایت | دی آج مجھے ساغر صہبائے دوسالا

کیوں منت منعم کا ہو ممنوں کوئی قانع | جو ست ہو مکمل ہیں کرے کیا وہ دوشالا

اے گریہ خون رنگ نہ اسے ترا اصراف | ڈرتا ہوں نکلجائے نہ دو دنمیں دوالا

آج اسکے بچھانے کو میسر نہیں مخمل | کمد ہو یہ جو ڈالی ہوئے پھرتی تھے دوشالا

جو نکتہ ہی جو حرف ہی وہ شوق بھرا ہے | خط ہی میرا مضمون محبت کا رسالا

کلمہ رہے تیرا دم آخر بھی زباں پر | ہو خاتمہ بالخیر مرا باری تعالیٰ

۹	دنیا کی دورنگی کا نمونہ ہیں حسیں بھی اے عشق ہے اِن میں کوئی گورا کوئی کالا	۲۵

جائے آسائش نہیں ہی خانہ زنجیر کیا | وحشت دل ہم رہائی کی کریں تدبیر کیا

دم ہمارا گر نہ نکلے عشق کی تاثیر کیا | دل ہمارا گر نہ آئے حسن کی تسخیر کیا

قصر دلکو توڑکر پھر کیوں بنانیکی ہی فکر | مٹی جو دے کی اسی سمجھے ہو تم تعمیر کیا

آجتک تیری رضا جو کو نہیں اسکی خبر | کہتے ہیں تدبیر کسکو اور ہی تقدیر کیا

جب سے آیا ہی ترے دیوانوں کا انمیں قدم | اے پری آباد ہے ہر خانہ زنجیر کیا

مہربانی انکی گر لکھیں مرے خط کا جواب | ورنہ اے پیغام بر ہیں کیا میری تحریر کیا

درد دیوانے کا تیرے اے پری کسکو نہیں | دیکھ تو نالاں ہی اسکے حال پر زنجیر کیا

ہیں وہ خواب ناز میں دیکھے تو کوئی جو تماشا | اس بیاض چشم میں سونے کی ہے تحریر کیا

اسکو قینچی کیطرح چلنے لگی انکی زباں | کاٹتے ہیں بات عاشق کی دم تقریر کیا

کی بہت تدبیر مینے پہ نکلتا ہی نہیں | میرے دلکو اپنا گھر سمجھا ہی انکا تیر کیا

جب پھنسا دل انکا گیسو میں تو یہ عقدہ کھلا | کہتے ہیں صیاد کسکو اور ہی نخچیر کیا

مہرباں دیکھا جنہیں نامہرباں پایا انہیں
ہوگئی اُلٹی ہمارے خواب کی تعبیر کیا

اُڑتی اُڑتے دیکھتے ہی دیکھتے مجھ سے پھریں
سنگیں آنکھیں کبھی بُت کی مری تقدیر کیا

آنکھ سی گرتے ہیں تو آغوش میں لیتا ہوں میں
ہای طفل اشک کی الفت ہی دامنگیر کیا

جان پر کھیلے ہوئے ہیں زیست سے بیزار ہیں
محرمان عشق کو دیگا کوئی تعذیر کیا

ہو وفائی اُنکی دیکھی ظلم دیکھے رنج اُٹھائے
دیکھئے آگے دکھاتی ہے مری تقدیر کیا

بنگئی ہی کیوں ہمارے دم پہ عشق یار میں
جادۂ مہر و وفا ہی ہے دم شمشیر کیا

قید جانہ کو اُٹھا رکھا ہے سر پر رات دن
غل مچاتی ہی ترے دیوانے کی زنجیر کیا

بیسبب اسطرح کیوں در پے ہے میرے قتل کے
کشتہ ہو کر دونگا میں قاتل تجھے اکسیر کیا

ہمسے کیچا مُنہ چھپاتا آپ کا میکا رہے
جلوہ گر دلمیں ہیں وہ جا مد سی تصویر کیا

درد دل سے بات کرنیکا اسے یارا نہیں
پوچھتے ہو حال زار عاشق دلگیر کیا

ہو گیا مانی کو سکتہ آئینہ حیراں ہے
ہوش اُڑانے کیلئے کھنچوائی ہی تصویر کیا

ابر سے چھنتی نہیں وہ پردہ سے چھنتی ہی
ہی صفا رُخ کے آگے مہر کی تنویر کیا

بے بلائے کوئی آیا ہی عیادت کیلئے
آج ملیجی عشق کے بیمار کی تقدیر کیا

۱۰	سخت جانی بن گئی ہے پاؤں کی زنجیر عشق قید ہستی سے رہائی کی کریں تدبیر کیا	۲۱

جان شیریں اپنی کھوئی لائی جوئے شیر کیا
کوہکن کا عشق ہی تھا عشق ٹیڑھی کھیر کیا

عقل کی لی چارہ گر تو کیا تری تدبیر کیا
عشق کے دیوانوں کو پہنائیگا زنجیر کیا

ایدل ناداں نہ اپنی عقل پر اترا کبھی
ہوش کی لے رو برو تقدیر کے تدبیر کیا

اُسسے شکوہ خط نہ لکھنے کا تو ہو سکتا نہیں
ہم گلہ تجھسے کریں ای کاتب تقدیر کیا

چھوٹ کر بھی جا نہیں سکتا کہیں صیاد میں
ہو گئی الفت قفس کی پاؤنکی زنجیر کیا

گالیونکی وقت دیکھی کوئی اس گل کی بہار
پھول اسکے منہ سی جھڑتے ہیں دم تقریر کیا

لیتے ہیں ہر ہر قدم پر خارِ صحرا بھی قدم
یا تو دیوانوں کے پڑتی ہی فقط زنجیر کیا

ای ہوس مارا ہے دلکو پالنے کی ہوس
دولت استغنا کی ہاتھ آئے تو پھر اکسیر کیا

مادے گھوڑے ہیں وہ اپنی شوخی سی سوا
خاک پامال محبت ہوگی دامنگیر کیا

حسب خدا سی وہ بت بیداد گر ڈرتا ہیں
پھر مری فریاد کیا فریاد کی تاثیر کیا

دختِ رزبر دل جو آیا ہی تو پڑھوا لی نکاح
پیش و پس کیوں شیخ کار خیر میں تاخیر کیا

شوخیاں انکی اڑائیں گی تری چہرے کا رنگ
اے مصور کھینچی آسان ہی وہ تصویر کیا

وہ تو اٹھی کل کا وعدہ کرکے میری بزم سی
تیرے اٹھنے میں ابھی ای حشر ہی تاخیر کیا

گر یہی ہی اپنے بختِ نارسا کی کوتہی
نالہائے دل کرینگے عشق میں تاثیر کیا

انکا اٹھا رم دشمن سے نظر آتا نہیں
جان میری لیگی ای محشر تری تاخیر کیا

منزلِ ہستی ٹھہرنے کی جگہ اے دل نہیں
آگے پیچھے کوچ ہی سکتا جواں کیا پیر کیا

حسن دیکھو شکل دلکش پھر ادائیں دلربا
دل جو آیا آپ پر اسمیں مری تقصیر کیا

فتنہ بیکر وہ سرِ جو اسِ یار سی بیدار ہوں
دیکھئے لاتا ہی آفت نالۂ شبگیر کیا

خط سی کیوں گھٹتی لگی اس مصحفِ عارض کی شان
قدر کر قایل ہیں قرآن با تفسیر کیا

۱۱	شانِ خالق ہی کرمی عشق گھبراتا ہے کیوں اسکی رحمت کے مقابل ہے تری تقصیر کیا	۲۰

نہیں اٹھتا قدم مجھ ناتواں کا
بتاؤں کیا ارادہ ہے کہاں کا

زمیں بھی رنج دہ ثابت ہوئی ہے
اڑا یا تو نہیں رنگ آسماں کا

مرے دروازے سے گدرا وہ سو بار
مگر بھولے سے بھی گھر میں نہ جھانکا

گرے یا رب کہیں بجلی یہ جلی
نہ چھوڑا اس نے تنکا آشیاں کا

بہت ہے میری بربادی دل کو
اشارہ اس نگاہ جانستاں کا

جو اُٹھا کوئی فتنہ اس گلی سے | تو کیا کیا رنگ بگڑا آسماں کا
برنگ رنگ و بو گل اُڑ گئے سب | جو آیا باغ میں جھونکا خزاں کا
خوشی ہمکو ادہر سر پھوڑنے کی | ادہر غم ان کو سنگِ آستاں کا
کہاں پوری ہوئیں میری بلائیں | ابھی باقی ہے گرنا آسماں کا
الہی خیر ہو میرے جگر کی | وہ نظریں کام کرتی ہیں سناں کا
ہوئی جھوٹی عدو کے منہ میں جاکر | نہیں اب اعتبار ان کی زباں کا
غبارِ رہ نہ میں نقشِ قدم ہوں | پتا کیا دوں کسی کو کارواں کا
نویدِ تیر بارانِ ستم ہے | کماں کی طرح جھکنا آسماں کا
تقاضا کیا ہو جب وہ ذکر دل پر | یہ کہتے ہیں کہ کیسا اور کہاں کا
اجل کہتے ہیں جس کو نام ہے وہ | مری تقدیر کے خوابِ گراں کا
نصیب بخت برگشتہ ہوا ہے | ازل کے دن سے چکر آسماں کا
عجب ہے عشق کا سودا کسی کو | خیال آتا نہیں سود و زیاں کا

۱۲ — تری طرز سخن ہے کتنی دلکش | مزا اے عشق آتا ہے زباں کا — ۱۶

نہیں اب شوق ان کو امتحاں کا | مٹا ہے نام مرگِ ناگہاں کا
قضا اپنی یونہیں لکھی ہوئی تھی | گلہ کیا اس نگاہ جاں ستاں کا
مزا دینے لگی ہیں اب جفائیں | بدلجائے نہ شیوہ آسماں کا
سگِ جاناں ہے یا کوئی ہما ہے | نہیں طالب ہمارے استخواں کا
سر شوریدہ لاکر ہی رہا رنگ | بنا نقش و نگار اس آستاں کا

کہا اس نے یہ دشمن کے گلے پر
نکالو بھی یہ جھگڑا ہے کہاں کا

نگاہیں پھر گئیں کیوں انکی مجھسے
اُڑایا تو نہیں رنگ آسماں کا

وہ ظلم اِن کے یہ ایسی سخت جانی
کہاں کی زندگی مرنا کہاں کا

بجائے چارہ گر کی منتوں سے
تو ہے احسان دردِ جانستاں کا

سُبک ہو کر گلی سے اِن کے اُٹھا
مگر احسان نہ اُٹھا پاسباں کا

خلش تڑپا رہی ہے خارِ غم کی
کہیں ٹوٹے نہ زخمِ دل کا ٹانکا

توکل پیشہ اک درویش ہوں میں
نہ فکرِ نان نہ اندیشہ جہاں کا

عدو کے رشکِ الفت سے بچایا
گلہ بیجا ہے اس نامہرباں کا

دہن ان کا نظر آئیگا کیونکر
نمو ہے مرے دردِ نہاں کا

ہماری بے سروپائی نہ پوچھو
نہیں سر پاؤں ایسی داستاں کا

جدا کرنا عدو کا ان کا باہم
ملانا ہے زمین و آسماں کا

۱۳	غبارِ پائمالِ راہِ الفت زمیں کا ہے نہ اے عشق آسماں کا	۱۸

مریضِ دردِ الفت کا مداوا ہو نہیں سکتا
مسیحا سے بھی یہ بیمار اچھا ہو نہیں سکتا

کسیکا اپنے کچھ حق اور دعویٰ ہو نہیں سکتا
خوشی سے دیں تو دیں بوسہ تقاضا ہو نہیں سکتا

ملیں جبتک نہ دل ملنا بھی ملنا ہو نہیں سکتا
وہ میرا ہو نہیں سکتا میں اسکا ہو نہیں سکتا

حسینو نسے کبھی دلکا تقاضا ہو نہیں سکتا
جو انکا ہو گیا پھر وہ ہمارا ہو نہیں سکتا

بُرائی مجھسے سنکر غیر کی بولے وہ جھنجلا کر
جسے اچھا کہیں ہم کیا وہ اچھا ہو نہیں سکتا

کیا ہے پستی طالع نے مجکو پست کچھ ایسا
دلِ پُر درد کا نالا بھی اونچا ہو نہیں سکتا

متاعِ دل تو لیتے ہو مگر بوسہ نہیں دیتے
اسی کا نام سودا ہے تو سودا ہو نہیں سکتا

شبِ وعدہ گزرتی کیوں تڑپتے لوٹتے اپنی
اگر پہلے سے کہدیتے کہ آنا ہو نہیں سکتا

مے و معشوق سے پرہیز مشکل ہی جوانی میں
اسی کا نام تقویٰ ہی تو تقوا ہو نہیں سکتا

دکھانی ہی اگر صورت دکھادو آج ہی صاحب
کہ ہمسے انتظار روز فردا ہو نہیں سکتا

زبردستی سے وہ دل چھین کر میرا یہ کہتے ہیں
ہمارا مال ہی یہ اب کسیکا ہو نہیں سکتا

تغافل نے ترے مارا ہے جس ناکام عاشق کو
وہ روز پرسش محشر بھی زندا ہو نہیں سکتا

لب جاں بخش کی قسمیں لب پر جان عاشق ہی
جلا لو دیجئے بوسہ تم سے اتنا ہو نہیں سکتا

خدا نے حوصلہ اسکو دیا ہی اور ہمت بھی
جو رکھے آدمی دلبر تو کیا کیا ہو نہیں سکتا

دل عاشق میں سوز عشق سے وہ آگ بھڑکی ہی
کہ آب وصل سے بھی اب یہ ٹھنڈا ہو نہیں سکتا

جو اعلیٰ ہی وہ اعلیٰ ہی جو ادنیٰ ہی وہ ادنیٰ ہی
یہ اعلیٰ ہو نہیں سکتا وہ ادنیٰ ہو نہیں سکتا

حسینوں کیلئے کافی نقاب شرم و عصمت سے
یہ وہ پردہ ہی جس سے بڑھکے پردا ہو نہیں سکتا

۲۰	بڑھائی آبرو شاہ دکن خلد اللہ ملکہ نے عشق کی کیسی غلط ہے قطرہ ناچیز دریا ہو نہیں سکتا	۴

یہ مانا عشق کا بیمار اچھا ہو نہیں سکتا
جو تم چاہو تو کیا میرے مسیحا ہو نہیں سکتا

وفا ہو کل کا وعدہ آج ہی کیا ہو نہیں سکتا
کریں ہم صبر کل تک ہمسے اتنا ہو نہیں سکتا

جو ادنیٰ ہی کسی صورت سے اعلیٰ ہو نہیں سکتا
چمک کر ہمسر خورشید ذرا ہو نہیں سکتا

جلا ہوں عمر بھر دل میں بھری ہی آگ الفت کی
مرا لاشہ بھی بعد مرگ ٹھنڈا ہو نہیں سکتا

نکل آتی ہی چلمن سے شعاع حسن چھن چھنکر
یہ وہ پردہ ہی جس پردے سے پردا ہو نہیں سکتا

مہ نو لاکھ چمکے آسمان پر کیا نمود اسکی
ترا ای مہ جبیں وہ ناخن پا ہو نہیں سکتا

کسیکی بانکی چتون کا نہ مضمون باندہئے جبتک
غزل کا اپنی کوئی شعر بانکا ہو نہیں سکتا

سمجھتا ہی مکافات ستم کو دور کیوں ظالم
ابھی فریاد سے کیا حشر برپا ہو نہیں سکتا

شکایت کیا کرینگے ہم تمہاری دوست ہو تمتو
ہم ایسے ہیں کہ دشمن کا بھی شکوا ہو نہیں سکتا

ہمیشہ بل کی لیتا ہی رہیگا گیسوی سرکش
کجی ہی اسکی فطرت میں یہ سیدھا ہو نہیں سکتا

جوانی کیسی پیری کیا ہیں ساری ولولے دل کے — نہوں جبتک یہ کوئی شوق پیدا ہو نہیں سکتا
تعلق خار و گل کا ہے گلستاں میں تو کیا حاصل — برا جو ہو کی صحبت میں بھی اچھا ہو نہیں سکتا
مدل لیتے ہم اسکے دل سے اپنا دل محبت میں — مگر کیا کیجیے ناممکن ہے ایسا ہو نہیں سکتا
عداوت ہو ول اور غیر دشمن کیوں اس بزم میں جاکر — وہ لے بیٹھیں گے جھگڑا مجھسے جھگڑا ہو نہیں سکتا
ہوائے دامن جاناں کا طالب غنچۂ دل ہے — نسیم صبحدم سے یہ شگفتہ ہو نہیں سکتا
کوئی آئے تو کیا آئے کوئی دیکھے تو کیا دیکھے — تڑپنا لوٹنا دل کا تماشا ہو نہیں سکتا
نہ ہونگا نہ ہونگا میں تیری سخت باتوں کو — کبھی تیغ زباں کا زخم اچھا ہو نہیں سکتا
میں اپنے میں نہیں رہتا وہ جب آتے ہیں عدو پر — یہی ہے بیخودی تو وصل اصلا ہو نہیں سکتا
عدو کی ساحری فن کی نہ مجھسے پیش جائیگی — کہ یہ فرعون بے ساماں ہے موسیٰ ہو نہیں سکتا

۱۵	ملا لو عشق کو یا شاہ تیر سب اپنے قدموں میں کہ اب بیلسور میں اسکا گذارا ہو نہیں سکتا	۱۵

یہی تم سے حجاب ہونا تھا — دل کا خانہ خراب ہونا تھا
کیوں بگڑتی نہ یار سے اپنی — غیر کو کامیاب ہونا تھا
غیر بھی تو شریک محفل تھا — کیا مجھی پر عتاب ہونا تھا
کیوں چمکتا نہ داغ دل اپنا — ذرہ کو آفتاب ہونا تھا
لڑتیں آئینہ سے نہ کیوں آنکھیں — تجکو تیرا جواب ہونا تھا
شمع رخ پر ترے بجائے نقاب — ایک بلورین حباب ہونا تھا
شیخ کا کرتے رند منہ کالا — اس کو شوق خضاب ہونا تھا
ار چھایا ہے موسم گل ہے — آج دور شراب ہونا تھا
سوز فرقت سے کیوں نہ جلتا میں — زندگی میں عذاب ہونا تھا
میرے پہلو میں کیوں پڑا رہتا — دل کو دربدر خراب ہونا تھا

شامل حال میکشان ساقی
کرم بے حساب ہوتا تھا

کیا کہا گر کہا مجھے عاشق
کوئی تازہ خطاب ہوتا تھا

۱۶	مے وساغر کی قسمتوں میں عشق ماہ اور آفتاب ہوتا تھا	۲۴

کعبہ اے بت کبھی ترا در تھا
نقش سجدہ ہر اک جبیں پر تھا

کبھی زانوئے یار پر سر تھا
واہ اپنا بھی کیا مقدر تھا

میں شب وعدہ ایسا مضطر تھا
گاہ گھر میں تھا گاہ باہر تھا

جان کی خیر ہم مناتے رہے
سر پہ جب تک وبالی نشتر تھا

شکوہ انکار وصل کا سنکر
بولے کچھ تیرا قرض ہم پر تھا

دیکھیں کل کیا ہو پھر رہا کل پر
آج کا وعدہ جو مقرر تھا

سخت جانی کی مجھ پہ تہمت ہے
کُند پہلے سے انکا خنجر تھا

ایسے قابو میں دل کو کیا رکھتا
میرے امکان سے یہ باہر تھا

صدمہ عشق کو جو جھیل لیا
دل عاشق بھی سخت پتھر تھا

تو جو کہتا وہ مان لیتا دل
حکم سے تیرے کب یہ باہر تھا

ملگیا بوسہ ان سے بن مانگے
بخت اپنا جو آج یاور تھا

کیسے آرام سے گذرتی تھی
کبھی اس در پہ اپنا بستر تھا

یار کو دے دیا نجات ملی
دل دیوانہ مجکو دوبھر تھا

بنگیا ہے وہ جان کا لاگو
جو مرا دلربا تھا دلبر تھا

ترک انسے مذاق کی ہم نے
اسلئے یہ فساد کا گھر تھا

کیا کہوں تم سے جو تھا اُنکو سنا ‏ ہائے سوق ایک دفتر تھا
یار دوزخ لے کچھ اثر نہ کیا ‏ ساتھ اپنا جو دامن تر تھا
دیکھکر ماہِ نو کو کہتا ہوں ‏ ہاتھ آتا تو خوب ساغر تھا
چل بسا دل تو حسرتوں نے کہا ‏ ہائے کیسا قبیلہ پرور تھا
سیمبر سب مطیع تھے جبتک ‏ زور بازو میں ہاتھ میں زر تھا
کیوں نہ آساں مشکلیں ہوتیں ‏ کہ بھروسا مرا اندایر تھا
سربلندی نصیب تھی جبتک ‏ خاکساری سے خاک بر سر تھا
جان کیا بچتی ایسے قاتل سے ‏ جسکا انداز قتل خنجر تھا

۱۷	داغ کا داغ عشق ہے مجھکو کیسا استاد نکتہ پرور تھا	۱۵

اک پیالہ بھی [illegible] سے دیا ‏ [illegible] ل جو یہ مہربان سے دیا
جسکی دشمن سے بھی امید نہیں ‏ رنج وہ ایک مہربان نے دیا
ساکنان زمین کو غیر الم ‏ اور کیا خاک آسمان نے دیا
درد میرا سنا تو وہ بولے ‏ کیا مزا تیری داستاں نے دیا
بات کیسی سلام کا میرے ‏ نہ جواب انکے پاسباں نے دیا
ہوں وہ برگشتہ بخت الٹی ناو ‏ کچھ سہارا جو بادباں نے دیا
پشت خم اسلئے ہے چرخ پیر ‏ رنج اسکو کسی جواں نے دیا
کی شکایت جو سوزش دل کی ‏ داغ اک اور آسماں نے دیا
کھیل سمجھا وہ جاں نثاری کو ‏ کچھ نتیجہ نہ امتحاں نے دیا
قیس و لیلیٰ کا تھا تو واقف کار ‏ دخل لیکن نہ ساربان نے دیا
منزل عشق طے ہوئی اپنی ‏ ساتھ جب مرگ ناگہاں نے دیا

جل اُٹھا باغ آہِ بلبل سے / کام اپنے ہی کا آشیاں نے دیا
ہے کلیجے یہ داغ فصلِ بہار / پھل مجھے موسم خزاں نے دیا
گر ملیں خضر ایسے یہ پوچھوں / کچھ مزا عمرِ جاوداں نے دیا

۱۸ — اس زمیں میں غزل کہی اچھی / عشق ہم کو مزا زباں سے دیا — ۱۱

بتوں کے عشق میں جو کچھ تھا کھویا / ہمیں بھی دل نے ساتھ اپنے ڈبویا
خدا معلوم کس نے روزِ اول / زمیں دل میں تخمِ عشق بویا
نہ دنیا کے رہے اے دل نہ دین کے / ہمیں دونوں جہاں سے تو نے کھویا
غمِ فرقت سے بھر آئی جو چھاتی / کسی کو یاد کر کے خوب رویا
دلِ مضطر خدا کی مار تجھ پر / نہ زیرِ خاک بھی راحت سے سویا
بدی کا تو بدی ثمرا بدا تھا / وہی کاٹا ستمگروں نے جو بویا
کسی کو دیکھ کے دل بیچتا رہا ہوں / کہ کیا مال اپنے مفت کھویا
بنے ہیں لیکے دل انجان کیسے / نہیں کچھ بھی انہیں معلوم گویا

نہ کرنی تھی بھلائی غیر سے عشق / بُرائی کا تمہیں نے بیج بویا

متفرق

تلاشِ یار کہتی ہے یہ دل سے / نہیں رہتا کبھی ناکام جویا
سفیدی و سیاہی روز و شب کی / یہ کہتی ہے زمانا ہے دو مُویا

غزل

۱۹   ۱۷

عدو کا وہ رشک قمر ہو گیا
یہ کیا چرخ بیداد گر ہو گیا

شرارت مرے ساتھ کرتا ہے دل
یہ تجھ سے سوا فتنہ گر ہو گیا

وفا ہوتے ہوتے ترا عہد بھی
ہماری دعا کا اثر ہو گیا

سواری جو اس بت کی نکلی کبھی
تماشا سرِ رہ گزر ہو گیا

سحر ہوتے ہوتے تب درد و غم
مرا حال نوع دگر ہو گیا

نہیں یہ نظر تیری دل ہے مرا
جدھر ہو گیا بس اُدھر ہو گیا

کہاں پھر رہے گی تری آرزو
مرا دل ہی ویران اگر ہو گیا

زمیں کھا گئی اس کو یا آسماں
کہاں گم مرا نامہ بر ہو گیا

وہی پاک دامن حقیقت میں ہے
جو اشک ندامت سے تر ہو گیا

اسی میں ہمیشہ رہا کرتے ہیں
مرا دل حسینوں کا گھر ہو گیا

ملا جیتے جی باغ رضواں مجھے
کہ انکی گلی میں گذر ہو گیا

عدو کا گلہ سن کے اسنے کہا
یہ رونا ترا عمر بھر ہو گیا

سرِ حشر انکی سی دل نے کہی
یہ شاہد اِدہر کا اُدھر ہو گیا

مریض محبت کو کیسی دوا
یہ کیا تجھ کو اے چارہ گر ہو گیا

نہیں پیر گردوں حسیں نوجواں
سبب کیا جو بیداد گر ہو گیا

۲۰   ۱۴

تلا اسطرح عشق کا وزن عشق
ترازو وہ تیر نظر ہو گیا

مری آہ دل کا اثر ہو گیا
کہ دشمن کو دردِ جگر ہو گیا

تاسف ہے اب مرگ عاشق پہ کیوں
جو ہونا تھا بیداد گر ہو گیا

پشیمان ہوگے قیامت میں تم — ہمارا ہی کہنا اگر ہوگیا
تری آنکھ پھرتے ہی سب پھر گئے — زمانہ ادہر کا اُدہر ہوگیا
جگا کر شب وصل ہوں منفعل — وہ کہتے ہیں پچھلا پہر ہوگیا
ٹھکانا ملا مجکو اِس شوخ کا — جب اپنے سے میں بیخبر ہوگیا
خبر بھی ہے کچھ تجکو ناوک فگن — نشانہ کسی کا جگر ہوگیا
یہاں آپ کیا بیٹھے ہیں شاد شاد — تصدق کوئی آپ پر ہوگیا
کہاں ہم کہاں صحبت میکشاں — وہ طبقہ ہی زیر و زبر ہوگیا
غم عشق سے ہو کے معدوم میں — حسینوں کا موئے کمر ہوگیا
اٹھایا گیا جو درِ یار سے — وہ پھر کو بکو در بدر ہوگیا
مسیحا سے کہدو کہ ہم مرچلے — علاج آپ کا کارگر ہوگیا
لگایا ہے دل مازمی عشق میں — مزا ہے یہ مال انکا گر ہوگیا

۲۱	اب اترا ئے عشق دعا گو یہ کیوں درِ شاہ سے بہرہ ور ہوگیا	۱۰

وہ زمانہ نہیں رہا اپنا — کچھ ٹھکانا نہیں رہا اپنا
ہوگیا نذر تیغ قاتل سر — بار شانہ نہیں رہا اپنا
جائیں اب چھوٹکر قفس سے کہاں — آشیانہ نہیں رہا اپنا
تیر بیداد کا بِس مُردلت — دل نشانہ نہیں رہا اپنا
وصل گل تک نہ چہچہے سارے — وہ ترانہ نہیں رہا اپنا
دام سے چھوٹ کر یہی سمجھا — آب و دانہ نہیں رہا اپنا
آپ سنکر جسے پھڑک جائیں — وہ فسانہ نہیں رہا اپنا
مٹ گئے داغ عشق پیری میں — وہ خزانہ نہیں رہا اپنا

	اپنے بیگانے ہوگئے سارے	اک یگانہ نہیں رہا اپنا	
۲۲	حسن وہ دشمن ہے کسی سے عشق دوستانہ نہیں رہا اپنا		۱۹

حسرتوں کا خون ہو کر بہہ گیا — دل میں غیر یاس اب کیا رہ گیا

سہنے کو تو ظلم ان کے سہہ گیا — دلکا آخر خون ہو کر بہہ گیا

باغ میں اب گل نہ غنچہ رہ گیا — وہ تبسم اور وہ قہقہہ گیا

آتے آتے آج کیوں وہ رہ گیا — غیر کیا میری طرف سے کہہ گیا

دل سی شے جب ہاتھ سے جاتی رہی — میں کف افسوس ملکر رہ گیا

ہے سیہ رو غیر کے قبضہ میں وہ — کیا گہن میں چاند اپنا گہہ گیا

ناؤ ڈوبی گریۂ غم سے مری — اشک کے سیلاب میں دل بہہ گیا

بوسہ دیکر وعدہ آنے کا کیا — اب کسی کے وصل میں کیا رہ گیا

آجکل میدان ہو ہے صحن باغ — عندلیبوں کا وہ سب چہچہہ گیا

چل دیا وہ شوخ رستہ کاٹکر — اور میں بیٹھے کا بیٹھا رہ گیا

کیا کہوں واماندگی تقدیر کی — سامنے منزل کے تھک کے رہ گیا

نشہ میں اچھی بری سوجھی نہ کچھ — جو زباں پر بات آئی کہہ گیا

سخت پتھر تھا دل عاشق مگر — جو حسینوں کی جفائیں سہہ گیا

یار کے رخسار تاباں کی چمک — دیکھتے ہی نور مہر و مہ گیا

جھڑکیاں بھی اسے دیں دشنام بھی — جو زباں پر آئی منہ پر کہہ گیا

لے چلا مجکو جو اس کوچہ میں دل — ہر قدم پر خوف سے رہ رہ گیا

حال سرگوشی کا انکی غیر سے — کان میں کوئی ہمارے کہہ گیا

۲۳	عشق جوش طبع سے مضمون کا	۱۶

ہر زمیں میں ایک دریا بہ گیا

چھڑکی نہیں جاتی ترا غصہ نہیں جاتا
بس ہمسے بھی اب ناز اُٹھایا نہیں جاتا

کہدے کوئی اُنسے کہ عیادت کو نہ آئیں
اب حال وہ میرا ہی کہ دیکھا نہیں جاتا

لیکن ہی رہے دلکو حسین جب نظر آیا
یہ مال ہی ایسا ہی کہ چھوڑا نہیں جاتا

بیداد تو سب آپکی سہ لیتے ہیں عاشق
فرقت کا مگر صدمہ اُٹھایا نہیں جاتا

اعمال بد و نیک ہیں انسان کے ساتھی
دنیا سے عدم کو کوئی تنہا نہیں جاتا

یہ ضعف کا عالم ہے جہاں بیٹھ گئے ہم
بس نقشِ قدم بن گئے اُٹھا نہیں جاتا

ہر چند زمانے کے ستائے ہوئے ہیں ہم
اسیر بھی حسینوں کا ستانا نہیں جاتا

اعمال مری ایسے ہیں شرم آتی ہے انکو
کچھ کاتبِ اعمال سے لکھا نہیں جاتا

نقدِ دل و جاں کی نہیں اب خیر الٰہی
اِن ناز فروشوں سے بچایا نہیں جاتا

جان و دل و ایماں بھی کئے نذر پہ جب بھی
اس مانگنے والے کا تقاضا نہیں جاتا

بھولی نہیں جاتی جو اُٹھائی ہی اذیت
فرقت کا شبِ وصل بھی کھٹکا نہیں جاتا

کہتا ہوں بھلے کی تو بُرا مانتے ہیں وہ
کیا کیجئے خاموش بھی بیٹھا نہیں جاتا

میت مری گر تم سے اُٹھائی نہیں جاتی
کیا چار قدم ساتھ بھی آیا نہیں جاتا

بدنام ہوا لُٹ گیا مقروض منا ہوں
اسیر بھی مئے ناب کا چسکا نہیں جاتا

بوسوں سے بھی انکار شبِ وصل ستم ہے
سفاک ترا غمزہ بیجا نہیں جاتا

٢٤

گھر میں جو پڑے رہتے ہو افسردہ میاں عشق
کیا آپ سے اس بزم میں جایا نہیں جاتا

٢٢

شب غم تڑپنا ہمارا نہ دیکھا
تماشا تھا یہ دیکھنے کا نہ دیکھا

اگر بے حجاب اسکا جلوا نہ دیکھا
برابر ہے اے عشق دیکھا نہ دیکھا

کبھی کوئی اعجاز عیسیٰ نہ دیکھا
مریضِ محبت کو اچھا نہ دیکھا

خدا کی خدائی میں کیا کیا نہ دیکھا ۔ مگر اے حسین ایک تجھ سا نہ دیکھا
ملے خاک میں طفل اشک اپنے سارے ۔ کسی کی جوانی بڑھاپا نہ دیکھا
ہزاروں گئے ایسے راہِ عدم میں ۔ کسی کا بھی نقشِ کفِ پا نہ دیکھا
جو کُل ہے وہ جُز ہے جو جُز ہے وہ کُل ہے ۔ کوئی عبد و خالق میں پردا نہ دیکھا
ملا جا کے دریا سے جب کوئی قطرہ ۔ الگ جز کو کُل سے نہ پایا نہ دیکھا
ملا جس کا دل لیکے چلتا بنا وہ ۔ کبھی اس نے اپنا پرایا نہ دیکھا
ستمگر حسین یوں تو لاکھوں ہی دیکھے ۔ مگر سخت دل آپ جیسا نہ دیکھا
غرض کے ہیں ہمدم رفیق آشنا سب ۔ کسی کو بھی اپنا نہ پایا نہ دیکھا
عدم سے بھی بدتر یہ ہستی ہماری ۔ کسی کو بھی اپنا شناسا نہ دیکھا
یہی مرتے مرتے کہا عاشقوں نے ۔ محبت کا انجام اچھا نہ دیکھا
ملے حور جنت میں تو کیا الٰہی ۔ جسے جیتے جی دیکھنا تھا نہ دیکھا
عوض دل کے یوسف یہ ہی روز محشر ۔ کبھی آپ سے سستے سودا نہ دیکھا
بہت دیکھ ڈالے حسین یوں تو ہم نے ۔ مگر ایسی صورت یہ نقشا نہ دیکھا
کوئی جائے دنیا میں ایسی نہیں ہے ۔ جہاں عشق کو کارفرما نہ دیکھا
تلاطم مرے اشک سے دیکھ لینا ۔ اگر تم نے قطرہ کو دریا نہ دیکھا
کہے دیتی ہیں یہ نگاہیں تمہاری ۔ سرِ طور کچھ تم نے موسیٰ نہ دیکھا
رہی ساتھ ہی ساتھ شرم و نزاکت ۔ تصور میں بھی انکو تنہا نہ دیکھا
کہا اِس نے میری عیادت کو آکر ۔ ترا حال جیسا سُنا تھا نہ دیکھا

۲۵	کہوں اس سے ای عشق کیا درد اپنا مزا عشق کا جس نے چکھا نہ دیکھا	۹

بیداد سہی اور ترا عشق نباہا ۔ لیکن کبھی تو نے نہ مرے دل کو سراہا

ہمے چاہنے والونکا ہی دشمن وہ ستمگر — یہ چوک ہوئی ہمسے جو ہمنے اسے چاہا
اے مالک رہ سوچ لے انجام بد و نیک — بہکے نہ کہیں منزل ہستی ہے دوراہا
وعدے سے کسی روز ندی اسنے تسلی — رکھا نہ مرے زخم جگر پر کبھی پاہا
کافی ہی مری بخشش عصیاں کو سر حشر — اک تیری ترحم کی نظر بار الہا
چلتی نہیں جراح کی مجھ سوختہ جاں سے — وہ زخم کی سوزش ہے کہ جلجاتا ہی پاہا
پھر کیوں ہو کسی چیز کا طالب ترا طالب — سب اسکا ہے تو جسکا ہوا بار الہا
اے راحتِ جاں آفتِ جاں تھی تری دوری — کیا کیا مرے پہلو میں دلِ زار کراہا

۲۶ — مایوس نہ اے عشق ہو امید قوی رکھ / مل جائے گا وہ بت اگر اللہ نے چاہا — ۱۲

انساں کا مرگ و زیست پہ ہوا اختیار کیا — دو دن کی ہے یہ آمد و شد اعتبار کیا
یارب تری کرم تری بخشش کے روبرو — مجھ روسیہ کی جرم و خطا کا شمار کیا
اپنی زباں پر نہیں خود ان کو اختیار — ایسی قسم کا قول کا پھر اعتبار کیا
کیا قہر ہی کہ دی ہے جنھیں صفت لسی تسی — وہ کہتے ہیں وفا کا تری اعتبار کیا
وعدہ تھا اسکا فاتحہ آکر پڑھیں گے ہم — مضطر ہوں انتظار میں زیر مزار کیا
افتادگی نصیب کی ہی مانع عروج — دامن تک انکے پہنچے ہمارا غبار کیا
سنکر جو کچھ جواب ندے صاف ٹالدی — اس سی سوال وصل کروں بار بار کیا
ہر روز روز عید تھا ہر شب شب برات — گذرے ہمارے عیش میں لیل و نہار کیا
اس دلربا کی آنکھ کا پھرنا نہیں ہے کچھ — ہو دل کو خوف گردش لیل و نہار کیا
جادو ہے اک دل یہ ہے آنکھوں کا کارگر — آہو کسی کے کھیل رہی ہیں شکار کیا
کیوں کشتگانِ تیغ قضا پر نہ آئے رشک — پھیلا کے پاؤں سوتی ہیں زیر مزار کیا

آزاد مثل سرو جو باغ جہاں میں ہو

۲۷	اے عشق اس کو فکر حزاں کیا بہار کیا	۱۵

خضر و الیاس کا عدیل ہوا
جو رہِ عشق میں قتیل ہوا

رنج دیتا ہے درد دیتا ہے
آسماں کس طرح بخیل ہوا

عاشقی سے ہوا نہ کچھ حاصل
مفت رسوا ہوا ذلیل ہوا

وہ خوشی سے کبھی نہیں دیتے
بوسہ سرمایہ بخیل ہوا

مجکو اس بزم میں نہ جانا تھا
جار کے سامنے ذلیل ہوا

نہ رہا پھر تو وہ مزاج انکا
غیر بدکیش جب دخیل ہوا

خون پیتا ہوں غصہ کھاتا ہوں
غم مرے رزق کا کفیل ہوا

غیر نے اِن سے کی دغا آخر
میرا دعویٰ نہ بے دلیل ہوا

کوئی دل کے سوا نہ عالم میں
مجرم عشق کا کفیل ہوا

یوں تو پیغام بر ہزاروں ہیں
کوئی اِن میں نہ جبرئیل ہوا

شان اللہ کی ہے یکتائی
کون دُنیا میں بےعدیل ہوا

کیوں تلاش معاش خود رزاق
رزق کا اپنے جب کفیل ہوا

تشنہ لب تھی زباں تیغ و سناں
خون میرا انہیں سبیل ہوا

آبرو ہے تو ہے قناعت میں
جسنے مانگا وہ بس ذلیل ہوا

۲۸	ہوئی پیری میں سرد آتش عشق دل مرا گلشن خلیل ہوا	۱۹

درد دل درخورِ دوا نہ ہوا
کچھ مسیحا سے ہی بھلا نہوا

نالۂ دل کبھی رسا نہوا
کام اپنا کوئی روا نہوا

مجھ سا ناکام دوسرا نہوا
دل ہوا دل کا مدعا نہوا

ہائے اس درد پہ چھید سا نہوا
کچھ حق بندگی ادا نہوا

نہیں اس کی خبر محبت میں / کیا ہوا ہم سے اور کیا نہوا
نالہ نکلا جو منہ سے دل نے کہا / ہائے میرا وہ مدعا نہوا
وہ عدو سے بھی ہو گئے بدظن / شکوہ کرنا مرا برا نہوا
روز کل پر ہے اُنکا وعدہ وصل / کبھی پورا کبھی وفا نہوا
وہ ہوں یا غیر یا زمانہ ہو / ایک تجھی انمیں باوفا نہوا
واہ رے ارتباط داغ و دل / اس سے وہ اس سے یہ جدا نہوا
اک ذرا بھی جہاں غبار آیا / صاف پھر دلکا آئینا نہوا
موج و دریا بنے رہے دونوں / تجھسے غم غم سے میں جدا نہوا
دوست سب بندۂ غرض نکلے / اپنا اک بندۂ خدا نہوا
کچھ تو ہوتی ہمارے دلکی قدر / تجھسا عالم میں دوسرا نہوا
گذری لہو و لعب میں عمر اپنی / ایک بھی کام کام کا نہوا
تو وہ نازک خرام ہے ایسہ / کہ سر خاک نقش پا نہوا
انکو آیا نہ مجھپر رحم کبھی / درد میرا اسپئے دوا نہوا
اشک حرماں نے کچھ نمک چھڑکا / دہن زخم بد مزا نہوا

٢٩ — کی بدی ہم سے جسنے عالم میں / عشق اسکا بھی کچھ بھلا نہوا — ١٧

دل کو آئے ہوئے زمانہ ہوا / اب یہ قصہ مرا پرانہ ہوا
شیخ ایسا ہے عقل کا اندھا / عاشق حور غائبانہ ہوا
ماجرا انکا میرا عالم میں / حسن اور عشق کا فسانہ ہوا
ناوک غمزہ و ادا کا ترے / طائر دل مرا نشانہ ہوا
سنکے بولے وہ داستان میری / یہ نئے رنگ کا فسانہ ہوا

اسکو جاتا تھا روٹھ کر ہم سے
شکوہ اغیار کا بہانہ ہوا

خرچ سے علم کی بڑی دولت
کبھی خالی نہ یہ خزانہ ہوا

دل جو بھر آیا اشک بہ نکلے
یہ بھی پانی کا اک خزانہ ہوا

ناز ہے اس پہ مجکو دل میرا
ناوک ناز کا نشانہ ہوا

کوئی آیا عدم سے ہستی میں
کوئی سوئے عدم روانہ ہوا

مے بھی حوریں بھی ہیں تو باغ جناں
شیخ خاصہ شراب خانہ ہوا

سر رگڑتی ہے ایک خلق جہاں
کعبہ اس بت کا آستانہ ہوا

یہ بھی انکا مزاج ہے گویا
کہ ابھی کیا تھا کیا زمانہ ہوا

داغ حسرت میں رنگ خوں جو بھرا
دل مرا اک نگار خانہ ہوا

وہ گئے اپنے گھر عدم کو ہم
اک ادہر اک ادہر روانہ ہوا

بے اجل مجکو یار نے مارا
موت کا صرف اک بہانہ ہوا

۳۰ — عشق ہمکو وطن سے بچھڑے ہوئے
مدتیں ہو گئیں زمانہ ہوا — ۱۶

کیا مخالف مرا زمانہ ہوا
کہ ہوا سب وہ کارخانہ ہوا

آپ سنتے ہیں چھیڑ کر جو مجھے
نالۂ دل بھی کیا ترانہ ہوا

سبز رو ؤ نکلا ہے نہال امید
قبر پہ تاک شامیانہ ہوا

جلکے سوز فغاں بلبل سے
تودۂ خاک آشیانہ ہوا

کیوں نکلتی نہیں ہے جانِ حزیں
دل کو آئے ہوئے زمانہ ہوا

ذکر ایام وصل روز ہجر
اشہب غم کو تازیانہ ہوا

قطرہ قطرہ ہی بن گیا دریا
خرمن آخر کو دانہ دانہ ہوا

لخت دل کھا کے جون جیتا ہوں
یہی قسمت کا آب و دانہ ہوا

عشق ہیں تار ہائے گیسو کے — دل بھی صد چاک مثل شانہ ہوا

خضر اک جرعہ پی کے آب حیات — قیدی عمر جاودانہ ہوا

نکلا کندہ ہے یہ رکھکے تیغ جو وہ — سر مرا مجکو بار شانہ ہوا

پنجہ مہر آجتک نہ فلک — زلف لیلائے شب کا شانہ ہوا

سن کے تعریف حسن آیا دل — اسکا عاشق میں غائبانہ ہوا

نغمہ سنجی سے تو ہیسی بلبل — تیرا دشمن ترا ترانہ ہوا

سجدے پہ سجدہ کرکے اس بت کو — میں یہ سمجھا ادا دوگانہ ہوا

۳۱

باز آیا جو عاشقی سے عشق
کام یہ تجھ سے عاقلانہ ہوا

۲۴

حسینوں کا دم کس کو بھرتے نہ دیکھا — تڑپتے نہ دیکھا کہ مرتے نہ دیکھا

مرے دلکو دیکھو یہ مرتا ہے تم پر — کسی کو اگر تم نے مرتے نہ دیکھا

اڑائی بہت خاک پنگھٹ پہ ہمنے — تجھے آج پانی جو بھرتے نہ دیکھا

بھروسا کریں وعدہ حشر کا کیا — کہ اسکو کہا اپنا کرتے نہ دیکھا

کیا اسنے پامال اس دل کو لیکر — محبت کا دم جس کو بھرتے نہ دیکھا

غضب قہر آلودہ ہیں وہ نگاہیں — کسی شیر کو یوں بپھرتے نہ دیکھا

خدا جانے رکھا ہے یہ سوگ کس کا — کہ اب انکو بنتے سنورتے نہ دیکھا

کسی کام میں روپیہ بے محابا — سوا میکشی کے بکھرتے نہ دیکھا

شب وعدہ سوجھی شرارت یہ کیسی — کبھی ان کو پہروں سنورتے نہ دیکھا

ہمیں پر ہیں وہ شیر انکو کسی دن — عدو سے بگڑتے بپھرتے نہ دیکھا

محبت کے دریا میں اے دل جو ڈوبا — قیامت تک اسکو ابھرتے نہ دیکھا

ڈراؤں میں کیا خاک فریاد دل سے — بتوں کو خدا سے بھی ڈرتے نہ دیکھا

عجب بحر ہے کسکی رحمت کا دریا
جسے غرق ہم نے دیکھا اترتے نہ دیکھا

تری خوشخرامی کا غل ہے چمن میں
صبا کو بھی یوں گل کترتے نہ دیکھا

زبردست ہے عشق کا جن کچھ ایسا
چڑھا سر پہ جس کے اترتے نہ دیکھا

دماغ آسمان پر ہے اف ری جوانی
زمیں پر قدم انکو دھرتے نہ دیکھا

خم چرخ کیا جانے کس کام کا ہے
کسی کو شراب اسمیں بھرتے نہ دیکھا

کیا جھٹ سے تمنے جو محشر کا وعدہ
زمانے کو شاید گذرتے نہ دیکھا

خدا کی ہے بے عیب اک ذات جسپر
کسی کو کوئی حرف دھرتے نہ دیکھا

تری کیسی آنکھیں ہیں ان آہوؤنکو
مری قبر کا سبزہ چرتے نہ دیکھا

رہ عشق پر خوف ایسی ہے جس سے
سلامت کسی کو گذرتے نہ دیکھا

کہا تم نے سو بار اک بوسہ دیکر
سخی کو تو احسان دھرتے نہ دیکھا

غضب زہر آلود تیغ زباں ہے
کہ اس کی جراحت کو بھرتے نہ دیکھا

۳۲	سوا شاعری کے میاں عشق تم کو کوئی کام کا کام کرتے نہ دیکھا	۲۲

کبھی اپنا جلوہ دکھایا تو ہوتا
زمانے کو موسیٰ بنایا تو ہوتا

کوئی فقرہ ناصح بنایا تو ہوتا
انہیں راہ پر میری لایا تو ہوتا

سر و تن کا جھگڑا چکایا تو ہوتا
کوئی ہاتھ قاتل لگایا تو ہوتا

کسی دن وہ بت مسکرایا تو ہوتا
نیا گل چمن میں کھلایا تو ہوتا

فلک گردش روزمرہ سے حاصل
کوئی کام میرا بنایا تو ہوتا

کہا اسنے سنکر مراد درد پنہاں
کبھی چیر کر دل دکھایا تو ہوتا

بہت طول کھینچا ہی وعدے نے اسکے
دل زار محشر اٹھایا تو ہوتا

سنبھالا ہی بیمار غم کو بہت ہے
عیادت کو میری وہ آیا تو ہوتا

نہ ہوتا کہ ہوتا وصال اس سے کیا بحث
انہیں جذبِ دل کھینچ لایا تو ہوتا

قیاس عدو مجھپہ جور و ستم ہے
مرے جاں کبھی آزمایا تو ہوتا

عدو کی وہ محفل میں بیٹھے ہوئے ہیں
فلک کوئی فتنہ اُٹھایا تو ہوتا

نہ آتا کہ آتا انہیں رحم اے دل
غم و درد اپنا سُنایا تو ہوتا

نکلتی مرے جاں یارب شبِ غم
کوئی مطلبِ دل بر آیا تو ہوتا

نہ کہتا بُرا کوئی دُنیا میں اسکو
فلک سیدھے رستے پر آیا تو ہوتا

صبا بنکے آتا ترا مژدۂ وصل
مرا غنچۂ دل کھلایا تو ہوتا

نہیں کوئی تخصیص دیر و حرم کی
کسی نے کہیں اسکو پایا تو ہوتا

خدا تجکو اے شیخ گھر بیٹھے ملتا
بتوں سے کہیں دل لگایا تو ہوتا

زبانی پیاموں کی قاصد سند کیا
جواب خط اس بت سے لایا تو ہوتا

دکھائی نہ پرچھائیں بھی اپنی اسنے
پری کا کبھی مجکو سایا تو ہوتا

ترے در سے ناکام ساقی پھرے ہم
کوئی جام للہ پلایا تو ہوتا

تجھے زاہد خشک کیا ہو گیا ہے
مزا زیست کا کچھ اُٹھایا تو ہوتا

۲۲	فلک لے رہا ہے بہت دون کی عشق پھپھولا جگر کا دکھایا تو ہوتا	۳۳

اگر دل بتوں سے لگایا نہ ہوتا
خدا کو بھی بندے نے پایا نہ ہوتا

الٰہی نہیں اُٹھتا بار محبت
ہمیں تو نے انسان بنایا نہ ہوتا

اگر جانتا وہ کہ ہے درد کیا شے
تو مجھ نیم جاں کو ستایا نہ ہوتا

تری آرزوئیں ہزاروں تھیں دلمیں
اسے خاک میں یوں ملایا نہ ہوتا

وہ رہنے لگے دُور دُور اب تو ہمسے
انہیں مطلب دل سنایا نہ ہوتا

مری جاں کیوں اسطرح مفت جاتی
اگر دل حسینوں پر آیا نہ ہوتا

کہیں کا نہ رکھتا مرا نفس مجھکو
اگر فضل تیرا خدا یا نہوتا

جلے دل کی فریاد ظالم غضب ہے
مرے دلکو تو یوں جلایا نہوتا

کبھی بل کی لیتا نہ گیسوی سرکش
اگر تو نے سر پر چڑھایا نہوتا

مزا کرکرا ہو گیا وصل کی شب
وہ مطرب پسر راگ لایا نہوتا

لگا رہتا دشمن نہ کیوں ساتھ انکے
پری کون کہتا جو سایا نہوتا

سر حشر بے پردگی تو نہ ہوتی
جو منہ تو نے ہمسے چھپایا نہوتا

چرانا سر بزم مجھسے نہ آنکھیں
جو نقد دل اسنے چرایا نہوتا

اگر آنکھ میں تیرے ہوتی مروت
مجھے آنکھ سے یوں گرایا نہوتا

نہ بھر آتی ساقی ترے ہجر میں آنکھ
اگر دل ہمارا بھر آیا نہ ہوتا

ترے داغ غم کی نہ کچھ قدر ہوتی
اگر میرے دل میں سمایا نہوتا

طریقہ ستم کا نہ آتا فلک کو
جو تیرا سکھایا پڑھایا نہوتا

قیامت ہے ای چرخ یہ کاہش بدر
کسی کو بڑھا کر گھٹایا نہوتا

سویدائے عاشق نہوتا اگر تل
ترے رخ پہ سکّہ بٹھایا نہوتا

مرے خط کا لکھتا کوئی تو جواب
اگر غیر کا وہ پڑھایا نہوتا

بلا کوئی کیوں آتی عاشق کے سر پر
جو اس زلف میں دل پھنسایا نہوتا

٣٤ — کبھی اپنے دامن سے وہ پونچھتے عشق
اگر اشک خونیں بہایا نہوتا — ١٢

ہم رہے وہ نہ وہ زمانہ رہا
اب کسی بات کا مزا نہ رہا

حسن تیرا ہی تجھسے شوخ کہیں
تو چھپا اور وہ چھپا نہ رہا

آج کے وعدہ کو نہ کل پر رکھ
یاد تجھکو یہ کل رہا نہ رہا

غیر سب اسپہ جان دینے لگے
ابتو مرنے کا بھی مزا نہ رہا

ہجر میں بھی وصال کی ہیں مزے — مجھسے غم غم سے میں جدا نہ رہا
ان کا وعدہ کبھی ہوا نہ وفا — روز حیلہ رہا بہانہ رہا
تیرا چھپ چھپ کے غیر سے ملنا — کھل گیا خلق پر چھپا نہ رہا
دوست سب مل گئے ہیں دشمن سے — اب کوئی اپنا آشنا نہ رہا
بیوفا وہ تو خود غرض ہیں ہم — ایک کا ایک کو گلا نہ رہا
بلبلوں کی نہ پوچھو بے برگی — ایک پتے کا آسرا نہ رہا
جس نے جانا مآل ہستی کو — پھر اسے خوف موت کا نہ رہا

۱۳ — کارسازی حق کے صدق عشق / کام اپنا کوئی رکا نہ رہا — ۳۵

نہ آئے وہ بت کافر اگر نہیں آتا — دعا میں کسلئے یارب اثر نہیں آتا
عدو کے خوف سے اب وہ ادہر نہیں آتا — ہماری زیست کا سامان نظر نہیں آتا
وہ چھپکے غیروں سے تنہا ادہر نہیں آتا — تو مدعائے دل اپنا بر نہیں آتا
پڑا ہے آنکھوں پہ غفلت کا پردہ جلوہ حق — نظر کے سامنے ہے پھر نظر نہیں آتا
خیال پردہ ہے تمکو تو میرے دلمیں رہو — جو اسمیں ہو وہ کسی کو نظر نہیں آتا
وہاں وہ چین سے سوتے ہیں پاؤں پھیلا کر — یہاں قرار مجھے رات بھر نہیں آتا
مقام قبر کا ہے طرفہ کنج تنہائی — کہ کوئی اپنا پرایا ادہر نہیں آتا
قضا کا کوچہ قاتل میں دور دورا ہے — گیا ہوا کوئی پیغام بر نہیں آتا
مزاج یار ہے اے دل مرا مقدر بھی — کسی طرح سے وہ راستہ پر نہیں آتا
کہا یہ حضرت واعظ نے سنکے میرا حال — ہماری بات میں ایسا اثر نہیں آتا
علاج تو مرض عشق کا کرے گا کیا — مری سمجھ میں کچھ اے چارہ گر نہیں آتا
حسین قدر کریں جسکی رام ہوں جس سے — کوئی خیال میں ایسا ہنر نہیں آتا

۳۶	یہ ابتدا سے حسینوں پہ عشق مرتا ہے مآل دل مجھے اچھا نظر نہیں آتا	۱۳

پیام مرگ شب غم ادہر نہیں آتا
کسی دعا میں ہماری اثر نہیں آتا

نظر کسی کو وہ موئے کمر نہیں آتا
خدا کی شان کہ ہو کر نظر نہیں آتا

ہماری خاک یہ رونیکو ہم وہ بیکس ہیں
کبھی سحاب بھی با چشم تر نہیں آتا

نہ آئے وعدہ پہ وہ سوچ تو شکایت کیا
میں آپ اپسے میں دو دو پہر نہیں آتا

کسیکی پڑتی ہے اسیر نگاہ رہ رہکر
غریب دل مرا اچھا نظر نہیں آتا

بنی ہی کشتۂ حسرت کی قبر جس جانب
اُدہر وہ دشمن جان بھولکر نہیں آتا

خدا کو اب کوئی کیا جانے اور پہچانے
کہ آپ اپنے کو انسان نظر نہیں آتا

بسا ہے آنکھوں میں دلمیں خیالمیں تو ہی
ترے سوا ہمیں کچھ بھی نظر نہیں آتا

کہاں سے لائے خواہان بے کمالی کو
ہمیں تو اسکے سوا کچھ ہنر نہیں آتا

تمہاری بزم میں آکر ذرا جو بیٹھ گیا
پھر اس غریب کو یاد اپنا گھر نہیں آتا

وفا کی خاک توقع ہو غیر جور و جفا
کچھ اور تجکو تو بیدادگر نہیں آتا

ابہار سینہ کا کہتا ہے قد جاناں سی
غلط ہے سرو میں کوئی ثمر نہیں آتا

۳۷	غزل سُنا کے اب اے عشق داد لیں کس سے سخن شناس ہی کوئی نظر نہیں آتا	۱۴

اب درد محبت کا نہاں ہو نہیں سکتا
دل ہی جو ہی ضبط فغاں ہو نہیں سکتا

اسرار حقیقت کا بیاں ہو نہیں سکتا
آنکھوں ہی جو اوجہل ہی عیاں ہو نہیں سکتا

صدمہ کوئی الفت کا گراں ہو نہیں سکتا
خوف دل و اندیشۂ جاں ہو نہیں سکتا

اب پوچھکے شرمندہ نکر داور محشر
یہ راز محبت ہی بیاں ہو نہیں سکتا

گر شوق ہی پورا نگہ شوق ہے کامل
وہ سینکڑوں پردوں میں نہاں ہو نہیں سکتا

کیوں متصل عارض روشن پہ ہی زلف
شعلے سے کبھی دُور دھواں ہو نہیں سکتا

ہاں بڑھ کے ذرا خانۂ دشمن کی خبر لے
کیا تجھسے یہ ای اشک رواں ہو نہیں سکتا

دلمیں مری گھر کر کے کہا مارسے اُسنے
کیا غیر کا گھر اپنا مکاں ہو نہیں سکتا

آنہیں ابھی دیر ہے اس طفل حسیں کی
ٹھہرالوں تجھے عمر رواں ہو نہیں سکتا

کیا فائدہ آئیں بھی عیادت کو اگر وہ
اب حال مرا مجھسے بیاں ہو نہیں سکتا

ہی اسکے مقدر میں لکھا خاک میں ملنا
یہ طفل سرشک اپنا جواں ہو نہیں سکتا

کچھ بھی دُر غلطاں کو نہیں اشک سے نسبت
دریا کیطرح قطرہ رواں ہو نہیں سکتا

مٹھی میں ہی یا ہی گرہ زلف میں انکی
دل میرا یہاں اور وہاں ہو نہیں سکتا

۱۴	ظالم نے مری قبر بھی ای عشق مٹادی مجھسا کوئی بے نام و نشاں ہو نہیں سکتا	۳۸

وعدہ سہی آنا جو یہاں ہو نہیں سکتا
کیا آپ سے اتنا مری جاں ہو نہیں سکتا

عاشق سی تحمل مری جاں ہو نہیں سکتا
ٹھہرے دل بیتاب و تواں ہو نہیں سکتا

جو دلمیں ہی اسکے وہ عیاں ہو نہیں سکتا
اسبات کا کوئی نگراں ہو نہیں سکتا

چھپنا ہے جو منظور تو آؤ مرے دلمیں
ایسا کوئی پردی کا مکاں ہو نہیں سکتا

کیا خاک لگائے کوئی کھوج اسکا الٰہی
نقش قدم عمر رواں ہو نہیں سکتا

لطف و کرم و مہر و مدارات و تسلی
تم چاہو تو کیا کیا مری جاں ہو نہیں سکتا

ای دل ہے اندہا دُھند یہ سودای محبت
کچھ پیش و پس سود و زیاں ہو نہیں سکتا

اس غیرت یوسف کا کچھ آسان نہیں ملنا
دل دیکے بھی سودا یہ گراں ہو نہیں سکتا

تولا ہی تجھے نظروں میں لینے فلک پیر
پاسنگ ترا کوئی جواں ہو نہیں سکتا

کچھ حشر پہ موقوف نہیں داور محشر
تو چاہی تو انصاف کہاں ہو نہیں سکتا

دینے کا نہیں دل کوئی یوں مفت مری جاں
[illegible] خفقاں ہو نہیں سکتا

کیا خاک سراغ دلِ گم گشتہ ملے اب | انبیر تو چرائے کا گماں ہو نہیں سکتا
جو کوئی سبک ہو گئی تری بزم سے اٹھا | وہ دل پہ کسیکے بھی گراں ہو نہیں سکتا

۳۹	اے عشق ترو تازہ ہیں لکھا سے مضامین یہ باغ کبھی وقفِ خزاں ہو نہیں سکتا	۱۴

محو ایسا میں خیال رخِ روشن میں رہا | کہ جہاں جا کے رہا وادیٔ ایمن میں رہا
خوف صیاد یہاں ہی غم گلشن تھا وہاں | طائرِ ابدال قفس میں نہ نشیمن میں رہا
رنگ لائیگا سر حشر لہو عاشق کا | کوئی چھینٹا بھی جو قاتل ترے دامن میں رہا
مٹ گیا راہ محبت میں جو پامال ہوا | صورتِ گرد وہی یار کے دامن میں رہا
سخت جانی سے ملا وصل کا مقتل میں مزا | تیغ کا ہاتھ مہینوں مری گردن میں رہا
سبزہ خط پہ فدا عارضِ رنگیں کے نثار | کبھی صحرا میں رہا میں کبھی گلشن میں رہا
کس کو معلوم کہ کیا کیا ہوا روزِ محشر | دل تو مصروف مرا نالہ و شیون میں رہا
یہ ہمیشہ کا مٹا تیغ کے ہاتھوں جھگڑا | کچھ تعلق ہی نہ باقی سر و گردن میں رہا
پردہ شرم و حیا صاف اٹھا کر لپٹے | انکا نقشہ ہی جدا محفلِ دشمن میں رہا
باہر آتی ہیں چمن چھنکے شعاعیں رخ کی | شمع فانوس کے مانند وہ چلمن میں رہا
شکوہ لے بیٹھوں جو انکا نہ روز محشر | تو وہ سمجھے یہ ہمیشہ دلِ بدظن میں رہا
نام ایمان ہی جسکا جسے کہتے ہیں دھرم | نہ مسلماں میں رہا اب نہ برہمن میں رہا
اہلِ جوہر کیلئے ترک وطن لازم ہے | دُر نہ دریا میں رہا لعل نہ معدن میں رہا

۴۰	بھائی کا بھائی بنا جاتا ہے دشمن ای عشق وہ جوانی میں نہیں ربط جو بچپن میں رہا	۱۴

دل منور جو خیالِ رخِ روشن میں رہا | نام کو بھی نہ اندھیرا مری مرقد میں رہا
دل خستہ کسی کا جو ترو شکن میں رہا | شہر میں اپنے رہا بھی تو وہ لندن میں رہا

تشنہ لب تیغ رہی خوف اجل کا ہو بُرا   قطرہ بھر خون نہ میری رگ گردن میں رہا

ساتھ ہی موسم گل کے مگر آئی تھی خزاں   چار دن بھی کوئی گل تازہ نہ گلشن میں رہا

داغ عالم میں ہوں ہر چند گلِ تر لیکن   خار کیطرح کھٹکتا دلِ دشمن میں رہا

رکھا باہر نہ قدم گوشۂ تنہائی سے   حالتِ زیست میں بھی گوشہ مدفن میں رہا

کھیل بھی کوئی جو کھیلا تو صنم کا کھیلا   مشغلہ بس یہی ایک ایسا لڑکپن میں رہا

عشق اور حسن کو ہاتھ آئے ٹھکانے اچھے   اک مری دلمیں رہا اک تری جوبن میں رہا

جب گری برقِ حوادث کوئی اسپر ہی گری   ایک دانہ بھی نہ باقی مری خرمن میں رہا

عشقِ گیسو نہوا جان کا جنجال ہوا   میں ہمیشہ کیلئے پیچ میں اُلجھن میں رہا

موت نے ڈالدی دونوں میں جدائی کیسی   روح باہر رہی لاشہ مرا مدفن میں رہا

یاد آتا ہے جوانی سے سوا پیری میں   ہائے کیا چین میسر ہمیں بچپن میں رہا

۲۲	اک نہ اک دل ہی گیا دلکو ٹھکانا ای عشق میرے پہلو سے گیا یار کی چتون میں رہا	۴۱

جس کو شوق دید نے اندھا کیا   ہائے تمنے اسی سے ہی پردا کیا

عاشقوں کا کام ہی پورا کیا   پھر یہ کہتے ہو کہ میں نے کیا کیا

چل بسے دنیا سے جب آیا خیال   ہمکو کیا کرنا تھا ہم نے کیا کیا

کیا کہوں میں مجکو بزم غیر میں   کِن بُری آنکھوں سے وہ دیکھا کیا

عشق کا دینا پڑا ہم کو ثبوت   حسن کا جب آپنے دعوا کیا

خاک ہوتا زخم دل چنگا مرا   ناخن غم عمر بھر چھیلا کیا

دل لیا پھر جان سے مارا ہمیں   جو کیا تم نے بہت اچھا کیا

مرضی خالق میں کسکا دخل ہے   کون پوچھے اس ہی جو چاہا کیا

میری باعث جنکی شہرت ہو گئی   انکو شکوہ ہے ہمیں رسوا کیا

میں کہاں عشقِ بُتِ دلجو کہاں
جو کیا تو نے دل شیدا کیا

دل تو لو نقد اور بوسہ ہو ادہار
واہ اچھا آپ نے سودا کیا

گر نہیں فریاد میں میری اثر
رنگ رخ کیوں آپکا بدلا کیا

انکو شمعِ بزمِ دشمن دیکھکر
آگ پر کیا کیا نہ میں لوٹا کیا

ہجر میں آیا کسی پہلو نہ چین
رات بھر لوٹا کیا تڑپا کیا

اُف رہی شوقِ قتل اک اک وار پر
دل شہیدِ ناز کا پھڑکا کیا

ہو گیا سکتا جمالِ یار سے
صورت آئینہ میں دیکھا کیا

چلدیا وہ تو اُدہر رہ کاٹ کر
اور میں رستہ ادہر دیکھا کیا

تجھسے اچھا ہے کہیں تیرا خیال
تو نہ آیا اور یہ آیا کیا

جب ہیں توبہ نظر آئی شراب
ہائے کس حسرت سے میں دیکھا کیا

دردِ دل کہنا بھی ٹھیرا ایک جرم
انکو شکوہ ہے کہ یہ شکوا کیا

حُسن کی شہرت کا جب آیا خیال
عشق کو اللہ نے پیدا کیا

اس شرارت کو تو اسکی دیکھئے
مجھسے روزِ حشر بھی پردا کیا

ضعف میں بھی درد ہے زور آزما
میرا اک اک عضوِ تن ٹوٹا کیا

۴۲	مجکو میرے دلکے استغنا نے عشق دولتِ دُنیا سے بے پردا کیا	۴۰

جام و مینا ہجر میں توڑا کیا
یوں پھپھولے دلکے میں پھوڑا کیا

دلکو کیا پٹی پڑہا دی آپ نے
منہ جو میری بات سے موڑا کیا

روز میرے دلکو وہ طفلِ حسین
اک کھلونے کی طرح توڑا کیا

اسکو بھی بجلی نے پھونکا قہر ہے
ایک اک تنکا جو میں جوڑا کیا

منتیں کیں ایک بوسہ کے لئے
انکے آگے ہاتھ بھی جوڑا کیا

ناخن غم کا برا ہو چھیلکر ‌ / دل کے اک اک زخم کو پھوڑا کیا

منزل جاناں رہی پھر کچھ نہ دور / جب کمیت شوق کو کوڑا کیا

جان عاشق پر وہ شوخ فتنہ گر / روز اک تازہ ستم توڑا کیا

تھا سوال بوسہ بھی کیا ناگوار / مجھ سے وہ ہر بار منہ موڑا کیا

اس نزاکت پر بھی وہ طفل حسین / اپنے ہر پیمان کو توڑا کیا

مجھ سے بنتا اور اس کوچہ میں کیا / سر در دیوار سے پھوڑا کیا

روز پلوادی ذرا سی مفت میں / کفر زاہد اس طرح توڑا کیا

کہتے ہیں وہ آج آکر میرے گھر / غیر کا اللہ سے جوڑا کیا

بات کر کے بات رکھ لی چار میں / اسنے احسان مجھپہ کیا تھوڑا کیا

یاد ہیں دشمن کو کیا کیا جوڑ توڑ / مجھ پہ طوفان روز اک جوڑا کیا

سخت جانوں سے نہ کچھ بھی چل سکی / خنجر سفاک منہ موڑا کیا

اف ری شوق جامہ آرائی ترا / ہر گھڑی تبدیل اک جوڑا کیا

تھک گئے تم پا نہ تھی مجھ میں سکت / ظلم جب کرنا تھا کیوں تھوڑا کیا

کیا عبادت کا خدا محتاج تھا / شیخ ناحق استخواں توڑا کیا

٤٣	عشق جب آیا وہ میری بزم میں ایک تازہ مشغلہ چھوڑا کیا	١٦

عشق ایسا کوئی افسانہ بنایا ہوتا / اس پری زاد کو دیوانہ بنایا ہوتا

عقل کیا دی ہوئی انسان کی مٹی برباد / یا الٰہی اسے دیوانہ بنایا ہوتا

دل ہے صد چاک تو سینہ ہے منور میرا / اسکو آئینہ اسے شانہ بنایا ہوتا

چارہ گر خاک علاج دل وحشی کرتا / اور دیوانے کو دیوانہ بنایا ہوتا

دشت گردی کے عوض انکی گلی میں رکھا / کام کچھ اسے دل دیوانہ بنایا ہوتا

شمع رُخ کا کوئی بوسہ تو الٰہی ملتا
مرغ دلکو مرے پروانہ بنایا ہوتا

دسترس ہوتی جو چرخ دوم تو تک میری
اک کو خم ایک کو پیمانہ بنایا ہوتا

زلف کو تیری سر مو نہ اُلجھنے دیتا
پنجۂ شوق کو گر شانہ بنایا ہوتا

خیر گذری نہ ملی راہ ہی دیوانے کو
ورنہ اس کوچہ کو ویرانہ بنایا ہوتا

شیخ کو مے کا مزا پڑتا تو کیفیت تھی
پھر تو مسجد کو بھی میخانہ بنایا ہوتا

می اودھر پیتے اُدھر جاکے نمازیں پڑھتے
درِ مسجد پہ جو میخانہ بنایا ہوتا

روکتا پھر نہ کوئی اسکی گلی میں قاصد
نامۂ شوق کو پروانہ بنایا ہوتا

تھی تری بزم کی ای قاتل عالم زینت
سر مرا کاٹ کے پیمانہ بنایا ہوتا

ڈالتا سایہ ادھر بھی وہ کسی دن آکر
میری محفل کو پریخانہ بنایا ہوتا

ملتی صیاد اجل سے نہ رہائی مجھکو
لامکاں میں بھی جو کاشانہ بنایا ہوتا

اس شہ حسن کے کوچہ میں اگر جانا تھا
حال اے عشق فقیرانہ بنایا ہوتا

۴۴ ۲۳

ناراض ہی گیا تری محفل سے جو گیا
دشمن بھی آج اپنے نصیبوں کو رو گیا

بیٹھا وہاں جو جاکے وہیں کا وہ ہو گیا
واپس پھرا نہ پھر تری محفل میں جو گیا

حشر اسکے کوچہ میں دم نظارہ ہو گیا
فرہاد کا جو حوصلہ تھا وہ بھی لو گیا

چھوڑا جو اسکو پھر وہ کہیں کا نہیں رہا
دُنیا ہی سے گیا تری کوچہ سے جو گیا

لینے کے دینے پڑ گئے اس عشق میں مجھے
اس شوخ کی تلاش میں میں آپ کھو گیا

شکوہ نے خوب کام دیا روز باز پرس
مجھکو وہ ایسے حال میں پہچان تو گیا

راحت ملی عذاب کٹا جان بچ گئی
اچھا ہوا مرا دل شیدا جو کھو گیا

تمنے جفا و جور کی لی ہمنے جان دی
اب رنج سے حصول جو ہونا تھا ہو گیا

اب کیا کروں کہ ضعف ہی تاب فغاں نہیں
اک مشغلہ جو تھا شب غم وہ بھی تو گیا

بے مانگے بوسے مل گئے بر آئی آرزو
جاگے نصیب اپنے جو وہ شوخ سو گیا

آیا خیال دیدۂ تر کو جو زلف کا
اشکوں سے بال بال میں موتی پرو گیا

بولے مریض ہجر کی میّت کو دیکھ کر
جاگا ہوا تھا برسونکا نیند آئی سو گیا

باقی وصال میں رہی نام کو دوئی
دل اپنا انکا ایسا ملا ایک ہو گیا

چھائی ہے میری قبر پہ کچھ ایسی بیکسی
جو کوئی پھر فاتحہ آیا وہ رو گیا

میں آشنائے بحرِ محبت نہ تھا مگر
خانہ خراب دل مرا مجکو ڈبو گیا

ابرِ کرم نے دیکھ کے نادم بروزِ حشر
ہم عاصیونکا نامۂ اعمال دھو گیا

راہِ وفا میں مٹ گئے ہم خاک ہو گئے
اتنو غبارِ خاطرِ اقدس کھو گیا

اہلِ وفا سے اب وہ نہ کھنچیں تو کیا کریں
کانٹے رقیب راہِ محبت میں بو گیا

جسکی تمہیں تلاش ہے اسکا نہیں پتا
مدت ہوئی مرا دلِ دیوانہ کھو گیا

کڑوا بنا دیا بتِ شیریں مقال کو
کمبخت غیر حق میں مرے زہر بو گیا

ٹوٹی وضو کی طرح سے توبہ جناب کی
شوقِ شراب دامنِ زاہد بھگو گیا

اس بت کا شکوہ کر نہ سکا روزِ بازپرس
کچھ یاد ہی رہا نہیں ایسا میں کھو گیا

۴۵	سود و زیاں ہے ایک میاں عشق میں تم اپنے دلکو آیا کہو یا کھو گیا	۱۵

ناچار ہوں منہ ضعف سے کھولا نہیں جاتا
وہ پوچھتے ہیں حال تو بولا نہیں جاتا

ہے بوجھ گراں عشق کا مقدار سے باہر
نظروں میں کسی طرح یہ تولا نہیں جاتا

منہ شکوۂ اغیار پہ کھولا نہیں جاتا
اس بت کا ہے یہ پاس کہ بولا نہیں جاتا

کیا عقدۂ قسمت ہے ترا بند قبا کا
کیا شوق کی ہاتوں سے یہ کھولا نہیں جاتا

ابرو کے اشاروں سے زباں وصل کی دو جا
اس تنگ دہن منہ سے جو بولا نہیں جاتا

انداز گراں جانوں کا دشوار ہے قاتل
تلوار کی مانند یہ تولا نہیں جاتا

کیوں رخ کی نقاب انسے اٹھائی نہیں جاتی
کیا غیر کا پردہ ہی جو کھولا نہیں جاتا

بدلی ہی ہوا باغ کی بلبل کا ہے دم بند
غنچہ سی ہی منہ پھوڑ کے بولا نہیں جاتا

کرتا ہی نہیں کھلکے کوئی بات کسی سی
دل اس بت کافر کا ٹٹولا نہیں جاتا

دشمن نے دغا کی تو کہا طنز سے اسنے
دل چاہیے والو نکا ٹٹولا نہیں جاتا

کیوں مے سے ہی انکار تمہیں حضرت زاہد
اس چیز میں کچھ زہر تو گھولا نہیں جاتا

تقدیر سے ملتا ہے جو ملتا ہے کسی کو
تدبیر سے تو روپیہ رولا نہیں جاتا

جس روز سی فریاد نکلجاتی ہے دلسے
یوں تیر کسی توپ کا گولا نہیں جاتا

گرتا نہ اگر آنکھ سے ہر اشک کا قطرہ
کیا موتیوں کی طرح یہ تولا نہیں جاتا

۴۶	مرکر بھی جلن عشق کی مٹتی نہیں ای عشق جو دلمیں پڑا ہے وہ پھپولا نہیں جاتا	۱۰

عذر ان کی زبان پر آیا
حرف عاشق کی جان پر آیا

میں جو انکے مکان پر آیا
نقش پا کے نشان پر آیا

وہ جو میرے مکان پر آیا
نہ کھلا کس گمان پر آیا

جب وہ جان جہان جوان ہوا
قہر ساری جہان پر آیا

راز بھی مدعا نہیں کوئی
دل سے نکلا زبان پر آیا

اس نے منہ اسطرف سے پھیر لیا
مدعا جب زبان پر آیا

انکو اچھی بری سے کام نہیں
کہہ دیا جو زبان پر آیا

ہے مزا زندگی کا پیری میں
دل اگر نوجوان پر آیا

سچا وعدہ بھی ہو گیا جھوٹا
جب تمہاری زبان پر آیا

دیکھئے دل پہ نئے ہول کی آفت
روز اک صدمہ جان پر آیا

یاد جور و جفا کے ساتھ ای عشق

۱۱	نام ان کا زبان پر آیا	۴۷

جب وہ باہر مکان سے آیا — اک نئی آن بان سے آیا
جب میں انکے مکان سے آیا — ہو کے خوش پھول پان سی آیا
انکے موئے کمر کا مضمون بھی — ذہن میں کھینچ تان سی آیا
جان منصور بے گنہ یہ وبال — جو کچھ آیا زبان سے آیا
دیکھکر مجکو اپنے در پہ کہا — یہ یہاں کس نشان سے آیا
نہیں رکھتا ہے جو زمیں پہ قدم — کیا وہ بت آسمان سے آیا
انکے آگے مجھے دم پرسش — خوف کیا کیا زبان سے آیا
ایک اک حرف مجھ سے کہہ قاصد — جو وہاں سنکے کان سے آیا
ان کے قاصد کو دیکھکر سمجھا — جبرئیل آسمان سے آیا
وہ جنازے پہ اپنے عاشق کے — نئی سج دھج سے آن سے آیا

۱۰	کوئے قاتل میں جو کیا اے عشق پھر سلامت نہ جان سے آیا	۴۸

راز دل کیا زبان سے نکلا — تیر گویا کمان سے نکلا
وہ نرالا جہاں سے نکلا — دور سب کے گمان سے نکلا
مژدہ قتل جان نثاروں کو — نیمچہ ان کے میان سے نکلا
ہم جو سمجھے ہوئے تھے پہلے سے — وہی ان کی زبان سے نکلا
رعب انکا تھا مہر لب تا حشر — کچھ نہ اپنی زبان سے نکلا
تیرے عاشق کو کوئی مطلب دل — نہ زمین آسمان سے نکلا
عشق میں وہ ہوا نہ رستم سے — کام جو ناتوان سے نکلا
پیر گردوں بھی زور و طاقت میں — بڑھ کے ہر نوجوان سے نکلا

سنگِ جاناں سے لی خبر پیری	پیچھے حسب پاسبان سے نکلا

۴۹	قیس و لیلیٰ کا نام عالم میں عشق کی داستان سے نکلا	۳۲

فتنہ پردار محبت نہ اگر دل ہوتا
کیوں جہاں میں کوئی قاتل کوئی بسمل ہوتا

دل اگر تجھ پہ مریجاں نہ مائل ہوتا
کس طرح مجکو مزا عشق کا حاصل ہوتا

روز تازہ ستم ایجاد جو قاتل ہوتا
اک نیا لطف مجھے عشق میں حاصل ہوتا

عشق میں قوت بازو نہ اگر دل ہوتا
سہل سا کام بھی میرے لئے مشکل ہوتا

کاش کچھ وصف حوابی مجھے حاصل ہوتا
ہمہ تن جان ہی تو میں ہمہ تن دل ہوتا

انکا سایہ بھی اگر ان کے مقابل ہوتا
عالم رشک مرا دید کے قابل ہوتا

جیتے جی کاوش الفت کہیں جا سکتی ہے
دل جو پہلو میں نہوتا الم دل ہوتا

ناتواں دلکو اگر درد نہ دیتا قوت
نالہ کرنا شب فرقت مجھے مشکل ہوتا

درد میں اور زیادہ مجھے لذت ملتی
نمک افشاں مرے زخموں پہ جو قاتل ہوتا

جیتے جی جنت و کوثر کے مزے لوٹتے ہم
بزم مے میں جو کوئی حور شمایل ہوتا

دیر تک گھورتا آنکھوں سے ملا کر آنکھیں
لطف تھا کند اگر خنجر قاتل ہوتا

ہر طرح دلمیں حسینوں کے جگہ ملجاتی
دل دیوانہ جو میرا کسی قابل ہوتا

دلکے جانیسے ہے پہلو مرا خالی خالی
کوئی پیکان ہی انکا عوض دل ہوتا

خیر گذری نہ پڑیں شوخ نگاہیں انکی
تھامنا پھر دل بیتاب کا مشکل ہوتا

دیدۂ دل اگر عشاق کے ہوتے نہ گواہ
دعوئ حسن و جمال آپکا باطل ہوتا

صحبت پیر خرابات سے محروم رہا
ورنہ زاہد بھی بڑا مرشد کامل ہوتا

تو نہی آتش محبت میں نہ میرے دلکی
بحر آلام و مصیبت کا جو ساحل ہوتا

حسن ہی باعث صد فتنہ و آشوب ہوا
گل نہوتے تو کہاں شور عنادل ہوتا

نقدِ جان و دل و ایمان کی نہ پروا ہوتی
وصل اس کافرِ بے دین کا جو حاصل ہوتا

جادہ گر بات تو جب تھی دلِ وحشی میرا
تیری تدبیر سے پابند سلاسل ہوتا

غم جانکاہ ملا درد ملا سوز ملا
اور کیا اسکے سوا عشق میں حاصل ہوتا

۵۰	میں مدینے کو پہنچ جاتا کبھی کا ای عشق فضل مولا جو مرے حال کے شامل ہوتا	۲۳

چھوڑ کر میں جنوں میں گھر نکلا
منہ جدھر اُٹھ گیا اودھر نکلا

جادہ عشق بے خطر نکلا
دل سا رہبر جو ہم سفر نکلا

آج اسکو نہیں ہے کل کی خبر
کتنا انسان بے خبر نکلا

نہ فرشتوں سے بار عشق اُٹھا
خاص اس کام کا بشر نکلا

میرے وحشت جنوں کا ہر کانٹا
تیز نشتر سے تیز تر نکلا

کیوں نہو سرخرو ترا خنجر
خون عاشق میں ڈوبکر نکلا

فکر کوئی ہوئی جو دامنگیر
پھر گریبان سے نہ سر نکلا

دل بھی پیکان تیر تھا گویا
میرا پہلو جو توڑ کر نکلا

موت بھی آئی تو شب وعدہ
دم مرا ٹھیر ٹھیر کر نکلا

جان آفت میں دل غضب میں ہے
عشق بھی ایک دردِ سر نکلا

خلش دل مٹی نہ مر کر بھی
خارِ حسرت نہ عمر بھر نکلا

غم کی آغوش میں پل گیا ہے دل
خوب یہ نخل بار ور نکلا

جب پڑی آنکھ اس حسیں پہ پڑی
دل بڑا صاحب نظر نکلا

منزل عشق ہو گئی کھوٹی
راہ زن دل سا راہبر نکلا

خط مرے نام کا عدو کو دیا
فتنہ انگیز نامہ بر نکلا

چٹکیاں لے رہا ہے پہلو میں
دل بھی ایک شوخ فتنہ گر نکلا

ناز ان کا ہوا کہ غمزہ ہوا
ایک سے ایک فتنہ گر نکلا

جان دیتے بنی محبت میں
نالۂ دل جو بے اثر نکلا

سرکشی کا ملا یہ پھل اسکو
سرو آزاد بے ثمر نکلا

نہ تھی ایک بات دلپہ مرے
وعظ واعظ کا بے اثر نکلا

جسکو سمجھے ہوئے تھے ہم کعبہ
اپنے مطلوب کا وہ گھر نکلا

نہوا کچھ علاج درد دل
مجھ سے مجبور چارہ گر نکلا

۵۱

کرلی دل میں کسی کے خوب جگہ
عشق ہی صاحب ہنر نکلا

۲۴

کام پورا ہوا نہ بسمل کا
رہ گیا اٹھ کے ہاتھ قاتل کا

حسن انکا کمال کو پہنچا
دور دورا ہے ماہِ کامل کا

رخ قاتل پہ مردنی چھائی
کر گیا کام جون بسمل کا

کر گیا کام آج مقتل میں
تیغ سے بڑھکے ہاتھ قاتل کا

اسکے اٹھتے ہی اٹھ گئی رونق
نہ رہا پھر سماں وہ محفل کا

چل چکا ہے برنگ تیغ وسناں
اب رکے گا نہ ہاتھ قاتل کا

بت خدا بنگئے ہیں دنیا میں
اٹھ گیا فرق حق و باطل کا

رقت انگیز ماجرا ہے یہ
حال پوچھو نہ حسرت دل کا

فکر مجکو پڑی ہے یہ دم قتل
ہاتھ دکھے کہیں نہ قاتل کا

حشر کے دن نہ کرسکا دعوی
چھا گیا مجھ پہ خوف قاتل کا

اٹھ گیا قیس بھی زمانے سے
پردہ اٹھا مگر نہ محمل کا

بند آنکھیں ہوگئیں جو چمکی تیغ
ہم نے دیکھا نہ منہ ہی قاتل کا

کاش کھنچتا پئے چراغ حسن
تیل عاشق کے آنکھ کی تل کا

بوالہوس سے نہ رکھیں آپ امید
جان دینی ہے کام مشکل کا

نکلی جان اپنی قتل سے پہلے
سامنا ہو گیا جو قاتل کا

سر کا سودا گیا نہ سر کے ساتھ
دل گیا درد رہ گیا دل کا

سرخ پہلو نسے صحن باغ نہیں
جوش زن خون ہی عنادل کا

صدقہ ساقی کی چشم میگوں کے
کہ اسی سے ہی رنگ محفل کا

جیسے اس زلف میں ملی ہی جگہ
نہیں ملتا دماغ ہی دل کا

شوق اس راہ لیچلا ہے مجھے
نہیں جسمیں پتا ہی منزل کا

اٹھ گیا آج کل زمانے سے
فرق ناقص کا اور کامل کا

اٹھ کے پہلو سے چلدیا کوئی
رہ گیا دل میں حوصلہ دل کا

ہم نہ دریائے عشق سے ابھرے
دیکھنا در کنار ساحل کا

۵۲	جسکا میں خواستگار ہوں ای عشق وہ طلبگار ہے مرے دل کا	۱۹

واہ کیا کہتا ہے اس گل کے دہن تنگ کا
کوئی غنچہ باغ عالم میں نہیں اس رنگ کا

دل ہوا دیوانہ اک محبوب شوخ و شنگ کا
اب نہیں چلنے کا دعوا ہم سے نام و ننگ کا

کر دیا جادو بھری آنکھوں نے تیری خاتمہ
شعبدے کا سحر کی تاثیر کا نیرنگ کا

آنکھیں ملتی بھی ہیں لڑتی بھی ہیں کچھ کھلتا نہیں
صلح کا ہے قصد ان کا یا ارادہ جنگ کا

یا الہی انتظار حور ہو سکتا نہیں

ہم کو مل جائے ابھی معشوق کوئی ڈھنگ کا

اُف رے میری ناتوانی ہائے مجبوری میری
فاصلہ جو دو قدم تھا ہے کئی فرسنگ کا

اِن میں مجھ میں وصل کی صورت نظر آتی نہیں
حُسن وجہ فخر ٹھہرا عشق باعث ننگ کا

دل کو میرے چھیڑ کر سُنتے ہیں نالہ شوق سے
اِن کو آتا ہے مزا اس میں نوائے چنگ کا

وصل کی شب ملکے مہندی پانوں میں بیٹھا رہا
خوب حیلہ ہاتھ آیا اس کو عذرِ لنگ کا

دور کر دل کی کدورت صاف ہوکر ہم سے مِل
آئینہ میں بدنما ہوتا ہے دھبّا زنگ کا

ہجر میں اس گل کے وحشت سیر گلشن سے ہوئی
جوش نہ آیا زمزمہ مرغان خوش آہنگ کا

ہم نے تولا ہے نگاہوں میں ہر اک کے حسن کو
نازنین نکلا نہ کوئی یار کے پاسنگ کا

عکسِ گیسو دیکھکر کہتا ہے کیا کیا پیچ و تاب
ہوگیا ہے اُس کو دھوکا آئینہ میں زنگ کا

رات دن ان کو رہا کرتا تھا میرا ہی خیال
صلح ناحق کی مبارک تھا زمانہ جنگ کا

وائے ناکامی قسمت کوہ و صحرا کی جگہ
تیرے وحشی کو ملا ہے گوشہ گورِ تنگ کا

آگ دیپک کے جلے کی اس سے بجھنے کی نہیں
نام میرے سامنے مطرب نہ لے سارنگ کا
ہوشیار ہی میں بنا تیر محبت کا شکار
عالم دیوانگی میں ہوں نشانہ سنگ کا
شیخ اپنی وضع کا پابند کچھ تو ہی نہیں
ایک رند بادہ کش میں بھی ہوں اپنے رنگ کا
دل سے کیونکر صدمہ درد جدائی اٹھ سکے
ہو نہیں سکتا حریف اے عشق شیشہ سنگ کا

جلوہ دکھا کے یار جو روپوش ہو گیا
عاشق کے ہوش اڑ گئے بیہوش ہو گیا
وعدہ کی رات یار جو روپوش ہو گیا
سارا نشاط خواب فراموش ہو گیا
تصویر اسکی پھرتی ہے آنکھوں میں رات دن
کیونکر کہوں میں یہ کہ وہ روپوش ہو گیا
وہ مجھ سے بعد مرگ ہیں اس بات پر خفا
کیوں شاہد اجل سے ہم آغوش ہو گیا
کھینچا جو طول وعدہ دیدار یار نے
بے جلوہ جمال میں بے ہوش ہو گیا
جادو بھری نگاہیں تھیں متوالی چتونیں
جس کی نگاہ پڑ گئی بیہوش ہو گیا
مشکل ہی اسکا ہوش میں آنا بروز حشر
جو دل شراب عشق سے مدہوش ہو گیا
میدان امتحان میں نہ دشمن ٹھہر سکا
نکلی جو تیغ میاں سے روپوش ہو گیا
احسان تیغ یار کا مانوں نہ کس طرح
چھوٹی بلا سے جان سبکدوش ہو گیا
دل انکی سرد مہریوں سے بجھ گیا مرا
روشن تھا جو چراغ وہ خاموش ہو گیا
کیا اور بدزبانی جاناں کا تھا جواب
ہنس کر اڑا دیا کبھی خاموش ہو گیا
پروانوں کو جلا کے رلا کیا چراغ کو
کمبخت جلکے آپ بھی خاموش ہو گیا
ایفائے عہد کا اسے شاید ہوا خیال
کیوں وعدہ کرتے کرتے وہ خاموش ہو گیا

آیا جو ذکر غیر تو شوخی کی راہ سے
میں سننے کیلئے ہمہ تن گوش ہو گیا

لذت فزا ہی درد محبت فراق میں
خون جگر ہی بادہ سرجوش ہو گیا

کیوں مضمحل ہے عالم پیری میں دل مرا
اے زور عشق کیا وہ ترا جوش ہو گیا

اندھیری فلک ہے ہمارا چراغ عمر
ہونے نہ پائی صبح کہ خاموش ہو گیا

دینے لگی ہے تلخی دشنام ہی مزا
سمجھا تھا جسکو نیش وہی نوش ہو گیا

تن پروری کے شوق نے مٹی خراب کی
آخر کو نذر خاک تن و توش ہو گیا

کعبہ کا بے سبب تو نہیں ماتمی لباس
کیا جانے کسکے غم میں سیہ پوش ہو گیا

مرنیکے بعد ڈھک گئے انسان کے سب عیوب
پتھر ہر ایک قبر کا سرپوش ہو گیا

اب صاف و درد سے نہیں زاہد کو احتراز
می نوش کیا ہوا یہ بلا نوش ہو گیا

ہے زمزموں میں بلبل شیدا کے وہ اثر
ہر پھول باغ میں ہمہ تن گوش ہو گیا

رکھا کہیں کا ہائے نہ ظالم کی بھول نے
وعدے کے ساتھ میں بھی فراموش ہو گیا

ہاتھ آگیا جو خون دل و پارۂ جگر
روز فراق اپنا خور و نوش ہو گیا

۱۴	رند سیاہ کار رہا جبتک جواں تھا عشق بوڑھا ہوا تو پیر صفا کوش ہو گیا	۵۴

دشمن ہمارا اور وہ بے درد ہو گیا
اب نالہائے گرم سے دل سرد ہو گیا

پہلو سے تیرے اٹھتے ہی میں سرد ہو گیا
ای شوخ تو ہی دلکا مرے درد ہو گیا

سنکر مری فغاں کو فلک سرد ہو گیا
اٹھا دھواں جو آہ کا وہ گرد ہو گیا

آئی خزاں تو موسم گل گرد ہو گیا
باد سحر کا خوف سے دم سرد ہو گیا

ہوں رنج دوست اور اذیت پسند ہوں
سوکھا جو زخم تازہ مرا درد ہو گیا

جاتا نہیں ہے رشک رقابت کسیطرح
کمبخت یہ بھی دلکا مرے درد ہو گیا

گرمی عشق سے ہے مری زیست چارہ گر
یہ کم ہوئی تو جان لے میں سرد ہو گیا

شمشیر یار سے نہ بچا بھاگ کر بھی وہ
میں سرخرو ہوا تو عدو زرد ہو گیا

اس شہسوار کی لپٹا رکاب سے
میرا غبار آج فلک گرد ہو گیا

تشنہ رگ سے بھی قریب وہ نکلا خدا کی شان
میں جسکی جستجو میں جہاں گرد ہو گیا

گن گن کے بوسے آج دئے ہمکو یار نے
رج کیا ہوا حساب کی اک فرد ہو گیا

دلمیں مری سما کے خوشی کا خیال بھی
سرتاپا الم ہمہ تن درد ہو گیا

مر مر کے جی رہا ہی عجیب مرگ زیست ہی
دل بھی بساط عشق کی اک نرد ہو گیا

۵۵

اے عشق جذب عشق کی بھی کیا بہار ہے
بلبل کے دل کا داغ گل درد ہو گیا

۱۴

یہ شیوہ دلکا نہایت مجھے پسند ہوا
جو بے نیاز ہے اسکا نیازمند ہوا

دوا کے نام سے میرا مرض دوچند ہوا
علاج حضرت عیسیٰ نہ سودمند ہوا

وفا شعار بنا میں نیازمند ہوا
مگر نہ اس بت خودکام کے پسند ہوا

ہزار بار مرا نالہ گو بلند ہوا
کبھی نہ بام اثر کے لئے کمند ہوا

شب فراق جو نالہ مرا بلند ہوا
جدا سپہر جفا جو کا بند بند ہوا

نہیں وہ پاؤں جو بھٹکے رہ توکل میں
نہیں وہ ہاتھ جو بہر طلب بلند ہوا

ملیگا بڑھ کے نہ تقدیر سے یہ یاد رہے
ہزار بار جو دست طلب بلند ہوا

نہیں ہے اپنا دل زار تو کسی قابل
زہے نصیب اگر آپ کو پسند ہوا

پری کو آج اتارا ہے میں نے شیشے میں
خیال یار مرے دلمیں آکے بند ہوا

کھلی زبان کسی کی نہ سامنے اسکے
وہ بدزبان ہزاروں میں بھی نہ بند ہوا

ہوا ہوں پستی قسمت سے پست کچھ ایسا
کبھی نہ نالہ دل بھی مرا بلند ہوا

وہی ہے دل جو تری تیر کا نشانہ بنا
وہی ہے سر جو تری تیغ کو پسند ہوا

دیا خوشی سے ہمیں بوسہ اپنے دل لیکر
معاملہ یہ محبت میں بے گزند ہوا

جو مانگتا ہے خدا سے وہ اسکو ملتا ہی	در کریم کسی وقت میں نہ بند ہوا
ولیل رفعت و عزت ہی خاکساری و عجز	جو پائمال ہوا پس وہ سربلند ہوا

۵۶	میں زہر کھا کے شب ہجر مر گیا اے عشق یہی علاج مرا مجکو سودمند ہوا	۱۲

سنتے ہی عاشق کا نالہ وہ دہل کر رہگیا	جو کبھی گھر سے نہ نکلا تھا نکلکر رہ گیا
میان سے سفاک کا خنجر نکلکر رہ گیا	میں طلبگار شہادت ہاتھ ملکر رہگیا
اپنے وعدہ سے جو وہ بدعہد ٹلکر رہ گیا	دم ہمارا خانہ تن سے نکلکر رہ گیا
حرف وعدہ یار کے منہ سے نکلکر رہ گیا	بخت خفتہ نیند میں کروٹ بدلکر رہگیا
آتے ہی فصل خزاں کے ہو گئے سب گل ہوا	ایک اک پتا کف افسوس ملکر رہگیا
اف رے سوز عشق بلبل آتش غم کا اثر	قطرہ قطرہ اشک کا آنکھوں میں جلکر رہگیا
ہو گئی مانع نزاکت جان دینے سے ہمیں	ہاتھ اس سفاک کا ہر بار چل کر رہ گیا
ایسی چھلکی لی کسی کے وعدہ فردا نے آج	میرے پہلو میں دل ناداں اچھلکر رہگیا
یاد انکی مہندی ہی ظالم نزاکت راہ میں	وائے ناکامی شب وعدہ وہ چلکر رہ گیا
پڑ گئی اپنی کسی طفل حسیں پر جب نظر	کیا کہوں پہلو میں دل کیا کیا مچلکر رہ گیا
دیکھکر فریادیوں میں مجکو روز بازپرس	رنگ رخ اس شوخ کا کیا کیا بدلکر رہگیا

۵۷	اس سہی قد کی محبت میں نہ آیا ہاتھ کچھ میں کف افسوس ہی اے عشق ملکر رہگیا	۲۴

جینا ہی مجکو عشق میں دشوار کر دیا	دل لیکے تمنے جان سے بیزار کر دیا
کیا سحر تو نے عشق فسوں کار کر دیا	میرے حواس و ہوش کو بیکار کر دیا
بیمار تیری آنکھیں ہیں کسکی کھلا نہ کچھ	مجکو تو تیری آنکھوں نے بیمار کر دیا
جادو جگایا آنکھوں نے تیری تو کیا کمال	میرے نہ بخت خفتہ کو بیدار کر دیا

پھر تیری خبر اے دل ناداں نہیں اگر | اس بت کو خواب ناز سے بیدار کر دیا
غافل تھا اپنے حسن سے وہ طفل نازنیں | ہم نے جتا کے عشق خبردار کر دیا
کم شور حشر سے نہیں خلخال کی صدا | تم نے تو سوئے فتنوں کو بیدار کر دیا
نادان دل تھا عشق کی آفت سے بیخبر | اچھا کیا جو پہلے سے ہشیار کر دیا
دام بلائے عشق کہاں اور میں کہاں | کمبخت دل نے لا کے گرفتار کر دیا
اعجاز یہ عجیب ہے تم اچھے مسیح ہو | رندوں کو مردہ اچھوں کو بیمار کر دیا
پہلے سے تھا جبین غضب کا وہ سادہ رو | آرائشوں نے اور طرحدار کر دیا
آیا کسی کا سن کے عیادت کیواسطے | اچھوں کو شوق دید نے بیمار کر دیا
جب قیمت اسکی کوئی نہ پوری لگا سکا | دل ہمنے مفت نذر خریدار کر دیا
کرتی تھی قتل یوں ہی کسی کی نگاہ ناز | شوخی نے اس کو اور بھی تلوار کر دیا
پہلے سے تھا بلا کا وہ سفاک کینہ جو | غصے نے اور قاتل خونخوار کر دیا
حیرت فزا ہی جلوہ جاناں بھی کسقدر | ہر آئینہ کو نقش بدیوار کر دیا
فرہاد نے پہاڑ کو کاٹا تو کیا ہوا | جادہ مگر یہ عشق کا ہموار کر دیا
اے دل سوال وصل کر اس بت سے سوچکر | پھر کیا رہا بگڑ کے جو انکار کر دیا
اب غیر یار کچھ بھی ہمیں سوجھتا نہیں | آنکھوں کو وقف لذت دیدار کر دیا
سمجھا ہوا تھا عشق کو میں ایک دل لگی | غمزوں نے تیرے جان کا آزار کر دیا
دلکو ذرا شکیب نہیں ہائے کیا کروں | خانہ خراب عشق نے بیکار کر دیا
دلکی خوشی سے پی نہیں مینے کبھی شراب | زاہد نے ضد دلا کے گنہگار کر دیا
اس بت کی ہاں نہیں کا نہیں کوئی اعتبار | اقرار کر لیا کبھی انکار کر دیا

۵۸

لینے کے دینے پڑ گئے ای عشق عشق ہیں
کمبخت دل نے جان سے بیزار کر دیا

۲۵

وہ میں نہیں رہا وہ مرا دل نہیں رہا
اے شوخ تیرے عشق کے قابل نہیں رہا

آشفتہ روی یار کا جو دل نہیں رہا
سچ تو یہ ہے کہ وہ کسی قابل نہیں رہا

قابو کا میری ہائے مرا دل نہیں رہا
عاشق یہ کیا ہوا کسی قابل نہیں رہا

ہمکو وہ قتل کرکے بھی قاتل نہیں رہا
گردن پہ گل کی خون عنادل نہیں رہا

کیا لاجواب بات ہے آئینہ توڑکر
کہتے ہیں کوئی اپنا مقابل نہیں رہا

توبہ کے بعد بھی نظر آئی جو دخت رز
قابو میں شیخ پھر تو مرا دل نہیں رہا

رونق تھی جنکے دم سے ہوا ہوگئی وہ گل
صحن چمن میں شور عنادل نہیں رہا

کس منہ سے شکوہ کیجئے بیداد یار کا
اپنا تو ہے کہ ہم سے وہ غافل نہیں رہا

ہر چند دلکو عشق میں اپنی خبر نہ تھی
لیکن بتوں کی یاد سے غافل نہیں رہا

اس تیغ آبدار نے سیراب کردیا
مقتل میں تشنہ لب کوئی بسمل نہیں رہا

ٹالی قضا کے سر پہ بلا اپنی روز حشر
قاتل نے کی وہ چال کہ قاتل نہیں رہا

اپنا علاج آپ کیا ہم نے صبر سے
جب اور کوئی چارہ گر دل نہیں رہا

کیا خون میکدہ نے دھبا لگا دیا
ہیہات پاک دامن قاتل نہیں رہا

اب جان جای یار ہے پروا نہیں کوئی
تھا جسپہ مجکو ناز وہی دل نہیں رہا

پہلو نشیں ہی جب ہے تیرا تیر جانستاں
غم دلکے جانیکا مجھے قاتل نہیں رہا

ہمت کی ہاتھوں ہوگئی آسان ہر کڑی
مشکل کا تھا جو کام وہ مشکل نہیں رہا

کیا بیٹھے بیٹھے قیدیوں کے پاؤں سوگئے
زنداں میں کیوں وہ شور سلاسل نہیں رہا

دشمن پہ ہے نگاہ کرم تو یوہیں سہی
کیا میں ترے ستم کی بھی قابل نہیں رہا

ٹھہرا اگر نہ یار تو شکوہ نہیں کوئی
پہلو میں تھا جو میرے وہی دل نہیں رہا

عادت سی ہوگئی ہے جو عدو دنکو توڑکر
اب دل کا توڑنا انہیں مشکل نہیں رہا

مرنیکے بعد بھی نہ مٹے داغہائے عشق
کیونکر کہوں کہ وہ جگر و دل نہیں رہا

جوہر دکھائے کیا کوئی جانباز سر بکف
تجھکو تو شوق قتل ہی قاتل نہیں رہا

ٹھہری جو تیغ یار حکم قتل گاہ میں
پھر مدعی کو دعوی باطل نہیں رہا

دیکھا جو روز حشر کو آنکھیں سی کھل گئیں
سمجھا تھا وہ کہ حاکم عادل نہیں رہا

۵۹ — ۲۹

اے عشق ہوشیار حقیقت میں ہے وہی
جو زندگی میں موت سے غافل نہیں رہا

خنجر جو کھینچکے قبضہ قاتل میں رہ گیا
ارمان قتل کا دل بسمل میں رہ گیا

ہمت سے سہل ہوگئیں دشواریاں تمام
پھنسکر نہ دل مرا کسی مشکل میں رہگیا

مجنوں تہا بجا اسے کہلا سکے کچھہ نہ حال
لیلی کا راز پردہ محمل میں رہ گیا

بوجہ تو نہیں یہ خلش دلکی چارہ گر
پیکاں کسی کے تیر کا کیا دلمیں رہگیا

آنکھونکی راہ ملگئی ان کے خیال کو
خالی مکاں پاکے مرے دلمیں رہگیا

جاتا تہا دلکو لیکے نکل جاؤنمیں کہیں
نادان مچلکے کوچۂ قاتل میں رہ گیا

ایسے مقام ملگئے اشکوں کو درد کو
آنکھونمیں ٹھیرے وہ یہ مرے دلمیں رہگیا

تاثیر کشتہ کی نگہ یاس کر گئی
یہ تیر چہید کے پہلوے قاتل میں رہگیا

کیا جذب شوق ہے کہ جو آیا اُدہر سے تیر
ارمان بنکے وہ بہی مرے دلمیں رہگیا

تہی پاش پاش لاش کسی سے نہ اُٹھ سکی
میں قتل ہوکے کوچہ قاتل میں رہگیا

تدبیر سے نہ کہل سکی تقدیر کی گرہ
ناخن اٹک کے عقدۂ مشکل میں رہگیا

نالہ بوجہ ضعف نہ تا عرش جا سکا
تہک کر غریب حسرت منزل میں رہگیا

اے دل جو ٹہرے گردن قاتل پہ روز حشر
باقی لہو ہی کب تن بسمل میں رہگیا

تہا جو پاکے اپنے کو گہبرا گیا کبھی
آکر خیال یار مرے دل میں رہگیا

اتنا گراں ہوا کہ اُٹھانا بہی عار تھا
اپنا وقار غیر کی محفل میں رہگیا

میں لاکہہ بار اے غم جاناں گناہگار
قطرہ بہی گر لہو کا مرے دلمیں رہگیا

ارمانوں کا تو خون کیا آپکے پاس نے
اب کیا سوائے درد مری دلمیں رہگیا

آیا خیال پردہ جو انکے خیال کو
یا آنکھوں میں سما گیا یا دلمیں رہگیا

قاتل کو بھی لٹا دیا بسمل نے لوٹ کر
باقی نہ فرق بسمل و قاتل میں رہگیا

گم گشتگی بخت سے کی پیشنے راہ گم
آخر کو تھک کے حسرت منزل میں رہگیا

گیسو کا عشق ہو گیا جنجال جاں کو
دل میرا پھنس کے طوق و سلاسل میں رہگیا

ہم جا سکے نہ آج تو کیا مل گئی خبر
ذکر اپنا چلکے یار کی محفل میں رہگیا

اسطرح ڈرتے ڈرتے کہا ان سے مدعا
کچھ آ گیا زبانپہ کچھ دل میں رہ گیا

فرہاد سے بنا نہ کوئی کام عشق میں
کمبخت زعم دعوی باطل میں رہگیا

یارب ہو خیر دیر ہوئی نامہ بر کو کیوں
پھسکر غریب کیا کسی مشکل میں رہگیا

اک زخم تیرے عشق کا اک داغ رشک کا
اک میری دلمیں اک مہ کامل میں رہگیا

بر آئی جیتے جی نہ مری کوئی آرزو
ارمان مرتے مرتے بھی دل میں رہگیا

دھبے لہو کے دھونیسے گو مٹ گئے تمام
داغ ستم تو دامن قاتل میں رہگیا

٧	اے عشق تیرا جذب تھا کامل تو بعد قتل کس طرح نیمچہ کف قاتل میں رہگیا	٦٠

میں کیا کہوں کہ کیا دل ناکام کر گیا
جان عزیز عشق میں دی نام کر گیا

پہنچا امیدوار شہادت مراد کو
خنجر کسی کا آج بڑا کام کر گیا

ٹالا تمام عمر یونہیں مجھکو یار نے
ہر روز وعدہ سحر و شام کر گیا

ساقی کے فیض سے نہ رہا کوئی تشنہ کام
ایک اک کو مست بادہ گلفام کر گیا

میخانے میں اڑی خبر دخت رز سے آج
منہ کالا ایک شیخ بد انجام کر گیا

شیریں کا وصل کھیل نہ تھا دل لگی نہ تھی
فرہاد عشق میں طمع خام کر گیا

جس نے جھکایا سر نہ خدا کے بھی سامنے

میں اپنا دردِ محبت بتا نہیں سکتا
کلیجہ چیر کے ان کو دکھا نہیں سکتا

یہ ہے یقین کہ اس بت کو پا نہیں سکتا
مگر تلاش سے بھی باز آ نہیں سکتا

محال عشق میں ہے ضبط ناصح ناداں
جگر کے درد کو کوئی چھپا نہیں سکتا

وہ دردمند ہوں وہ سوگوار عشرت ہوں
کہ رحم دل بھی مرا مسکرا نہیں سکتا

ہزار دل کا ہو مضبوط عاشق جانباز
فراق یار کا صدمہ اٹھا نہیں سکتا

ہجوم یاس سے دل بھر گیا ہے کچھ ایسا
کہ اسمیں اب کوئی ارماں سما نہیں سکتا

تمہاری تیغ سے کیا جان میں چراؤنگا
نگاہِ ناز سے جب دل چھپا نہیں سکتا

نہ روز حشر بھی اٹھے گا پائمال تیرا
کہ کوئی نقش قدم کو اٹھا نہیں سکتا

عبث ہے دیدۂ تر عشق میں ترا رونا
جگر کی آگ یہ پانی بجھا نہیں سکتا

کسیکے عشق میں مٹ کر کیا نمایاں کام
ہمارے نام کو کوئی مٹا نہیں سکتا

نہ پگھلے سوز محبت سے دل جو عاشق کا
برنگ شمع وہ آنسو بہا نہیں سکتا

کلیجہ چاہئے سہنے کو عشق کی آفت
یہ چوٹ وہ ہے کہ ہر دل اٹھا نہیں سکتا

معاملہ ہے عجب گو مگو محبت کا
میں اپنا حال کسیکو سنا نہیں سکتا

مزاج میرا وہ نازک ہے عاشقی میں بھی
کسیکا غمزۂ بیجا اٹھا نہیں سکتا

کرونگا نالوں سے کیا میں کسیکی نیند حرام
کہ بخت خفتہ کو اپنے جگا نہیں سکتا

پری ہے شعلہ جوالہ ہے چھلاوا ہے
اسے تو ہاتھ بھی کوئی لگا نہیں سکتا

قضا بھی ٹلتی ہے ٹالے کسی کے اے ناصح
ادائے یار سے دلمیں بچا نہیں سکتا

معاملہ میں محبت کے وہ امین ہوں میں
کہ زخم بھی مرا پانی چرا نہیں سکتا

خزاں کے خوف سے دم بند ہے صبا کا بھی
چمن میں غنچہ کوئی مسکرا نہیں سکتا

ہوا ہے مانع اظہار درد ضعف مرا
کہ کوئی نالہ دل لب تک آ نہیں سکتا

عدو سے مہر ہی نام وفا سے چڑتا ہے | میں اسکو اپنی محبت جتا نہیں سکتا

ہزار فتنو نکا ہی ایک فتنہ جوشِ شباب | جو چاہی تو بھی تو اسکو دبا نہیں سکتا

ستم ہی آتا ہے اسکو وفا نہیں آتی | وہ جان لیتا ہے لیکن جلا نہیں سکتا

کچھ اس بلا کا ہی نازک مزاج دل میرا | ذرا سی بات کسی کی اُٹھا نہیں سکتا

بھلا کہو جسے تم وہ بُرا ہی اچھا ہے | تمہاری بات کو کوئی اُٹھا نہیں سکتا

کوئی حجاب کوئی پردہ شوخ پردہ نشیں | نگاہِ شوق سے تجکو چھپا نہیں سکتا

۶۲

کسی کے حسن نے سکہ بٹھا دیا ہی عشق
میں دل سے نقش محبت مٹا نہیں سکتا

۱۸

یونہیں بیفائدہ ہر دل کو مچلتے دیکھا | عشق سے زور کسیکا بھی نہ چلتے دیکھا

آرزو تو کوئی عاشق کی نہ نکلی لیکن | دل بیتاب کو پہلو سے نکلتے دیکھا

ہجر سفاک گوارا نہوا آنکھوں کو | خون مثل دہن زخم اُگلتے دیکھا

آرزو بنکے مرے دل کی عدو کو کسی دن | محفل ناز سے انکے نہ نکلتے دیکھا

اسنے سمجھا کہ سکون عشق کی بیمار کو ہے | ضعف سے مجکو جو پہلو نہ بدلتے دیکھا

ہوا نخل سب پہول ہیں سب آبلہ دلکے پہل ہیں | شجر عشق کو بھی پہولتے پہلتے دیکھا

کی رقیبوں نے شکایت مری انکی آگے | زہر ان موذیوں کو آج اُگلتے دیکھا

عشق گیسو بھی مگر کوئی بلا ہے اسکو | سرِ عاشق سے کسی طرح نہ ٹلتے دیکھا

نہ لیا ہاے سنبھالا بھی کسی دن اسنے | تیرے بیمار وفا کو نہ سنبھلتے دیکھا

خون حسرت سے دل زار کا پہلو میں ہوا | انکو مٹھی میں کوئی پہول جو ملتے دیکھا

ولے بیتاب ہے خیال انکا ستمگر اسکو | چٹکیاں لیکے کلیجہ بھی مسلتے دیکھا

شب آنکھوں میں کبھی اور تصور میں کبھی | نت نیا ایک مکان انکو بدلتے دیکھا

یار کیا گھر سے مرے صبح شب وصل چلا | صاف خورشید قیامت ہی نکلتے دیکھا

بجلیاں آہ کی چمکا نہ سکا میں شب غم
تھمے سے دلکو کسی کے جو دہلتے دیکھا

کام نکلا نہ کوئی عشق میں آسانی سے
دم بھی مشکل سے شب وعدہ نکلتے دیکھا

کچھ بھی حاصل نہوا عشق میں حسرت کے سوا
جسکو دیکھا کف افسوس ہی ملتے دیکھا

جس ادا سے تری تلوار چلی مقتل میں
اس نزاکت سے پری کو بھی نہ چلتے دیکھا

۶۳

جیسی آنکھیں مری فرقت میں امنڈ آتی ہیں
یوں نہ چشموں کو بھی اے عشق ابلتے دیکھا

۱۶

سر سے اس زلف کا سودا نہ نکلتے دیکھا
اسے عشاق کا سر لیکے ہی ٹلتے دیکھا

جب خفا ہو کے تجھے آنکھ بدلتے دیکھا
دم ہی عاشق کا مری جان نکلتے دیکھا

درد و غم سیکڑوں آتے ہوئے دیکھے دل میں
دل سے لیکن کوئی ارمان نہ نکلتے دیکھا

ایک دھکا فلک عربدہ آئین نے دیا
گرتے گرتے جو ذرا مجکو سنبھلتے دیکھا

مدعائے دل ناکام تو نکلا نہ کوئی
ساتھ فریاد کے دل ہی کو نکلتے دیکھا

تجھسے خونخوار سوا ہیں تری آنکھیں قاتل
تیغ سے بڑھکے نظر کو تری چلتے دیکھا

ایک کا ایک کو ہے رشک تری محفل میں
شمع کی طرح سے دیکھا جسے جلتے دیکھا

حالت غم مری جاتی ہے نہ کم ہوتی ہے
اب رما یکو بھی کروٹ نہ بدلتے دیکھا

چلتے فقرے تری کرتے ہیں مرا دل ٹکڑے
اس صفائی سے نہ خنجر کو بھی چلتے دیکھا

وہ ادائیں ہیں نہ حور ونکی نہ غلماں کی وہ ناز
باغ فردوس میں دلکو نہ بہلتے دیکھا

میں ہوں کیا چیز مرا نالہ ہے کس گنتی میں
شور محشر سے بھی انکو نہ دہلتے دیکھا

دیکھیے کٹتے ہیں کسطرح سے ایام فراق
ایتو نالوں سے بھی دلکو نہ بہلتے دیکھا

ہو گئی شور قیامت تری گھنگرو کی صدا
حشر اٹھا جو تجھے ناز سے چلتے دیکھا

اک نیا سانگ نیا لاکے رہا پیر فلک
روز کمبخت کو بہروپ بدلتے دیکھا

مہندی ہاتھوں کی بنا اور کبھی غازہ رخ
خون ہر رنگ میں عاشق کا اچھلتے دیکھا

١٦	بات سے اپنی وہ جسطرح بدلتا ہے یوں زمانے کو نہ اے عشق بدلتے دیکھا	٦٤

سنگ خارا کو بھی آہن کو بھی گلتے دیکھا / لیکن اے بت نہ تری دلکو پگھلتے دیکھا

عود، اسپند، اگر، شمع، پروانہ / آپکی بزم میں دیکھا جسے جلتے دیکھا

حسن بھی ہے کوئی بہروپ کہ ہر دم اسکو / رخ عاشق کیطرح رنگ بدلتے دیکھا

شعلہ رو بزم میں تیرے رخ روشن کو دیکھو / آتش رشک سے ہر شمع کو جلتے دیکھا

عشق میں دل کے تو ارمان نہ نکلے لیکن / دلکو آنکھوں سے لہو بنکے نکلتے دیکھا

ضعف اسدرجہ ہے ان روزوں محیط عالم / ہمیں باد صبا کو بھی نہ چلتے دیکھا

ضبط فریاد نے لی جان ہی میری آخر / دم ہی منہ سے عیوض آہ نکلتے دیکھا

اس نزاکت پہ یہ طاقت ہوئی کیونکر حاصل / ہمنے زور آپکا ہر شخص پہ چلتے دیکھا

بعد میرے مرے قاتل کو حنا کے بدلے / جسنے دیکھا کفِ افسوس ہی ملتے دیکھا

مجکو میرے دل مضطر نے ستایا کیا کیا / ناتوانی سے جو پہلو نہ بدلتے دیکھا

باغ عالم میں نہ بےرنج ہوا کوئی نہال / شاخ کو ہو کے قلم پھولتے پھلتے دیکھا

کوے جاناں میں بھی گھبرائی طبیعت میری / کہیں کمبخت نہ اس دلکو بہلتے دیکھا

نالۂ غیر میں کیا جانئے ہے بات ہی کیا / موم کی طرح ترے دلکو پگھلتے دیکھا

دہن شیشہ ہے اعجاز مغاں سے گویا / جام کو بزم خرابات میں چلتے دیکھا

چھوڑ آتا نہ وہیں اسکو تو کیا کرتا میں / کوے جاناں میں غضب دلکو مچلتے دیکھا

١٩	عشق نظارۂ رخ صاف کا آسان نہیں آنکھ کیا ٹھہرے نظر کو بھی پھسلتے دیکھا	٦٥

دلکو پیمان وفا سے نہ مکرتے دیکھا / مرتے دم بھی اسے دم آپکا بھرتے دیکھا

ہر جگہ کام ترے تیر کو کرتے دیکھا / دلمیں پہلو میں کلیجے میں اترتے دیکھا

شوخیوں نے شرر و برق بنا رکھا ہے ‏— آنکے آنکھوں میں ہی انکو نہ ٹھہرتے دیکھا
کونسی آنکھ ہے جسکو نہیں دیدار کا شوق ‏— دیکھا جس دلکو تجھے یاد ہی کرتے دیکھا
بات تو میری ترے دلسے اتر جاتی ہے ‏— دشمنو نکو نہ ترے دل سے اُترتے دیکھا
مستی عشق سے بڑھکر نہیں مستی کوئی ‏— یہ وہ نشہ ہے کہ جسکو نہ اُترتے دیکھا
کرکے پامال مری لاش کو بھی چین نہیں ‏— توسن ناز سے انکو نہ اُترتے دیکھا
شوخیاں دیکھ کے بہزاد کا نقشہ بگڑا ‏— انکی تصویر کو پورا نہ اُترتے دیکھا
ایک ہی اسکے لئے صحن چمن ہو کہ قفس ‏— بلبل زار کو فریاد ہی کرتے دیکھا
میں جو کہتا ہوں کہ مرتا ہوں تو فرماتے ہیں ‏— مرنیوالے کو تو یوں کہکے نہ مرتے دیکھا
نہیں معلوم کہ کس کام کا ہی خم فلک ‏— اسمیں ساقی کبھی صہبا کو نہ بھرتے دیکھا
نہیں معلوم کہ کسطرح اڑالے گئے دل ‏— انکو تو ہاتھ بھی سینہ پہ نہ دہرتے دیکھا
غمزہ و ناز ہیں ایک ایک سے بڑھکر نشتر ‏— جسکو دیکھا رگِ جاں میں ہی اُترتے دیکھا
دوست بنتا ہی کبھی اور کبھی اپنا عدو ‏— روز اک روپ نیا چرخ کو بھرتے دیکھا
فارغ البال ہی کیا کش مکش شانہ سے ‏— کبھی اس موئے کمر کو نہ بکھرتے دیکھا
ہائے کیا آگیا نہ بھلا دل دم گریہ میرا ‏— جب گُہر اشک کو نے طرح بکھرتے دیکھا
نہیں معلوم کہ کس کشتہ حسرت کا ہی سوگ ‏— آجکل انکو نہ بنتے نہ سنورتے دیکھا
شوخیوں سے انہیں روکا تو بگڑکر بولے ‏— چلتے جادو کو کسی سے بھی ٹھہرتے دیکھا

٢٢	نہ تھما جوش مرے دیدۂ تر کا ای عشق کبھی اس بحر کو چڑھکر نہ اُترتے دیکھا	٦٦

دلکو دم عشق و محبت ہی کا بھرتے دیکھا ‏— سادہ رویان فسوں کار پہ مرتے دیکھا
دم ترا عشق کا جس شخص کو بھرتے دیکھا ‏— جیتے دیکھا اسے عالم میں نہ مرتے دیکھا
ہر بلندی کو زمانے میں ہی پستی لازم ‏— آپکے دل سے نہ غیروں کو اُترتے دیکھا

قہر مژگاں ہیں غضب تیر نگاہیں تیری
تیر سکرا ہیں ہر دلمیں اُترتے دیکھا

جسطرح دلمیں اُتر آتی ہے تصویر تری
یوں پری کو بھی نہ شیشہ میں اُترتے دیکھا

گو سیہ بھی ہی لیکن ترے گیسو کیطرح
اپنی قسمت کو بگڑ کر نہ سنورتے دیکھا

جسطرح بات سے اپنی وہ پلٹ جاتا ہے
اسطرح کہہ کے کسی کو نہ مکرتے دیکھا

صرف اغیار ہی مجھسے نہیں کرتے برہم
کان اس شوخکے زلفونکو بھی بھرتے دیکھا

ورطہ بحر محبت ہے وہ طوفان فنا
ڈوبکر کشتیٔ دل کو نہ ابھرتے دیکھا

یہی جور و ستم کی کوئی حد ای قاتل
آب خنجر کو تری سر سے گذرتے دیکھا

آتے آتے مرے گھر بزم عدو میں پہنچا
شب وعدہ بھی اسی چال ہی کرتے دیکھا

ہمکو جس راہ میں ٹھہرا گیا وعدہ کرکے
پھر نہ اس راہ سے ظالم کو گذرتے دیکھا

مئے دیدار سے آنکھیں نہ ہوئیں سیر اپنی
ان پیالوں کو کسی طرح نہ بھرتے دیکھا

خونبہا اور ندامت تو کجا قاتل کو
سر مرا کاٹ کے احسان بھی دھرتے دیکھا

حسن کا تکتے نیا ہی یہ عروج اور زوال
چڑھکے نظروں نہ کلیجے میں اترتے دیکھا

اے عجب دختر رز کا تو کہن سالی میں
نوجوانوں سے سوا رنگ نکھرتے دیکھا

یہ بھی کیا رنگ اُڑایا ہے تری شوخی کا
دل مضطر کو نہ پہلو میں ٹھہرتے دیکھا

چھیڑ کی لینے لگا ناخن غم رہ رہ کر
جب ذرا زخم جگر کو مرے بھرتے دیکھا

پڑ گیا صبر مگر میرے پریشان دل کا
زلف پر پیچ کو انکی نہ سنورتے دیکھا

بھر دیا لیکے نمک چارہ گر دل نے مرے
زخم کو جیب کسی مرہم سے نہ بھرتے دیکھا

حور و جنت کی تمنا ہے پس مردن بھی
خواہش دلکو کسی وقت نہ مرتے دیکھا

۱۹	میں ہوں کیا چیز مرا نالہ ہی کیا شے اے عشق ان بتونکو تو خدا سے بھی نہ ڈرتے دیکھا	۶۷

وہ خرام ناز پر اپنے جو اترانے لگا
دیکھکر یہ فتنہ محشر تو چکرانے لگا

کرکے وعدہ غیر کے سر کی قسم کہانے لگا
مجکو تسکین خاک دیتا اور تڑپانے لگا

کیا کہوں میں عشق گیسو مجھ پریشان حالکو
کن بلاؤنمیں پہنسانے اور الجہانے لگا

کون تہا دلکے سوا ہمدرد میرا روز غم
وہ کبہی مجکو کبہی میں اسکو سمجہانے لگا

میری خط کا تہا جدا مطلب شرارت سے مگر
بات اسکو اور ہی کچھ غیر سمجہانے لگا

ناخن تدبیر پر کیا کیا مجھے آئی ہنسی
رشتہ تقدیر کو جبدم وہ سلجہانے لگا

جسکو خط لکہا ہی وہ نام خدا ہی لاجواب
کیوں وہانسے پہر مری خط کا جواب آنیلگا

باتوں باتونمیں جو چہیڑی داستان درد دل
ہنسکے بولا پہیر ترانا راگ یہ لانے لگا

مفت ہاتھ آتی ہوئی دیکھی نہ ایسی چیز پہر
توڑ کر بے درد میری دلکو پچہتانے لگا

جانستاں تہی وہ ادا اسکی تو یہ ہی دستاں
شوخیوں سی باز آیا اور شرمانے لگا

دیکہکر روز جزا کو آنکہیں ظالم کی کہلیں
آگیا پاداش کا جب وقت گہرانے لگا

رات بہر گذری مناتی اور سمجہاتے مجھے
بارہا پہلو سے اوٹھا اور وہ جانے لگا

جان سی کوئی اگر جاتا ہی جائے شوق سے
کیا غرض ایسی پڑی ہی اسکو کیوں آنیلگا

لطف سی خالی نہیں ذکر شراب حور و خلد
مجکو واعظ تیری باتونمیں مزا آنے لگا

خاک میں ہمکو ملاکر بہی تو بس کرتا نہیں
کیا خرام ناز تیرا پاؤں پہیلانے لگا

ہجر کی شب یاد میں اس غیرت مہتاب کی
تارے گن گنکر میں اپنے دلکو بہلانے لگا

دیکہکر آپسمیں میرا اور ان کا اختلاط
آسمان تفرقہ انداز چکرانے لگا

ہجر کی شب میری آنکہونکو برستے دیکہکر
مضطرب دل بجلیاں نالوں سی چمکانے لگا

٦٨	دیدہ و دل میں مری آئے ہوئے انکا خیال اک ادای خاص سی اے عشق شرمانے لگا	٢٤

ناصح بیہودہ گو کیوں آکے سر کہانے لگا
کیا مجھے نادان سمجہا ہی جو سمجہانے لگا

جب سنا اپنے کسی کی دل مرا پانے لگا
سچ تو یہ ہی عشق کا مجکو مزا آنے لگا

اٹھکے پہلو سے جو وہ آرام جاں جانے لگا — دل تڑپکر سینکڑوں مجھپر ستم ڈہانے لگا

یاس سے ناکام دلکو جب قرار آنے لگا — چٹکیاں لیکر کسی کا وعدہ تڑپانے لگا

شرم بھی بڑہتی چلی ہے نوجوانی کیطرح — سنکے اپنے حسن کا شہرہ وہ شرمانے لگا

یاد اس بدعہد کی پھر تسلی آگئی — دل شب فرقت جو تنہائی سے گھبرانے لگا

ہاتھ آیا خوب سامان تسلی ہجر میں — نالہ و فریاد سے میں دلکو بہلانے لگا

ہو چلی صحت دل بیمار فرقت کو مرے — کوچۂ دلدار کی جب سے ہوا کھانے لگا

عقل رہ رہکر یہ مجھسے کہہ رہی ہے عشق میں — بیوفا وہ نازنیں ہے دل نہ دلوانے لگا

خوان یغما ہو نہیں گو مائے تکلف غم ترا — خون دل پینے لگا حسرت جگر کھانے لگا

جھوٹے وعدوں کا بھی اسکے آگیا مجکو یقیں — میرے سر پر ہاتھ رکھکر جب قسم کھانے لگا

خط جو نکلا آبیاری حسن کی جاتی رہی — پھول سا چہرہ مرے گلرو کا مرجھانے لگا

انسے بڑھکر شوخ دل آزار ہے انکا خیال — چٹکیاں لے لیکے میرے دلکو تڑپانے لگا

رند جو مہمان آئے ہیں سمجھ رحمت انہیں — میکدہ پر آج ساقی ابر بھی چھانے لگا

میں تصدق کر گیا ساقی مزہ ہونے نہ پائے — لی خبر میری کہ پھر میں ہوش میں آنے لگا

ہے وجود مہر سے عالم میں ذرے کی نمود — یار جب آیا تو میں بھی آپ میں آنے لگا

پیاری پیاری انکی صورت جب مجھے آئی نظر — کیا ہی بوسوں کیلئے دل میرا للچانے لگا

اس دل ناکام سے سمجھے خدا ہی عشق میں — روز میری جان پر تازہ ستم ڈہانے لگا

طور پر بھی حضرت موسیٰ نے جو دیکھا نہیں — مجکو میرے دلمیں وہ جلوہ نظر آنے لگا

کیا قیامت ہے زبردستی وہ روز باز پرس — اپنے ہی مطلب کی میرے منہ سے کہوانے لگا

روز افزوں کاوش غم ہے الٰہی خیر ہو — عشق مژگاں میرے دلمیں چھاؤنی چھانے لگا

تشنۂ کامل شہادت کو جو دیکھا جاں بلب — آب خنجر حلق میں سفاک ٹپکانے لگا

کیا ستم ہے کھینچکر تلوار قاتل رہ گیا — مجکو تڑپانے جو آیا تھا وہ ترسانے لگا

۶۹ — ۲۴

ہاتھ میں دشمن کے اس زلف رسا کو دیکھکر
سانپ چھاتی پر مری اے عشق لہرانے لگا

مجھسے مشاطہ یہ دیکھا تو نہیں جانے کا — گیسوے یار پہ یوں ہاتھ بڑہی شانے کا

ہو رہو غیر کے یا ہو رہو میرے صاحب — آئے ہو آج تو بس نام نہ لو جانے کا

صدقے اس چشم سیہ مست کے اسکے آگے — رنگ جمتا نظر آتا نہیں میخانے کا

کھوے وہ آپکو ہو جسکو تلاش جاناں — کہ یہی ایک طریقہ ہی اسے پانے کا

امتحان ہے مری سفاک کو منظور ترا — ہمت اے دل کہ نہیں وقت یہ گھبرانے کا

سنئے ذکر دل بیتاب کبھی تو ہم سے — کہ یہ مضمون تڑپنے کا ہی تڑپانے کا

منہ چھپا لیتے ہیں وہ مجھسے لڑا کر آنکھیں — شوخیونکا ہی یہ انداز وہ شرمانے کا

شیخ جی آپکا میخانہ میں آیا ہے قدم — قل صراحی کا ہوا خاتمہ پیمانے کا

منت خضر بلا انکی اٹھائے زاہد — راستہ رند نہیں بھولتے میخانے کا

سوئے صحرا جو گیا چھوڑ کے کوئے لیلا — تو نے اے قیس کیا کام یہ دیوانے کا

جبکہ پڑ جاتی ہی بدمست بنا دیتی ہی — کام ساقی کی نظر کرتی ہی پیمانے کا

رند بدمست ہیں گھنگور گھٹا چھائی ہی — آجکل رنگ ہی کچھ اور ہی میخانے کا

میرے نالوں سے کسی دن نہ پسیجا ظالم — تیرا دل ہی کہ یہ پتھر کسی بتخانے کا

بوسہ آپ اپنا لیا کرتی ہیں آئینہ میں وہ — یہ طریقہ ہی نیا ہے مری تڑپانے کا

دلمیں انسان کے سمائی ہی خدائی ساری — ظرف ایسا نہیں دیکھا کسی پیمانے کا

کڑوی لگتی ہی کہیں بات لب شیریں کی — کیا برا مانے کوئی آپ کے فرمانے کا

سعی بے سود ہی سب چارہ گر عشق تری — یہ وہ آزار ہی مر کر بھی نہیں جانے کا

آجتک ایک بھی وعدہ نہ ہوا انکا وفا — اعتبار آئے تو کیا آپکی قسم کھانے کا

دیکھکر تیغ خمیدہ کو جھکا سر میرا — سجدہ اسطرح ادا ہو گیا شکرانے کا

بدلے نیکی کے بدی مجکو ملی یا قسمت
مستحق ٹھہرا ہوں دل دیکے سزا پانے کا

شعلہ کہتے ہیں جسے اصل میں شعلہ نہیں وہ
گردن شمع پہ یہ خون ہے پروانے کا

مال اپنا ہی سمجھ لیتے ہیں ہر دلکو حسین
کچھ لحاظ انکو ہے اپنے کا نہ بیگانے کا

سنکے واعظ سے قیامت کا بیان دل نے کہا
ایک ٹکڑا ہے شب غم کے یہ افسانے کا

کڑیاں زنجیر محبت کی قیامت ڈہاتیں
یاد وں ہوتا نہ اگر پیچ میں دیوانے کا

٧٠

گالیاں سن تو چکا دیکے دعائیں انکو
شوق کیا اب بھی ہے اسے عشق صلا پانے کا

٣٥

شاہد سجدۂ بت داغ ہے پیشانی کا
دعوی کس منہ سے کروں عشق مسلمانی کا

رشک ہے یار مرا یوسف کنعانی کا
نقش اول ہے سوا حسن ہے اس ثانی کا

خاک دعوی کرے اب کوئی مسلمانی کا
کہ وہ کافر ہے عدو جوہر ایمانی کا

جوش غم میں مری دلکا ہے خدا ہی حافظ
ناخدا کون بنے کشتی طوفانی کا

تیری تلوار ہے یا نہر فرات ای قاتل
تشنہ کاموں کو تو قطرہ نہ ملا پانی کا

طایر قبلہ نما میں ہے فرشتے کی صفت
فکر دانے کی ہے کچھ اسکو نہ غم پانی کا

زلف پر پیچ کو کیا جانے ہے سودا کسکا
حال کہلتا نہیں کچھ اسکی پریشانی کا

کر سکا ظلم کا شکوہ نہ دم پرسش حشر
آگیا مجکو خیال ان کی پریشانی کا

مردم چشم نہ بہجائیں کہیں ڈرتا ہوں
ہے یہی زور اگر اشک کی طغیانی کا

چشم بر راہ ہوں وعدے پہ کسی کے ہر شب
عشق میں کام کہی جاتا ہوں دربانی کا

زخم کہانے کو ہیں پینے کو ہے آب خنجر
کوئے قاتل میں یہ سامان ہے مہمانی کا

نہیں معلوم کہ کیا خضر کی حالت ہوگی
ہم سے دو دن نہ اٹھا بوجھ گراں جانی کا

دیکھکر جلوۂ رخ نقش بدیوار بنا
آئینہ ہے ترا شاہد مری حیرانی کا

تصویر یاس ہے بہی کوئی جو چہپے تو نہیں
کچھ بھروسا نہیں اس زندگی فانی کا

مردنی چھائی ہوئی ہے رخ جلاد پہ آج / چلگیا وار مگر دیدۂ قربانی کا

پیش تقدیر سے تدبیر کی ایدل نہ گئی / پیش آیا وہی لکھا تھا جو پیشانی کا

خود بخود کیوں سر تسلیم جھکا جاتا ہے / سجدہ اس در کا مگر فرض ہے پیشانی کا

دیکھکر سرخئ پان لب پہ ترے غیرت سے / ہوگیا خون جگر لعل بدخشانی کا

ہوگیا جھٹ سے گنہگاروں میں شامل زاہد / اسطرف دیکھکے رخ رحمت یزدانی کا

مرد قانع ہوں مقدر پہ ہوں شاکر مجکو / غم کمی کا ہے نہ ارمان فراوانی کا

دامن خاک کو اللہ سلامت رکھے / رہگیا پردہ مرے جسم کی عریانی کا

جان اس دشمن ایماں پہ نکرنی تھی فدا / دل ناداں سے ہوا کام یہ نادانی کا

صرف پیتے ہی نہیں غسل بھی کرتے ہیں ہم / حکم رکھتی ہے مے ناب یہاں پانی کا

آپکی زلف کی مانند ہے قصہ یہ دراز / حال پوچھیں نہ مرے دلکی پریشانی کا

۲۱	نکتہ رس داغ ہیں باقی نہ سخن فہم امیر اٹھے اب خاک مزہ عشق غزلخوانی کا	۱۷

وعدوں سے اپنے یار پشیمان ہی رہا / ملنے کا عمر بھر مجھے ارمان ہی رہا

دلکے معاملہ میں تو نقصان ہی رہا / میں چاہ کر بتوں کو پشیمان ہی رہا

اس بیوفا پہ جان سے قربان ہی رہا / آئی نہ عقل دلکو یہ نادان ہی رہا

تھی میرے دلکے دم سے مدارات درد عشق / وہ میزبان رہا نہ وہ مہمان ہی رہا

دور گذشتہ خواب فراموش ہوگیا / اب ہم ہی وہ رہے نہ وہ سامان ہی رہا

ژولیدہ بخت اپنا نہ سلجھا کسی طرح / مانند زلف یار پریشان ہی رہا

ہمتو نہ عاشقی میں ہوئے مطمئن کبھی / مجموعۂ حواس پریشان ہی رہا

دونوں طرف سے تیری محبت نے کھو دیا / کافر ہی میں رہا نہ مسلمان ہی رہا

رہ رہکے یاد یار میں بھر آیا دل مرا / ہر وقت جوش عشق کا طوفان ہی رہا

کلمہ اُسی کا پڑھتے ہیں دلدادہ جسکے ہیں
اب دین ہی رہا نہ کچھ ایمان ہی رہا

کچھ دلکو آتے جاتکو جاتے ہوئی نہ دیر
ہر ایک کام عشق میں آسان ہی رہا

اللہ رے ہجوم خیال پری رخاں
ہر وقت دل ہمارا پرستان ہی رہا

سمجھا نہ ایک چیز کو بھی یہ منے اپنی ملک
جبتک رہا جہان میں مہمان ہی رہا

منت سے عاجزی سے نہ غصہ فرو ہوا
سر پر سوار آپ کے شیطان ہی رہا

دست قضا سے کوئی سلامت بچا نہیں
رستم ہی رہ گیا نہ نریمان ہی رہا

وحشت جنوں کسی سے نہ آباد ہو سکا
مجنوں کے عہد میں بھی یہ ویران ہی رہا

اللہ رے بیخودی محبت کہ روز حشر
میں آکے ہوش میں بھی بدحواس ہی رہا

وہ جلگیا یہ گل گیا کیا سوز عشق ہے
دل ہی رہا نہ تیر کا پیکان ہی رہا

میں وہ نہ مرتے مرتے بھی بھولا تراخیال
تو وہ کہ ایسے وقت بھی انجان ہی رہا

ممسک نہ اپنے مال کو بھی خرچ کر سکا
مانند مار گنج نگہبان ہی رہا

۷۲	ننگا بنا دیا مجھے جوش جنوں نے عشق دامن ہی رہ گیا نہ گریبان ہی رہا	۲۰

دل دیکے بھی بتوں کو مسلمان رہ گیا
ہے شکر کی جگہ مرا ایمان رہ گیا

ہوتا تھا آج وصل کا پیمان رہ گیا
افسوس دلکا دل ہی میں ارمان رہگیا

گھر میرے آتے آتے وہ مہمان رہگیا
کل دیکھیں کیا ہو آجکا پیمان رہ گیا

دل تمنے لیلیا مرا ایمان بھی دین بھی
کیا اور میرے پاس مری جان رہ گیا

یوجہ تو نہیں یہ خلش دلکی چارہ گر
کوئی نہ کوئی یار کا پیکان رہ گیا

ہمت سے کی کمی کہ مقدر سے کوتہی
مشکل کا کام ہو کے جو آسان رہگیا

سر بھی کٹا کے میں نہ سبکدوش ہو سکا
گردن پہ تیغ یار کا احسان رہگیا

اس سمت جذبہ شوق تھا اس سمت چارہ گر
نکلا جو دل سے تیر تو پیکان رہ گیا

دلکو علاقہ زلف شکن در شکن سے کیا
جا کر کہاں یہ جان نہ پہچان رہ گیا

مدت ہوئی ہے آئے ہوئے درد عشق کو
کیا اب بھی میری دلمیں یہ مہمان رہگیا

نکلا نہ میری دلسے کبھی آکے غم ترا
مالک ہی بنکے گھر کا یہ مہمان رہ گیا

آیا نہ تیرا تیر بھی آنے کے نام سے
امید ہی میں میں ترے قربان رہگیا

دنیا ہے وہ مقام کہ ہر رہ رو عدم
دو چار دن کے واسطے مہمان رہگیا

سودا سے حور و خلد میں زاہد نکھوئی عمر
محروم لطف زیست سے نادان رہگیا

اپنے نکالے جانیسے پڑکر ہے اسکا غم
کمبخت کوئے یار میں دربان رہ گیا

پردے سے چشم شوخ کسیدن نہ رک سکی
اپنا سا لیکے منہ یہ نگہبان رہ گیا

پیمان کے بعد بھی نہ میسر ہوا وصال
انکے ہمارے بیچ میں قرآن رہ گیا

دو روزہ زندگی نے رکھا وہ سبز باغ
غافل اجل سے اپنی ہر انسان رہگیا

تحریر لطف میں بھی ہیں مضمون عتاب کے
نامی کا ان کے بس یہی عنوان رہگیا

۷۳

ڈالا اجل نے آکے یہ ای عشق تفرقہ
ہم چل دئے جہاں سے سامان رہگیا

۱۷

ڈبویا نام ہی دریا کی آشنائی کا
کہ ہر حباب میں ہی زنگ خودنمائی کا

عیاں ہو جلوہ نہ کیوں شان کبریائی کا
بتوں کا حسن ہی آئینہ خودنمائی کا

سوال منہ کو چھپا کر ہے رونمائی کا
نیا طریقہ ہے یہ انکی دلربائی کا

غرور زہد نے محروم رکھا رحمت سے
پڑا وبال یہ زاہد پہ پارسائی کا

بھلے کی کہہ کے بُرا انکے پاس ٹھہرا ہوں
یہ بات سچ ہی زمانہ نہیں بھلائی کا

قفس سی تنگ ہوں تڑپا رہا ہی دلکو مری
خیال بے پر و بالی میں بھی رہائی کا

بھلا تو بہ شکن کا ہی دور پیر مغاں
نہیں خیال کسی کو بھی پارسائی کا

یہ لوگ تاک کے زاہد ہیں سایہ پرورده
نہ بوجھ اٹھیگا رندونسے پارسائی کا

ہر ایک آبلہ دل مرا یہ کہتا ہے
حباب میں بھی ہوں دریائے آشنائی کا

رضائے یار میں اپنے کو کر چکا ہوں فنا
خوشی وصال کی جانوں نہ غم جدائی کا

بقدر ظرف ہوں پیر مغاں سی سائل مے
فلک ہی نام مرے کاسہ گدائی کا

کبھی تو دیر میں ٹھہرا کبھی حرم میں رہا
پھرا رہا ہے مجھے شوق جبہ سائی کا

پتا لگائے تو کیونکر لگائے پیک اجل
کہ کہا گیا ہے مجھے غم تری جدائی کا

خیال و وہم سے باہر چلو نگی اسکی
ملا نہ راستہ ادراک کو رسائی کا

چبھا جو پاؤں میں کانٹا وہ دلمیں بیٹھ گیا
مزا ہی جوش جنوں میں برہنہ پائی کا

عجیب بند محبت ہی اسکے قیدی کو
خیال عمر بھر آتا نہیں رہائی کا

۷۴	کہانتک اسمیں کوئی ہاتھ پاؤں مارے عشق نہیں کنارہ ہی دریائے آشنائی کا	۱۸

اگر بتوں نے بھی دعوی کیا خدائی کا
تو یہ بھی رنگ ہی اک اسکی کبریائی کا

خیال آئے تو کیا آئے پارسائی کا
مجھے پسند نہیں شیوہ خودنمائی کا

بہار توبہ شکن مجکو یاد آتی ہے
کسی سے نام جو سنتا ہوں پارسائی کا

مزے وصال کے اٹھنے لگے تصور سے
ہمیں ملال ذرا بھی نہیں جدائی کا

ہماری نعش پہ وہ تعزیت کے پردمیں
لگانے آئے ہیں الزام بیوفائی کا

ملا کے خاکمیں مجکو نکال دلکا غبار
لگا دے ہاتھ ستمگر کوئی صفائی کا

جناب خضر سے بڑھکر رہ محبت میں
کیا ہے دل نے مرے کام رہنمائی کا

نہ آیا جوش محبت میں میرے دلکو کبھی
خیال اپنی بھلائی کا یا برائی کا

طلب کا ہے ارادہ تو آؤ دل سے ملو
لڑاؤ آنکھیں اگر قصد ہے لڑائی کا

جو رکھی سینہ پہ ٹھنڈک پڑی کلیجے میں
اثر تو دیکھئے اسکی کف حنائی کا

نہ ایک بات بھی کی ہم سے آجتک سیدھی
عجیب رنگ ہی ظالم کی کج ادائی کا

بہت ہے قتل کو ہم ایسے نیم جانوں کے
لچکنا بوجھ سے خنجر کے اس کلائی کا

جو قرص مہر کو دیکھا تو ہوگیا روشن
ہے آسمان پہ چلن سکۂ طلائی کا

نگاہ یار کو عاشق سے دیکھکر ٹیڑھی
فلک نے سیکھ لیا شیوہ کج ادائی کا

یہ شوق وصل سے کہتی ہے نازکی انکی
ٹھہر ٹھہر نہیں دم مجھ میں ہاتا پائی کا

نظر پڑا کوئی اس دور میں نہ شیخ ایسا
جو رہن مے نکرے خرقہ پارسائی کا

گناہگاروں کی قسمت تو دیکھو اے زاہد
کہ حکم عام ہے رحمت کو پیشوائی کا

۱۹	بتاؤں نام و نشاں اپنا کیا کسی کو عشق تباہ حال ہوں آوارہ ہوں خدائی کا	۷۵

عمر بھر عشق کے ہاتوں میں عجب غم میں رہا
سوگ میں دل کی رہا جان کی ماتم میں رہا

محو ہر ایک بشر شاہ کے ماتم میں رہا
کچھ عجب غم کا سماں ماہ محرم میں رہا

طرفہ تر عالم امکاں کی دو رنگی دیکھی
رنج شادی میں رہا اور طرب غم میں رہا

داغ دل کی ہو نہ کیوں گریۂ حرماں سی بہار
تر و تازہ رہا وہ پھول جو شبنم میں رہا

نہوا وصل کسی روز میسر انکا
عمر بھر میں اسی حسرت میں اسی غم میں رہا

عوض سینہ و پہلو دل و دیوانہ مرا
دست دلدار میں یا گیسوی پرخم میں رہا

تہ کی آج وہی شیخ لیا کرتا ہے
ایک مدت جو قدح لیس بنا ہم میں رہا

کر دیا عالم پیری سے نکما اے دل
عشق کا جوش و خروش اب وہ کہاں ہم میں رہا

آشنا نام دوا سے نہیں بیمار وفا
جاں بلب بھی عمل عیسی مریم میں رہا

دختر رز کو لگائے گا کوئی کیا تہمت
داغ عصیاں بھی کہیں دامن مریم میں رہا

بعد میرے ہوئی ہر ایک سے انکو نفرت
مدت العمر عدو میرا مرے غم میں رہا

زخم میرا کسی تدبیر سے اچھا نہوا
کہ اثر سودۂ الماس کا مرہم میں رہا

بند میخانہ ہی کیوں پیر مغاں خیر تو ہے
آجتک قفل نہ دروازۂ حاتم میں رہا

محفل یار میں اغیار کی شرکت تھی عذاب
میں جو جنت میں رہا بھی تو جہنم میں رہا

جرعہ نوشان مئ عشق و محبت کا ہی قول
لطف کچھ بادہ کوثر میں نہ زمزم میں رہا

وہ بھی بیٹھے ہوئی تھے اور اجل بھی تھی کھڑی
میں دم نزع عجب کشمکش دم میں رہا

ہم بہت اسکو بھی سمجھا گئے جبتک یہ دل
کچھ لگاوٹ کا اثر اس نگہ کم میں رہا

جام اس بزم میں خنداں ہی صراحی گریاں
ربط اس رنگ میں بھی شادی و ماتم میں رہا

۷۶	زندگی موت سی بدتر تھی شب غم ای عشق میں جو جیتا بھی رہا نزع کے عالم میں رہا	۱۲

وہ بے نیاز ہے مختار ہے زمانے کا
سر نیاز ہے وقف اسکے آستانے کا

وہ محو ہے دل پُر درد کے اترانے کا
نیا ہے رنگ مری عشق کی فسانے کا

تو وہ کریم ہے دیتا ہے سبکو بے مانگے
ہوا نہ بند کبھی در ترے خزانے کا

وہ سنکے درد مرے دلکا لوٹ لوٹ گئے
جگر میں چبھ گیا ہر حرف اس فسانے کا

غرض نہیں کوئی دیر و حرم سے عاشق کو
بس ایک فرض ہی سجدہ اس آستانے کا

بھرا ہی یاس کے داغوں نہیں آرزو کا لہو
نمونہ گوشۂ دل ہے نگار خانے کا

مری ہی شاخ نشیمن پہ اسکو گرنا تھا
بچا نہ برق سے تنکا بھی آشیانے کا

وہ صید ہوں کہ مزے سے قفس میں بیٹھا ہوں
نہ فکر باغ کی ہی غم نہ آشیانے کا

تو آپ بیٹھے بٹھائے کما لیا ہم نے
دکھا کے شیخ کو رستہ شراب خانے کا

چمن میں بند ہو دم عندلیب کا ہمدم
سنے جو شور دل زار کے ترانے کا

کسیکا حسن تھا جولانیوں پہ پہلے سے
کیا شباب نے کام اسپہ تازیانے کا

۷۷	شریف پست ہیں لیتے ہیں دون کی ازرل کچھ اور رنگ ہے اے عشق اب زمانے کا	۱۹

فائدہ کیا جو کوئی روضہ رضواں میں رہا
ہی مزا مرکے اگر کوچہ جاناں میں رہا

دلسے نکلی نہ تمنائے وصال جاناں
مرکے بھی میں اسی حسرت اہی ارمانمیں رہا

اک نہ اک جانپر آفت رہی دلپر صدمہ
چین سے میں نہ کبھی عالم امکاں میں رہا

ڈمزاہیں دہنِ زخم جو چھڑکدے قاتل
فائدہ کیا جو نمک تیرے نمکداں میں رہا

خاک بی مایۂ گل ولالہ سے ہوتی تفریح
میں گلستانمیں رہا بھی تو بیابانمیں رہا

اہل جوہر کو غریب الوطنی ہے لازم
لعل معدن میں نہ گوہر کوئی عمانمیں رہا

نیچے اب جہاڑ کی کیوں پیچھے پڑا ہی میرے
ای جنوں تار بھی باقی نہ گریبانمیں رہا

آنکھیں مجنونکی نہ باز آئیں لہو رونیسے
لالہ پہولا ہوا ہر وقت بیاباں میں رہا

کعبۂ و دیر میں پتھر کے سوا خاک نہیں
فرق کچھ بھی نہ برہمن میں مسلمانمیں رہا

جو جگہ مجکو ملی اسکے میں لائق ٹھہرا
خار صحرا میں رہا پھول گلستانمیں رہا

وعدۂ دید پہ مشتاقونکا اللہ رے ہجوم
ایک ہنگامہ بپا کوچۂ جاناں میں رہا

کنگھی چوٹی میں گرفتار رہا اپنے وہ شوخ
میں پریشاں سر زلف پریشانمیں رہا

ملگئے خوب ٹھکانے دل شیدا کو مرے
کبھی مٹھی میں کبھی زلف حسینانمیں رہا

جلوہ گر حسن شب و روز خدا کی قدرت
زلف شبگوں میں رہا عارض رخشانمیں رہا

وعدہ کیا بھول گئی اسکو بھی وہ بھو لگئے
دل یونہیں اپنا بندہا گوشۂ دامانمیں رہا

پہول ارمان کے جتنے تھے وہ سب سوکھ گئے
خار حسرت کے سوا کیا دل ویرانمیں رہا

آبرو دیدۂ عاشق کی ہی اے دل جبتک
گوہر اشک رواں دامن مژگانمیں رہا

ضبط نے روک لیا طفل سرشک، غم کو
نکلا جب آنکھ سے یہ دامن مژگانمیں رہا

۱۶	کوئی جھگڑا ہی نہو گا رخ و گیسو کے سبب ربط اے عشق جو ہندو مسلمانمیں رہا	۷۸

مجکو کچھ ایسا سر ابرو و مژگانمیں رہا
جان خنجر میں سہی دل مرا پیکانمیں رہا

ہن برستے ہیں دکن میں یہ مقولہ سچ ہے
کوئی محتاج نہ عہدِ شہ عثمان میں رہا

خواب آنکھوں سے جدا دل سے جدا تھا آرام
یار ہی دور نہ مجھسے شب ہجراں میں رہا

کیا سنوں تیری کہ قابو نہیں دل پر ناصح
ضبط کرتا رہا جبتک مری امکاں میں رہا

دست بیداد خزاں نے وہ ستم توڑا ہے
نام سے گل کے نہ تنکا بھی گلستاں میں رہا

کوچۂ یار سے عاشق بھی کہیں جاتا ہے
قیس دیوانہ تھا جو جا کے بیاباں میں رہا

نیش اور نوش زمانہ میں بہم ہیں اے دل
خار سے گل نہ جدا کوئی گلستاں میں رہا

زلف ادہر کھینچتی تھی دلکو ادہر عارض یار
میں عجب کشمکش گبر و مسلماں میں رہا

کاوش غم سے ہوا گنج محبت پیدا
ہمتو سمجھے تھے نہ کچھ بھی دل ویراں میں رہا

اشک کیساتھ نکل آئے جگر کے ٹکڑے
معدن لعل و گہر دامن مژگاں میں رہا

ایک بوسہ کی عیوض لیکے متاع دل و جان
اسپر افسوس ہی کہتا ہے کہ نقصاں میں رہا

حسن کا ہے یہ تصرف کہ ترا ایک خیال
میری آنکھوں میں تصور میں دل و جاں میں رہا

آدمی سے کوئی بڑھکر نہیں دنیا کا حریص
چار دن کیلئے فکر سر و ساماں میں رہا

ابھی کہتا ہے ابھی صاف مکر جاتا ہے
یار سچا نہ کسی قول میں پیماں میں رہا

روئے روشن سے نقاب اپنی جو اسنے الٹی
نور کا نام نہ پھر شمع شبستاں میں رہا

۷۹	فرق کچھ رتبۂ یوسف میں نہ آیا اے عشق خواہ کنعاں میں رہا خواہ وہ زنداں میں رہا	۱۷

نیا روز حیلہ جو لا لا کیا
یونہیں مجھکو سفاک ٹالا کیا

نمودار صبح مسرت ہوئی
شب غم نے منہ اپنا کالا کیا

محبت کو دی جسنے دل میں جگہ
وہ دشمن کو پہلو میں پالا کیا

زباں تجھسے سوسن لڑائے گی کیا
خدا نے ہی منہ اسکا کالا کیا

مری جنبش دلکو وہ بت شوق سے
بڑی دیر تک دیکھا بھالا کیا

وہ ہر روز دیکر مجھے گالیاں
بخار اپنے دلکا نکالا کیا

جو مستی میں آیا قضا سے لبِ
صراحی کو توڑا اپیالا کیا
ہمیں مست بھی جم سے کم ساقیا
اسے شوق کیا کیا اچھالا کیا
بڑا ہا توں جوش محبت میں دل
جو تنکا تھا اسکو بھی بھالا کیا
بڑہائی محبت نے دلکی خلش
مجھے غم نے اپنا نوالا کیا
اجل رد گئی لیکے اپنا سا منہ
خدا نے تجھے دینے والا کیا
نہ سائل سے منعم کبھی ہاتھ کھینچ
خدا نے ترا بول بالا کیا
ملائیں نہ کیوں ہانمیں ہاں سب
نہ فریاد ہی کی نہ نالا کیا
ستم انکے چپ چاپ ہم سہ گئے
پھپولے مرے دل میں ڈالا کیا
سوا سوز الفت سے رشکِ عدو
ہوس اپنے دلکی نکالا کیا
ترے عشق کا ہر کسے دم غیر بھی
دہان احسل کا نوالا کیا

۸۰ — ہمیشہ مضامیں برجستہ عشق
طبیعت کے سانچے میں ڈہالا کیا — ۱۷

دل لگانا مجھے نہ راس ہوا
زندگی سے ہی دل وداس ہوا
وہ ہوا غیر بد اساس ہوا
ایک سے ایک ناسپاس ہوا
زہر کہا کر بچا میں فرقت سے
مجھکو میرا علاج راس ہوا
ہم سے بھی دور دور رہنے لگے
تمکو دشمن کا اتنا پاس ہوا
بزم نے کو نہیں شکست کا غم
شیشہ ٹوٹا اگر گلاس ہوا
شرط مردانگی ہے الفت میں
کچھ نہیں دلمیں گر ہراس ہوا
آنکھ کھلتے ہی میں ہوا عاشق
ہوش آتے ہی بد حواس ہوا
وعدہ اس شوخ بیوفا نے کیا
دل مقام امید و یاس ہوا
حیف صد حیف مرگ تنہائی
آج کوئی نہ اپنے پاس ہوا

شکر ہے جان دیکھے دل میرا — امتحانِ وفا میں پاس ہوا
شوق نے عاشقی میں دی ہمت — دور دل سے مری ہراس ہوا
بنگیا صفر انکا نقطۂ خال — حسنِ رخ پانچ سے پچاس ہوا
جامۂ زندگی ملا ہے مجھے — حیف گر تنگ یہ لباس ہوا
دل دیوانہ نازنینوں کا — مدتوں میں اداشناس ہوا
لیکے دل اسنے بیوفائی کی — ٹھیک آخر مرا قیاس ہوا
مرمٹیں دل کی آرزوئیں سب — گھر یہ آخر اجڑ کے ناس ہوا

۸۱	عشق آرام سے ہوں مدفن میں مجکو گھر کا بدلنا راس ہوا	۲۸

ہی وہی انداز ترے روے نکو کا — اک پھول نہیں باغ میں اس رنگ کا بو کا
رہ رہکے نکل پڑتا ہی قاتل کی کمر سے — خنجر کو پڑا ہے جو مزہ میرے لہو کا
بیٹھا نہ نشانے پہ کوئی تیر ہمارا — ہر بار خطا کر گیا ہر مرتبہ چوکا
تھوپا ہے مرے قتل کا الزام قضا پر — شوخی سے سر حشر بھی سفاک نہ چوکا
لے کچھ تو خبر عاشق بیتاب و تواں کی — پیاسا ترے دیدار کا ہے وصل کا بھوکا
کی خانہ خرابی یہ ترے جور نے ظالم — جو شہر تہا آباد وہ میدان ہے ہو کا
ذی رتبہ کی تحقیر ہے ذلت کی نشانی — آئی ترے منہ پر بھی نہ نادان ترا تھوکا
دہوکا گل تر کا ہوا بلبل کو چمن میں — کہا کر جو کبھی پان مرے یار نے تھوکا
سایہ سے مرے دور نہ بھاگے تو کرے کیا — اس رشک پری کو بھی بہت پاس عدو کا
رونے میں بندھا قامتِ بالا کا تصور — نقشہ نظر آیا مجھے سرو لب جو کا
ہر روز پہنسایا مجھے اک آفت نو میں — دل اپنی شرارت سے کسی وقت نہ چوکا
گلرنگ گل اندام تھا پہلے سے وہ گلرو — غصہ جو چڑھا اور ہوا لال بھبوکا

کیوں ظاہر و باطن کے نہو علم کا چسکا / شاگرد ہوں استاد کا چیلہ ہوں گرو کا

شاخیں ہوئیں بی برگ نوا جور خزاں سی / باقی نہ زر گل ہی نہ اب نام نمو کا

خودبیں و خودآرا مجھے کہتا ہے زمانہ / میں دیکھنے والا ہوں جو اس آئینہ رو کا

پیالے کی عوض رکھدی مرے زخم جگر پر / ای چارہ گر اس شوخ پریرو کا شلو کا

پھونکا ہی تری آتش غم نے مجھے ای شوخ / گرمی کا جلا ہوں نہیں مارا ہوا لو کا

جی جلتا ہی اک آگ سراپا میں لگی ہے / اس سوز محبت کو الٰہی لگے لو کا

وہ رنگ نہیں یہ جسے دہو ڈالے قاتل / چھوٹیگا نہ دامن سی ترے داغ لہو کا

ہنس پڑتا ہیں سر کہو لکی شیشہ کا قدح کش / یاد آتا ہے جب ٹوٹنا زاہد کی وضو کا

سوگ انکا کسی طرح سی دیکھا نہیں جاتا / شادی کی عوض غم ہی مجھے مرگ عدو کا

دل کہولکے مل شوق سی اے خنجر قاتل / دیکھ آج ذرا حوصلہ ارمان گلو کا

سائل ہوں میں ساقی تری سرکار بڑی ہی / ہو جاے پیالی کی جگہ حکم سبو کا

کیوں شامتیں آئی ہیں سنبھل ای دل ناداں / آساں نہیں عشق بت عربدہ جو کا

مطلب ہی ہوا فوت یہ چپ لگ گئی مجھکو / مضمون دہن میں جو کیا قصد غلو کا

وہ شوخ پریزاد نہ کیوں ڈہاے قیامت / ہی عہد شباب اور زمانہ بہی نمو کا

پہلے ہی قسم عشق کی کہا لیتا اگر میں / رہتا نہ کسی طرح تری وصل کا بہوکا

۸۲	منت کش دوناں نہیں ذی مرتبہ ای عشق محتاج ہو کیا دامن کہسار رفو کا	۲۶

فتنہ اس بت کا نام ہے گویا / حشر طرز خرام ہے گویا

دل پر خوں بہی عشق ساقی ہیں / مے گلگوں کا جام ہے گویا

نہیں رکتی کہیں زباں انکی / تیغ یہ بے نیام ہے گویا

پہیر لیتے ہیں دیکھکر مجھے منہ / یہی انکا سلام ہے گویا

ضبط سے جی رہا ہوں عشق میں کام | دلکی یہ روک تھام ہے گویا
عشق میں جان کا فنا کرنا | دلکا اک فرض کام ہے گویا
صبح گر عارض منور ہے | گیسوے یار شام ہے گویا
دیکھے دل درد مول لیتا ہے | یہی عاشق کا کام ہے گویا
نہیں قابو فلک یہ کچھ اپنا | اشہب بد لگام ہے گویا
فلک پیر ہی ہے زوروں پر | رستم و زال و سام ہے گویا
رنگ لایا نہیں وہ سیب ذقن | یعنی ابہی تک یہ خام ہے گویا
جلوہ فرما ہے کوئی کوٹھے پر | آج دیدار عام ہے گویا
ایک ہی رنگ میں ہیں رند و شیخ | فیض ساقی کا عام ہے گویا
گردش چرخ پاس رندوں کے | ساقیا دور جام ہے گویا
جلوہ مہر یہ شفق میں نہیں | وہ رخ لالہ فام ہے گویا
مرغ دل کیوں پھنسے نہ عاشق کا | زلف پر پیچ دام ہے گویا
ولولہ عشق کا نہیں جس میں | دل وہ اجڑا مقام ہے گویا
اسکے ہاتھوں میں ہے یہ کٹ پتلی | بت برہمن کا رام ہے گویا
انکا بلوانا بے غرض تو نہیں | روستا کا سلام ہے گویا
حور کچھ بہی نہیں ترے آگے | ایک فرضی وہ نام ہے گویا
یاد سے تیری میں نہیں غافل | دلمیں تیرا مقام ہے گویا
رند سب مقتدی ہیں پیر مغاں | پیشوا ہے امام ہے گویا
دل نہ بہلے تو باغ جنت بہی | ایک ہو کا مقام ہے گویا
چاندنی پردہ مہ ہے جلوہ نما | آسمان سقف بام ہے گویا

انکے نزدیک عشق دلدادہ

وصل میں بھی نہ میری جاں ٹھہرا
دل نہ ٹھہرا عذاب جاں ٹھہرا

نذر ٹھہرا نہ ارمغاں ٹھہرا
دل مرا جنس رائگاں ٹھہرا

نارسائی نصیب عاشق ہے
انکا کوٹھا بھی آسمان ٹھہرا

میری انکی ہے اسمیں رسوائی
مجکو در پر نہ پاسباں ٹھہرا

نامہ برکو تو ابتک آنا تھا
دیر کیوں ہو گئی کہاں ٹھہرا

دل سے کیونکر اسے نکالوں میں
انکا پیکاں تو مہماں ٹھہرا

دیتا کیا انکی گالیونکا جواب
میں تو بے چارہ بے زباں ٹھہرا

تاب دیدار یار دل کو کہاں
چاند وہ اور یہ کتاں ٹھہرا

شرط بد کر وفا کی نادم ہوں
نفع انکا مرا زیاں ٹھہرا

دلربائی کی جب ہوئی پرسش
انکا غمزہ بھی جانستاں ٹھہرا

حسرتوں کا ہجوم دلمیں نہیں
سر منزل ہے کارواں ٹھہرا

رونا آتا ہے زار حالت پر
آپ میں اپنا نوحہ خواں ٹھہرا

کیجے کس سے سوال بوسہ کا
یار تو اپنا بے دہاں ٹھہرا

دل پہ اب اختیار کیا میرا
دلبروں کا یہ ارمغاں ٹھہرا

وہ عیادت کو کس کی آئینگے
میں تو دم بھر کا مہماں ٹھہرا

شیخ میزان ہیں بار عصیاں سے
تو سبک اور میں گراں ٹھہرا

اس دہان و کمر کی الفت میں
میں بھی گمنام و بے نشاں ٹھہرا

ہے گذرگاہ منزل ہستی
پیر ٹھہرا نہ اک جواں ٹھہرا

عشق کا بوجھ اب اٹھائے کون
دل تو بیمار و ناتواں ٹھہرا

درد دل کہہ کے سخت نادم ہوں
انکے نزدیک قصہ خواں ٹھہرا

ضعف زنجیر پا ہے وحشت میں
میں وہیں رہگیا جہاں ٹھہرا

جوگیا ہو رہا وہیں کا وہ
انکا گھر گلشن جہاں ٹھہرا

میرے نالوں کا یہ دہواں تو نہیں
دستون کیونکر آسماں ٹھہرا

١٦	لی نہ اُس بیوفا نے عشق خبر نالہ کرنا بہی رائیگاں ٹھہرا	٨٤

خواب میں آیا نہ اک شب آشنا
خواب آنکھوں سے ہوگیا اب آشنا

ہر تمنا سے ہے خالی ایسا دل
حرف مطلب سے نہیں لب آشنا

وقت بد کا ایک بہی ساتھی نہیں
دیکھے بہالے ہیں مرے سب آشنا

شکوۂ اغیار پر اُس نے کہا
ہیں ہمارے آپ وہ سب آشنا

دوستی سے دوستی عالم میں ہے
تو نہیں تو ہم ترے کب آشنا

نل ہوا مجنوں ہوا وامق ہوا
عشق کے دریا کے ہیں سب آشنا

روز روشن کیا ملے ان سے کوئی
ماہ رو معشوق ہیں سب آشنا

ہوگئی انکی طبیعت کچھ کی کچھ
غیر جو تھے ہیں وہی اب آشنا

ہم تو جانیں مل گیا آب حیات
انکے لب سے ہوں اگر لب آشنا

غیر کا شکوہ گلا دشمن کا کیا
ہوگئے نا آشنا جب آشنا

عاشقی میں درد کا جب لطف ہی
آہ ہو لب سے نہ یارب آشنا

دوستی سے دلکی گھبراتا ہو نہیں
ہے بڑا چالاک بیٹہ سب آشنا

شیخ کورندوں سے ہے کیوں احتراز
ملتے ہیں اس رنگ کے کب آشنا

حسن چمکا سرمہ کے دنبالہ سے
ہوگیا چابک سے اشہب آشنا

آئیگا ایذا رسانی سے نہ باز
ہو کسی کا لاکھ عقرب آشنا

دوست سچا کوئی عالم میں نہیں

١٩	سب کے سب ہیں عشق مطلب آشنا	٨٥

وہ کسی کا بھی ہوا کب آشنا
ہے بڑا عیار مطلب آشنا

ہائے اب کس کس کا ماتم کیجئے
چلدیئے سوئے عدم سب آشنا

بخت بد سے بنکے بگڑا میرا کام
اور کوشش کیا کریں اب آشنا

رکھ خیال اسکا بت شیریں ادا
ہوں نہ حرف تلخ سے لب آشنا

دل کا ملنا تھا کہ بوسہ ملگیا
لعل جاناں سے ہوی لب آشنا

وہ کسی سے بھی کبھی ملتا نہیں
ملتے ہیں ہر عید کو جب آشنا

دوستی پر انکے کیا بھولے کوئی
چار دن ہیں روح و قالب آشنا

کیوں نہ ہوں دونوں کے بوسہ ایکساتھ
جب زنخداں کا ہی غبغب آشنا

بس ہوے انکا دشمن کا ہے ربط
ایک کا ہی ایک اغلب آشنا

اب نکل آئیگا کچھ مطلب مرا
ہوگئے انکے مقرب آشنا

دوستی سفلوں کی کھوتی ہے وقار
چاہیئے اے دل مہذب آشنا

ایک ہیں ملک عدم کی راہ میں
یا پیادہ اور مرکب آشنا

صاحبان جاہ کس کے دوست ہیں
ہیں حقیقت میں یہ منصب آشنا

دیکھکر حالت مری روز فراق
شاد ہیں دشمن مذبذب آشنا

ان کو مل جاتا اگر موقع کوئی
دشمنی سے چوکتے کب آشنا

٢٠	زہر ہے اے عشق انکی دوستی ہیں اقارب مار عقرب آشنا	٨٦

دو روزہ زندگی کا رنج و غم کیا
کریں شکوہ کسی کا عشق ہم کیا

بھریں اے بت تری الفت کا دم کیا
ہمارا حوصلہ کیا اور ہم کیا

مجھی بھی ہو بھلی ہر بات ان کی
حسینوں کی جفائیں کیا ستم کیا

جدائی کی ہیں شکوے وصل میں ہیچ
گئی گذری ہوئی باتوں کا غم کیا

دم خنجر سہی راہ محبت
کرینگے قطع ہم سر سے۔ قدم کیا

سخی تو ہی وہی جو بے طلب دے
جو بوسہ مانگتے پر دو کرم کیا

مقدر کا جو ہے ملکر رہے گا
دل بے صبر فکر بیش و کم کیا

وجود اپنا عدم اپنا ہے یکساں
خوشی کیا زیست کی مرنیکا غم کیا

اسی کے نور سے روشن ہیں دونوں
چراغ دیر کیا شمع حرم کیا

وہی جانیں حقیقت آپ اپنی
خبر کسکو خدا کیا ہے صنم کیا

نفس کی آمد و شد کو تو دیکھو
یہ فضل رب ہی ہمیں دمبدم کیا

نہیں غنچہ دل بستہ ہمارا
شگفتہ ہو نسیم صبحدم کیا

کسی بیکس کے ہاتھ آیا نہ ابتک
خدا جانے ہوا وہ جام جم کیا

ہوئی ہے جبلیت وحشت میں پیدا
چکارا ہے اب کریں مجنوں سے رم کیا

گھٹا دیتی ہیں سایل کی ہوس کو
ستم ڈہاتے ہیں یہ اہل کرم کیا

نہیں اصلاح ممکن کج منش کی
نکالے گا کوئی ابرو کا خم کیا

ترے ابرو کے ہیں سب نام لیوا
چھری کیا بانک کیا تیغ دو دم کیا

زمانے بھر کا تو جھوٹا ہے بدعہد
ترا پیماں کیا قول و قسم کیا

فغاں بیکار نکلی بے اثر آہ
کھلے گا اور عاشق کا بھرم کیا

٨٧	ہمیں بھی ایکدن جانا ہے اے عشق کرم یاران رفتہ کا الم کیا	١٩

دیا تیرا ہے اپنے پاس کم کیا
الٰہی تجھ سے مانگیں اور ہم کیا

قریب مرگ ہوں ہے مجھ میں دم کیا
کرے گا اور تو جور و ستم کیا

مٹاتا ہے جو بدنامی کے ڈر سے
عدو کا میں بھی ہوں نقش قدم کیا

ملا ہم کو خدا بت کی طلب میں
ہوا ہے سہل یہ کار اہم کیا

مرے یوسف کی نقد جاں ہی قیمت
لگائیگا کوئی دام و درم کیا

خوشی کیسی کٹی گر شام فرقت
نہیں اسکے عقب میں صبح غم کیا

فراق یار میں ہے راگ رونا
مزہ مطرب پسر دے زیر و بم کیا

ترے دیوانہ کو اسکا نہیں ہوش
خوشی کہتے ہیں کس کو اور غم کیا

بہائے جنس دل ٹھہرا ہے بوسہ
کریں ہم اسکی قیمت اور کم کیا

خلیل اللہ کا وہ معجزہ تھا
بنے ہے آگ گلزار ارم کیا

تری تصویر کیوں کھینچی ہے آدہی
چلا آگے نہ مانی کا قلم کیا

نہ آتی ہوں جسے پوری جفائیں
کرے گا ہم یہ وہ لطف و کرم کیا

ابھارے وہ نہ کیوں سفاک تجکو
ہمارے قتل کا دشمن کو غم کیا

ادہر شوخی ادہر بیتابی دل
کرینگے صبر وہ کیا اور ہم کیا

جوانی ہی نہیں معشوق اے دل
پھر آنے کی وہ کہائے گی قسم کیا

جو جاتا ہے نہیں آتا وہ پھر کر
ہمیں معلوم ہو حال عدم کیا

زمیں سے آسماں کیونکر نہو دور
ملیں سفلوں سے ارباب ہمم کیا

خوشی تیری ہمیں ہیں ایک دونوں
جفا و جور کیا لطف و کرم کیا

۸۸	حباب بحر ہیں نقش قدم ہیں ہماری عشق ہستی کیا عدم کیا	١٩

ان کے قول و قرار نے مارا
ہجر میں انتظار نے مارا

ہوگیا دل شکار رنج و الم
عشق کی گیر و دار نے مارا

مجکو میری قضا سے بہی پہلے
ستم روزگار نے مارا

دل پہنسا دام عشق میں اپنا
جال گیسوئے یار نے مارا

خون رلواکے ہجر جاناں میں
مجکو جوش بہار نے مارا

آگیا مفت ہاتھ نقد دل
خوب ہتھیا یار نے مارا

لگ گئی آگ خانۂ دل میں
مجکو غم کے شرار نے مارا

لالہ خونیں کفن ہوا ہے کیوں
کسکے رشک عذار نے مارا

غم الم درد و رنج نے لی جان
ایک کو مل کے چار نے مارا

رشک سے لوٹتا ہوں کانٹوں پر
گل سے وصل ہزار نے مارا

بار احسان سے دبگیا ہوں میں
کرم بے شمار نے مارا

نشۂ عشق میں سرور کہاں
مجکو اس کے خمار نے مارا

شب فرقت رلا رلا کے مجھے
دیدۂ اشکبار نے مارا

ہم نے جی بھر کے کب گناہ کئی
خوف روز شمار نے مارا

ہے وہی بیس تھو رس کا دل
دل کو جس خاکسار نے مارا

نہ ہوا آرام ابلق ایام
زور ہر شہسوار نے مارا

کام دیتی پرائی شے کیتک
ہستی مستعار نے مارا

بہ گیا خون ہوکے عشق میں دل
چشم خونابہ بار نے مارا

٨٩	وصل میں دیر اب نہیں اے عشق ہاتھ پر ہاتھ یار نے مارا	٢٧

تم کو صاحب سلام ہو دلکا
آخری یہ پیام ہے دلکا

جان نثاری سے نام ہے دلکا
یہی اے جان کام ہے دلکا

زخم بے التیام ہے دل کا
قصہ ہی اب تمام ہے دلکا

تیر بٹھیا ترا نشانہ پر
یہی قاتل مقام ہے دلکا

پھول پھولے ہوئے ہیں داغوں کے
رشک گلشن مقام ہے دلکا

طول دے روز حشر کو یارب
ماجرا نا تمام ہے دل کا
کر رہا ہے طواف خانۂ یار
یہی بیت الحرام ہے دل کا
ہجر میں ہے ہجوم درد و الم
آج دربار عام ہے دل کا
کیوں نہ ہو مبتلائے خال و خط
کہ وہ دانہ یہ دام ہے دل کا
خوب خدمت کی درد حرماں نے
با وفا یہ غلام ہے دل کا
گیسوئے عنبریں کے سودے میں
مشک آگیں مشام ہے دلکا
عقل برجا نہیں محبت میں
بگڑا ہوا انتظام ہے دلکا
جان جاتی ہے جان جاتی ہے
ورد یہ صبح و شام ہے دل کا
دے رہا ہے خبر زمانے کی
جام جمشید جام ہے دل کا
غم کی نشو و نما اسی سے ہے
فیض جاری مدام ہے دلکا
اس حسین سے وفا کا طالب ہے
عشق سودا یہ خام ہے دلکا

۸۹

غم سے جینا محال ہے دلکا
کیا کہوں تمہیں جو حال ہے دلکا
عشق ہی سے کمال ہے دلکا
اسکا گھٹنا زوال ہے دلکا
داد ملجائے جان نثاری کی
یہی تم سے سوال ہے دلکا
یہی خوراک غم کی ٹھہرا ہے
خون اسکو حلال ہے دلکا
اسطرف سے جو بوسہ کی ہے طلب
اسطرف سے سوال ہے دلکا
اسے امید مہر و چشم وفا
وہم میرا خیال ہے دلکا
عشق میں ضبط حوصلے کا ہے کام
صبر غم میں کمال ہے دلکا
دلکو غم میری بیکسی کا ہے
اور مجکو ملال ہے دل کا
صبر نے غم میں دیدیا ہے جواب
اب سنبھلنا محال ہے دلکا

دھیان اسکا ہے ذکر اسکا ہی   بس یہی حال قال ہے دلکا

٩٠	ہر حسین کی نظر اسی پر ہے خوب اسے عشق حال ہے دلکا	١٠

تمہارے عشق نے وہ ظلم ڈھایا   تو ہم کو خدا ہی یاد آیا

مٹانا ہی جو تھا منظور یارب   تو پھر کس واسطے ہم کو بنایا

خوشی کیسی ہماری ناخوشی کیا   وہ مالک ہی بگاڑا یا بنایا

دل بمدعا کوئی جہاں میں   بہت ڈھونڈا بہت دیکھا نہ پایا

زمانے بھر کی تو ہی آرزو ہے   ہمیں سب کچھ ملا جب تجکو پایا

یہ پانا ہی کوئی پانا ہے اے دل   کہ خود ہی کھو گیا جب اسکو پایا

نکالا مجکو آئے بزم میں وہ   اٹھایا مجکو پردا کیا اٹھایا

عزیزوں نے یہ کی خانہ خرابی   مجھے جیتے جی مٹی میں ملایا

بتو بچانے سے اب تو چلے ہم   ملیں گے پھر اگر اللہ لایا

٩١	وہ بولے مجکو گریاں دیکھکر عشق خدا جانے اسے کیا یاد آیا	١۴

دل کھپانا نہیں رہا اپنا   دم میں آنا نہیں رہا اپنا

صدمۂ عشق کیا اٹھائیں اب   دل توانا نہیں رہا اپنا

ضعف سے ہو گیا سکون حاصل   تلملانا نہیں رہا اپنا

ہائے اب کیا کریں کہ انکے گھر   آنا جانا نہیں رہا اپنا

ہی گلو گیر ضعف وحشت میں   غل مچانا نہیں رہا اپنا

انکی بیداد روز تازی ہے   غم پرانا نہیں رہا اپنا

عشق میں شعلہ خو حسینوں کے   دل جلانا نہیں رہا اپنا

اب اشارے پہ تیغ ابرو کے
سر کٹانا نہیں رہا اپنا

گالیاں سنکے بدزبانوں کی
مسکرانا نہیں رہا اپنا

اچھی صورت کو دیکھکر دلمیں
لوٹ جانا نہیں رہا اپنا

کوبکو جستجوے جاناں میں
خاک اڑانا نہیں رہا اپنا

دایم الصوم ہوگئے جب سے
پینا کہانا نہیں رہا اپنا

انکی محفل میں روز پی کر مے
رنگ لانا نہیں رہا اپنا

٩٢	سچ تو یہ ہے کہ عشق پیری میں کوئی بانا نہیں رہا اپنا	۳۲

نام شراب سنتے ہی ایسا بہک گیا
جو منہ کو آیا واعظ کم ظرف بک گیا

اچھا ہوا چھن لیا مرے صبر وشکیب تو
بیداد کرتے کرتے ستمگار تھک گیا

قسمت کی گمرہی نے نہ رکھا کہیں کا ہائے
جو میرا رہنما تھا وہی خود بھٹک گیا

جاتا ہے یونہی تو نالہ مرا آسماں تک
کیا فائدہ نہ اسکے کبھی کان تک گیا

خالی عدو کے ساتھ کئے اسنے اتنے جام
پیمانہ میری عمر کا آخر چھلک گیا

گردش کی آسماں نے مری حسب مدعا
رتی ہوئی بلند ستارا چمک گیا

جوش جنوں میں کام نہ کچھ آئی احتیاط
بے اختیار ہاتھ گریبان تک گیا

اپنی دو روزہ رنگ پہ پھولا یہ اسقدر
سو سو جگہ سے پیرہن گل مسک گیا

کیا شور بخت ہوں کہ تھی مرہم کی حس سے آس
آخر نمک وہ زخم جگر پر چھڑک گیا

سوز جگر سے خون یہ ہم روئے روز ہجر
انگارہ بنکے آنکھ کا ڈہیلا دہک گیا

شیریں کا حسن پڑ گیا پھیکا حضور یار
لیلی کے منہ پہ تھا جو ذرا سا نمک گیا

انسان کیلئے ہی بڑی پردہ پوش خاک
یہ چھپ گیا جو خاک میں ہر عیب ڈھک گیا

اس گل سے اپنا عشق جتایا عدو نے بھی
کچھ دن یہ زاغ صورت بلبل چہک گیا

دی ہمنے جان عشق میں آخر کو دے ہی دی
ای بدگماں ابتو تیرہ دلسے ٹہک گیا

اللہ رے جوش گریہ حرماں شب فراق
دریا بنا جو آنکھہ سے آنسو ٹپک گیا

مقتل میں غیر کیوں نظر آتا نہیں ہی آج
کیا امتحان کا نام سُنا جو کہسک گیا

آیا نہ وعدہ کرکے بہی وہ بدگماں آج
کیا جانی کس خیال سے رستے میں اٹک گیا

صیاد کا یہ خوف ہی بلبل کے ہوش اُڑی
گلزار میں اگر کوئی پتّا کہڑک گیا

بجلی سی ایک کوندہ گئی اپنی آنکھہ میں
گوشہ نقاب یار کا جب کچھہ سرک گیا

پہرتا ہوں کوچہ کوچہ جو وحشی بنا ہوا
کیا جانی کس پری سے مرا دل اٹک گیا

مضمون نہ اس دہان و کمر کا ملا کوئی
پائی خیال اپنا تگ و دو میں تہک گیا

ای گل جو تیرا عارض رنگیں نظر پڑا
مرغ نگاہ صورت بلبل پہڑک گیا

کہنے تو ہاتہا پائی کسی سی ہوئی کہیں
یا خود بخود ہی آپکا دامن مسک گیا

یہ سچ ہے ہر کمال کو آخر زوال ہے
پختہ ہوا ثمر تو شجر سے ٹپک گیا

لپٹا لیا خیال میں اس گل کو جب کبھی
دامان شوق پہولوں سی لبریز ہو مہک گیا

ہر چند ہمنے ضبط کیا ان کے سامنے
بے اختیار آنکھہ سے آنسو ٹپک گیا

کبتک نہ بدزبانی دشمن کا دوں جواب
پیمانہ سنتے سنتے کلیجا ہی پک گیا

شیشہ کا کاگ کھلتے ہی وجد آیا شیخ کو
کمظرف کسقدر تہا کہ بو پر بہک گیا

پہنچا دیا فلک پہ مجھے مہر یار نے
ہمرنگ آفتاب یہ ذرہ چمک گیا

شوراب اشک سے ہوئی کیا تیز دل کی آگ
چنگاری شعلہ بن گئی شعلہ بھڑک گیا

اس گل نے کی جو ناز سے گلشن میں کوئی بات
سمجھا یہ بلبلوں نے کہ غنچہ چٹک گیا

۹۳

حاصل ہوا قبول یہ فیض ضیا سے عشق
جسنے سنا کلام ہمارا پھڑک گیا

دلسے جاتی نہیں ساقی ہوس جام شراب
[illegible]

ہوش مستی میں کہیں ہے وہ کہیں جاتا ہے
جسکے قابو میں ہے ایک [illegible] جام شراب

حرمت دختر رز دیں ہے سفر میں مرے
[illegible] سمجھا ہوں بس [illegible]

روح بھی تن سے اگر میری نکل جائیگی
دلسے جائیگی نہ ہرگز ہوس جام شراب

سب سے پہلے سر کوثر ہمیں لیجائیگی
حشر کے روز ہماری ہوس جام شراب

پیٹ سے پاؤں نکالیں سر محفل حضرت
تا لب شیخ جو ہو دسترس جام شراب

مے نہیں ملتی جو عسرت میں ملانوشوں کو
خون دل پیتے ہیں وقت ہوس جام شراب

جیتے جی ہاتھ سے چھوٹیگا نہ میرے ساغر
جان جائیگی دم باز پس جام شراب

مجکو معلوم ہے ساقی مری دریا نوشی
خم کے خم لاکے پلا جام پس جام شراب

محتسب دست درازی کی نہ جرأت کرتا
ہوتا ساقی جو کوئی دادرس جام شراب

حسرت مے میں پئے گھونٹ لہو کے ہمنے
لب چبائے عوض نقل پس جام شراب

کیوں نہ یہ اسکے اشارہ پہ چلے رہتی ہے
دست ساقی میں عنان فرس جام شراب

ق

میں ہوں وہ رند کہ ہیں مرگ بھی میخانے سے
جانے دیگی نہ کہیں بھی ہوس جام شراب

جسم کی جال سے چھوٹے بھی اگر طایر روح
پھنس کے رہجائے درون قفس جام شراب

اس کف خاک کی تقدیر کا اللہ رے عروج
تا لب یار ہوئی دسترس جام شراب

بزم رنداں سے نکلوائے گئے یوں زاہد
دور کر دیتے ہیں جیسے مگس جام شراب

بعد مردن بھی نہ چھوٹیگا یہ چسکا مجھے
ساتھ لیجاؤنگا دلمیں ہوس جام شراب

پاس میخوارونکے ہے بال ہما سے بڑھکر
وقعت سایۂ بال مگس جام شراب

۱۶	اس سے بڑھ کر نہیں نادان جو سمجھانے میں آ کے اے عشق کرے پیش وہیں جام شراب	۹۵

چہرے میں آ گئے ہیں جو آثار آفتاب — ہم بھی ہیں مثل ذرہ پرستار آفتاب

اندیشہ تیرگی لحد کا بھی کوئی — لونگا جگر کے داغ سے میں کار آفتاب

دیکھا جو آنکھ اُٹھا کے چکا چوند ہو گئی — اس روئے پر ضیا میں ہیں انوار آفتاب

دیکھا جو اسکے روئے مخطط کی یاد میں — سمجھا کرن کو میں خط رخسار آفتاب

پرتو پڑے جو عارض تابان یار کا — ہو جائے سرد گرمی بازار آفتاب

قائل یہ کیوں عدو ہو مرے دل کے داغ کا — کرتا نہیں ہے کوئی بھی انکار آفتاب

اُلٹے نقاب وہ رخ پر نور سے اگر — ہو وقت شب کسی کو نہ انکار آفتاب

بوسوں کو بھی ترستے ہیں عشاق الفلک — رخسار یار ہو گیا رخسار آفتاب

طالب جو تھا تو وہ شب ہجر ہو گیا — اے میرے جان طالب دیدار آفتاب

یہ کیا چمک کے برق کی صورت نکل گیا — اے شوخ تجھکو چاہیے رفتار آفتاب

ہر طرح چاہتا ہے بدلنے کو آسمان — سکہ سے میرے داغ کے دینار آفتاب

مشتاق روئے یار تو نکلے ہزار ہا — نکلا نہ کوئی تشنہ دیدار آفتاب

رفعت کو بام یار کی جب دیکھتا ہے یہ — گرتی ہے آکے پاؤں میں دستار آفتاب

آثار روز حشر سے عاشق کو کم نہیں — صبح شب وصال بھی آثار آفتاب

اے شوخ کو جو گردیوں سے تجھکو واسطہ — گردش یہ روز کی ہے سزاوار آفتاب

۱۲	مطلع سے کیوں طلوع نہ مضمون نور ہو اے عشق اس غزل میں ہے تکرار آفتاب	۹۶

کس رنگ ماہ کا ہے خریدار آفتاب — پھرتا ہے در در کیوں سر بازار آفتاب

اس آسمان حسن کے ہیں دونوں زرخرید
مہتاب ہے غلام پرستار آفتاب

اس روئے تابناک کا جس پر پڑا ہو عکس
بے شبہ ہے وہ روزن دیوار آفتاب

کیا اس سے تیرے عارض تابانکو دوں مثال
منہ دھونے کا ہے طشت طلا کار آفتاب

کثرت سے آفتونکی ملاؤنکا ہے ہجوم
کیا پائے رو بہر مرے یار آفتاب

شب نے لف حال نجم ہے اور ہلال ہے
سیمائے یار صبح ہے رخسار آفتاب

چلنے دے پھر فلک کی نہ اے فتنۂ جہاں
سیکھے جو تجھسے شوخی رفتار آفتاب

تیرے کمال حسن کو اے شوخ دیکھکر
کرتا ہے اپنے نقص کا اقرار آفتاب

تاب جمال مانع دیدار یار ہے
گویا ہے درمیان میں دیوار آفتاب

گردوں نثار پرتو رخسار یار کرد
درکف گذاشت صورت دینار آفتاب

روکش ہو تو در راہ میں اے آسماں اگر
افتد ز بام طشت طلا کار آفتاب

۱۷	واقف مرے فروغ سے اے عشق ہو اگر لے دوں کی نہ جرح پہ زنہار آفتاب	۹۷

پرتو فگن ہو جو وہ مہ رو مثال آفتاب
آنکھ سے ذرونکے گر جائے جمال آفتاب

رخ ترا چمکے چمن میں گر مثال آفتاب
پھر ہو سورج مکھی محو جمال آفتاب

دیکھنے ہی کیلئے ہے یار کے قابل نہیں
کیا کرے لیکر کوئی حسن و جمال آفتاب

میرے داغ دلکی لائیگا کہاں سے آب و تاب
زرد ہے بدرنگ ہے ناقص ہے لال آفتاب

تو بھی مہر حسن ہے ذرہ نوازی شرط ہے
کوئی پرتو خاکسارونپر مثال آفتاب

محو آرائش ہے کوئی اور ہیں سکتے میں ہم
آئینہ میں جلوہ گر ہیں خط و خال آفتاب

اے فلک وہ خاکساران محبت کی ہے خاک
جسکے ذرونکو نہیں شوق وصال آفتاب

ہیں نہ اسکے گیسو و ابرو نہ چشم و خال و خط
کونسی صورت پہ چمکا پھر جمال آفتاب

کیوں نہ دے تیرے [illegible] آتشیں / ہو تم [illegible] ہوتا ہے خیال آفتاب

منہ چھپاتے ہیں لئے بہت جو تیرے عارض پر ہوکے / حوصلہ کیا ماہ کا ہے کیا مجال آفتاب

کیا غبار خاطر اغیار سے میرا زیاں / خاک ڈالے سے نہیں چھپتا کمال آفتاب

زرد روئی اسکی تیرے روئے روشن کے حضور / ہوگئی بیشک دلیل انفعال آفتاب

کو رنگیں صورت خفاش حاسد چھپ گیا / نام میرا جب ہوا روشن مثال آفتاب

ماہ نو کا چاہیئے کاسہ مجھے اے آسماں / ساقی عالی نظر سے ہے سوال آفتاب

خاکساران محبت سے چھپیگا تو کہاں / ذرے ذرے سے وہاں روشن ہے حال آفتاب

خط شبگوں سے صفائے صبح رخ جاتی رہی / شب کے آنے سے ہوا زائل جمال آفتاب

٩٨	شد ز فیض سجدہائے آستان مہ رخاں عشق بر داغ جبینم احتمال آفتاب	١٨

کہاں ہے بادہ کہ [illegible] شراب / گرد [illegible] آگے تو تسنیم روبروئے شراب

خدا کرے نہ ہو زاہد کو آرزوئے شراب / بیشک آب بہاری کا آبروئے شراب

وہ آنکھ ہی نہیں ساقی نہ ہو جو سوئے شراب / نہیں وہ دل نہ ہو جس میں آرزوئے شراب

مراد مند ہو سر کو تر آبروئے شراب / شد است خضر رہ عقل جستجوئے شراب

وہ تر دماغ ہیں اے شیخ خشک بادہ گسار / ہزار کوس سے آتی ہے انکو بوئے شراب

بیٹھے ہیں خوب یہ مضمون دور کا سوجھا / پیالہ ہے مہ نو آسمان سبوئے شراب

دعائیں دیگی ہزاروں کلال کو مری روح / بنائیگا جو مری خاک سے سبوئے شراب

خدا نے دی ہے عجب طرح کی کشش اسکو / کہ کھنچ کے جاتا ہے دل اپنے آپ سوئے شراب

وہ شور بخت ہوں میخانۂ جہاں میں ہیں / نشہ سے [illegible] دیکھا کبھی جو ہے شراب

فراق ساقی خوش چشم میں ہوئی ہے رواں / بجائے اشک مری چشم تر سے جوئے شراب

وہ بادہ خوار سیہ مست ہوں کہ بعد فنا / مرے مزار سے آتی رہیگی بوئے شراب

برا ہو محتسب روسیاہ کا یا رب / اتار ہی اسنے سر بزم آبروئے شراب

کہاں کا شیشہ صراحی کدھر کی کیسا جام / لگا دے منہ سے مرے ساقیا سبوئے شراب

بجائے وعظ سنا کیجے قلقل مینا / میاں شیخ سے بڑھکر ہے گفتگوئے شراب

ہوس کباب کی کردیگی میرے دلکو کباب / لہو پلائیگی حسرت میں آرزوئے شراب

ستائیگی جو سر حشر ہم کو تشنہ لبی / بہ لطف ساقی کوثر بہیگی جوئے شراب

ابھی تو وا ہے مری آنکھ مثل ساغر مے / چلا تو لیکے کدھر ساقیا سبوئے شراب

۹۹	عجیب عشق ریاکار تیرا مشرب ہے کہ توبہ لب پہ ہے دلمیں ہے آرزوئے شراب	۱۳

بلبل کا فصل گل میں کیا آشیاں خراب / صیاد بد نہاد کا ہو خانماں خراب

یوں میں بچھڑکے اس سے ہوا خانماں خراب / جیسے غبار راہ میں کارواں خراب

خانہ خراب اس بت آوارہ نے کیا / اپنے مکان سے مجھے تا لامکاں خراب

کھائیں سگان کوچۂ دلبر لے شکر ہے / بعد فنا ہوئیں نہ مری ہڈیاں خراب

کیا اوس نے پر گلی ہے چمن پر ہزار حیف / بلبل کے پر ہیں صورت برگ خزاں خراب

ہم دل جلے بلا کے ہیں کیا اسکی کائنات / اک آہ میں ہو گنبد ہفت آسماں خراب

اسواسطے ہے نازش عشاق نارسا / تا سقف عرش کو نکرے یہ دھواں خراب

کہتا ہے چارہ گر بھی کہ اچھے نہیں ہیں طور / حال مریض عشق ہے اب مہرباں خراب

ہیں یہ سگان کوچۂ جاناں کے واسطے / اے غم گھلا گھلا کے نکر استخواں خراب

مجھ جبہ سا کو اسنے یہ اچھا صلا دیا / کہتا ہے مفت گھس کے ہوا آستاں خراب

اے فتنہ گر خرام ہے تیرا خرام حشر / ہر نقش پا سے کیوں نہو نقش جہاں خراب

قاصد کا کچھ پتا ہی نہیں کس سے پوچھیے | کیا جانے پھر رہا ہے کہاں نیسے کہاں خراب

۱۰۰	اے عشق تجھکو ڈھونڈھنے جائے کوئی کہاں تیرا کہیں پتا ہی نہیں اے خانماں خراب	۱۲

عاشقوں کو ہے اسکی پروا کب | جان جائے رہے نہیں مطلب
کل سویرے ہی سے چلے جانا | اور رہ جاؤ آج شب کی شب
مجھسے روٹھا ہے دل منا لو اسے | تم کو آتے ہیں دلبری کے ڈھب
دوستا ایدل نہیں کسی کا کوئی | اپنے مطلب کے آشنا ہیں سب
دل ناداں نہ بات کہو اپنی | وہ سُنا کرتے ہیں کسی کی کب
بے بلائے بھی دوڑے آتے ہیں | انکو مطلب کی سوجھتی ہے جب
پہنچے اس بت کے پانو تک سر عجز | دسترس یہ نصیب ہو یارب
صورت شمع بزم عالم میں | اور مہماں ہوں میں آجکی شب
حشر میں حشر کیوں نہ ہو برپا | تیری آمد کے منتظر ہیں سب
دل چرائے کے تیری چتون کو | کیسے سیکھے ہیں یاد کیسے ڈھب
تھا تبسم نسیم کا جو نکا | اس گل تر کے ہل گئے کچھ لب

۱۰۱	پاک ہے اس کا دل خدا کی قسم ہے تو رندانہ عشق کا مشرب	۱۴

لوٹتا ہوں ادہر ادہر بیتاب | ہجر کی شب ہوں کسقدر بیتاب
خط میں لکھی جو دل کی بے چینی | ہو گیا مرغ نامہ بر بیتاب
ہو گئے ایک عشق کے ہاتوں | ہم ادہر اور وہ ادہر بیتاب
صبر کا نام سن کے ناصح سے | ہو گیا میں زیادہ تر بیتاب

تیرے وعدے نے حشر ہی ڈھایا
شوق دیدار بھی قیامت ہے
عشق میں صبر ہی اےدل شرط
خوب تاثیر درد دل نے کی
مجکو کرتی ہے اور رور غم
دم نکلتا ہے ٹھیرو کوئی دم
حشر ڈھاے نہ دلکی بے چینی
وعدۂ حشر دور ہے ایدل
کیسی تسکیں ہیں تو اور سوا

شام سے تھا میں تا سحر بیتاب
صورت دل ہے ہر نظر بیتاب
کوئی ہوتا ہے اسقدر بیتاب
مجھسے بڑھکر ہے چارہ گر بیتاب
میری فریاد بے اثر بیتاب
جاؤ مجھکو نہ چھوڑکر بیتاب
اسکو اے یار تو نکر بیتاب
ہوا بھی سے نہ اسقدر بیتاب
ہوگیا اس کو دیکھکر بیتاب

۱۰۲	آئے گا وہ ضرور آئے گا عشق ہو تو نہ اسقدر بیتاب	۱۹

خم کے صدقے میں پلا دے ایک دو ساغر شراب
ساقیا دیں گے دعائیں تجکو ہم پیکر شراب
پھر بہار آئی ہے پھر کھیچے لگی گھر گھر شراب
بادہ کش پھر مستیاں کرنے لگے پیکر شراب
ہاتھ آئے گی طفیل ساقی کوثر شراب
حوض کوثر پہ پئیں گے خوب ہم چیک کر شراب
عسرت عالم کے ہاتوں ہوگیا نشہ ہرن
اب دوا کو بھی نہیں ملتی ہے چلو بھر شراب
بہکی بہکی باتیں رندوں سے نہیں بیوجہ آج

حضرتِ واعظ کہیں سے آئے ہیں پیکر شراب
اسکی خوبی اسکی کیفیت کہوں میں تجہہ سے کیا
تونے دیکھی ہی نہیں ہے زاہدا کبھی پی کر شراب

وصل کا اُٹھتا مزہ ہوتا اگر دشمن نہ ساتھ
بیخود و بدمست وہ آیا تو تھا پی کر شراب

خم کا خم منہ سے لگا دے رند دریا نوش ہوں
کیا کروں گا لیکے ساقی ایک دو ساغر شراب

ہے مغاں بادہ کش کا آج کل یہ حکم عام
طفل کو ملوائے بدلے شیر کے مادر شراب

پیتے پیتے پڑ گئی ہے اس کی عادت ایسی کچہہ
خون دل پیتا ہوں میں ملتی نہیں ہے گر شراب

میکدے میں یاد آتی ہیں جفائیں اسکی جب
محتسب کو گالیاں دیتا ہوں پی پیکر شراب

دیکھئے کس کس کا دل پھر گزک بریاں کرے
مُنہ لگی ہے اس ستم سفاک کے کافر شراب

کچہہ خمارے سے اے ساقی نہیں دوران سر
کہا رہی ہے کاسہ سر میں مرے چکر شراب

کشتی مے سے کنارہ کش ہے کیوں اے شیخ تو
کیا ڈبو دے گی تجھے یہ ایک چلو بھر شراب

کیا تنک ظرفی سے ہے کمبخت کی مٹی پلید

مستیج کو آتو بتا دیتی ہے جلوہ شراب

ایسی عالی ہمتی کی بات اے ساقی نہ کہہ

ہم بلانوشوں کو دیگر ایک دو ساغر شراب

کیوں نہ رکھیں شاہد پردہ نشیں ہم اسکا نام

خم کے اندر رہتی ہے یا شیشہ کے اندر شراب

نار دوزخ سے بچانے کی مجھے تردامنی

صاف دہو دے گی مرے اعمال کا دفتر شراب

غم نہ کہا اے عشق اپنی تشنہ کامی کا ذرا

دیں گے تجکو حشر کے دن ساقی کوثر شراب

۱۰۳	ردیف یاے فارسی	۱۴

رشک بری ہیں غیرت غلمان و حور آپ

اسطرح ہمسے رہتے ہیں کیوں دور دور آپ

ٹھہرائے ہمیں کو نہ ملزم جناب شیخ

بیہوش ہوتی صورت موسیٰ تمام خلق

آبحیات خضر مبارک تمھیں کو ہو

اے شیخ اسکی ذات رحیم و کریم ہے

بندہ نواز ہم کو نہ جراءت دلایئے

ہم زندہ دفن ہوتے اگر جانتے یہ بات

تا پایہ اخسن ہے وہ دنگا ہے شباب

یہ وعظ و پند حضرت ناصح قبول ہے

کیا آپکو کہوں میں سراپا ہیں نور آپ

سمجھے ہیں کیا جو کرتے ہیں اتنا غرور آپ

ہم عاشق صنم ہیں تو شیدائے حور آپ

پر تو فگن جو ہوتے سر کوہ طور آپ

ہم بادۂ فنا کے ہیں پیاسے سے بچور آپ

ہوجائینگے معاف ہمارے قصور آپ

پہر معاف کرکے عدو کا قصور آپ

آئینگے پہر فاتحہ سوئے قبور آپ

کرتے ہیں کس گھمنڈ پر اتنا غرور آپ

پاتے ہیں تیری عقل میں بھی کیا فتور آپ

عشق و وفا میں شہرۂ آفاق ہم ہی ہیں
مشہور حسن میں ہیں اگر دور دور آپ

اچھا ہوا کہ بھول گئے وعدہ رات کا
آتے تو ساتھ لاتے عدو کو ضرور آپ

پھندے سے عشق کے مجھے یہ کیا چھڑائیگا
اسمیں پھنسا ہوا ہے دل ناصبور آپ

بجلی نہ میرے خرمن دل پر گرائیے
معلوم ہے کہ ہیں شرر شمع طور آپ

شایاں رحم کون ہے سکئے جناب شیخ
سرتاپا گناہ ہو نہیں بے قصور آپ

دو گے سزائے بوسۂ چشم اور مجھکو کیا
زخموں سے تیغ ناز کے ہوں چور چور آپ

ناداں نہیں کروں میں جو جنت کی آرزو
گھر آپ کا ہے خلد بریں اور حور آپ

ہے ایک میرا آپکا مشرب جناب شیخ
میں مست مے ہوں بادۂ عرفاں سے چور آپ

١٢	جس دن اٹھے جنازۂ عشق و وفا پرست کندھا نہ دیں نہ دیں مگر آئیں ضرور آپ	١٠٤

گلشن حسن سے بڑھکر نہیں گلزار کا روپ
لالہ و گل میں کہاں ہے ترے رخسار کا روپ

کھب گیا آنکھوں میں کچھ ایسا مرے یار کا روپ
گر گیا نظروں سے ہر شوخ طرحدار کا روپ

خط نکلنے سے بھی بگڑا نہ مرے یار کا روپ
شان رخ ہے وہی اب تک وہی رخسار کا روپ

جلوہ گر ہے جو ترے رخ کی تجلی سر بام
جلوۂ طور کو شرماتا ہے دیوار کا روپ

خار ہیں گل کی جگہ جیسے ہیں بلبل کے عوض
کیا سے کیا جاڑے ہی میں ہوا گلزار کا روپ

باغ عالم میں نہیں خار سے خالی کوئی گل
بگڑے کیوں خط کے نمو سے ترے رخسار کا روپ

ٹوٹ جائے نہ کہیں رشتۂ جان عاشق
قہر ہے دوش پہ لٹ سے ترے زنار کا روپ

خار ہر پھول ہے ہر برگ ہے دست افسوس
دیکھیے چشم حقیقت سے جو گلزار کا روپ

حال ایوان جناں شیخ سے سنکر اے حور
پھر گیا آنکھوں میں تیرے در و دیوار کا روپ

بیٹھ ہٹ کر مجمع رنداں میں خدا لے واعظ
یہ بگاڑینگے ترے جبہ و دستار کا روپ

آئیگا شوخیوں کا رنگ کہاں سے آئیں	حوریں جنت کی بہریں لا کہہ مرے یار کا روپ

۱۰۵	قابل دید ہے لے عشق ہمارا تن زار گل تر کی ہے نزاکت کمر یار کا روپ	۱۷

آگاہ حسن کے جو نہیں ہیں اثر سے آپ	آئینہ دیکھئے کبھی میری نظر سے آپ
مانا کہ ضد سے میری نہ نکلیں گے گھر سے آپ	محشر کے روز آئینگے آخر کدہر سے آپ
ہوتا سرشک غم میں ہمارے اگر اثر	ہر قطرہ کو سمجھتے زیادہ گہر سے آپ
ہے رد ر بھی مواتب غم کی طرح سیاہ	کیا فائدہ جو ڑکے ہیں شمس و قمر سے آپ
مٹتے ہیں مثل نقش قدم رہروان شوق	وا منکشاں گذرتے ہیں جب رہگذر سے آپ
احسان چشم شوق کا مانوں نہ کس طرح	آتے ہیں میرے دلمیں اسی رہگذر سے آپ
احسان ہو کسیکا گوارا نہیں اسے	ہے احتراز میری دعا کو اثر سے آپ
رہ رہکے ملنے پوچھ رہا ہوں کسیکا حال	حالانکہ بیخبر ہو نہیں اپنی خبر سے آپ
دلت پسند سنگ گوارا ستم قبول	اٹھوائیے مجھے نہ کبھی اپنے در سے آپ
سر پھوڑنے کی ملتی ہمیں داد کچھ نہ کچھ	در پر جو آکے دیکھتے اپنی نظر سے آپ
بے سوچے باندہئے نہ کمر قتل عام پر	واقف نہیں نزاکت موئے کمر سے آپ
ہے نقش دلکے آئینہ پر حسن دلفریب	گو دیکھنے کو دور ہیں میری نظر سے آپ
ٹل جائیگا زمانہ ٹلیں گے نہ ہم کبھی	ٹالیں ہزار وعدۂ شام و سحر سے آپ
ہے سست جنت میں عمل ہر مآب تا بکا	روغن ضرابد رہے ہیں شمس و قمر سے آپ
فریاد بوالہوس بھی نہ بیکار جائے پھر	واقف اگر ہوں میری فغاں کے اثر سے آپ
فریاد سے مچائینگے اک شور ہم بھی روز	اچھا ہے باز آئیں نہ گر اپنے شر سے آپ

۱۰۶	لازم ہے عاشقی میں میاں عشق صبر بھی	۲۲

اٹھے مرا دیوا جاتا ہے
وصل میں اتنے نہ شرمائیے آپ

کبتک انکار کہاں تک یہ نہیں
مہرباں آج تو منجائیے آپ

جاں آئی ہے لبوں پہ میری
اتنو بوسہ کوئی دے جائیے آپ

ہے جو آپ میں مراکت مانع
اپنے گھر ہی مجھے بلوائیے آپ

حال سب کیسے ہے بیمار وفا
اس کا چارہ کبھی فرمائیے آپ

میرے مرنے میں کچھ اب دیر نہیں
دم کی دم اور ٹھہر جائیے آپ

غیر کے گھر سے ملا ہے مرا گھر
اس طرف بھی کبھی آجائیے آپ

میں نے ان سے جو کہا مرتا ہوں
بولے اچھا تو ہے مرجائیے آپ

چپ ہیں کیوں سنکے سوال بوسہ
ہاں نہیں کچھ بھی تو فرمائیے آپ

ہم بھی دنیا سے سفر کرتے ہیں
جانا ہے آپکو گھر جائیے آپ

وصل کا وعدہ جو منظور نہیں
صاف انکار ہی فرمائیے آپ

کیا بلا ہوں جو لپٹ جاؤنگا
دیکھکر مجھکو نہ گھبرائیے آپ

ایسی کیا جلدی ہے گھر جانیکی
رات کی رات تو رہ جائیے آپ

چھیڑکر میرے دل مضطر کو
جان پر قہر نہ برسائیے آپ

حسرت قتل میں رکھکر مجھکو
ذبح سے پہلے نہ تڑپائیے آپ

غیر کو دے کے جگہ پہلو میں
مجھکو محفل سے نہ اٹھوائیے آپ

کیسی ہوتی ہے عنایت کی نظر
اک نظر مجھکو دکھا جائیے آپ

زہر مینا بھی گوارا ہے ہمیں
آئیگا گھر ہے ہمارا گھر بھی

اپنے ہاتوں سے جو پلوائیے آپ
حسین جب آئے چلے آئیے آپ

مرحوان لب شیریں ہے عشق
شیریں کچھ اسے کہلوائیے آپ

١٠٧	ردیف تائے قرشت	١٧

رونق فزود میکدہ ہے شیخ دیں پرست
توبہ ہے ایسے شخص کی توبہ ہوئی شکست

اٹھونگا روز حشر بھی سرشار اور مست
لائیگا تازہ رنگ خمار مئے الست

مجکو نہیں ہے خواہش قصر زمردین
یارب نصیب خلد میں ہو کوئی دارالست

ایام ہجر ہوں کہ زمانہ وصال کا
ہر دور میں شراب محبت سے ہوں میں مست

بیفکر مجکو میرے توکل نے کر دیا
کچھ رنج نیست کا ہے نہ ہے ابتہاج ہست

دیکھے سمند وحشت دلکی جو ترکتاز
صحرا میں بھولے آہوئے وحشی بھی اپنی جست

انسان کیا نہیں ہے فرشتو نکا بھی گذر
کوچہ میں اسکے آجکل ایسا ہے بند وبست

اللہ رے فیض ابر بہاری کہ شیخ بھی
بے مے پیئے ہی جھوم رہا ہے برنگ مست

ہونا گوار خاطر انسان نہ کیوں کبھی
مچھلی کو بھی نہیں ہے سمندر میں تاب شست

اس اٹھ گئے وہاں کے ادب قاعدے تمام
محفل میں اسکی پہرنا کس کی ہے نشست

دامن بچا کے جا نہ سکا قاتل ستمگر
آخر لہو سے ہوگئے آلودہ جیب ودست

پیر مغاں چھپاتا ہے کیوں محتسب سے تو
ایسی کہاں کی دختر رز ہے یہ گھر گرست

کیونکر بچاؤں ہاتھ سے اسکے میں نقد دل
دزد حنا ہے ایک ہی چالاک تیز دست

آپ اپنے حسن صاف کا ہے محو دیکھئے
آئینہ نے بنایا ہے اس بت کو خود پرست

ہیہات اپنے ہاتھ وہ آکر نکل گیا — کیا عمر بھر نہ کاٹئے دانتوں سے پشت دست
میں سرخرو ہوا تو وہ غیرت سے کٹ گیا — مقتل میں تھی میری فتح عدو کی ہوئی شکست

۱۰۸	رکھ یاد دیکھ سال کے راہ وفا میں عشق سالک کو ہے ضرور خیال بلند و پست	۱۲

اس دہن کی نہ سمجھ میں آئی بات — شاعروں نے بہت بنائی بات
منہ ہی منہ میں چبا کے رہ گئے وہ — جیسے کپ چکی تھی مٹھائی بات
درد دل کچھ نہ کہہ سکا ان سے — ضعف سے تا لب نہ آئی بات
نکتہ چینی سے نکتہ چینوں سے — دہن یار کی بڑھائی بات
معرفت کی گر ملے ابھی پی لیں — شیخ جی کی ہے پارسائی بات
خوف افشا سے اپنے لب کو بھی — ہنسنے جی کی نہ کچھ بتائی بات
ظرف لازم ہے میخوری کے لئے — لب ساغر کی مجکو بھائی بات
ذکر جنت نہ چھیڑا سے واعظ — ہے یہ اپنی سنی سنائی بات
پاس اس شوخ عربدہ جو کے — کھیل جھگڑا ہے اور لڑائی بات
غیر کے نام سے پیام دیا — کوئی مجھ سے نہ جب بن آئی بات
غیر کی بات ہو گئی جھوٹی — یار سچے ہوئے بن آئی بات

۱۰۹	فیض اصلاح ولغ سے اے عشق شاعری میں یہ تو نے پائی بات	۱۸

اہل ظلم جو ہیں شوخ پریزاد بہت — ڈھونڈتی پھرتی ہے تاثیر کو فریاد بہت
بند زنجیر میں کس کسکو کرے گا حداد — تیرے دیوانے ہیں ملے شوخ پریزاد بہت
حبذا جوش جنوں فیض قدم سے تیرے — میرا ویرانۂ دل ہو گیا آباد بہت

اے اجل تو کوئی معشوق بیزار نہیں
عاشقی ہوتی اگر سہل تو ہو تے پیدا
رنگ لائے نہ کہیں نعمہ سرائی تیری
ایسا حاسار کوئی پہر ہیں ملنے کا اسے
تجکو اے شوخ جو آنا ہیں منظور تو پہر
مرگیا ہیوڑ کے سر اٹھ نہ سکا اس سے یہ بوجھ
تجھیں جو بات ہے وہ ادر میں اے شوخ کہاں
کس لئے ہو کسی دلدار کے چھٹنے کا ملال
غیر کی بیش نہ جائیگی شرارت کوئی
آفت عشق سے بڑہکر نہیں آفت کوئی
حوصلہ ہی کیوں ہو حسب کرتے ہیں وہ عدو وصل
گر پڑے سر یہ نہ اے اہل زمیں سقف فلک
ماہ مدام ہے گردوں جفا پیشہ کا
کوئی حاجت نہیں آرائش گوناگوں کی

کیوں شب ہجر پہر آتی ہے مجھے یاد بہت
قیس و نل سیکڑوں اور وامق و فرہاد بہت
مرغ بستاں ہیں تری گہات میں صیاد بہت
قتل کر کے مجھے پچتائیگا جلاد بہت
کیوں ستاتی ہے مجھے آکے تری یاد بہت
دلکا کچا تہا محبت میں جو فرہاد بہت
جوروش یو نہیں تو ہزار دل ہیں بیزار بہت
دل سلامت ہے تو معشوق پریزاد بہت
میرے دیکھے ہوئے ہیں ایسے تو آزاد بہت
حضرت دل یہ بری ہوتی ہے افتاد بہت
ہو گیا ہے خوشی سے دل ناشاد بہت
اگلے وقتوں کا ہے بوسیدہ ہے بنیاد بہت
ظلم تو دور میں تیرے ہوئے ایجاد بہت
تجکو اے بت ہے ترا حسن خداداد بہت

۲۷	عشق اب وادیٔ غربت ہے پہرو سوے وطن کرتے ہونگے تمہیں سب اہل وطن یاد بہت	۱۱۰

انگیا ہے چست کرتی ایسی پیرہن درست
وعدہ ہو تیرا کیا بت بیاں شکن درست
آئی بہار ہو گیا سارا چمن درست
چھنے کانٹے کو نہیں کہتے عاشقی

کیا جامہ زیبوں سے ہے وہ گلبدن درست
ملتا نہیں کسی کو نشان دہن درست
لیکن ہوئی نہ نرگس بیمار خند رست
تجھسے نہوگا کام یہ اے کوہکن درست

مشاطۂ بہار نے کیں دستکاریاں
دلہن کے بہر ہوئی ہے عروس چمن درست

یوں ہوسکو ہوا کئے وعدے ہزار ہا
نکلا مگر نہ وقت پر انکا سخن درست

ٹھہرا دیا کفن کو شہیدوں نے ناپسند
آیا نہ انکے جسم میں یہ پیرہن درست

بے سود چارہ گری ہیں سب چارہ سازیاں
ہوگا کبھی نہ عشق کا بیمار تندرست

میرا بیان سچ تھا کہ دشمن کی گفتگو
کیوں کسکا امتحان میں نکلا سخن درست

ہے داغہائے دل کی مرے بیخزاں بہار
رہتا ہر ایک فصل میں ہے یہ چمن درست

ہر رنگ سے قبائے ادا و حیا و ناز
سلتی ہے تیرے جسم میں اے گلبدن درست

جبتک رہیگا یہ دل آشفتہ اسمیں بند
ہوگی نہ تیری زلف شکن در شکن درست

کیوں دخل دیتی آکے اجل انکے بیچ میں
ہوتا اگر معاملۂ روح و تن درست

ٹوٹے نہ میکدہ میں ترے کوئی جام تنک
ساقی شکست سے رہے یہ انجمن درست

دنیا ہے بیسوا کرے اس سے کوئی عقد
اپنے طریق میں نہیں ہرگز یہ زن درست

پتھر کو پوجتا ہے جو معبود جان کر
تیرا مگر دماغ نہیں برہمن درست

نقشہ ہے میرے یار کا یہی نقش دلفریب
گیسو درست عارض و چشم و دہن درست

پھولوں نہیں سماتا ہے شادی سے باغباں
دیکھا ہے فصل گل میں جو رنگ چمن درست

اپنے سوا کسیکو سمجھتے نہیں یہ کچھ
مذہب میں خودپسندونکے ہے ما و من درست

تیشہ سے اپنے کاٹکے چھوڑا پہاڑ کو
تھا عشق میں جو عزم دل کوہکن درست

چلتا ہے راست بازوں سے ٹیڑھا فلک مدام
اس چالباز کا نہیں بالکل چلن درست

عاشق کیلئے بہی دل صدچاک چاہیئے
شانے سے کیا ہو زلف شکن در شکن درست

وہ فصل گل رہی نہ وہ مے نوشیاں رہیں
پھر ہو چلے ہیں زاہد توبہ شکن درست

۱۱۲	پھر گئی آنکھوں میں اس رشک قمر کی صورت	۱۲

عرش بریں سے بڑھ کے ہے رفعت میں بام دوست
ممکن نہیں جو پوچھے کوئی تا مقام دوست

دیر و حرم میں کچھ بھی نہیں شیخ و برہمن
سچ پوچھیے تو خانۂ دل ہے مقام دوست

ہے دل میں درد عشق بھی اس کا خیال بھی
غم کی جگہ کہوں میں اسے یا مقام دوست

خدمت کا فخر ہے نہ ہے اپنی دعا پہ ناز
اترا رہا ہوں اس پہ کہ میں ہوں غلام دوست

کیا آرزوئے زندگی جاودان کریں
ہم موت کو سمجھتے ہیں وصل دوام دوست

منعم دبا ہوا ہے تہ بار مال و جاہ
کیونکر اٹھائے ہاتھ یہ بہر سلام دوست

حسن ویری تھے تابع فرمان جو اس طرح
کندہ تھا کیا نگین سلیماں پہ نام دوست

رہتی ہے مجھ کو ظاہر و باطن اسی کی یاد
دل میں خیال دوست ہے لب پر ہے نام دوست

کیا جانے اسکے وعدہ کا ہوتا ہے کیوں یقین
آیت نہیں حدیث نہیں کچھ کلام دوست

ہر دم یہی ہے عاشق جانباز کی دعا

عالم میں سرخرو رہے یارب حسام دوست

آنکھوں میں ہے خیال میں ہے حافظے میں ہے
وہ ہر جگہ ہے دل ہی نہیں کچھ مقام دوست

١١٣ اے عشق میرے کام ہیں سارے ٹکے ہوئے
دشمن سا ہے حسب سے مدار المہام دوست

تھی مری گفتگو نشے کی بات
اس سے جانا کہے پتے کی بات

بات یارب نہ میری خالی جائے
لاکھ کی ہو یہی ٹکے کی بات

دیکھنے سے علاقہ رکھتی ہے
کیا کہوں شیخ میکدے کی بات

کیا سمجھتا تھا عرض مطلب پر
ہو گئی پھانسی مرے گلے کی بات

منہ ادھر لاؤ کان میں کہدوں
یاد آئی ہے اک مزے کی بات

آپ مانیں برا خدا کی شان
میں کہوں آپکے بھلے کی بات

سن کے کیا انکو آگ لگتی ہے
کسی مظلوم دل جلے کی بات

گفتگو وصل کی نہ بھولوں گا
تھی بڑے لطف کی مزے کی بات

آپ کیوں ذکر غیر پر جھینپے
کیا کوئی اسمیں تھی پتے کی بات

عاشقی اور صبر اے ناصح
یہ نہیں ہے مرے کیے کی بات

جام ہے اور میں نہ لوں ساقی
یہ بھی ہے کوئی پوچھنے کی بات

١١٤ عشق مرحوم کا نہ ذکر کرو
کیوں اکھیڑو گڑے دبے کی بات ٢٠

کعبۂ مقصود ہے میرے لئے ابروئے دوست
طائر قبلہ نما کیطرح دل ہے سوئے دوست

دیکھئے جس رنگ کو پیدا ہے رنگ روئے دوست
سونگھئے جس پھول کو اس میں ملتی ہے بوئے دوست

ہے ظاہر جیسے وہ روپوش تو کچھ غم نہیں
دل کے آئینہ میں ہے عکس رخ نیکوئے دوست

مصر میں یوسف کے میرے بھی کم نہیں
دامن باد صبا سے آرہی ہے بوئے دوست

داغ کا ہے عیب کیسا نقص اس میں خار کا
لالہ و گل کیا کریں دعوائے رنگ بوئے دوست

خستگان ناک کے زخم سے کٹتے ہیں دل
گور کی آغوش ہے انکے لئے پہلوئے دوست

عشق میں بھی اللہ اکبر حسن آتی ہے نظر
سبزدل ہے پریشاں صورت گیسوئے دوست

میری میت سر محشر تماشا ہو گئی
دیکھتے تھے سب مجھے میں دیکھتا تھا سوئے دوست

قتل کی حسرت میں تجھ تک اپنا مرنا ہے قبول
یہ نہیں منظور کہیں ساعد و بازوئے دوست

کس خوشی سے حال [illegible] ہے مری ہنگام ذبح
حلق پر تھا دست نازک سینہ پر زانوئے دوست

دفن کردیں لاش کو [illegible] یوں ہی آشنا
تا نہ میرے جسم سے دب جائے خاک کوئے دوست

تکیہ رکھ کے دباتا ہوں دل بیتاب کو
یاد آتا ہے شب غم مجھکو جب پہلوئے دوست

ان سے مت ہم حسر لیتے [illegible] اچھی طرح
کیا کریں چلتا نہیں بس درمیاں ہے روئے دوست

ہر قدم پر حوت پیدا ہے خرام ناز سے
فتنہ محشر ہے تجائے قد دلجوئے دوست

دیکھتے ہیں خط رخ کی آئینہ میں وہ بہار
یہ نہیں ہیں سبزہ زار حسن میں آیا ہوئے دوست

ذکر باغ خلد ہے [illegible] ذرا اٹھکر تو دیکھ
پر فضا ہے کیسی واعظ سرزمین کوئے دوست

دیکھئے بنتی ہے کب تک صحبت سوز و گداز
موم سے بھی نرم میرا دل ہے آتش خوئے دوست

عشق نے رنگ کدورت سے کیا ہے ایسا پاک
دیکھتا ہوں مثل دل کے آئینہ میں روئے دوست

۱۱۵	عشق میں ہوں دل کے بس میں دل ہے قابوئے دوست	۱۷

ظالم جو یہی ہے تری بیداد کی صورت | کیا زندگی ہو عاشق ناشاد کی صورت

شیریں کی محبت میں ہوا تلخ اسے جینا | تھی کس کو خبر ہوگی یہ فرہاد کی صورت

پھل پائے جہاں میں یہ بلا ہو کے سرافراز | ثابت ہے جو بے سرو کی شمشاد کی صورت

وہ دیکھ کے آمادہ ہیں آنے اٹھی چھری سے | بدلی ہے عجب رنگ سے بیداد کی صورت

اللہ رے مرا شوق شہادت کہ شب و روز | آنکھوں میں پھرا کرتی ہے جلاد کی صورت

کیا بلبل نالاں کے اڑے ہوش چمن میں | آئی جو نظر دور سے صیاد کی صورت

چھیڑے ترے سودائیوں کو بچپن جو نہیں | نشتر کا یہ منہ اور یہ فصاد کی صورت

زلفوں میں پھنسا لیتے ہیں عشاق کے دلکو | وہ دام لئے پھرتے ہیں صیاد کی صورت

کیا دور ہے اس عہد میں ہر طفل دبستاں | دعوائے سخن کرتا ہے استاد کی صورت

اپنے میں نہ آیا میں سر روز جزا بھی | بیخود یہ ہوا دیکھ کے جلاد کی صورت

وہ مارتے ہیں قتل سے مشتاق سمجھ کر | اک یہ بھی ہے میرے لئے بیداد کی صورت

کیوں دیکھ کے تجھکو حسینوں کے اڑیں ہوش | دی ہے تجھے خالق نے پریزاد کی صورت

خوگر وہ بناتے ہیں عاشق کو کسی کا | ہر روز بدل دیتے ہیں بیداد کی صورت

ناکام ہے محروم ہے تاثیر سے یہ آج | کل دیکھئے کیا ہو مری فریاد کی صورت

اے [illegible] پیا تری شوق سے معمور | ہر گوشہ دل خانہ آباد کی صورت

۱۱۶	سرمایہ صد ناز ہے اے عشق یہ دیوان پیارا مجھے ہر شعر ہے اولاد کی صورت	۱۹

تاثیر دکھائے جو مری آہ شرربار | کچھ اور ہی ہو چرخ ستمگار کی صورت

اس بت کی محبت نے بنایا مجھے کافر | ہیں ساری رگیں جسم کی زنار کی صورت

پہچا سا اسکا تو بڑی بات ہے ظالم
دیکھی نہیں جاتی ترے بیمار کی صورت

جا پہنچے جو ہم بھی سر محشر دم پرسش
اتنی سی نکل آئی ستمگار کی صورت

اے مہر لقا طالب دیدار پڑے ہیں
کوچہ میں ترے سایہ دیوار کی صورت

پھوڑیں کے تب وصل ہم اس سے ہی سر اپنا
تکیہ جو رہا بیچ میں دیوار کی صورت

دل چھین لیا اسنے مرا روز ازل ہی
اس جنس نے دیکھی نہیں بازار کی صورت

وعدہ بھی کیا ہے تو قیامت کا کیا ہے
اقرار میں ظالم کے ہے انکار کی صورت

کیا جرم محبت کو چھپائے کوئی عاشق
چھپتی ہی نہیں ایسے گنہگار کی صورت

جو دل سے نہو حسن کی تاثیر کا قائل
وہ دیکھ لے اس شوخ طرحدار کی صورت

خوش ہوں جو رسائی نہیں اس بزم میں میری
کیوں پیچ پڑے ہے دیکھ کے اغیار کی صورت

ہوتا ہے رکھائی سے ترے خشک مرا دم
کھنچا ترا اے شوخ ہے تلوار کی صورت

کہتا ہے عبادت کو مری آکے ستم گر
سمجھا تھا کہ کچھ اور ہے بیمار کی صورت

جنت میں بھی پڑ جاتے مجھے جانکے لالے
حوروں کی جو ہوتی مرے دلدار کی صورت

اچھے نظر آتے نہیں اس تند خو کے تیور
بگڑے نہ کہیں طالب دیدار کی صورت

سر پھوڑ کے مر جائیں ہے یہ ہم کو پس و پیش
بگڑے نہ کہیں اس در و دیوار کی صورت

دیکھ آئینہ انکار نہ کر وصل عدو کا
کیا ہو گئی کیا تھی ترے رخسار کی صورت

۱۱۷	ہم خفتہ نصیبوں کو کبھی خواب میں لے عشق آئی نہ نظر طالع بیدار کی صورت	۱۰

کیا ضرورت ہے کردوں میں جو تقاضائے بہشت
اسکا بندہ ہوں جسے کہتے ہیں آقائے بہشت
دل کے سب داغ ہیں غیرت وہ گلہائے بہشت

مجکو حاصل ہے شب و روز تماشائے بہشت
کس کو ہوش آئیگا دیکھے تیرے تماشائے بہشت
خار دیں گے دل عشاق کو گلہائے بہشت

ایسے اعمال کیا کئے ہیں اچھا ہے مآل
سند آنکھیں جو ہوئیں کھل گئے درہائے بہشت

تیرے کوچہ کو اگر دیکھ لے اسے غیرت حور
سر میں زاہد کے نہ باقی رہے سودائے بہشت

جیتے جی روضۂ احمدیہ مجھے پہنچا دے
تجھ سے کرتا نہیں یارب میں تقاضائے بہشت

عاشق اے حور ترے قامت بالا کے تمام
جاکے ٹھیریں گے نہ سایۂ طوبائے بہشت

مغفرت سوختۂ عشق کی اے حور نہ چاہ
کہیں کم بخت کی شامت سے نہ جلجائے بہشت

شیخ جی یاد رہے حرص بری ہوتی ہے
کہیں دوزخ میں نہ لیجائے تمنائے بہشت

سدہ عشق ہے یہ عشق ہے آزاد منش
فکر دور حکی ہے کچھ اسکو نہ پروائے بہشت

۱۷	ردیف تائے ہندی	۱۱۸

ہزار بار محبت میں یونہو کھائی چوٹ		بہی ہے جانپر اسکے کچھ ایسی آئی چوٹ

غیر آتا ہے جو محفل میں تو وہ ہائے غضب
مجکو اٹھ جانیکا کرتے ہیں اشارا جھٹ پٹ

ہاتھ گر دے یہ لگا جائے کے ایسا قاتل
ایک ہی وار میں ہو کام ہمارا جھٹ پٹ

ہے دم نزع رہا ہے ترے بیمار کا حال
مجکو آنا جو ہو آ شوخ دل آرا جھٹ پٹ

آئے وہ ماہ مرے گھر تو ہے ہی کچھ دن
ڈوبے قسمت کا چمک کر یہ ستارا جھٹ پٹ

صبح کو بھی نہوا اسکا کوئی وعدہ وفا
کبھی مشاطہ نے انکو سنوارا جھٹ پٹ

تیرے بیمار کا بچنا تھا بہت ہی مشکل
وعدۂ وصل ندیتا جو سہارا جھٹ پٹ

بات کھلتی ہے ترے دل کی ترے تیور سے
ہم سمجھ جاتے ہیں ابرو کا اشارا جھٹ پٹ

ہمنے آتے ہوئے دیکھی جو بلائے شب ہجر
ملک الموت کو گھبرا کے پکارا جھٹ پٹ

ہو لکر راہ جو اس سمت وہ آ نکلے کبھی
ہمنے بھی اجڑے ہوئے گھر کو سنوارا جھٹ پٹ

مر کے بھی دیر میں ہوگا دل مضطر ٹھنڈا
کشتہ ہوگا نہ مریجاں یہ پیارا جھٹ پٹ

بے اجل ہجر کے صدموں سے مرا جاتا ہوں
لے خبر اے ملک الموت خدارا جھٹ پٹ

آسماں سے جو اترتی ہے بلا کوئی نئی
وہ بتاتے ہیں پتا اسکو ہمارا جھٹ پٹ

۱۲۰ — ۱۷

کھیلکر نرد وفا عشق کیا دل نے تباہ
نقد جان ایک ہی بازی میں یہ ہارا جھٹ پٹ

ٹھیرا لیا ہے حسینوں نے اپنا شعار جھوٹ
پیدا کرے نہ خلق میں کیوں اعتبار جھوٹ

سچ کے سوا کہے نہ کوئی زینہار جھوٹ
کرتا ہے آدمی کو بہت بیوقار جھوٹ

آخر نہیں گے سچے ہمیں انکے سامنے
دشمن ہمارے حق میں کہے گو ہزار جھوٹ

چھیڑی کبھی جو اپنی محبت کی داستان
نکلا زبان یار سے بے اختیار جھوٹ

ہم سنتے سنتے کانوں سے معذور ہو گئے
لیکن نہ وہ تھکے ہے وہی بار بار جھوٹ

اللہ پردہ دار ہے کچھ پردہ در نہیں
فردائے حشر لذت دیدار یار جھوٹ

ہم نالوں سے ویسے اٹھائینگے ایک حشر
ہوگا جو انکا وعدہ شب انتظار جھوٹ

وہ اپنے دلکی بات جو کہدینگے راست راست
کھل جائیگا عدو کا مرا ایکبار جھوٹ

کیسی شراب خلد کہاں کی کدہر کی حور
باتیں ہیں یہ تمہاری زاہد پرہیزگار جھوٹ

افسانۂ راہ عشق میں ہیں سو قباحتیں
کہنا چہار فرشتوں سے زیر مزار جھوٹ

آیا نہ آئیگا کبھی وہ بر سر وفا
تاثیر آہ و نالۂ دل بیقرار جھوٹ

کہیے تو سر کو کاٹ کے رکھدیں حضور میں
اتنے نہیں ہیں آپسے ہم جاں نثار جھوٹ

اقرار وصل حیلہ ہے پیمان بوسہ مکر
وعدے سب انکے ہیں دل امیدوار جھوٹ

یونہی سہی کہ یار کا وعدہ تھا درست
عاشق کا جان دینا شب انتظار جھوٹ

کیا جانے تیرے وعدے میں ہے ایسی بات کیا
ہوتا نہیں کسیکو بھی یہ ناگوار جھوٹ

تجکو وفائے عہد کی ہو اس سے کیا امید
کہدے جو روبرو کے خدا بھی ہزار جھوٹ

اتقا یہ کی نگاہ سے بنتی نہیں ہے بات
اے عشق انکا وعدہ نہیں زینہار جھوٹ

۱۵	ردیف ثاء مثلثہ	۱۲۱

رحم کی ایسے توقع دل ناشاد عبث
عذر بے سود گلہ ہیچ ہے فریاد عبث

عشق شیریں میں یہ معلوم تھا کسکو پرویز
ہوگی اسطرح سے جاں کاوی فرہاد عبث

[illegible] کا کہ یہ انسانیت کو
کھینچ لائی ہے سوئے عالم ایجاد عبث

لے چلا پیشہ کے تیشے ہمیں ہم یاد رہے
جانیوالی نہیں مظلوم کی فریاد عبث

پہلی بیداد دل سے جا [illegible] تو مجھے ہو شیدہ
ظلم تازہ کی ہے فکر لئے ستم ایجاد عبث

[illegible] کیا خلق کریگا نہیں دم ہی مجھ میں
تیز سفاک کا ہے خنجر فولاد عبث

[illegible]

بے پر و بال ہوں میں اڑ کے کہاں جاؤنگا
نہ کرتا ہے قفس میں مجھے صیاد عبث

دشت و کہسار میں ملجائیگا کیا وہ معشوق
اے جنوں کرتا ہے تو کیوں مجھے برباد عبث

اب نہ وہ فصل بہاری ہے نہ تاب پرواز
مجھکو صیاد تو اب کرتا ہے آزاد عبث

باغ عالم میں تو سرکش ہوا کوئی نہال
پھر ہوس ہوونے پھلنے کی ہے شمشاد عبث

بھولکر بھی نہ کرے یاد جو برسوں میں کبھی
ایسے بے مہر کی اے دل ہے تجھے یاد عبث

بالکل ہی اسے دیکھا ہے جہاں دیکھا ہے
مانتے ہیں شعرا سرو کو آزاد عبث

وحشیوں کو ہے ترے رشتہ الفت ہی بہت
فکر میں طوق و سلاسل کی ہیں حداد عبث

۱۲۲	یہ کہاں اور کہاں یار کا دامن اے عشق خاک کو میری صبا کرتی ہے برباد عبث	۱۵

گئے حواس دل بیقرار کے باعث
نہ کوئی کام بنا اضطرار کے باعث

جفائے یار سے اسکا بھی کم نہیں ہے ستم
غضب میں ہوں میں دل بیقرار کے باعث

انہیں ہے جھوٹے بھی وعدوں سے احتراز اتنا
کہ یہ نہوں مرے صبر و قرار کے باعث

وفور اشک سے ہے خوف ڈوبنے کا مجھے
بنا ہے بحر ہوں اس چشم تار کے باعث

زبان تیغ سے بڑھکر رواں ہے میرا قلم
عدو دو نیم ہے اس ذوالفقار کے باعث

خیال ابروئے پرخم و بان جان ٹھہرا
دو نیم دل ہے اسی [illegible] انتظار کے باعث

بلند نام ہو عشق قد میں کیوں اتنا
ہوئی ہے شہرت منصور دار کے باعث

ہر اشک ہے در غلطاں ہمارا لفظ میں
[illegible] دندان یار کے باعث

ہزار بار ملے ملنے کو عدو سے ہم
ہوئے نہ صاف [illegible] دل پر غبار کے باعث

شب فراق مری جانکو کسی پہلو
ملا نہ چین دل بیقرار کے باعث

سیاہ ہے روز طرب یا شام غم اے چرخ
تری ہی گردش لیل و نہار کے باعث

جو اسکی چاہ نہوتی تو کیوں وہ ڈہاتے ظلم
ہوا ہے یہ دل بے اختیار کے باعث

شباب میں ترے رخسار کیوں نہ لائیں رنگ
چمن کا حسن ہے وصل بہار کے باعث

وہ ساری آگ لگائی ہوئی ہے نالوں کی
طپاں ہے برق دل بیقرار کے باعث

۱۷	ثواب سے جو بدلجائے کیا عجب اے عشق گنہ مرا کرم کردگار کے باعث	سنہ ۱۲۲۳

ظلم کرتا ہے تو اپنی جان پر اے دل عبث
جستجوئے یار میں ہے سعی لاحاصل عبث

یار کی بیداد کا شکوہ ہے لاحاصل عبث
دادرس ہی جب نہو فریاد پھر اے دل عبث

نیم جاں ہوں میں تڑپکر آپ ہی مر جاؤنگا
کر رہا ہے فکر میرے قتل کی قاتل عبث

جب عمل جسکا پڑا وہ اور دشمن بنگیا
محنتیں کیں منتیں کیں تیری اے عامل عبث

کشتگان ناز کر سکتے ہیں کیا دعوائے خوں
فکر روز حشر کی ہے تجکو اے قاتل عبث

یار بیڑا بحر الفت سے نہوگا تا بہ حشر
اے دل ناداں ہے تجکو حسرت ساحل عبث

کیا ضرر خورشید کو چشم بد خفاش سے
ہے پے دفع گزند روئے روشن تل عبث

ڈہونڈہنے پر بھی نہیں ملتا کبھی جسکا دہن
بوسۂ لب کا ہوں میں اس شوخ سے سائل عبث

زندۂ جاوید کشتوں کو اگر سن لے کبھی
قتل کو عشاق کے سمجھے مرا قاتل عبث

ایک تیری دشمنی سے ہوگیا ہے میری جاں
اتفاق باد و آتش ربط آب و گل عبث

وصل کا مانع نہیں پردہ حجاب و شرم کا
میرے انکے بیچ میں یہ چیز ہے حائل عبث

عشق کے دعوے میں تیری کامیابی ہے محال
اے دل ناداں تلاش حاکم عادل عبث

بیٹھ جائیگی نہ اسکی سخت جانی سے مری
تیز میرے قتل پر ہے خنجر قاتل عبث

ہاتھ آئیگی نہ شیریں جان شیریں دیکھیہی
ہے ترا سر پھوڑنا فرہاد لاحاصل عبث

داغ سے خالی نہ لالہ ہے نہ ماہ چاردہ
کون کہتا ہے رخ دلدار پر ہے تل عبث

ضرب تیغ ناز جاناں تجھسے اٹھنے کی نہیں
بوالہوس تو ہے صف عشاق میں شامل عبث

۱۵	بے وفا ہے بیمروت ہے کسیکا ہوگا کیا اس بت سفاک پر ہے عشق تم مائل عبث	۱۲۴

بے سوچے یوں نہ ایدل بے اختیار بحث
اس بدزباں سے ٹھیک نہیں بیشمار بحث

ایمان اپنا عشق ہے ناصح سمجھ لے تو
ایسا کہیں ضرور نہیں بار بار بحث

ثابت ہی کرکے اٹھونگا بوسہ میں اپنا حق
اس بات میں تجھسے بہت اے نگار بحث

کج فہم راستی پہ نہ آیا نہ آئیگا
قائل ہزار کیجئے کیجئے ہزار بحث

کیا جانے تو معاملہ عشق ناصحا
بیفائدہ ہی مجھسے ہے اے ہرزہ کار بحث

قائل ہوا خدا کا نہ دلدادہ صنم
ہوتی رہی فرشتوں سے زیر مزار بحث

حل مسئلہ نہ ہوگا دل بیقرار کا
گو باب صبر میں کرے ناصح ہزار بحث

چپ لگ گئی ہے مجکو دم عرض مدعا
یارائے گفتگو ہی نہیں در کنار بحث

کیا فیصلہ ہو دیکھئے ٹھہرا ہے دل حکم
امید و یاس میں ہے سبب انتظار بحث

تجکو پرائی فکر ہے کیوں اپنی فکر کر
ناصح نہ مجھسے بنکے مرا غمگسار بحث

جسمیں ہے ذکر کوثر و تسنیم پر کروں
پیکر شراب شیخ سے مستانہ وار بحث

ہم بھی بلائے جاتے ہیں مجبور ہاں میں ہاں
ہرچند انکی غیر سے ہے ناگوار بحث

واصی ہو نہیں اسی پہ جوشی جسمیں ہے تری
تکرار میری خو ہے نہ میرا شعار بحث

کچھ بھی زباں دراز ہی شانہ نہ آئی کام
گیسو کے ذکر میں ہوئی سبب بیقرار بحث

۱۴	اس بدزباں سے عشق نہ جا کر [illegible] زباں کھائے گا منہ کی دیکھنا تو بار بار بحث	۱۲۵

ہمارے قتل کو ہے تیغ آبدار عبث
جو خود ہی جان دے اے ترک اسپ وار عبث

وہ خواب میں بھی نہ آئیگا دیکھنا کسی شب
خیال باندھ رہے ہیں امیدوار عبث

نہیں یہ وعدہ محشر جو ایک دن ہو وفا
زبان یار کا ہے مجکو اعتبار عبث

امید صبح کے ہونیکی تو نہیں اے دل
شب فراق ہے محشر کا انتظار عبث

مزاج یار سے جائیگی سرکشی نہ کبھی
یہ اپنا عجز ہے سب ہیچ انکسار عبث

وہ بت نہیں ہے مرا دل جو جھٹ سے آ جائے
پھر اضطراب ہے اے جان بیقرار عبث

وہ اور رک گئے لینے لگے تجاہل کی
ہمارا عشق ہوا انپہ آشکار عبث

نہیں ہے ہلنے کی طاقت بھی ضعف سے مجھ میں
جنوں ہے پھر سر شوریدہ پر سوار عبث

ہزاروں آفتیں آئیں حواس کیا آئے
ہوا میں نشۂ غفلت سے ہوشیار عبث

کہاں ہے تیری سی صورت جو ظلم اٹھا کوئی
فلک نے شیوہ کیا تیرا اختیار عبث

خدا کی ذات ہے رزاق و کارساز جہاں
غم معاش عبث فکر روزگار عبث

امید یار کے آنے کی تو نہیں اے دل
لبوں پہ ٹھہری ہے کیوں آکے جان زار عبث

وہ فاتحہ کو نہ اے عشق ایکدن آیا
بنا ہے اسکی گلی میں مرا مزار عبث

۱۲۶ ردیف جیم عربی ۲۲

اے فتنۂ زمانہ ہے تیرا بھی کیا مزاج
نت گھٹ شریر شوخ شرارت بھرا مزاج

اچھا مزاج اسکو کہو یا برا مزاج
ملتا نہیں کسی کو مرے یار کا مزاج

ایسا کسی کا ہمنے نہ دیکھا سنا مزاج
انکا مزاج بھی ہے عجب طرح کا مزاج

ہر بات پر بگڑتا ہے اب آپ کا مزاج
صدقے میں اس مزاج کے ہے واہ کیا مزاج

تہا وقت نزع اور زباں ہوگئی تہی بند
پوچہا ہی اسنے ہائے کب آکر مرا مزاج

کیا تجہسے ہم ملیں بت مغرور آجکل
ملتا نہیں دماغ ہی تیرا ترا مزاج

کیا کہئے وعدہ کرکے نہ آیا وہ رات کو
پہر صبح پوچہتا ہے کہ کیسا رہا مزاج

یہ جانئے کہ اسکو خلل ہے دماغ کا
جسنے کہ لی غرور کی جسنے کیا مزاج

باہم وصال یوں تو رہا مدتوں مگر
انکے مزاج سے نہ ہمارا ملا مزاج

ایسی شوخ فتنہ گر ہی تقدیر کسطرح
بگڑی ہوئی ہے خو تری بگڑا ہوا مزاج

آشفتگی یہ لائے نہ رنگ دگر کہیں
مانند زلف یار ہے برہم مرا مزاج

ملتے نہیں یہ دونوں کسی سے کسیطرح
لے رخ تری نگاہ ہے ناآشنا مزاج

مانند زلف بل کی ہی لیتا رہا مدام
مجہسے کبہی نہ یار کا سیدہا ہوا مزاج

ہوتی ہے ناگوار انہیں اچہی بات بہی
ایسا خدا کسیکو نہ دے چڑچڑا مزاج

توبہ تو کرچکا تہا مگر دیکہتے ہی مے
تقوے کے ساتہ ہاتہ سے جاتا رہا مزاج

دیتے ہیں کو دعا بآہے عالم میں ہر کوئی
مجہسے اجل نے بہی شب فرقت کیا مزاج

انکو جفا پسند ہے مجکو وفا پسند
ہر شخص کی جدا ہے طبیعت جدا مزاج

توبہ نہیں جو ٹوٹ کے ہوجائیگی پہر درست
پیر مغاں ہے شیشہ سے نازک مرا مزاج

دشنام دیتے دیتے وہ بوسے بہی دیگئے
بگڑا ہوا تہا واہ یہ بہی آگیا مزاج

پہرو فرلنگ رنگ بدلتا ہے یوں جو یہ
کیا آسمان بہی ہے کسی معشوق کا مزاج

اس بت کا حسن دیکہکے مجذوب ہوا میں
قابو سے دل تو ہاتہ سے جاتا رہا مزاج

۱۲۷	تڑپا دیا وصال میں بہی چہیڑ چہیڑ کر اس شوخ کا ہے عشق غضب چلبلا مزاج	۲۲

بگڑے ہزار عاشق غمخوار کا مزاج
آئیگا راہ پر نہ کبہی یار کا مزاج

جو رنگ ہے سیاہ ہے جو اندار ہے سیا — پھر اسیہ ہے لطیف مرے یار کا مزاج

وہ تیوری چڑھائے کہ اللہ کی پناہ — پوچھا جو ہاتھ جوڑ کے سرکار کا مزاج

باد بہار اسکا گلوں کو کہاں دماغ — پوچھیں جو عندلیب گرفتار کا مزاج

جو وعدہ آج کا تھا وہ پھر کل پہ رہگیا — بگڑے کہیں نہ طالب دیدار کا مزاج

عجز و غرور میں ہے زمین آسمانکا فرق — کیونکر ملے فقیر سے زردار کا مزاج

مفلس بھی داغہائے محبت سے کیا عجب — پیدا کرے جو صاحب دینار کا مزاج

اس سے کبھی نہ اٹھیگا احسان چارہ گر — نازک بہت ہے آپکے بیمار کا مزاج

اشکوں نے میرے خوب خبر لی زمین کی — نالوں نے پوچھا چرخ ستمگار کا مزاج

منکر ہوا ہے جرم محبت سے اے صنم — ایسا نہیں ہے تیرے گنہگار کا مزاج

پھولی ہوئی ہے ایسی دو روزہ بہار پر — ملتا نہیں ہے بلبل گلزار کا مزاج

انکار بدپرہیز حال ردی ہے ہیں طبیب — سنبھلے گا اب نہ عشق کے بیمار کا مزاج

حاصل اگر ہو گنج تو کل بہت رہیں — پیدا کرے فقیر بھی زردار کا مزاج

تو خلق میں صنم کو خدا سے یہ دی نہیں — پوچھے جو اپنے عاشق بیمار کا مزاج

رحمت کا حکم ہے یہی ملے شیخ بے حیا — تو یہ پسند ہو نہ گنہگار کا مزاج

دعویٰ علاج کا نکرا اے چارہ گر بہت — جاتا رہے نہ ہاتھ سے بیمار کا مزاج

دل دیکے مفت وصل نہ لیتے بلائے جاں — پہلے سے ہم جو جانتے سرکار کا مزاج

دیر و حرم میں انکو خدا جانے کیا ملا — ملتا نہیں ہے کافر و دیندار کا مزاج

یکساں ہے اسکے پاس عدو ہو کہ آشنا — اس شوخ کا مزاج ہے تلوار کا مزاج

بیمار طلب بلبل کی عیادت ضرور تھی — آیا نہ اسطرف کبھی سرکار کا مزاج

۱۲۸	جبتک کہے گا شوق مکافات کی سزا آئیگا راہ پر نہ ستمگار کا مزاج	۱۶

آئی خزاں ہے رخصت فصل بہار آج — گھوڑے پہ ہے ہوا کے ہر اک گل سوار آج

سرگرم ترکتاز ہے وہ شہ سوار آج — کیوں کر بگولا اڑے نہ ہمارا غبار آج

مینوشیاں ثواب ہیں لے بادہ خوار آج — اٹھا ہے ابر رحمت پروردگار آج

ہم دونوں اک اشارۂ ابرو پہ قتل ٹھرے — مجھ میں عدو میں خوب ہوا کارزار آج

اسنے جفا کے واسطے شاید کیا ہے یاد — آتی ہیں ہچکیاں جو مجھے بار بار آج

تھے وہ بھی کوئی دن کہ مرے قابو میں تھا وہ — کمبخت دل پہ بھی تو نہیں اختیار آج

امید انکے آنیکی مجھکو نہیں رہی — اے موت یاس میں ہے ترا انتظار آج

وعدے کی شب ہے آکے نہ چلدے کہیں وہ شوخ — اے بیخودی شوق ذرا ہوشیار آج

[illegible] کے لہو نے تو کہا یا نہیں ہے جوش — دامن ہے سر بہار کا کیوں تار تار آج

خاک شفا نصیب ہوئی خاکسار کو — بنتا ہے کوئے یار میں میرا مزار آج

دونوں جہاں کی مجھے خوبی نصیب ہو — [illegible] خلد ملے کوئے یار آج

کیا کہیے میری موت کا بھی انکو رشک ہے — کیوں یہ عروس مرگ سے ہے ہمکنار آج

اس برق وش کی یاد جو آئی ہیں شوخیاں — تھمتا نہیں بغل میں دل بیقرار آج

آیا خیال گیسوئے شبگون یار کا — تازی بلا ہوئی مرے سر پر سوار آج

پھولوں نہیں سماتی ہے گلشن کے رنگ پر — ملتا نہیں دماغ نسیم بہار آج

۱۲۹	مستانہ عشق ایک غزل اور بھی سنا کر جائیں وجد سنکے جسے بادہ خوار آج	۲۱

کس رنگ پر ہے دیکھیو تو ابر بہار آج — ساقی پلا شتاب سے مے خوشگوار آج

وہ آنکھیں جو آئے ستمیں بہر شکار آج | بلبل نے نشانہ سر شاخسار آج
آیا ہے یاد قصۂ گیسوئے یار آج | ہوگی نہ صبح میری شب انتظار آج
جلوے دکھا رہی ہے عروس بہار آج | گلشن میں کیا ہی رنگ یہ ہے لالہ زار آج
ساقی کے ساتھ کی تھی جو کل ہمنے میکشی | تکلیف دے رہا ہے اسی کا خمار آج
ممکن نہیں ہے یار کا آنا تو موت آئے | تسکیں طلب ہے اپنا دل بیقرار آج
شبنم کیطرح روتے ہیں گل پھوٹ پھوٹکر | ہے باغ سے جو رخصت فصل بہار آج

قطعہ

وہ ہیں کہ تھا مقام مرا مرجع انام | کہتا ہے اک جہاں غریب الدیار آج
وہ ہیں کہ فرش گل پہ بھی رکھتا نہ تھا قدم | تلووں میں ہیں چبھے ہوئے لاکھوں ہی خار آج
قربان تیرے آنیکے اے مژدۂ وصال | گل سے زیادہ دل ہے مرا بیقرار آج
اک بیوفا کے عشق میں چھاتی بھر آئی ہے | آنسو کی آمد رہے پروردگار آج
مانگا جو ایک بوسۂ عارض بنا کے منہ | بولے وہ تیرے سر پہ ہے شامت سوار آج
ہے روز ہجر آرزوئے مرگ ناگہاں | رخصت ہو مجھسے زندگی مستعار آج
مرگ عدو کا بھی مجھے کرنا پڑا ہے غم | سنکر وہ آئے ہیں مرے گھر سوگوار آج
دن دونے رات چوگنے ہیں صدمے ہجر کے | سو رنج کل جو تھے تو الم ہیں ہزار آج
ہے کسکا انتظار یہ تکتی ہے کس کی راہ | آنکھوں میں آکے ٹھہری ہے کیوں جان زار آج
بیہوشیوں میں اپنی نہیں مجھکو خود خبر | تا صبح ہے کس شمار میں روز شمار آج
آتی نہیں ہے اسکی مجھے خیر اب نظر | پڑتی ہے دلپہ انکی نظر بار بار آج
پہنچا ہے آب خنجر سفاک تا گلو | لے نامراد دل ترا بیڑا ہے پار آج
سر میرا مجھکو شوق شہادت میں ہے وبال | بار گراں یہ دوش سے قاتل اتار آج

۲۴	افسوس دلکے ضبط کو نالوں نے کھو دیا	۱۴۰

درد نہاں عشق ہوا آشکار آج

تلوار جو تولے ہوئے آتا ہے ادہر آج — بگڑی ہوئی اس کی نظر آتی ہے نظر آج

ہم مرگ پہ وہ قتل پہ باندھے ہیں کمر آج — ممکن نہیں رہ جائے قضا دوش پہ سر آج

ہے چارہ گر عارضۂ عشق کدہر آج — کل سے بھی فزوں تر ہے مرا درد جگر آج

اس دیکھیے کیونکر شب وعدہ ہو بسر آج — سنتا ہوں کہ مہماں ہے وہ غیر کے گھر آج

رو پوش ہے کیوں اے شب غم مجھ سے سحر آج — کیا جائے گی کمبخت کو کیا میری نظر آج

آیا ہے سر بزم جو وہ مجھکو نظر آج — دوڑی ہی نگہ شوق ادہر اور ادہر آج

وعدے پہ سر غیر کی سوگند جو چاہی — بول اٹھے وہ پھرتا تو نہیں ہے ترا سر آج

بر آئے تمنا اگر کل بھی تو کیا ہو — تیرا ہے خیال اے دل ناکام کدہر آج

کس شوق کس ارمان سے مقتل کو چلا ہوں — دیکھے کوئی ہمت مری اور میرا جگر آج

محفل سے تو اس بت کے نکلوائے گئے کل — اب دیکھیے لیجاتی ہے تقدیر کدہر آج

جاتا ہے وہ گھر اپنے یہ دیکھا نہیں جاتا — آئے مری اجل بہر خدا دیر نہ کر آج

کیا فکر کروں کل کیلئے ناصح مشفق — فرصت میں نہیں ہے مجھے خود میری خبر آج

نخوت سے نکلتے تھے زمیں پر جو قدم بھی — پامال ہے لاش انکی سر راہگذر آج

کیا تھا کسے اس منزل ہستی میں کوئی دم — کل کوچ کسیکا ہے کسیکا ہے سفر آج

ہو جائے سر بزم کہیں یا رب صف محشر — اچھی نظر آتی نہیں اس بت کی نظر آج

وہ دن ہیں کہ تھی عیش طرب سے مجھے فرصت — ہوتی ہے غم و درد و مصیبت میں بسر آج

امید ترے ملنے کی کیا ہو بت کافر — ہے دور ہماری تو دعا سے بھی اثر آج

کھینچے گی بہت طول شب ہجر ہماری — تا روز قیامت نہیں ہونیکی سحر آج

سمجھے نہیں میخانہ ہے یہ حضرت زاہد — کچھ ہے بھی خبر بھولے ہیں آپ کدہر آج

شامت تو نہیں آئی ہے تیری دل شیدا
اس بت سے لڑاتا ہے جو رہ رہ کے نظر آج

ہے جوش یہ سیلاب مژہ اشک رواں کا
طوفاں اٹھلائے نہ کہیں دیدۂ تر آج

ہو نکلا تو نہیں سوز محبت سے جگر کو
کیوں نالۂ دل سے مرے اٹھتے ہیں شرر آج

۱۳۱

ہوتا تھا جہاں صدر مرے واسطے خالی
اس بزم میں دشوار ہے اے عشق گذر آج

۲۳

امتحاں کا روز ہے اے ہمت مردانہ آج
گر تقاضا قتل کا قاتل [illegible]

ہے شکست دل سے محفوظ ہر پیمانہ آج
دل تو کیا ٹوٹے نہ ٹوٹیگا کوئی پیمانہ آج

لی ہے اس سفاک نے شمشیر بہر امتحاں
فرض سمجھو جاں نثارو سجدۂ شکرانہ آج

ماجرائے انقلاب دہر اے ہمدم نہ پوچھ
کل جو میرے گھر تھا وہ ہے غیر کا مہمانہ آج

جلوہ فرما ہے جو تو اے غیرت شمس و قمر
آسمان سے باتیں کرتا ہے مرا کاشانہ آج

دست قاتل کی نزاکت نے بہت رسوا کیا
کام آئی کچھ نہ میری ہمت مردانہ آج

حسرت دل کچھ تو نکلے پھر بھی مجھکو قبول
اپنے ہاتوں سے پلا ساقی کوئی پیمانہ آج

جلوہ گر ہے بزم میں تنہا وہ شوخ شعلہ رو
شمع بزم ناز میں روشن ہے بے پروانہ آج

سوگ کرتا ہے یہ تجھ کس پریشاں حال کا
خیر تو ہے گیسوئے مشکیں کے کیوں بے شانہ آج

آئی ہے فصل بہاری دختر رز جوبن پہ ہے
شیخ چلکر دیکھ تو کیفیت میخانہ آج

ہم پیالہ غیر سے اس بے وفا کو دیکھکر
ہو گیا لبریز اپنی عمر کا پیمانہ آج

محتسب نے کل خدا سمجھے پڑے اس پر بلا
دل ہمارا توڑتا ہے توڑ کر پیمانہ آج

اس تغافل کیش سے کہدے پہلے باد صبا
اٹھ گیا صحرائے ہستی سے ترا دیوانہ آج

اے پری وش دیکھ تو جنگل میں منگل ہو گیا
تیرے دیوانوں سے ہے آباد کیا ویرانہ آج

گرم ہے بازار حسن روز افزوں کیا عجب
مول یوسف کا اگر ٹھہرے ترا بیعانہ آج

کیا زمانہ کا تغیر ہے فلک کا انقلاب
کل جو عشرت خانہ تھا ایدل ہے وہ غمخانہ آج

اس سراپا ناز کو پہلو میں اپنے دیکھکر
کر رہا ہے دل ہمارا ناز معشوقانہ آج

تیرہ بختی میں نہ کرتا روشنی کی آرزو
یہ اگر میں جانتا جل جائیگا کاشانہ آج

حوض کوثر پہ لگائیں گے صدا جاتے ہیں رند
دے کوئی ساغر ہمیں بھی ساقی میخانہ آج

دیکھے رندونکی شرارت کو تو کوئی برملا
شیخ کو بہکا کے لاتے ہیں سوئے میخانہ آج

قیس ہتی [illegible] گھبرا کر کہیں
جان سے بیزار اٹھا ہے ترا دیوانہ آج

عشق کا ملتا نہیں مذہب خدا جانے ہے کیا
کل نسیم شیخ تھا ہے ساکن بتخانہ آج

۱۳۳ — ۲۴

عیش دشمن سے ہے سوا کیا رنج
نہ دکھا مجکو یہ خدایا رنج

کیوں نہیں ہم کسی سے ایسا رنج
کون کرتا ہے کم کسی کا رنج

کیا چھپاؤں میں اپنے دلکا رنج
صاف چہرے سے ہے ٹپکتا رنج

اپنا دشمن ہے آپ ہی حاسد
مول لیتا ہے اک جہان کا رنج

کیوں خوشی کا عدو کو موقع دیں
کہہ سکے اک ایک سے ہم اپنا رنج

جسکی دشمن سے بھی امید نہ تھی
دوستوں سے وہ مجکو پہنچا رنج

کس کو معلوم اے دل ناکام
ابھی تقدیر میں ہے کیا کیا رنج

عیش میں عیش ہے عدو کا عیش
رنج میں رنج ہے ہمارا رنج

نہ سنو تم کبھی فسانہ عشق
سر بسر درد ہے سراپا رنج

تیری گالی سے شاد ہوتا ہوں
کیسی آزردگی کہاں کا رنج

ہم کو بھی ایک روز مرنا ہے
غم کریں کس کا اور کس کا رنج

جان دے کر تری محبت میں
مجکو ملتا تو مول لیتا رنج

دل لگی دوستی کی دشمن ہے — اکثر اس سے ہوا ہے پیدا رنج
دوست کو مفت کیوں ملول کریں — کہہ کے ہم اپنا درد ایسا رنج
آگیا تا زبان آخر کو — دل کا کینتک کوئی چھپا تا رنج
ابتدا ہی میں اے محبت یار — مجھکو پہنچا ہے انتہا کا رنج
فکر دنیا کی عاقبت کا خیال — ایک دل کیلئے ہیں کیا کیا رنج
کچھ عدو سے نگڑ گئی تو نہیں — انکی ہر بات سے ہے پیدا رنج
جاں ہو جائے گی وبال مجھے — مال کو بھی جو اسکے پہنچا رنج
درد ہجراں ہے لا علاج اے دل — نہیں دنیا میں کوئی ایسا رنج
بت بے درد بے خبر ناداں — جانے کیا خاک میرے دلکا رنج
آتے تو ہیں وہ قتل ہی کو سہی — رنج یہ ہے بہت خوشی کا رنج
ہم کو اس کی خبر نہ تھی پہلے — کہ ہے عشق بتاں سراپا رنج

۱۰	گذرے عیش و نشاط میں اس کی نہ دکھا عشق کو خدایا رنج	۱۳۳

حاصل نہ عاشقی سے ہوا کچھ سوائے رنج — بیٹھے بٹھائے ہو گئے ہم مبتلائے رنج
راحت ملی نہ ہمکو کسی دن سوائے رنج — پیدا اگر خدا نے کیا تھا برائے رنج
کیسا نشاط کس کی خوشی اور کہاں کا عیش — ہے رنج میرے واسطے میں ہوں برائے رنج
مشہور ہے یہ دہر میں گریہ خندہ ایسے — کیوں ناگوار عشق میں ہوں صد ہزار رنج
ہو بار بشر کے دلمیں محبت کے تخم کو — منظور تھی خدا کو جو نشو و نمائے رنج
اس سنگ دلکو دیکھئے افسانے کی طرح — سنتا ہے بہر خواب مرا ماجرائے رنج
دنیا کو کیا کہوں میں کہ لڑتی نہیں ہے عقل — یہ منزل نشاط و طرب ہے نہ جائے رنج

سنتا ہوں غیر کی بھی زباں سے جو تیرا نام
کس نے کہا تھا تجھسے کہ اس بیوفا کو چاہ

ہوتی ہے میرے دلکو مسرت بجائے رنج
اے دل تو اپنے آپ ہوا مبتلائے رنج

اے عشق عاشقی میں اذیت پسند ہے
دل ہے نثار درد جگر ہے فدائے رنج

١٣٤ — ## ردیف جیم فارسی — ١٨

ہجر کی شب نکلی ہر تدبیر ہیچ
ہوگئی نالوں کی بھی تاثیر ہیچ

گالیوں کی بھی نہیں اس سے امید
ہے نے کھچوائی تری تصویر ہیچ

چھٹ جائیگی نہ کچھ تقدیر سے
اے دل دیوانہ ہے تدبیر ہیچ

کچھ بھی بن آئی نہ ہمسے ہجر میں
ہوگئی مرنیکی بھی تدبیر ہیچ

مل رہے گا خود بخود تقدیر کا
اے بشر ہے کوشش و تدبیر ہیچ

ایک ہی بیٹھا لتا لے پر نہ آ
ہجر میں نالوں کے تھے سب تیر ہیچ

تیری پیری ہے چلنے کی ہمیں
تختیاں ساری ہیں شیخ پیر ہیچ

اے ہوس ہو اس جسم میں خاک
خاک کے مانند ہے اکسیر ہیچ

بخت خفتہ جو نکلنے والا نہیں
کھینچئے کیوں نالہ شبگیر ہیچ

درد فرقت خود سزائے سخت ہے
عشق کے مجرم کو ہے تعزیر ہیچ

منعم بیہودہ فکر گور کر
ہے مکان قصر کی تعمیر ہیچ

کیا سناؤں بخت آشفتہ کا حال
ہے پریشان خواب کی تعبیر ہیچ

کام آئی کچھ نہ جانکاہی تری
ہوگئی فرہاد جوئے شیر ہیچ

کون سنتا ہے دل اندوہگیں
ہے تری فریاد بے تاثیر ہیچ

چار دن کی زندگی ہے مستمو ۔ ہٹ خیال صحبت جانگیر پیچ
صبر ماصح ہمسے ہونیکا نہیں ۔ ہٹ تری اس باب میں تقریر پیچ
ہو چکے حرف عشق میں رسوائے خلق ۔ پھر خیال عزت و توقیر پیچ

۱۶	دل سی شے جب دیکے ہوا اسکو عشق جان دینے میں ہے پھر تاخیر پیچ	۱۳۵

یاد اس زلف کو ہیں صدہا پیچ ۔ نہیں چلنے کا کچھ کسیکا پیچ
چلگیا یار پر جو میرا پیچ ۔ خوب دشمن نے دلمیں کھایا پیچ
گیسوئے یار کا کھلے کیا پیچ ۔ سر بسر بل ہے یہ سراپا پیچ
کرکے چھوڑوں گا تار تار جدا ۔ مجھسے اس زلف نے جو کھیلا پیچ
بات سنکر بگڑ گئی اپنی ۔ پڑ گیا خود بخود کچھ ایسا پیچ
ہوگیا میری جان کا جنجال ۔ عشق کا پیچ تھا بلا کا پیچ
شیخ رکھتا ہے جامہ نزدیک ۔ ایک دستار میں ہیں صدہا پیچ
بل کی لیتا ہے بال بال اسکا ۔ زلف شبگیر ہے بھرا تا تا پیچ
دیکھکر تیری زلف پیچاں کو ۔ [illegible]
کٹ گیا اپنے دلمیں کیا کیا میں ۔ اسنے جب بھی ہے لڑایا پیچ
عشق گیسو ہوا وبال جان ۔ یا الٰہی پڑا یہ کیسا پیچ
بل کی موئے میاں بھی لینے لگا ۔ یہ زمانے سے ہے نرالا پیچ
نقد دل مفت ہار بیٹھے ہم ۔ اس دغا باز نے یہ کھیلا پیچ
پڑتے ہم پھیر میں نہ وعدوں کے ۔ آپکی بات کا جو کھلتا پیچ
عقدۂ دل ہے میرا لاینحل ۔ نہ کھلا ہے نہ یہ کھلے گا پیچ

۱۳۶	دام میں آئیو لطف پیچاں کے عشق پر پیچ ہے ملا کا پیچ	۱۸

اے مصور شوخی تقریر کھینچ
اس ادا سے یار کی تصویر کھینچ

عکس لے سہرا اس رخسار کا
شمع کو وہ جلد کی تصویر کھینچ

چارہ گر دل بھی نکل آئے نہ ساتھ
دیکھکر پہلو سے میرے تیر کھینچ

سنگدل نہو قاتل کہیں شانہ ترا
سخت جاں ہوں سوچکر شمشیر کھینچ

اے مصور وصل کی صورت نکال
انکے ہم پہلو مری تصویر کھینچ

اس دہن کا چاہیئے مانی ثبوت
یار کی ہستی ہوئی تصویر کھینچ

میں کہاں اور جامہ رنداں کہاں
مجھکو کاٹوں پر اے زنجیر کھینچ

اے مصور قابل تصویر ہے
یار کے سایہ کی بھی تصویر کھینچ

کرتے ہیں بیداد پر بیداد وہ
تو بھی ایدل آہ بے تاثیر کھینچ

غیر بھی کھنچکر نہ آئے انکے ساتھ
یوں نہ ایدل آہ پر تاثیر کھینچ

میں بھی حق گو صورت منصور ہوں
دار پر ظالم پئے تشہیر کھینچ

اسنے کہہ ایدل سنبھلکر اپنا غم
یوں نہ تو آہیں دم تقریر کھینچ

جی اٹھے ہیں تیرے کشتے روز حشر
آکے اس میدان میں بھی تیر کھینچ

دار سے پہلے نہ قاتل نکلے دم
جاں بلب ہوں دیکھکر شمشیر کھینچ

یک بیک سنکر نہ گھبرا جائیں وہ
تھم کے ایدل نالہ شبگیر کھینچ

میں نہیں ایسا چرخ خواہان عروج
دار پر مجھکو نہ بے تقصیر کھینچ

کوتہی اچھی نہیں دست دعا
بڑھکے جیب و دامن تاثیر کھینچ

	عشق آشنگانہ تیرے دام میں	

ہاتھ اس سے شیخ پر تدبیر کھینچ

١٥	ردیف حاء حطی	١٣٧

وجہ رنج دل ہے میرا باعث آلام روح	صدمہ تیرے ہجر کا لے راحت و آرام روح
حلقہ آغوش کو سمجھوں نہ کیوں اندام روح	آج کی شب میرے پہلو میں ہے وہ آرام روح
ہم بتا دیتے ہیں دھوکا دیکے اسکو نام روح	پوچھتا ہے جب کوئی اے حور جسے تیرا نام
جسم خاکی میں ذرا ممکن نہیں آرام روح	ہے یہ قیدی قیدیونکو کب ہے آسایش نصیب
رنج دل اندوہ تن درد جگر آلام روح	ایک تیرے ہجر میں کیا کیا ہوا حاصل ہمیں
چلتے چلتے رک گیا ہے توسن خوشگام روح	دم لبوں پر آکے ٹھہرا انتظار یار میں
جسم کے آغوش سے بھی شاہد گلفام روح	تو اگر اٹھے مرے پہلو سے تو اٹھ جائیگا
دیکھیے ہوتا ہے کیا روز جزا انجام روح	عشق میں اس ست کے نکلی تو ہے تیر جسم سے
موت کا پردہ بنا ہے جامہ احرام روح	جسم سے نکلی ہے عزم کعبہ مقصود ہے
جسم خاکی سے ہوتا یا بگل گرگام روح	کرتی جانے ہے نہ تا بموت تیرا انتظار
جسم کے جامہ سے کب آیا نظر اندام روح	کیا تن لاغر مرا محسوس پیراہن میں ہو
تیغ کھینچی ہے آرہ میرے جسم میں صمصام روح	عشق ابرو کے سبب دلبر غضب ہے کشمکش
ہو گیا خالی مئے عشرت سے اپنا جام روح	ساقی گلرو کے غم میں پیتے پیتے خون دل
سچ جو پوچھو ایک ہے آغاز اور انجام روح	پہلے بھی آزاد تھی آخر میں بھی آزاد ہے

١٥	نکلے یارب ذکر میں تیرے ہی جسم زار سے عشق کی یہ آرزو ہے ہو یہی انجام روح	١٣٨

سر وبال دوش ہے تن باعث آلام روح	قتل کے مشتاق کو حاصل ہے کیا آرام روح

جتنے اعضائے بدن ہیں دیسے ہیں خدام روح — جسم خاکی قصر شاہی ہے لیے آرام روح

کیا کسیکا اس نے رکھی ہے خدائے پاک نے — دست قدرت میں عنان توسن خوشگام روح

جسم خاکی خاک میں ملکر تو ہوتا ہے فنا — یار یہ کھلتا نہیں ہوتا ہے کیا انجام روح

بیٹھے بیٹھے آگئی عین جوانی میں اجل — اک سنگ گل ہوگیا اپنا چراغ شام روح

بستے ہیں محشر میں ہوگی از سر نو زندگی — راستی پر آئیگا پھر بخت نافرجام روح

تیرے ہی دم سے ہے میری زندگی میری نمود — اے تشفی بخش دل اے باعث آرام روح

اتفاق چار عنصر پر نہ اترائے کوئی — گر پڑیگا خودبخود اک دن یہ قصر خام روح

لاش میری گور میں ہے جان کوے یار میں — خاک کوئے یار کو کہئے نہ کیوں اندام روح

کانپ اٹھے یاد کر کے اپنی ایذا میرا جسم — سنلے گر روز قیامت بھی کسی سے نام روح

دیکھئے آئینہ خاکستر سے پاتا ہے جلا — جسم خاکی سے نہو کسطرح روشن نام روح

تیغ ابرو بھی ہمیں کرتی ہے میرے دل کا خون — ہے تری اک اک ادا بھی ترک خون آشام روح

بیخودی عشق سے بیحس ہے ایسا میرا جسم — کہتے ہیں خود چارہ گر اسمیں نہیں ہے نام روح

جسم خاکی بھی ہے عالم میں عجیب بیت کی شے — ہے اسی ملبوس سے آرائش اندام روح

۱۳۹	عشق جا کر پھر نہ آئیگی تن خاکی میں جان سنبل باغ ارم ہو جائیگی گلدام روح	۱۷

تڑپتی ہے مری دوران ہجر یار میں روح — بلا میں کیسی پھنسی ہے آ کے جسم زار میں روح

عجب نہیں کوئی اعجاز دست قاتل سے — پڑے جو قبضۂ شمشیر آبدار میں روح

سمائے پھر تو نہ جامے میں حضرت انسان — ہوئی یہ خیر نہیں انکے اختیار میں روح

شب فراق نہ بر آئے گی کوئی امید — عبث ہے اے دل مضطر انتظار میں روح

بلائیں ساری گئیں جسم ہی کے سر اے دل — پڑی نہ آ کے کبھی فکر کی فشار میں روح

خیال یار بھی ہے حور کی تمنا بھی پڑی ہے اپنی دم نزع انتشار میں روح

پیام موت کا عین شباب میں آیا ہمارے جسم سے نکلی ہے کس بہار میں روح

ہوا بھی رکھتی ہے اعجاز عیسوی یا دل یہ پھونک دیتی ہے ہر تار زلف یار میں روح

جلاتے مارتے رہتے ہیں عاشقوں کو حسین الٰہی آگئی کیوں انکے اختیار میں روح

یہ سچ ہے کوئی برے وقت کا شریک نہیں نہ آئی ساتھ مرے جسم کے مزار میں روح

چھڑا نہ سکیگا پھر پنجۂ قضا بھی اسے اٹک گئی جو کسی زلف پیچدار میں روح

خیال حب ہے اس آفت دل و جاں کا نہ دل پہ ہے مرا قابو نہ اختیار میں روح

سنبھالوں اسکو کہ روکوں اسے شب فرقت طپاں ہے دل مرے پہلو میں جسم زار میں روح

ڈرے وہ گرمی بازار جسم سے کیا خاک ہو ایک عمر جلے عشق کے بخار میں روح

ہوائے فصل بہاری کا واہ کیا کہنا کہ پھونک دیتی ہے یہ جسم بادہ خوار میں روح

پہنچ ہی جاتا ہے اڑ اڑ کے انکے دامن تک پس فنا بھی ہے باقی مرے غبار میں روح

۱۷	وصال یار کے مژدہ نے پھونک دی اے عشق نئی مرے دل محزون و جسم زار میں روح	۱۴۰

ہوئی یہ رنج سے تحلیل ہجر یار میں روح نہیں ہے نام کو بھی میرے جسم زار میں روح

ہوئی جو دھوم سر حشر انکے آنے کی بدن کو ڈھونڈھتی آئی مرے مزار میں روح

کسی کے روکے رکے گی نہ وقت آخر یہ ہزار بند سہی جسم کے حصار میں روح

کنارہ کش جو وہ آرام دل ہوا مجھ سے تڑپ تڑپ کے ہوئی سرد جسم زار میں روح

بتوں سے کھیلکے بازی عشق نادم ہوں ملا ہے جیت میں صدمہ گئی ہے ہار میں روح

پس فنا بھی نہیں چین تیرے وحشی کو بھٹکتی پھرتی ہے صحرا و کوہسار میں روح

شراب عشق کا نشہ نہ سر سے جائیگا رہیگی زیر لحد بھی مری خمار میں روح

چمن کی سیر کو جائے جو وہ مسیحا دم — گلوں میں جان پڑے آئے شاخسار میں روح
شراب ناب کے چھینٹوں بغیر روز حشر — نہ آئیگی تن بیجان میگسار میں روح
جلا جلا کے ترے ہجر نے تو پھونک دیا — کہاں رہی ہے مرے جسم داغدار میں روح
فراق یار میں کیونکر رہیں حواس بجا — کہ دم ہے لب پہ مرا چشم اشکبار میں روح
عذاب قبر سے بدتر ہے زندگی کا عذاب — وبال جسم ہے مجھکو فراق یار میں روح
نکال لے ملک الموت تو بھی سمجھوں — بجائے جسم ہے اب میری دست یار میں روح
گلے میں پہنا ہے تمنے کہیں نہ کیونکر پھول — کہ بوئے تن سے تمہارے پڑی ہے ہار میں روح
ہوا حباب میں جسطرح بند ہے ایدل — یونہیں ہے قید نفس جسم کے حصار میں روح
نجات پیٹ کے دھندے سے آدمی کو نہیں — غم معاش میں دل فکر روزگار میں روح

۲۰	برا ہو وعدہ خلافی یار کا اے عشق لبوں پہ آگئی ظالم کے انتظار میں روح	۱۴۱

بس فنا ہی میرے دلمیں ہے ہوائے قدح — پڑھیں عزیز مری قبر پر دعائے قدح
خبر ہے کیا اسے کیا جانے وہ صفائے قدح — جو میکدہ میں نہیں صورت آشنائے قدح
سدا ہی ہے فصل بہار میں یہ ہوائے قدح — کہ سوجھتا نہیں زاہد کو کچھ سوائے قدح
وہ خاکسار ہوں میں بندہ وفائے قدح — ملا کے نام میں لکھتا ہوں خاکپائے قدح
نہیں ہے ایک کے دلمیں اگر ہوائے قدح — ریا ہے حضرت زاہد یہ کیوں دعائے قدح
ملے جو دولت جمشید بھی بجائے قدح — نہ کچھ خیال میں لائے اسے گدائے قدح
کہاں ہے ماہ کو یہ نور آسماں پہ نصیب — خوشا ضیائے قدح مرحبا صفائے قدح
نہیں یہ قلقل مے کان دھر کے سن واعظ — صراحی یہ کہتی ہے کس لطف سے دعائے قدح
نہ ہو کے رندوں سے پھر محتسب کدورت بغض — جو اسکے دلکو کرے آئینہ صفائے قدح

عجیب رنگ ہے رم جھم کا توام ہیں
صدائے گریۂ مینا و خندہ ہائے قدح

جو دیکھے کیفیت بزم مے نکل جائے
زباں شیخ سے بے اختیار ہائے قدح

ملے جو شیشہ مے تو لگا لوں سینہ سے
جو دست رس ہو تو آنکھوں پہ رکھ لوں تا قدح

یہاں شراب ملی ہے وہاں مے کوثر
یہ ابتدائے قدح ہے وہ انتہائے قدح

ہوا ہے آپ ہی بدنام زاہد کمظرف
گنہ شراب کا ہے کچھ نہ ہے خطائے قدح

قدح کی ایسے مناتا ہوں میکدے میں خیر
سبو یہ کرتا ہوں پڑھ پڑھ کے دم دعائے قدح

نہ اسکو توڑ کے اے محتسب گناہ میں پڑ
کھدی ہوئی ہے مرے جام پر دعائے قدح

انہیں کے ساتھ بسر ہوتی ہے مزے کے نشا
رفیق شیشہ ہو تمہیں اور آشنائے قدح

یہ محتسب پہ ہوئے فتحیاب رند کبھی
ٹلی نہ ٹالے سے آئی ہوئی بلائے قدح

قسم ہے ساقی کوثر کی دلمیں رند کے
نہیں ہے اور کوئی آرزو سوائے قدح

۱۴۲	خوشی سے پی لے اگر زہر بھی پلائے یار مقام رو کا ہے اے عشق یہ نہ جائے قدح	۲۶

یہ تم نے دیکھنے کی سیکھی ہے کہاں کیطرح
نگاہ گڑاتی ہے دلمیں مرے سناں کیطرح

کمر بھی یار کی ملتی نہیں دہاں کی طرح
جو وہ ہے وہم کی صورت تو یہ گماں کیطرح

تری گلی کی زمیں کو بھی اے جفا پیشہ
ستم کی سوجھتی ہے دور آسماں کیطرح

فسانہ کوہکن و قیس کا ہے معمولی
وہ دردناک نہیں میری داستاں کیطرح

سوائے رنج نہیں اس سے خلق کو حاصل
جو سر بلند جہاں میں ہے آسمانکی طرح

لتہ بتا بکا ساقی شراب میں تو نہیں
جو پی کے اینٹھتے ہیں پیر نوجواں کی طرح

مجھے یقین ہے کہ خوش قطع دلکشا اے ہوس
نہ ہوگا روضۂ رضواں ترے مکاں کیطرح

کروں نہیں کیا ہوس سیر پہ ترے اے گل
بہار باغ ہے وحشت فزا خزاں کیطرح

شہید عشق کو کہتے ہیں زندہ جاوید — ہماری مرگ بھی ہے عمر جاوداں کیطرح

ستم سے ہاتھ اٹھا اتنا اے بت کافر — لبوں پہ جاں مری آئی ہے فغاں کیطرح

ہوا ہے سر پہ جو احسان تیغ قاتل کا — رواں رواں ہے مرا شکر گو زباں کیطرح

جدا ہمسے کبھی غم ہوا نہ ہم غم سے — ملے جلے رہے آپسمیں جسم و جاں کیطرح

پس فنا بھی وہی سخت کا رہا جسکر — مرا غبار رہے گردشمیں آسماں کی طرح

خدا کیواسطے کر صبر اے دل مضطر — نکل نہ جائے مری جان بھی فغاں کیطرح

ہر ایک ہے یہ تاسف نہ کوئی ہمدردی — وہ درد دل مرا سنتے ہیں داستاں کیطرح

عجب نہیں کوئی وحشت میں مرغ دل میرا — ہر اک کی شاخ پہ ڈالے جو آشیاں کیطرح

ہوا لاکھہ بال سے باریک ہو نہیں سکتی — میان یار مرے جسم ناتواں کی طرح

چمن پہ ہاتھ سے گلچیں کے وہ ستم ٹوٹا — بہار خاک اڑانے لگی خزاں کی طرح

رواں ہیں یوسف گم گشتہ کے تصور میں — سرشک دیدۂ یعقوب کارواں کی طرح

ملا ہے حکم مرے قتل کا عدو کو آج — نکالی خوب نیا اب سے امتحاں کیطرح

شب فراق تو کیا حشر تک نہ آئے کبھی — اجل چلے جو مری نبض ناتواں کی طرح

ہزاروں تیشہ فرہاد کوس کے ہیجاتے — پہاڑ سخت نہ تھا تیشے سخت جاں کیطرح

تمام خلق سے رہتے ہیں منہ چھپائے ہوئے — حیات خضر بھی ہے مرگ جاوداں کیطرح

بڑا ہو باد خزاں کا کہ اسکے جھوکوں نے — چمن کو پھونکدیا میرے آشیاں کیطرح

گناہ دوست ہے رحمت اگر تو ہم بھی کبھی — اگر چلینگے بھی گناہونکو ارمغاں کیطرح

۱۴۳ — ہوا بلند مضامین سے مرے اے عشق
زمین شعر کا رتبہ بھی آسماں کیطرح — ۱۳

چمکے مرا نصیب خدایا کسی طرح — ہمرتبہ مہر کا ہو یہ ذرا کسی طرح

ہستی کا جلد یار ہو بیڑا کسی طرح / آئے لطف عدم کا کنارا کسیطرح

وہ روز وصل بھی ہوا مجھسے حجاب / پردہ نہ درمیاں سے اٹھا کسیطرح

ناصح سے ڈر کے دلکو محبت میں مار ہا / سمجھا کے ہم تھکے یہ نہ سمجھا کسیطرح

تھا وصلمیں بھی ہجر کا کھٹکا لگا ہوا / نکلا نہ میرے دلسے یہ کانٹا کسیطرح

مرکر بھی درد دل سے نہ اسکو ملی نجات / عاشق نے تیرے چین نہ پایا کسیطرح

مے سے زر سے سعی و سفارش سے زور سے / وہ بت ہوا نہ اپنا خدایا کسی طرح

محشر کی سختیاں بھی الٰہی ہیں قبول / لیکن وفا ہو یار کا وعدا کسی طرح

دیکھا جو دخت رز کو توبہ کے بعد بھی / قابو میں ہمنے دلکو نہ پایا کسیطرح

ہر چند دل نے چاہا مگر ضعف کے سبب / نکلا مرے دہن سے نہ نالا کسی طرح

وعدیکی صبح روز قیامت بھی ہو اگر / ممکن نہیں ہے یار کا آنا کسیطرح

کعبے میں سر گھسے کوئی یا بتکدے میں عشق
تقدیر کا مٹے گا نہ لکھا کسی طرح

۳۶	ردیف خاء معجم	۱۴۴

قد بلند یار ہے طرفہ سمن کی شاخ / شمشاد کی ہے ایسی نہ سرو چمن کی شاخ

رکھتا ہے ماع حسن بھلا اس نخل کا نخل قد / کویل ادا کے ناز کے پھل بانکپن کی شاخ

اللہ رے فیض ابر بہاری کہ آج کل / پھولوں سے ہے نہال نہال چمن کی شاخ

پانی دے اپنے دست حنائی سے تو اگر / لالے کے پھول لائے چمن میں سمن کی شاخ

انسان باغ دہر میں ہے موجد کمال / اس نخل ہی سے نکلی ہے ہر ایک فن کی شاخ

حسن ملیح یار کا کشتہ ہوں دوستو / بونا مرے مزار پہ تم نسترن کی شاخ

اصلاح سے نہ جائیگی پیدائشی کجی
سیدھی کبھی ہوہی ہے نہ ہوگی ہرن کی شاخ

تکلیف زیردستوں کو پہنچانے کے سوا
لائی ثمر نہ اور کوئی گرگدن کی شاخ

ہیں پھول غیر حسرت و حرماں ہزار حیف
لائی نہ نخل آرزو سے کوہکن کی شاخ

اے کاش میرا قد خمیدہ کسیطرح
ہوتا کماں دلبر ناوک فگن کی شاخ

دیتا جواب حضرت ناصح کی بات کا
مجھ میں لگی ہوتی جو دیوانہ پن کی شاخ

تقدیر کے بگاڑ سے مجبور ہے بشر
عاقل کو یہ لگاتی ہے دیوانہ پن کی شاخ

کشتے کو اپنے رہنے ہی دے تو پڑا ہوا
اے تیغ زن نکال نہ گور و کفن کی شاخ

مژگاں سے چشم یار کریگی مجھے شہید
خنجر بنے گی میرے لئے اس ہرن کی شاخ

کل جسپہ طائران چمن نغمہ سنج تھے
وہ آج ہے نشیمن زاغ و زغن کی شاخ

اس مو کمر کے عشق میں ایسا ہوا ہوں زار
گویا تن نحیف ہے موئے بدن کی شاخ

غیرت سے تیرے قد کشیدہ کو دیکھکر
گڑنے لگی زمیں میں سرو چمن کی شاخ

خوننابہ جگر سے نہ ہم سینچتے اگر
کب ہوتی بارور شجر علم و فن کی شاخ

سوز و گداز قیس دکھائے اگر اثر
صحرا میں مثل شمع ہو روشن ہرن کی شاخ

مرکر بھی ہے مؤید ظالم جفا سرشت
قبضہ میں پیش قبض کے ہے گرگدن کی شاخ

بے یار سبز باغ ہے سامان موت کا
سولی سے کم نہیں مجھے سرو چمن کی شاخ

بیمار ناتواں کو ترے فرط ضعف میں
موئے بدن کی شاخ ہی ہے لاکھ من کی شاخ

رخسار پر جھکتی ہوئی آئی جب نظر
سمجھا میں زلف یار کو سیب ذقن کی شاخ

تعظیم سن رسیدہ کو دے کوئی کسطرح
جھکتی نہیں جھکائے سے نخل کہن کی شاخ

وہ شوخ لالہ فام جو آئے برائے سیر
تسلیم کو چمن میں جھکے نارون کی شاخ

قد سہی سے نسبت جو ہے تجھے
کیا کیا دکھا رہی ہے ادا بانکپن کی شاخ

اور وہ گا آگ ... [illegible] ... باتیں کسی کی ... [illegible]

مطلع غزل اُستی مرتبت کا ہو بپا
کیا سیہرے دلکو لگ گئی ہے سوسن کی شاخ

موتی پرو کے بالوں میں اس شوخ نے کہا
لاتی ہے ایسے پھول کہیں یاسمن کی شاخ

آتا ہے پھول چننے جو وہ شوخ گلعذار
پھولی نہیں سماتی نہال چمن کی شاخ

آنکھوں کو اسکی دیکھ کے پھولا ہیں جو کبھی
دنبالہ دار سرمہ کو سمجھا ہرن کی شاخ

حاصل کسی کو نفع ہو کیا چرخ پیر سے
کم برگ و بار لاتی ہے نخل کہن کی شاخ

ہوگا کوئی دغا سے نہ سرسبز اور نہال
لائیگی پھول پھل نہ کبھی مکر و فن کی شاخ

رتبہ شریف کا نہیں ملتا رذیل کو
کہنے کو کب نصیب ہوئی ہے ہرن کی شاخ

پھولی پھلی ہے رنگ مضامین تازہ سے
کیوں اس غزل کو کہیئے نہ ناسخ سخن کی شاخ

۱۴۵	وحشی کو عشق کیا سر و ساماں سے واسطہ محتاج آب فصل نہیں ہے ہرن کی شاخ	۱۹

ہمکو ہے رور وصل پہ تیری نقاب تلخ
گر زندگی ہماری رہا ہے پر حجاب تلخ

ناصح سے طور میں یہ بات ہے کہاں
کیا اُٹھے کیفیت نہ ہو جبتک شراب تلخ

ہم سے نہ چاشنئے محبت کو پوچھئے
تلخی مرگ سے ہے سوالے جناب تلخ

بیوقت بوسہ لب شیریں کا کر سوال
امید ہیں وہ کریں دینگے جواب تلخ

ناصح کی گفتگو نہ ہو کیوں ہم کو ناگوار
ہوتا ہے اسکا ہر سخن ناصواب تلخ

گالی ہیں ہجر راتیں وصال و فراق کی
شیریں کبھی ہے اور کبھی آنکھوں میں خواب تلخ

گلگیر لب ہے یار کے گالی نہ نکلے کیوں
ہوتا ہے ذائقہ میں ہمیشہ گلاب تلخ

جبتک شریک ساقی شیریں ادا نہ ہو
میرے مذاق میں ہے شراب و کباب تلخ

ناسخ کی ہے عجب یہ نانع [illegible] جمال
سنتی ہے ہجر باتیں کسیکی نقاب تلخ

بوسے رٹکے اسمیں ملیگا ہمیں مزہ
تم لعل شکریں سے جو دوگے جواب تلخ

ہو چاشنی عشق سے ہرگز نہ آشنا
کر زندگی ۔ ایدل خانہ خراب تلخ

اے لب شکر نہ چاہیئے تلخی ہر ایک سے
ملتا ہے تلخ باتکا اکثر جواب تلخ

پایا ہے جسنے اس لب شیریں کا ذائقہ
ہے اسکے پاس ذائقہ شہد ناب تلخ

وہ رند تلخ کام ہوں لب تک جو میرے آئے
شربت بھی ذائقہ میں ہو مثل شراب تلخ

مرجاؤنگا میں پھوڑکے سر مثل کوہکن
شیریں ادا جو تو کبھی دیگا جواب تلخ

ڈھاتا ہے قہر اس بت شیریں ادا کا حسن
ہو جائے کیوں نہ زندگی شیخ و شاب تلخ

کیا خاک سوئیں ہجر کی شب میٹھی نیند ہم
ہے انتظار مرگ میں آنکھوں کا خواب تلخ

عاشق کو جان نواز عرق زلف کا ہوا
ہر چند سانپ کے ہے دہن کا لعاب تلخ

١٤٦	پوچھا کبھی نہ اس بت شیریں ادا نے عشق گذرے ہماری زیست کے دن بے حساب تلخ	١٨

آنکھ جمتی ہی نہیں کیا کہوں میں کیا ہے وہ رخ
چشم بد دور عجب نور کا بقعہ ہے وہ رخ

وادیٔ ایمن قدرت کا تجلا ہے وہ رخ
باعث بے خودیٔ حضرت موسیٰ ہے وہ رخ

حسن کا ثانی کہیں پیدا نہیں ایسا ہے وہ رخ
خوب سے خوب ہے اچھے سے بھی اچھا ہے وہ رخ

کیوں نہ پھونکے دل عشاق جگر کیوں نہ جلائے
سرخ ہے آگ ہے شعلہ ہے بھبوکا ہے وہ رخ

آنکھ میں شوق بنا دل میں تمنا ٹھہرا

جلوہ گر ایک نئے رنگ سے ہر جا ہے وہ رخ
جس نے دیکھا نہ رہے اسکے سجا ہوش و حواس
وجہ دیوانگی و باعث سودا ہے وہ رخ
پردۂ چشم نہ جل جائے دم نظارہ
شعلۂ آتش قہر اے دل شیدا ہے وہ رخ
معجزے ہم کو دکھائیں گے یہ موسیٰ کی طرح
ہے عصا زلف رسا تو ید بیضا ہے وہ رخ
سینکڑوں شکوے مرے دلمیں بھرے ہیں یونتو
یاد آتا نہیں کچھ جب نظر آتا نہ ہے وہ رخ
مردنی سی رخ عشاق پہ چھا جاتی ہے
رنگ غصہ کا کسی دن جو دکھاتا ہے وہ رخ
کیوں نہ للچاے طبیعت مری بوسہ کے لئے
خوب ابھرا ہوا ہے خوب ہی پیارا ہے وہ رخ
کیجئے قامت جاناں کو سوا نیزہ فرض
کہئے خورشید قیامت کا نمونہ ہے وہ رخ
موجیں گیسو ہیں بھنور چاہ ذقن خط دھارا
سچ اگر پوچھئے تو حسن کا دریا ہے وہ رخ
صفت حور سے پہلے یہ بتا اے زاہد
چشم انصاف سے تو نے کبھی دیکھا ہے وہ رخ
عکس آئینہ کا خود اس میں نظر آتا ہے

اس قدر صاف ہے اسد رحیہ مجلا ہے وہ رخ

اس کو جب دیکھتے ہیں پاتے ہیں جان تازہ
مردم چشم کے نزدیک مسیحا ہے وہ رخ

غیر بھی ترسیں گے بوسوں کو ہماری ہی طرح
جو کسی کے بھی نہ کام آئے تمہارا ہے وہ رخ

۱۴	اسیہ کیوں مرتے ہیں آپ اسمیں دہرا ہی کیا ہے حضرت عشق نہ کعبہ نہ کلیسا ہے وہ رخ	۱۴۷

ہے کس بلا کا وہ صنم شوخ و شنگ شوخ
رگ رگ میں ہے شرارت و شوخی بھری ہوئی
زاہد خیال خام میں کھوتا ہے اپنی عمر
قاتل کا ہاتھ غیر کی منت اٹھائے کیوں
فصل بہار سے نہیں کم موسم شباب
سرکار یار سے ہمیں کیا کیا ملے خطاب
وہ شوخ لے جو دست حنائی میں جام آب
آئے و یا نہ پاس بھی عاشق کی گرد کو
ہو جائے صاف گھر میرا میدان کارزار
جس سنگ میں تراشی گئی یار کی شبیہ
فتنہ مچا یگانہ پڑا عقل و عشق میں
آتے ہی چھا گیا ترے رخسار سرخ پر
پہلو میں اسد لہیں کھٹکتا ہے [illegible]

رفتار شوخ طرز سخن شوخ رنگ شوخ
ہے سر سے پانو تک وہ بت شوخ و شنگ شوخ
کیا ہو گی حور مثل بتان فرنگ شوخ
رنگ حنا سے میرے لہو کا ہے رنگ شوخ
گل سے سوا ہے عارض جاناں کا رنگ شوخ
رسوا ذلیل بیہدہ بے نام و ننگ شوخ
مثل شراب سرخ ہو پانی کا رنگ شوخ
اے شوخ کس بلا کا ہے تیر خدنگ شوخ
مہمان بنکے ٹھہرے جو وہ خانہ جنگ شوخ
نکلی سواری سے وہ تصویر سنگ شوخ
آیا ترا خیال جو اے خانہ جنگ شوخ
اے شوخ ہے بلا کا خط سبز رنگ شوخ
ناوک نگہ غضب کا ہے تیر خدنگ شوخ

۱۴۸ — جولانیاں قلم کی رہیں ہر زمیں میں
اے عشق ہے بلا کا ہمارا سمند شوخ — ۱۴

حسن غمازہ سے نہیں رخسار سرخ
قدرتی ہیں یار کے رخسار سرخ

یوں ہے سوز عشق سے دل میرا خوں
جیسے تپ میں ہو رخ بیمار سرخ

جب تصور میں لیا بوسہ کوئی
ہو گئے وہ ماریں رخسار سرخ

اڑ گیا چہرے کا میرے رنگ صاف
جب ہوا غصہ سے روئے یار سرخ

خوں روئے سے فراق یار میں
ہے ہماری چشم دریا بار سرخ

موسم گل کی طرح آیا شباب
ہو گئے اس شوخ کے رخسار سرخ

ہجر ساقی میں ہے پر خوں مری آنکھ
نشۂ مے سے نہیں رخسار سرخ

کیوں نہ ہو کافور زردی خزاں
فصل گل آئی ہوا گلزار سرخ

حال کو ملسل نہ کیوں ٹھہرائیے
شکل گل ہوں جب ترے رخسار سرخ

تھی قیامت تیرے کشتوں کی تڑپ
ہو گئے مقتل کے سب دیوار سرخ

خون عاشق سے خدنگ دلربا
ہو گیا پیکاں سے تا سوفار سرخ

چڑھ گیا ہے سر پہ خوں بے گنہ
میرے قاتل کی نہیں دستار سرخ

رنگ اپنا کیا حنا سے اب حنا
خوں عاشق سے ہے دست یار سرخ

۱۴۹ — رہ گیا ہے گھٹتے گھٹتے غم سے عشق
جسم میرا اب کوئی دو چار سرخ — ۱۱

شوخ تو تھا مگر نہ تھا گستاخ
ہم نے اس کو بنا دیا گستاخ

اب بھلا لحاظ کیا اس کو
گالیاں ہی تو دے چکا گستاخ

پاس اسکا رہا نہ کچھ شب وصل
شوق نے مجھکو کر دیا گستاخ

شوخ پہلے ہی وہ غضب کا تھا
اور نشہ نے کر دیا گستاخ

اول اول تھا کچھ لحاظ حجاب
رفتہ رفتہ وہ ہو چلا گستاخ

شوخیوں نے مار دیا ہے اسے
وہ مصیبت سے ہوں چلا گستاخ

بوسہ جب مانگا بول اٹھے وہ
منہ لگانے سے تو ہوا گستاخ

ہیں حسین سب کے سب غضب کے شریر
ایک سے ایک ہے سوا گستاخ

منہ یہ کہتا ہے صاف صاف اسکے
کس بلا کا ہے آئینہ گستاخ

تیرے گیسو سے بل کی لیتی ہے
ہو چلی ہے بہت ہوا گستاخ

بس لیا جب گناہ دوست اسے
ہو گیا **عشق** پر خطا گستاخ

۱۵۰	ردیف دال مہملہ	۱۴

مجھے کیوں نہ ہو جستجوئے محمدؐ
دل و جان کو ہے آرزوئے محمدؐ

نہ کیوں ہو ہمیں جستجوئے محمدؐ
خدا کو بھی ہے آرزوئے محمدؐ

عجب قبلۂ دل ہے روئے محمدؐ
کہ کعبہ کا رخ بھی ہے سوئے محمدؐ

کسی سے نہیں ملتی خوئے محمدؐ
جدا سب سے ہے رنگ و بوئے محمدؐ

خدا کا سر حشر دیدار کیسا
نظر آئے گا صاف روئے محمدؐ

وہ سر ہو فلک کوب عالم الٰہی
ہو جس میں سودائے موئے محمدؐ

گلستان قدرت میں ہیں پھول لاکھوں
نہیں ایک میں رنگ و بوئے محمدؐ

ہمیں خواب ہی میں کبھی تو الٰہی
نظر آئے روئے نکوئے محمدؐ

بزرگی یہ کوثر کو حاصل نہ ہوتی
نہ ہوتا جو آب وضوئے محمدؐ

مرحسن بخشش کی پہر کون صورت — اگر درمیاں ہو نہ روئے محمدؐ
ملی ہیں اسیواسطے ہم کو آنکھیں — کہ دیکھیں قیامت میں روئے محمدؐ
مخالف سے بہی بات کرتے تھے سیدھی — خوشا عادت نیک خوئے محمدؐ

۱۸	تمنائے جنت نہیں بعد مردن ملے جیتے جی عشق کوئے محمدؐ	۱۵۱

یہاں محبت کو مرے رشک وہ کیا یاد — جس شوخ کو تجہہ اور نہو غیر جفا یاد
جس شوخکی رہتی ہے مجھے صبح و مسا یاد — افسوس ہے اک روز بہی اسے کیا یاد
کس کس کو سہے اکدل خستہ و مجروح — ہیں سیکڑوں اس شوخ کو انداز جفا یاد
کیا آئے قضا میری شب ہجر ستمگر — انداز تغافل ہیں اسے تجہسے سوا یار
کیا خاک کرے گا وہ وفا وعدۂ فردا — بات آجکی آج اسکو نہیں رہتی ذرا یاد
کیوں ہچکیاں آتی ہیں دم نزع الٰہی — کس وعدہ فراموش نے اسوقت کیا یاد
طفلی میں جو ہم کہتے تھے بہلانے کی خاطر — اس بت کو ہے ابتک وہ سخن نام خدا یاد
سودا میں تری زلف سیہ کے مرے سر پر — اے بت وہ بلا آئی کہ آیا ہے خدا یاد
سوجھی جو شرارت نئی اس عربدہ جو کو — آتے ہی مری بزم میں دشمن کو کیا یاد
دور اپنے کو یوں کھینچ نہ لے دون کی لیچ — اس بت کو ہیں انداز ستم تجہسے سوا یاد
ہم مفت دلے دیتے ہیں بے منت و احسان — لیجائیے دل کیجئیے گا آپ بہی کیا یاد
بہولا نہ شب وصل بہی اندوہ جدائی — اس لطف میں بہی ہے مجھے ابتک وہ مزا یاد
ہوگی ہوس زیست مرے دلکو دوبارا — مر کر بہی جو آئیگا محبت کا مزا یاد
کیا سر پہ قضا کھیل رہی ہے دل ناداں — سہ رہ کے جو آتی ہے تجھے انکی ادا یاد
پیغام وصال بہولنے تیری ہی مجھے مارا — ظالم تجھے مطلب ہی کا فقرا نہ رہا یاد

ہچکی ابھیں کیا آئی غضب آگیا ہمپر
رہ رہ کے خفا ہوتے ہیں کیوں اسنے کیا یاد
چھیڑا جو کبھی قصۂ غم سن کے وہ بولے
کمبخت کو کچھ اور نہیں اسکے سوا یاد

۱۵۲	اے عشق علاج تپ غم ہے کسے منظور خوش ہوں جو ہیں مجکو دعا اور دوا یاد	ع ۲۴

آزادیوں کے سد میں دیوانہ ہوا بند
یہ سد نیا بند ہے یہ بند جدا بند
رہنے کا نہیں عشق کوئی کام مرا بند
ہوگا نہ در ہمت مرداں جدا بند
آتا ہے نظر مجھ کو کف اہل سخا بند
مفلس کے پڑا کام میں اک دریا بند
دل رشتۂ الفت میں ازل سے ہے مرا بند
کھولے سے کسی کے یہ کھلے گا نہ کھلا بند
دیوانۂ الفت کو کرے گا کوئی کیا بند
آزاد ہر اک قید سے ہے عشق کا پابند
مطلب دل ناکام کا پیوستہ رہا بند
سو عقدے پڑے اور اگر اک کھلا بند
مارا نہ کبھی زلف کے کالے کو کسی نے
مہندی کا کبھی چور نہ رندا نہیں ہوا بند
کھل جائیگا اک روز مرے دلکا بھی عقدہ
رکھتا نہیں بندے کا کوئی کام خدا بند
میں پرسش محشر سے بچا ضعف کے باعث
دفتر وہ مرے جا بیسے پہلے ہی ہوا بند
اے جور ادا سے تری کیا کوئی بچے گا
یہ مان لیا جلد میں ہے راہ قضا بند
کھولیگا زباں کیا ترے آگے کوئی اے شوخ
غنچہ کا دہن بند ہے بلبل کا گلا بند
بے مے پیئے ممکن نہیں مجھ رند کا جینا
مرجاؤں اگر مجھپہ ہو یہ آب بقا بند
آیا جو کبھی یار کی جانب سے خط شوق
سو بار پڑھا کھول کے سو بار کیا بند
روکے سے رکے گی نہ مری آہ فلک سیر
مٹھی میں کسی طرح سے ہوگی نہ ہوا بند
ہوتی ہی نہیں انسے کبھی ترک صبوحی
زاہد سے سوا رند ہیں اوقات کے پابند
جو نہار دل پیتا ہے کھاتا ہے غم ہجر
بیمار محبت پہ نہیں آب و غذا بند

اے آہ سہارے پہ ترے جیتے ہیں عاشق
ہو جائیگا دم بند جو ہوگی یہ ہوا بند

کیونکر نہ بھٹکتی پھریں عاشق کی نگاہیں
اب روزن دیوار کو بھی اس نے کیا بند

گر اور پریشان ہو شب ہجر تماشا کر
ایدل ہے مراد روسے اک ایک جدا بند

یہ حکم ہے انکا ملے کوئی کسی سے
دیوانہ محبت کے ہیں اک ایک جدا بند

یاد آئی جو لذت ترے بوسوں کی تو مجھ
لب اپنے عذوبت سے ہوئے وقت بکا بند

رندوں کے جو منہ لگتا ہے کیا آئی ہے مستی
کر اپنی زبان ناصح بیہودہ سرا بند

آتا نہیں کچھ عقل میں کیا رنگ ہے ساقی
شیشہ میں پری ہے کہ ہے ہوش ربا بند

۱۵۳	ہر قید سے آزاد تو عالم میں وہی ہے اے عشق نہیں دام علایق کا جو پابند	۱۷

رو کش ہو ترے رخ سے جو اے مہ عذار چاند
ایسے کہاں کے لگ گئے ہیں اسکو چار چاند

دیکھا جو تیرے رخ کو ہوا شرمسار چاند
کیوں پیش آفتاب نہو بے وقار چاند

کیا منہ جو داغ دل سے ہو میرے دوچار چاند
چمکا ہے گو لگا کے فلک اسکو چار چاند

تا حشر عید کی تو منایا کرے خوشی
اے رشک مہ ہوں تجھکو مبارک ہزار چاند

اس مہ کے نقش پا کو نہ پہنچے گا حسن میں
اپنے کو آسماں پہ کھینچے ہزار چاند

دل کی نہ ناخن مہ نو سے گرہ کھلی
اسطرح تجھکو ایک نہیں سازگار چاند

نظارہ میرے یار کا منظور ہے اسے
چڑھتا ہے آسمان پہ جو بار بار چاند

اپنے کو کھینچتا ہے جو تو دور اسطرح
اے آسماں لگ گئے کیا تجھکو چار چاند

امیدوار وصل پڑے گا محاق میں
غرہ ہوا جو اپکے بھی اے مہ عذار چاند

نسبت ہو خاک اس رخ پر نور سے درست
سوزش ہے آفتاب میں ہے داغدار چاند

ہر داغ عشق کی ہے سوا اس سے آفتاب
کیوں اپنے دل میں مجھ سے نہ کھائے غبار چاند

تیرے ہی عکس رخ سے دوبالا ہے اسکا حسن
ایماہ تیرے آگے ہے آئینہ دار چاند

اس آسمان حسن کا اللہ رے عروج
ہوتا ہے آفتاب تصدق نثار چاند

خورشید کے طلوع کا سب کو گماں ہو
کوٹھے پہ دیکھنے کو اگر آئے یار چاند

توسن کا تیرے کیوں نہ فلک پر دماغ ہو
ہیں اسکی ٹھوکروں میں سر رہگذار چاند

اس مہ کو چاندماری کا جب سے ہوا ہے شوق
ہالے سے ہوگیا ہے درون حصار چاند

۱۴	اس ماہ رو کا وعدہ ۔ اینک وفا ہوا اے عشق ہم کو ہجر میں گذرے ہزار چاند	۱۵۴

ہلال گھٹکے نہ کیوں رشک سے ہو سارا چاند
کہ آفتاب سے پرنور ہے ہمارا چاند

تری حضور میں اے آسمان حسن و جمال
سہا ہے مہر جہانتاب اور تارا چاند

اٹھائے پردہ جو وہ شوخ روئے روشن سے
کتاں کیطرح سے ہوجاسے پارہ پارا چاند

اس آفتاب کی خاک قدم کا ذرہ ہوں
کہ اک نثار لیے جبیں سے ہوا دوپارا چاند

طلوع مہر کا عالم کو ہوگیا دھوکا
یہ جو چاند دیکھنے نکلا کبھی ہمارا چاند

چڑھا جو بام پہ وہ رشک ماہ وقت سحر
کنارہ چرخ سے کرنے لگا کنارا چاند

اگر ہوتا کف پائے یار کے مانند
نہ یوں فلک پہ چمکتا ترا ستارا چاند

اے آسماں ہیں بوس کنار کے قابل
اگرچہ دیکھنے کو ہے نظر میں پیارا چاند

جو تیرے ابرو رخ کا پڑا فلک پہ عکس
ہوا ہلال نمودار آشکارا چاند

کس آفتاب تجلی کی ہے تلاش اسکو
جو پھر رہا ہے شب روز مارا مارا چاند

خدا کو مان کے انصاف سے بتا اے چرخ
یہ تیرا چاند منور ہے یا ہمارا چاند

بتا یا غرہ مجھے اس ہلال ابرو نے
خوشی میں غیر کو کیونکر کٹے نہ سارا چاند

۱۵	سنا جو اس غزل نو کو عشق اسنے کہا	۱۵۵

کمال خوب کیا جرح سے اتارا جا تا مد

بھولے بھٹکے میری آنکھوں میں جو آجاتی ہے نیند
تیرگی شام غم سے کیا ہی گھبراتی ہے نیند

یاد میں تیری جو اسے آرام جاں آتی ہے نیند
جوا بہائے خوش مجھے کیا کیا دکھا جاتی ہے نیند

وعدہ کی شب یار سے بھی تڑپکے ترساتی ہے نیند
مردمان چشم پر کیا ہی ستم ڈھاتی ہے نیند

ہجر کی شب میری آنکھوں میں کہاں آتی ہے نیند
جب خیال آتا ہے اسکا صاف اڑ جاتی ہے نیند

اشتیاق عیسراں کو ہم کو اں کا انتظار
اوس طرف ان کو نہ ہم کو اسطرف آتی ہے نیند

اس بلا کی ہے ہماری شام غم کی تیرگی
ڈھونڈھتی ہے راہ آنکھوں کی نہیں پاتی ہے نیند

جس طرح سوتا ہے میرا بخت گھوڑے بیچ کر
اس طرح کب خفتگان خاک کو آتی ہے نیند

کیوں نہ ہو انسان کو پیری میں غفلت بیشتر
کس غضب کی دیکھئے وقت سحر آتی ہے نیند

ان کو تنہائی میں بھی تنہا کبھی پاتا نہیں
جب وہ آتے ہیں مری خلوت میں آجاتی ہے نیند

یار کے آنے کی سنتی ہے جو اڑتی سی خبر

دیدۂ مشتاق سے عاشق کے اڑجاتی ہے نیند

دیکھئے کیا دیدۂ مشتاق کا ہوتا ہے حشر
موت آتی ہے نہ فرقت میں مجھے آتی ہے نیند

ہجر کی شب جب ستاتا ہے بہت درد جگر
اشک بنکر میری آنکھوں سے نکل جاتی ہے نیند

یاد قامت میں کسی کی ہم ہیں بے آرام کیوں
لوگ تو کہتے ہیں سولی پر بھی آجاتی ہے نیند

خون روتے ہیں شب غم مردمان چشم شوق
مرغ بسمل کی طرح کیا انکو تڑپاتی ہے نیند

شاہد پردہ نشیں ہے یہ بھی یا تازہ عروس
اے شب غم میری آنکھونسے جو شرماتی ہے نیند

صورت آرام و راحت کیا نظر آئے ہمیں
یار آتا ہے شب وعدہ نہ تو آتی ہے نیند

سوچ لیتا ہوں مآل کار کو آغاز میں
موت اپنی مجکو یاد آتی ہے جب آتی ہے نیند

وعدہ کی شب غیر سے روکا اگر اس شوخ کو
کون مانع ہے ترا تو کیوں نہیں آتی ہے نیند

۱۵۶	صورت جاناں نظر آتی ہو جس کو خواب میں عین بیداری اسی کی عشق کہلاتی ہے نیند	۲۰

قابل درماں نہیں ہے عشق کا آزار دل		اللہ ہی ملے چارہ گر ہے یہ مرض آزار درد

تو ہے نادان یہ سمجھ میں تیری آنیکا نہیں
نالۂ بلبل کی پروا باغ میں گل کو نہیں
بار آئے ظلم سے مہر و وفا سے پیش آئے
جب خیال آتا ہے تیرا مجکو اے بیداد گر
گردش بخت آسماں سے ہے نصیب عاشقاں
مانع اظہار رسوائی جاناں کا ہے خوف
جسپہ بیتی ہو اسی کے دل سے اسکا حال پوچھ
جس سے امید تسلی ہو نہ امید علاج
عشق کے بیمار کی کیا اور ہوگی دیکھ بھال
جان لینے میں ستانے میں اذیت دینے میں
پوچھتا ہے چارہ گر رہ رہ کے موقع درد کا
دیکھئے جس سمت آتا ہے نظر سامان غم
ضعف سے ہے اسمیں طاقت بات کرنیکی کہاں
تیرا عاشق مر کے بھی غم سے نہ پائیگا نجات
ہجر میں اس بت کے ہے ہر دلکو تیری جستجو
یاد آتی ہیں شب فرقت جو انکی شوخیاں
دشمنی آپس کی بدلی دوستی سے عشق میں
سنتے سنتے پھٹ گئے ہیں باغمیں ہر گل کے کان

ہم بتائیں اپنے دلکا کیا تجھے اے یار درد
سچ ہے مفلس کا نہیں کرتا کوئی زردار درد
عاشق دل خستہ کا جانے اگر دلدار درد
دلمیں اٹھتا ہے پئے تعظیم سو سو بار درد
رنج حرماں بیکسی اندوہ غم آزار درد
کیا کہے دلکا کسی سے عاشق ناچار درد
غیر کیا جانے مرا اے شوخ دل آزار درد
کیا کہے ایسے سے ایسا کوئی دل افگار درد
چارہ گر حرماں ہے ہمدم رنج ہے غمخوار درد
تجھ سے بڑھکر ہے مرا اے قاتل خونخوار درد
کیا بتاؤں ہے سراپا میرا جسم زار درد
مجکو پہنچاتے ہیں بے اسکے در و دیوار درد
چارہ گر سے کیا کہیگا عاشق بیمار درد
قبر میں لیجائیگا ساتھ اپنے یہ بیمار درد
آجکل ہے خوب تیری رونق بازار درد
دلمیں اٹھتا ہے نئے پہلو سے ہر ہر بار درد
درد کا غمخوار اب میں ہوں مرا غمخوار درد
تیرے نالوں میں ہے کیا اے بلبل گلزار درد

۱۵۷	داغ کا شاگرد ہوں میں عشق میرا نام ہے کیوں نہ ہر دلمیں کریں پیدا مرے اشعار درد	۱۷

یار کی ہو بھی اگر لطف سے وہ جام سپید
عشق ہو گی نہ مصیبت کی مری شام سپید

رنگ سے سرخ یہ مہتاب بھی اے مہ جمال
ہو گیا دیکھ کے تیرا رخ گلفام سپید

لاکھ چاہے کوئی فطرت کا بدلنا ہے محال
صبح کی طرح نہ ہو گی سر ہو گی شام سپید

اس سے لگتے کا ہیں داغ جوانی کو تری
عطرتی موئے کمر ہے مت خود کام سپید

رنگ لاکر ہی رہی صبح جدائی میری
روتے روتے ہی ہوئے دیدۂ ناکام سپید

ظرف کی طرح ہے رندوں کی نظر بھی عالی
دور گردوں کو سمجھتے ہیں یہ اک جام سپید

انقلاب فلک پیر سے کچھ دور نہیں
صبح کا رخ ہو سیہ اور رخ شام سپید

وار سے پہلے فنا ہو گیا دم عاشق کا
نہ ہوئی سرخ رہی یار کی صمصام سپید

رنگ تاثیر دکھائے جو ترا حسن صبیح
ہو سیہ خال بھی شکل گل بادام سپید

کی شب وصل جو کچھ دست درازی میں نے
ہو گیا خوف سے انکا رخ گلفام سپید

پر تو دست حنائی سے گلابی ہو جائے
ہاتھ میں اپنے اگر لے وہ کوئی جام سپید

لکھے مضمون مری شام مصیبت کا اگر
خوف سے ہو رخ خامہ دم ارقام سپید

قابل دید ہے نیرنگی حسن جاناں
سرخ لب خال سیاہ سبز خط اندام سپید

لاکھ خورشید قیامت بھی سفیدی پھیرے
میرے غمخانے کے ہونگے نہ در و بام سپید

غم میں اس ثانی یوسف کے بسان یعقوب
ہوئے رو رو کے مرے دیدۂ ناکام سپید

دیکھکر چشم سیہ کو تری غیرت کے سبب
چشم آہو ہو برنگ گل بادام سپید

۱۵۸	عشق کی راہ ہے اے عشق وہ آفت انگیز رنگ رخ ہوتا ہے سالک کا بہر گام سپید	۱۴

قاتل عربدہ جو خانۂ احساں آباد
دم قدم سے ہے ترے گنج شہیداں آباد

شہر لوگوں کو بساتے ہوئے سنکر خود ہی
میرے قاتل نے کیا شہر خموشاں آباد

طوق در زنجیر کی رونق ہے مری وحشت سے
دم قدم سے ہے مرے خانۂ زنداں آباد

تیرے سودے میں زمانہ کا ہوا اور ہی رنگ
شہر ویراں نظر آتے ہیں بیاباں آباد

صورت جام ہے چرخ کو گردش جانتک
میرے اللہ ہے محفل زنداں آباد

تیرے دیوانوں کو اللہ سلامت رکھے
انکے ہی دم سے ہیں کہسار و بیاباں آباد

سب مہیا ہیں جو سامان ہیں بربادی کے
گھر ہو گیا خاک ہمارا شب ہجراں آباد

کوئی پروا نہیں جنت بھی جہنم ہیں ہو جائے
ہم سلامت ہیں پھر کوچۂ جاناں آباد

مژدہ اے بلبل گلزار پھرے تیرے دن
پھر بہار آئی ہوئے سارے گلستاں آباد

رکھ لیا دشت نے پردہ ترے دیوانوں کا
ہو گئے آکے یہاں بے سر و ساماں آباد

جا گزیں دل میں نہیں اس بت خوشرو کا خیال
مصر میں آکے ہوا ہے مہ کنعاں آباد

اپنی قدرت کا دکھاتا تھا جو جلوہ منظور
میرے خالق نے کیا عالم امکاں آباد

دیکھیں تجکو تو ہوں محبوب حسیناں جہاں
سر سے ہو جائے سر آغوش گریباں آباد

۱۵۹

آدمی جسکو کہیں وہ نہیں ملتا اے عشق
یوں تو ہر شہر میں ہیں سیکڑوں انساں آباد

۱۷

ہر ایک کو اپنے رنگ کی ہے رنگ و بو پسند
بلبل کو گل شجر کو ثمر مجکو تو پسند

یہ بھی ہے کوئی اے صنم حیلہ جو پسند
میں ناپسند اور مری آرزو پسند

جب تک خیال یار کا پیش نظر رہا
آیا نہ میرے دلکو کوئی خوبرو پسند

سنتے نہ گالیاں کبھی یوں چھیڑ چھیڑ کر
ہوتی اگر نہ ہم کو تری گفتگو پسند

حصہ ہے یہ تو عاشق حسرت نصیب کا
تم کیا کرو گے لیکے دل آرزو پسند

رند اسکا ہم بنائینگے اک روز شیخ جی
آ جائیگا جو آپ کا ظرف وضو پسند

ہاں ہم جہان میں یوں تو ہیں سامان ہزارہا
ساقی ہے مجکو شیشۂ و جام و سبو پسند

اس بدزباں نے شکوۂ دشنام پر کہا
ہم کیا کریں ہمیں ہے یہی گفتگو پسند

اے سوزن مسیح رہے نوک کی سمت
جامے کا اپنے مجکو نہیں ہے رفو پسند

داماں مثل کتاں چاک چاک ہے
دلکو ہمارے جسے ہے وہ ماہرو پسند

سچ ہے پھر اگھڑا نہیں دیتا کبھی صدا
مست ہے ہمکو نہیں ہاؤ ہو پسند

اک وصال حسن کا حسرت سے خیال ہے
طوبیٰ پسند ہے نہ مجھے سرو جو پسند

وہ چاہتے ہیں دعوئے الفت سند کے ساتھ
اے مہر داغ غم مرے دلکو ہے تو پسند

منظور یوں تو وصل کسی کا نہیں مگر
قاتل کو ہے تعلق تیغ و گلو پسند

رنگ حنا میں بوئے وفا نام کو نہیں
قاتل کو اسلئے ہے ہمارا لہو پسند

ہم کو فلک نے خاک کا پیوند کر دیا
آیا کبھی جو چاک جگر کا رفو پسند

۱۶۰	واعظ کے سامنے وعظ میں آیا ہے مجکو عشق لاتقنطو پسند کلو و شربو پسند	۱۷

بڑھکر ہے دوست سے بھی مجھے اب عدو پسند
کیوں نا پسند ہو وہ کرے جس کو تو پسند

یہ چاٹ رہنے دیگی نہ پھر میان میں اسے
قاتل کی تیغ کو اگر آیا لہو پسند

محنت مری ٹھکانے لگی لاکھ لاکھ شکر
آیا انہیں پسند دل آرزو پسند

بیڑا اوٹھا چکے ہیں وہ عاشق کے قتل کا
اب ان کو ہے حنا سے زیادہ لہو پسند

رونق ہے خون دیدہ جوہر سے تیغ تیز

قاتل کو ہے جو حسدہ رحم گلو پسند

میں اور ترک عشق بتاں پری جمال
اے پند گو نہیں یہ تری گفتگو پسند

پانی سے پاک ہوگا نہ ہرگز داغ سیہ
اے شیخ ہے شراب سے غسل و دھو پسند

کیا جلس دل کو تجھ سے کریں گے دریغ ہم
اپنی تو آرزو ہے کرے اس کو تو پسند

آنسو کے تار سے جگر چاک کا
اے چارہ گر ہے عشق میں مجھکو رفو پسند

مگر ملا عدو کی بات سے بھی واہ رے فراغ
اس شوخ تند خو کی ہے مجھکو یہ خو پسند

ہم ناز آئے لطف سے بے داد ہی سہی
تیری ہر اک ادا ہے بت کینہ جو پسند

ہر ایک کی پسند جدا ہے جہان میں
اے فتنہ جہاں ہے مگر سب کو تو پسند

باغ جہاں میں اے گل خوبی ترے سوا
آئی نہ ایک پھول کی بھی مجھکو بو پسند

حوروں پہ ڈالے خلد میں کیا وہ نگاہ شوق
آیا ہو جس کی آنکھ کو اے شوخ تو پسند

باریک بیں غضب کی ہے عاشق کی آنکھ بھی

موئے میاں یار ہوا موبمو پسند

بے ساختہ نظر نہ پڑے تجھ پہ کیوں مری
ہر آنکھ کو جہاں میں ہے خوبرو پسند

۱۶۱	خالق سے مانگنی ہے دعا عفو جرم کی اے عشق اشک شرم سے ہے اب وضو پسند	۱۷

کرتا ہے اک جہاں تجھے اے خوبرو پسند
کیا پوچھنا ہے اسکا کرے جسکو تو پسند

اے میر جلال کرے نہ اگر اسکو تو پسند
کچھ کام کا نہو یہ دل آرزو پسند

ہر رنگ میں چھپاتا وہ اپنے کو کس لئے
ہوتی اگر نہ اسکو مری جستجو پسند

برپا دل و جگر میں ہوئیں خانہ جنگیاں
آیا جو میری آنکھ کو وہ جنگجو پسند

کس کام کی وہ چیز جو بے سعی ہاتھ آئے
ملتا ہے یار کا بھی پس جستجو پسند

بیزار ہیں وفا سے محبت سے ہیں نفور
انکو نہ اسکا رنگ نہ اسکی ہے بو پسند

اے شوق ٹہکے ناوک قاتل سے پوچھ تو
سینہ ہے یا کلیجہ ہے یا ہے گلو پسند

آنکھیں لڑا کبھی کبھی ہم سے زباں لڑا
تجکو اگر ہے خنگ بت جنگجو پسند

تیرا خیال لاکھ خیالوں سے خوشنما
سو حسرتوں میں ایک تری آرزو پسند

اب اور غیر ترک تمنا نہیں علاج
اس فتنہ گر کو ہے دل بے آرزو پسند

رسوائے عشق جیسے ہوا ہوں جہاں میں
عزت پسند ہے نہ مجھے آبرو پسند

کس کام کا وہ دل نہ جس دل میں جوش عشق
بزم جہاں نہیں کسکو ہے خالی سبو پسند

[illegible] کبھی کے موئے کمر کی تلاش میں
معدوم چیز کی ہے مجھے جستجو پسند

پیر مغاں ہوں قلقل مینا کا شیفتہ
بزم جہاں میں ہے مجھے یہ خوش گلو پسند

کرتے ہیں سب پسند ہماری پسند کو
آیا ہے جیسے تو ہمیں اے خوبرو پسند

انداز دلبری کے ہیں سارے تجھی کو یاد
الستوح یہ کرشمے کہاں ہیں کسی کو یاد

رہتا نہیں جو مستی میں تو کچھ آدمی کو یاد
کیوں یہ کرے عروج میں افتادگی کو یاد

ہر برگ کی زبان پر افسانہ ہے ترا
تیرے دہن کی مات ہے اک اک کلی کو یاد

نادان بھولتا ہے دو دن کے عیش پر
رہتا نہیں گذشتہ الم آدمی کو یاد

پھر جاتی ہے نگاہ میں تصویر یار کی
کرتا ہوں میں کلیم کی جب بیخودی کو یاد

طول شب فراق میں کن حسرتوں کے ساتھ
کرتا ہوں روز وصل کی میں کوتہی کو یاد

کچھ خیر و شر سے واسطہ دیوانے کو نہیں
رکھتا ہے کب جہاں میں یہ نیکی بدی کو یاد

کیا ہم بچائیں خرمن صبر و شکیب کو
انداز برق کے ہیں تمہاری ہنسی کو یاد

عادی جفا کے ظلم کے خوگر ستم پسند
جنت میں بھی کرینگے ستمگر تجھی کو یاد

جو بات تجھ میں ہے وہ کسی اور میں کہاں
یہ ناز یہ ادا نہیں حور و پری کو یاد

اک تازہ حشر روز چمن میں بپا کرے
چالیں اگر ہوں آپ کی سرو سہی کو یاد

اچھا سبق یہ عشق نے ہم کو پڑھا دیا
بھولے جو دل سے ہمکو کریں ہم اسی کو یاد

الفت کا انکی لطف نہ بھولونگا مر کے بھی
رضواں کرونگا خلد میں اس دل لگی کو یاد

جادو جو تیری چشم فسونگر کو یاد ہے
یہ شعبدہ یہ سحر نہیں سامری کو یاد

١٦٤	اے عشق تیرے بعد بھی کرتے رہیں گے لوگ تجکو اگر نہیں تو تری [illegible] کو یاد	١١

اللہ رے میرے دل ناکام کی امید
[illegible] ہجر کی [illegible] وصل دلآرام کی امید

کیا ان سے مجھے بوسہ و پیغام کی امید
ہو جب لب نازک [illegible] کی امید

[illegible] بیکار جہاں میں
[illegible] کی امید

[illegible] کے لگی
[illegible] کی امید

یارب یہ شب غم ہو مری روز مسرت
بر آئے کہیں اس دل ناکام کی امید

جز ترک تمنا نہیں اب اور تمنا
کیا پوچھتے ہو عاشق ناکام کی امید

ساقی نظر لطف و کرم ہو کچھ ادھر بھی
تا میکدہ لائی ہے مجھے جام کی امید

بیمار محبت کا بہت حال برا ہے
زندہ جو رہا صبح نہیں شام کی امید

پیتے سحر و شام نہ یوں خون جگر ہم
ساقی سے جو ہوتی مے گلفام کی امید

کہتے ہیں کہ امید پہ قایم ہے زمانہ
کیوں دل کو نہو وصل دلارام کی امید

کیوں اسکی ستایش کریں بیغانۂ عشق
ہو جس سے نہ تحسین کی نہ انعام کی امید

۱۴	ردیف ڈال ہندی	۱۶۵

دو دن کا ہے یہ حسن نکر میری جاں گھمنڈ
ناپائدار چیز پہ ہے رایگاں گھمنڈ

سنگ فساں کا کام نہ دے تیغ یار کو
کر سختی گلو پہ نہ اے سخت جاں گھمنڈ

یہ جنس ہے دکاں کی نہ بازار کی متاع
یوسف کے حسن پر کرے کیا کارواں گھمنڈ

تیر نگاہ ناز کے کشتے ہیں داد خواہ
کیا ہوگا تیرا قاتل ابرو کماں گھمنڈ

لے ست یہی جہان میں ہے سجدہ گاہ خلق
جتنا کرے بجا ہے ترا آستاں گھمنڈ

بولی یہ قبر دیکھ کے منعم کی لاش کو
ہے وہ ترا غرور کہاں اب کہاں گھمنڈ

دیکھا جو آئینہ میں کبھی اپنے حسن کو
پیدا دل صنم میں ہوا ناگہاں گھمنڈ

تو بھی بنے گا تیر اجل کا کبھی ہدف
ناوک فگن نہ کھینچ کے کیجو کماں گھمنڈ

ناپائدار ہے گل گلزار کی بہار
دو دن کی فصل پر نکر اے باغباں گھمنڈ

اپنے ہنر میں دولت قارون گر نہیں
ناحق ہے اسقدر تجھے اے پاسباں گھمنڈ

ڈرتا ہوں پست ہو نہ کہیں صورت زمیں
رفعت یہ کر رہا ہے بہت آسماں گھمنڈ

ہم سر خرد ہوئے تو حد ذرہ ہو گیا
آیا نہ کام اسکا دم امتحاں گھمنڈ

تیرے سخن کی دھوم ہے دنیا میں ہر طرف
زیبا ہے تجھکو بلبل ہندوستاں گھمنڈ

۱۶۶	اے عشق ہے کمال کے حق میں مفر غرور ٹوٹا ہمیر کا سلسلہ آیا جہاں گھمنڈ	۱۲

کہاں ہے بادہ گساروں کو ناگوارا ٹھنڈ
مزا شراب کا دیتی ہے انکو دونا ٹھنڈ

لپٹ لپٹ کے وہ سوتے ہیں میرے پہلو سے
شب وصال دکھاتی ہے لطف کیا کیا ٹھنڈ

دہوئیں یہ تیرے شب غم اڑا دے تو سہی
پڑے تو اس دل سوزاں سے تجکو پالا ٹھنڈ

جو دلکو دیتی ہے تکلیف سرد مہری یار
برہنہ جسم کو دیگی نہ ایسی ایذا ٹھنڈ

ہمارے سوز جگر کا کرشمہ ہے گرمی
جو سرد مہری جاناں کا ہے نمونا ٹھنڈ

کہاں سے یار کو لاؤں جو گرم ہو پہلو
پڑا ہے مجکو شب ہجر تجھسے پالا ٹھنڈ

اٹھاتے بوجھ دشالے کا کس طرح نہ امیر
اگر نہ دیتی زمستاں میں انکو ایذا ٹھنڈ

جو سرد مہری جاناں سے کھینچوں آہ سرد
تو گرمیوں میں ہو جاڑے کی طرح پیدا ٹھنڈ

جگر کی آگ ہے موجود تاپنے کے لئے
کریگی حال ہی عشاق کا یہ کیا ٹھنڈ

کبھی پڑیگا جو پالا فراق ساقی سے
شرابخواروں کو ہی ہوگی ناگوارا ٹھنڈ

کھڑے ہیں روٹھ کے ملکے بھی لرزتے ہوئے
یہ خوف خلق یہ حیا یا ہوا ہے تیرا ٹھنڈ

	بغل میں یار اگر ہو خبر بھی ہوگی نہ عشق ہزار دے تپ لرزہ کی مجکو ایذا ٹھنڈ	

۱۶۷	ردیف ذال معجم	۱۳

عشق بنتا نہیں اس عہد شکن کا کاغذ
ظلم سے کیوں گل کے نہو گوشت مذبح کا کاغذ

اس خوشی میں نہ رہا رنج غریبی ہمیں یاد
ملگیا کوئی جو یاران وطن کا کاغذ

لکھوں مضموں اگر وحشت دلکا اپنی
شاخ آہو ہو قلم پوست ہرن کا کاغذ

سادہ رو عشق میں تیرے ہے بتیلا مرا حال
تار سطر ہیں رگیں گوشت بدن کا کاغذ

انکو فرصت ہی نہیں عیش و طرب سے اتنی
پڑھکے دیکھیں جو میرے رنج و محن کا کاغذ

ہے کبوتر کو پروبال کے جلجانے کا خوف
خاک لیجائیگا مجھ سوختہ تن کا کاغذ

دشمنوں کی نہو منظور جسے دلشکنی
آ گئے کیونکر مجھے اس عہد شکن کا کاغذ

تجکو کردونگا رومال سے میں مالا مال
لا تو قاصد کوئی اس سیم بدن کا کاغذ

ہوگیا مجکو یقیں باد بہاری آئی
نامہ بر لایا جو اس رشک چمن کا کاغذ

قدرداں ہی نرہا اسکا زمانہ میں کوئی
ردی ہو جائے نہ کیوں شعر و سخن کا کاغذ

اس سے کیا اٹھے قلم تو ہی بتا اے قاصد
ضعف سے جسکو ہوا سیکڑوں من کا کاغذ

کس صفائی سے دیا اسنے مجھے صاف جواب
سادہ بالکل ہے خط سیم بدن کا کاغذ

۱۶۸	عشق اس سے تو لکھو اب خون جگر سے اپنے لکھئے اندوہ و غم و رنج و محن کا کاغذ	۱۵

غیر بھیجیں مرے شکوے میں جو لکھکر کاغذ
ہو وہی ہائے مرے قتل کا محضر کاغذ

میرے نالوں کی جو بند ہوجائے تب سحر ہوا
آسماں اڑتے پھریں جیسے ہوا پر کاغذ

تھا جو بیتابی دلکا مرے مضموں رقم
گر پڑا بال کبوتر سے تڑپ کر کاغذ

جسمیں ہے مطلب دل لکھیے پتنگوں پہ تمام
یار کو بھیجئے اسطرح ہوا پر کاغذ

ہوگیا صاف مرے اشک ندامت کے سبب
میرے اعمال کا جو تھا سر محشر کاغذ

ضعف سے ہمکو قلم کا بھی اٹھانا ہے محال
لکھئے اس وعدہ فراموش کو کیونکر کاغذ

[illegible] کا جواب لکھا مرے قاصد [illegible]
میرے [illegible] کا ہوا [illegible] دفتر کا کاغذ

حرف مطلب کسی عنوان نہیں لکھتا وہ شوخ
یوں تو آتے ہیں مرے پاس برابر کاغذ

تیری تصویر نے وہ نور عطا فرمایا
ہوگیا صفحۂ خورشید کا ہمسر کاغذ

شوق اس طفل حسیں کو ہے پتنگوں کا بہت
آپ اپنے کو نہ کیوں کھینچے فلک پر کاغذ

شوخیوں کی ترے کھینچے جو مصور تصویر
ہاتھ سے اسکے نکل جائے تڑپ کر کاغذ

بھیجتے لکھ کے ہمیں اپنا وہ کچھ حال ضرور
آیا یاران عدم کو نہ میسر کاغذ

ماجرا سوز جدائی کا جو لکھا کسی دن
آگ میں پھونک دیا یار نے جلکر کاغذ

۱۳	خط میں لکھنا کبھی مطلب تو سمجھکر اے عشق کہیں دیدے نہ عدو کو وہ اُٹھا کر کاغذ	۱۶۹

حفظ جاں کیلئے کچھ کام نہ آیا تعویذ
بن گیا گردن عشاق میں پھندا تعویذ

رام وہ طفل برہمن نہ کسی شکل ہوا
پیے گنگا میں ہی لکھہ لکھہ کے بہایا تعویذ

در کی خواہش میں کھنچا آتا ہے ہر سیم بدن
نقش دیوار حقیقت میں ہے اچھا تعویذ

مرکے آسیب جدائی سے ملے کچھ تو نجات
نقش پا یار کا ہو میری لحد کا تعویذ

تیری چوٹی میں لیے دفع بلا کے گیسو
چاہیئے عاشق جانباز کے دل کا تعویذ

حیف جلتے رہیں ہم نقش محبت کیطرح
گردن یار سے پیدا کرے رشتہ تعویذ

مرض ہجر میں عاشق کو تسلی کے لئے
اے پری دہے ترے خط کا لفافہ تعویذ

بہر تسخیر بتاں نقش وفا سے بڑھکر
پر اثر ہم نے کوئی اور نہ دیکھا تعویذ

رہ کے چوٹی میں ہے اس شوخ کی گردن پہ سوار
خون عشاق سے تحریر ہوا تھا تعویذ

اسکو میں دل کی جگہ چیر کے پہلو رکھ لوں
ہاتھ آئے جو مرے تیرے گلے کا تعویذ

خاک اڑ اڑ کے بھرے نقش کے ہر خانہ میں
خاکساران محبت نے جو لکھا تعویذ

اور بھی حُب کے عمل سے وہ بنا دشمن جاں
تھا مری قسمت برگشتہ کا لکھا تعویذ

فضل حق سے ہوا مالی بھی سیکا اے عشق
غیر لکھہ لکھہ کے جلا یا کئے صد ہا تعویذ

۱۷۰	ردیف رائے مہملہ	۹

اتنی جسکا ہے رہ عشق اسیکا ہوکر
چل مدینہ کیطرف طالب مولا ہوکر

یا ہی اور سے رکھتا نہیں وہ کچھ سروکار
بیٹھ جاتا ہے جو در پر ترے تیرا ہوکر

ہے یہ اداصفت روضہ دیشان نبی
اسکی کرسی کو یہ بھیجا فلک اعلا ہوکر

پاتا اعزاز مدینہ کی زمیں پر گردوں
بیٹھ جاتا جو ترے روضہ کا سایا ہوکر

پاتی راہ میں تیری جو فنا ہوتے ہیں
پاتے ہیں عمر ابد خضر و مسیحا ہوکر

ہے سیہ پوش اسی غم کی بدولت کعبہ
رہ گیا ہائے نہ کیوں روضہ والا ہوکر

ہے یہی شوق تو پر پُرزے نکل آئینگے
اُڑکے جاؤنگا مدینہ کو پرندا ہوکر

تو وہ فریاد رس خلق ہے انساں تو کیا
حق طلب سمجھے ہیں حیواں بھی گویا ہوکر

۱۷۱	سلطنت کی بھی کبھی اس کو نہ ہوتی پروا عشق رہتا جو گدا آپ کے در کا ہوکر	۲۸

انکا دل صاف ہوگا کبھی میلا ہوکر
روشن آئینہ ہوا کرتا ہے اندھا ہوکر

ہو کسی اعلے سے ہو کیونکر کوئی ادنا ہوکر
تو دہ خاک نہ ہوگا فلک اونچا ہوکر

طالب جلوۂ جاناں بھی وہی پائیگا
پایا موسیٰ نے جو مشتاق تجلا ہوکر

کچھ خیال سر شوریدہ جو آجاتا ہے
سوئے کہسار نکلجاتا ہوں صحرا ہوکر

آنکھیں تالوسے نکل آئیں تو کیا غم سرِ حشر
ہم ادب سے انہیں دیکھیں گے خمیدا ہوکر

خاک میں ملگئے عاشق تو ہوا انکو خیال
چوم لیں یہ نقدم نقش کف پا ہوکر

دولت عشق کو دولت نہیں کہتا کوئی
قیس مشہور ہوا خلق میں رسوا ہوکر

جان دیتے ہیں مریضان محبت شب غم
شرم آتی نہیں کچھ تم کو مسیحا ہوکر

لطف تو جب تھا شب ہجر ہماری اکی طرح
کھینچتی طول جو اس زلف کا سایا ہوکر

روح کی طرح رگ و پے میں ہے درد الفت
سخت دشوار ہے جلیا مرا اچھا ہوکر

حسرت وصل رہ وارد ہے جو قسمت سے ملے
عاشق جان بلب اٹھ بیٹھے توانا ہوکر

آتے آتے وہ پھرے راہ سے تھی کسکو خبر
یوں مرا بخت الٹ جائیگا سیدھا ہوکر

گریہ عاشق ناکام کو سمجھو نہ ہنسی
اشک طوفاں کی خبر لائینگے دریا ہوکر

بات کوئی مرے دلکی نہ نکلنے پائی
رہ گیا یار کا شکوا بھی تمنا ہوکر

شعلہ رو ہے مگر گرم سے تیری مجھے خوف
طایر روح نہ جلجائے پتنگا ہوکر

وادی عشق کا ہر ذرہ ہے آفت انگیز
تنکا بھی پاؤں میں چبھ جاتا ہے کانٹا ہوکر

اے پری سیر بیاباں سے حذر لازم ہے
خاک دیوانوں کی لپٹے نہ بگولا ہوکر

اسکو اللہ کا بندہ نہ کہے گا کوئی
اگر انساں رہے بندۂ دنیا ہوکر

مرگئے ہم ترے غم اسکو شکایت یہ ہے
جان دی اپنے اجل کو مرا شیدا ہوکر

اڑکے لپٹے گی مری خاک ترے دامن سے
پاک رہنے کا نہیں یہ کبھی اچھا ہوکر

قتل کرنا ہو تو کر ڈالو تامل کیسا
ہاتھ کو روکتے کیوں ہو ستم آرا ہوکر

چارہ گر نام دوا کا جو کبھی لیتا ہے
درد تڑپاتا ہے دلکو مرے دونا ہوکر

حسرت دید میں آنکھیں نکل آئیں پس مرگ
خاک تربت سے مری نرگس شہلا ہوکر

رہ گئے بیخودی شوق میں کچھ ہوش و حواس
آپ ہم کھو گئے اس شوخ کے جویا ہوکر

میرا اٹھنا نہیں آساں نہیں مٹجاؤں گا
در پہ بیٹھا ہوں ترے نقش کف پا ہوکر

ایک ساغر کیلئے دل مرا ساقی نہ دکھا
بیٹھ جائیگا یہ درد تہ مینا ہوکر

حسرتیں جتنی تھیں سب دفن ہوئیں اپنے ساتھ — ہم رہے کنج لحد میں بھی نہ تنہا ہو کر

١٨	نہ چلا اسکا پتہ دیر و حرم میں اے عشق تنگ کے قتل ہو گئے ہم بادیہ پیما ہو کر	١٧٢

مرگئے درد و غم و یاس و تمنا لیکر — ہم چلے عالم فانی سے یہی کیا کیا لیکر

غیر کو تم سے نہ تھا کام تو میرے در پر — کس لے آوارہ دی نام تمہارا لیکر

آپ کے آنیکی امید پہ کبتک جیتا — مرگیا عشق کا بیمار سنبھالا لیکر

تم ہو وہ بھولکے بھی ہمکو نہیں کرتے یاد — ہم ہیں وہ جیتے ہیں جو نام تمہارا لیکر

ایسے دیوانے کی مشکل نگرانی ہو گی — آپ پچھتائیں گے میرا دل شیدا لیکر

ہائے کیا کیا در و دیوار سے لپٹا ہوں میں — جب چلا جوش جنوں جانب صحرا لیکر

ایسے بے شرم نہیں رو در حرا ایتیں جدا — ہم جو فریاد کریں نام تمہارا لیکر

چارہ گر کچھ تری تدبیر سے ہو سکتا نہیں — درد میرا نہ بڑھا نام دوا کا لیکر

امتحان میں کبھی اتریگا نہ پورا کوئی غیر — آپ کیوں بیٹھے ہیں بیعت کا جھگڑا لیکر

دل مرا لیکے ہے انکار قسم کھاتے ہو — یوں مکرتا ہے کوئی مال پرایا لیکر

حشر کے دن بھی نہو جبکے وفا کی امید — ایسے وعدے کو کریں آپکے ہم کیا لیکر

ہمکو اس تنگ نے روکا تب ہم مرتے سے — جان دیں کسلئے احسان اجل کا لیکر

چٹکیاں لیتے ہو وہ رو کے عبث بیدل میں — ایک ہی بار نہ دل ڈالو کلیجا لیکر

نہ لگی داد عدالت گہ محشر میں بھی کچھ — دی کسی نے نہ صدا نام ہمارا لیکر

درد دل انسے جو کہتا ہوں تو فرماتے ہیں — آپ ہیں کون جو آئے ہیں سدا پیا لیکر

سیر جو روئکو دکھاؤنگا دل شیدا کی — جاؤنگا خلد میں میں تیری تمنا لیکر

ایک لک خاک نشیں کوچہ دلدار کا ہوں — دو ان کی لے نہ بہشت چھوڑونگا بدلا لیکر

٢١	چہرہ بگڑا ہوا دیکھا جو مریض غم کا رہ گئے اپنا سا منہ عشق مسیحا لیکر	١٧٣

سخت حیراں ہوں زمانے کی ہوا کو دیکھکر
غیر کا ہوتا ہے دھوکا آشنا کو دیکھکر

ان بتوں کے دور میں مجھکو ملے گی داد کیا
منصفی کرتا نہیں کوئی خدا کو دیکھکر

ہٹ گیا صیاد سے دل مانئی صیاد کا
میرے استقلال کو میری وفا کو دیکھکر

عاشقی میں وارہی از خود فراموشی مری
آپ میں رہتا نہیں اس دلربا کو دیکھکر

اے پری مجھکو ہوا دھوکا نکل آئے ہیں پر
دونوں شانوں پر تری زلف دوتا کو دیکھکر

ہے جدا کوئے وفا میں سب سے اپنا راستہ
ہم نہیں چلتے کسی کے نقش پا کو دیکھکر

آسماں پیری دو رات اک جگر میں ہے
تیری طرز جور و انداز جفا کو دیکھکر

نکلی جاتی ہے مرے پاؤں کے نیچے سے زمیں
غیر کے کوچہ میں تیرے نقش پا کو دیکھکر

اپنے کوچہ میں نہ کہیں گے وہ میرا کچھ لگاؤ
خاک ہی میری اڑا دینگے ہوا کو دیکھکر

شوخیاں انداز حیتون نیچی آنکھیں ہیں غضب
لوٹ ہے دل ایک اک تیری ادا کو دیکھکر

جان لیکر ہی رہا عالم بتوں کے حسن کا
آگئی ایسی قضا ان کی ادا کو دیکھکر

پس گیا دل حسرت پابوسی دلدار میں
میرے تلووں سے لگی رنگ حنا کو دیکھکر

ہو چلا انکو بھی کچھ کچھ اپنے وعدونکا خیال
رفتہ رفتہ میری تاثیر دعا کو دیکھکر

گر جواب خط نہیں آتا تو اے قاصد بتا
کچھ کہا بھی اسنے حرف مدعا کو دیکھکر

کیا امید و یاس کے جھگڑوں سے وہ آزاد ہے
حسرت آتی ہے دل بے مدعا کو دیکھکر

دلربا غمزہ ہے دلکش عشوہ ہے کس پیار
دیکھئے اب ایک دل کس کس ادا کو دیکھکر

کیسی یہ بدعت ہے تیرے دور میں اے جست
مجھکو ہوتا ہے اچنبھا پارسا کو دیکھکر

ٹھوکریں کھاتے نہ یوں راہ وفا میں نہ بہار
ہم اگر چلتے زمانے کی ہوا کو دیکھکر

نام کو بھی اس کسی گل میں نہیں بوئے وفا
جی اُڑا جاتا ہے گلشن کی ہوا کو دیکھکر

سرکشی سے وہ بت مغرور بار آتا نہیں
سرنگوں ہی اپنے گیسوئے رسا کو دیکھکر

۱۷۴	آشنائی سے نہیں اے عشق کوئی آشنا چھوڑ بیٹھا ہوں میں اک اک آشنا کو دیکھکر	۱۶

اسکوں پر جوانی ہے تماشا حسن جوبن پر
چھٹی پڑتی ہے کیا مستی لستیلی انکی چتون پر

ملا سے تو جی رفتار سے پامال ہو جاؤں
مگر آئے کسی دن وہ خراماں میرے مدفن پر

ادہر چمکا اودہر چمکا نظر سے ہو گیا غائب
گماں برق و شرر کا ہے ترے چالاک توسن پر

شرر ہیں سو پر وقت سے ہمارے اشک کے قطرے
نہ پوچھو تم اسے دامن سے آنچ آئے نہ دامن پر

مرا تر دامن آلودہ ہے زاہد مے کے چھینٹوں سے
اثر کیا آتش دوزخ کریگی ایسے دامن پر

عنان صبر مشتاقان نہیں ہے آج قابو میں
کچھ اس انداز سے وہ سیر کو نکلے ہیں توسن پر

کدورت سے زمانہ کی زیاں کیا صاف باطن کو
نہ بیٹھا داغ کوئی گرد کا دریا کے دامن پر

جو توڑیگا کوئی پیمانہ دونگا جان میں ایسی
یہ خون سگیہ اے محتسب لے تو نہ گردن پر

بری ہوتی ہے دلکی آگ اے گلچیں ذرا بچیو
نہ آہ بلبل نالاں سے آنچ آجائے دامن پر

وہاں حال ہوا شوق نمود نام گلشن میں
پڑی بجلی کی پہلے آنکھ میرے ہی نشیمن پر

یہ جھگڑے ہیں محبت کے مٹیں گے دلکے دل ہی میں
نہ جائے کوئی ناواقف ہماری انکی ان بن پر

شرر ہے برق ہے شعلہ ہے خورشید درخشاں ہے
نظر ٹھہرے ہماری کسطرح اس روئے روشن پر

نزاکت دے اجازت تو اٹھالے بار بیں سحر
چھلکتا کیوں ہے خون قتل عالم میری گردن پر

نزاکت لے گیا کیسا سکدوش ان حسینونکو
نہ ٹھہرا ہیگا ہونکا لہو تک انکی گردن پر

نگہ جب اسکی پڑتی ہے مرے دلبر ہی پڑتی ہے
گرا کرتی ہے یہ بجلی ہمیشہ ایک خرمن پر

۱۷۵	نہیں جلتا کسیکا بھی گوارا عشق عالم میں	۱۶

دُہواں اٹہتا ہے دل سے جب نظر پڑتی ہے گلشن پر

حسیناں جہاں اترائیں اتنا ہی نہ جوبن پر
کہ پھر جائیگا پانی دو ہی دن میں رنگ روغن پر

نہیں معلوم کی ہے اسنے کیا بات اسکے ساتھ ایسی
کہ تہوڑے تہوڑے ہوتے ہیں وہ دلبیں گرد دشمن پر

توقع نفع کی اس سے نہ کچھ بہیم ضرر اس سے
نظر یکساں ہے ہر حالتمیں میری دوست دشمن پر

یہ یوستی کسی کی رنگ لاکر ہی رہی آخر
بہائے ہی پڑے آنسو مجہے بہی مرگ دشمن پر

شعاع حسن تیرے تن کی چہنکر باہر آئی ہے
نہیں تصویر یہ اے مہر خوبی تیری چلمن پر

خدا جانے نظر آتا ہے کیا جلوہ پس پردہ
جو پڑتی ہیں ہزاروں کی نگاہیں تیری چلمن پر

عبار پائمالان ستم کو وہ نہ کم سمجہیں
جمائے گا کبہی یہ رنگ ایسا انکے دامن پر

ہوا کیا دوستوں کے رنگ بہئے آشنائی کو
کوئی دو پہول بہی لیکر نہ آیا میرے مدفن پر

فرشتوں سے نہ اٹہتا تو اٹھاتا دوسرا کوئی
لیا آدم نے کیوں بار امانت اپنی گردن پر

ذرا محشر تو ہو رہا تماشا دیکھ لے گا تو

پڑیں گے سیکڑوں کے ہاتھ ظالم ترے دامن پر

اشاروں پر ترے چلنے کو سب تیار بیٹھے ہیں
لطافت ایک اہل رم کی ہے تیری چتون پر

اگر یہ جانتا ہرگز نہ بھرتا تجھ کہتا
خبر کیا تھی وہ آئے گا عدو کے ساتھ مدفن پر

جو تیرے حسن کا جلوہ ہوتا اس میں اے خوشرو
یہ پروانے بھلا یوں ٹوٹ پڑتے شمع روشن پر

کبھی تو دیکھ آ کر دیدہ عبرت سے اے غافل
کہ کیا حسرت برستی ہے ترے عاشق کے مدفن پر

چمکتے ہیں ستارے روز روشن مہر کی صورت
نہیں یہ داغ چیچک کے تمہارے روئے روشن پر

۱۷۶	کئے قاتل نے سیوں وار تیغ کے اے عشق برا ہو سخت جانی کا پڑا خط ہی نہ گردن پر	۲۰

عالم میں ہمنے جو بہی ڈہونڈھا ادہر ادہر
ہستی کا تھا جو وقفہ ہوا دم کی دم میں ختم
غش سے ملا افاقہ تو لائے کوہ طور
وہ روبرو نہو گا تو مشتاق روز حشر
حلم نہیں ہے مانع عکس جمال یار
وعدے کی رات چین نہ آیا ذرا مجھے
جب چونکتا ہوں خواب میں اس بت کو دیکھکر

آیا نظر نہ کوئی بہی ایسا ادہر ادہر
میں دیکھتا ہی رہگیا کیا کیا ادہر ادہر
حیرت سے دیکھنے لگے موسیٰ ادہر ادہر
دیکھیں گے آنکھیں پہاڑ کے کیا کیا ادہر ادہر
یکساں ہے اس شعاع کا جلوا ادہر ادہر
بیٹھا اٹھا کبھی کبھی ٹہلا ادہر ادہر
پھرتی ہے آنکھ شوق سے کیا کیا ادہر ادہر

شہرت ہمارے عشق کی لاکر رہیگی رنگ
ہوگا تمہارے حسن کا چرچا ادہر ادہر

کعبہ میں کوئی تہا نہ کوئی بتکدے میں تھا
اک تو ہی تو مجھے نظر آیا ادہر ادہر

آخر ہے ایک چشم زدن میں بہار باغ
کیا خاک دیکھے نرگس شہلا ادہر ادہر

آیا تھا محتسب کا قدم میکدے میں کیا
ساقی ہیں کیوں یہ ساغر و مینا ادہر ادہر

مڈبھیڑ ہوگئی جو کبھی ہم سے راہ میں
وہ بغلیں جھانکنے لگے کیا کیا ادہر ادہر

کیا جانے ذکر غیر نے کیا زہر اُگل دیا
بڑہتی چلی ہے رنجش بیجا ادہر ادہر

مردہ سمجھتے ضعف کے عالم میں مجھکو دوست
گر اضطراب دل نہ لٹاتا ادہر ادہر

خود ہی ترے نصیب کا ملجائیگا تجھے
پھرتا ہے کیوں تو اے سگ دنیا ادہر ادہر

کرتے علاج درد سر عشق اے نسیم
پتھر بھی ہمنے کوئی نہ پایا ادہر ادہر

مشتاق وصل ایسے میں آئے تو لطف ہے
بے بہرہ پھر رہے ہیں وہ تنہا ادہر ادہر

کیا جانے اس گلی میں آیا تھا آج کون
ہیں کچھ نشاں نقش کف پا ادہر ادہر

پیغام بر سے ہونے لگیں کیا بدگمانیاں
کیا جانے یہ لگاتا ہے کیا کیا ادہر ادہر

۲۵	اے عشق چلکے بیٹھ ہی رہ کوئے یار میں پھرتا ہے کیوں خدائی کا مارا ادہر ادہر	۱۷۷

اے دل بہو صبر تو نکا کر
بیکار مباش کچھ کیا کر

کیا عالم ہے دلی میں عاشق
نالے کرتے ہیں دل لگا کر

آیا ہے نہ انکو آئیگا رحم
کیا فائدہ درد دل سنا کر

برباد کیا فلک نے مجھکو
ہر رنگ سے خاک میں ملا کر

اس شوخ کے دل پہ چوٹ بیٹھی
شرمندہ ہوں درد دل سنا کر

کہتا ہوں جو اُسے حرف مطلب
چلدیتے ہیں سیدہیاں سنا کر

ڈر ہے مری جاں لے نہ دشمن — مژدہ مجھے وصل کا سنا کر
کونین کی فکر سے کر آزاد — ساقی کوئی جام مے پلا کر
دل بیٹھ گیا ہے اے ستمگر — بار غم عشق اٹھا اٹھا کر
اے ظالم حیلہ جو بتا تو — کیا تجھکو ملا مجھے ستا کر
عقبیٰ کی ہی مل گئی جو دولت — دیدہ و نگاہوں کو میں اٹھا کر
ٹھنڈک پڑی اتو تیرے دل میں — اے شوخ مرا جگر جلا کر
تقدیر بگاڑتی ہے کیا کیا — ہر کام میرا بنا بنا کر
دم مار نہ عاشقی میں اے دل — جو کچھ وہ سنائیں سب سنا کر
وہ شکوۂ جور پر یہ بولے — کس نے یہ کہا تھا دل دے آکر
ہرگز نہیں آپ سے مرا دل — لیجائے شوق سے اٹھا کر
پورا نہیں دوستی کا کوئی — دیکھا ایک ایک کو آزما کر
[illegible] — آتا وہ کسی کا سر جھکا کر
ہر تیغ ستم کو دیکھتے ہیں — وہ دل یہ ہمارے آزما کر
در دیدہ نگاہ تیری ظالم — دل لے ہی گئی مرا چرا کر
لے قاعدہ جمع زر ہے منعم — لے جائیگا ساتھ کیا اٹھا کر
زنہار خیال تو خدا [illegible] — اے مرد خدا خدا خدا کر
بیمار رہوں میں مسیح ہو تم — اعجاز دکھاؤ لب ہلا کر
پھر کا ہو مری طرف سے اس کو — اغیار نے کچھ لگا بجھا کر

اے عشق نہ آئی عاشقی راس
دی جان ہی ہم نے دل لگا کر

کسقدر بافیض ہے سرکار یار — لٹ رہی ہے دولت دیدار یار

حشر پر موقوف ہے دیدار یار — کس قیامت کا ہے یہ اقرار یار

چھیڑیئے موسیٰ نہ اپنی داستاں — ہم ہیں مست جلوۂ دیدار یار

مول یوسف کا یہاں معاملہ ہے — کیا کہوں ہیں گرمیٔ بازار یار

سخت جانوں کی نہیں چلنے کی کچھ — ہے قیامت تیغ جوہردار یار

دیکھ لوں تصویر ہی اسکی کبھی — کچھ تو نکلے حسرت دیدار یار

جس سے ٹپکی پڑتی ہے اک تازگی — وہ گل شاداب ہے رخسار یار

خواہش بال ہما ان کو نہیں — ہیں جو زیر سایۂ دیوار یار

رہ کے رہ جائیں گے ہم مثل حنا — گر یہی ہے شوخیٔ رفتار یار

پیش جائیگی نہ کچھ اغیار کی — عرصۂ محشر نہیں دربار یار

ہمیں ہیں وہ غیر کے آئے تو کیا — ہم سے چھپتی ہے کہیں رفتار یار

طالب دیدار آنکھیں سینک لیں — آتش بے دود ہے رخسار یار

١٧٩ — پھیرتا ہے میری گردن پر چھری / عشق ابروئے خمدار یار — ٢٤

کیا بھروسا کیجئے تدبیر پر — زور کچھ چلتا نہیں تقدیر پر

واہ کیا انصاف ہے ہمکو سزا — مل رہی ہے غیر کی تقصیر پر

یہ نرالا عشق ہے یہ طرفہ چاہ — لوٹ ہیں وہ اپنی ہی تصویر پر

ہے گماں ابرو و مژگان یار — نیزہ و خنجر کمان و تیر پر

اس سے کیا امید تھی صلح کی — باندھ کر بیٹھے جو خط بھی تیر پر

اس ستم پیشہ کو آیا ہے ہنسی — زخم کہتا عاشق دلگیر پر

پڑھکے قسمت سے کہیں ملتا ہے کچھ — آدمی ستا کرے تقدیر پر
تازہ دم ہوتا ہوں شوق قتل میں — جب نظر پڑتی ہے اس شمشیر پر
محرم الفت کا ملا کا ڈھیٹ ہے — یہ درانا دم نہیں تقصیر پر
غیر کا لکھا تو اے قاصد نہیں — شک ہے اس نامے پر اس تحریر پر
عشق سے بڑھکر بلا ہے کوسی — آئے گی جو عاشق دلگیر پر
سخت جانوں کا نہیں آسان قتل — س ہی جائے گی تری شمشیر پر
ہم اسی تقصیر کو کرتے ہیں پھر — وہ سزا دیتے ہیں جس تقصیر پر
انکے آگے لگ گئی چپ کیا کہیں — ہمکو کیا کیا نار تھے تقریر پر
لپٹے دشمن سے مرے گھبرا کے وہ — تف ہے ایسی آہ کی تاثیر پر
ناز سو سو ہیں ترے دیوانے کو — ہنسکڑی پر طوق پر زنجیر پر
کسقدر ہے شوخ رنگ حسن بھی — جا گیا ہے یار کی تصویر پر
گور کی تو فکر منعم کو نہیں — مر رہا ہے قصر کی تعمیر پر
جسکو دولت خاکساری کی ملے — خاک ڈالے کیوں نہ وہ اکسیر پر
انکے رہنے کو نہیں اک گھر نصیب — تھے جو نازاں منصب و جاگیر پر
کوہکن ہے عاشق شیریں کہاں — مر رہا ہے وہ تو جوئے شیر پر
دل نے شوق قتل جم کر رہ گیا — جوں میرا یار کی شمشیر پر
جب نظر آیا دل شیدا کوئی — رکھ لیا ظالم نے اسکو تیر پر

۱۵	حصن غم سے عشق پائیگا نجات رکھ بھروسا شاہ خیبر گیر پر	۱۸۰

شب [illegible] آتا ہے ایدل یاد رہ رہکر — مگر جانا کسی کا وہ زباں سے بات کہہ کہکر

خیال آتا ہے جوش گریہ جو نکلیں رہ رہ کر
بہا لیجائیں مجکو بھی نہ میرے اشک یہ بہکر

ترحم کر اگر منظور ہے تکلیف عاشق کی
مصیبت کا یہ عادی ہو گیا ہے ظلم سہہ کر

دم گریہ ستم کی بجلیاں مجھپر گراتا ہے
شرارت سے حیا جو مسکرانا تیرا رہ رہ کر

نتیجہ اور کچھ نکلا نہ میرے قصۂ غم کا
ہوئے بیزار سنتے سنتے وہ ہارا میں کہہ کہہ کر

خدا سمجھے عدو سے اس بت نادان و کمسن کو
برا مجھسے سنایا جھوٹی سچی باتیں کہہ کہہ کر

تپ فرقت مصیبت پر مصیبت دل اٹھاتا ہے
جو روز وصل کا آتا ہے ساماں یاد رہ رہ کر

نظر آتا نہیں ساحل بیڑا دریائے محبت کا
خدا جانے کہاں نکلے ہماری ناؤ بہہ بہہ کر

تجھے اے قلقل مینا ادب رندوں کا لازم ہے
سر محفل نہ ایسے روبرو اسطرح قہقہہ کر

ستارا زندگی کا ڈوب کر اے دل نہ نکلے گا
نہیں ہے چاند کچھ یہ جو نکل آتا ہے گہہ گہہ کر

عجب کیا ہند میں ہی بحر احمر گر کریں پیدا
سرشک سرخ روز غم مری آنکھوں سے بہہ بہکر

الٰہی ہم کہاں اور آفتیں کیسی کہاں کا عشق
خدا سمجھے اسی دل نے ابھارا ہم کو کہہ کہہ کر

ترا غم تجھسے ہی ہے شوخ شوخ عربدہ آئیں
کلیجے میں ہمارے چٹکیاں لیتا ہے رہ رہ کر

وہ سنتا تھا کسی کی کب وہ کب آتا تھا باتوں میں
بڑی ہی منتوں سے راہ پر لایا ہوں کہہ کہہ کر

١٨١

تغافل جسکا شیوہ ہے تجاہل جس کی عادت ہے
ستاتی ہے اسی کی یاد مجکو عشق رہ رہ کر

١٩

کس واسطے ہے زلف کی زنجیر دوش پر
ثابت ہوئی ہے کون سی تقصیر دوش پر

قاتل نے میرے رکھی ہے شمشیر دوش پر
سر ایک کا نہ رکھے گی تقدیر دوش پر

اگلے گی زہر زلف گرہگیر دوش پر
پیدا کریگی سانپ کی تاثیر دوش پر

کرتے ہیں وہ اشارۂ ابرو سے قتل عام
ہے کچھ کمر میں نہ شمشیر دوش پر

اس بدزباں سے آج ہی کرنی تھی جو مجھے
افسوس رہ گئی وہی تقریر دوش پر

یہ ایسی سرکشی سے ہوئے آپ سرنگوں
وہ ریہ ناتواں ہوں کہ مجھسے نہ اٹھ سکے
اعمال یہ ہیں کاتب اعمال روز و شب
تیرا خیال اسمیں جو رہتا ہے اے صنم
محتاج ہیں کسی کے بھی افسوس آج وہ
دھوکا ہوا ہے کیا دل صد چاک کا مجھے
جس ناز میں سے اٹھ نہ سکے مار زلف بھی
حسرت ہی رہ گئی ہمیں ہنگام سیر باغ
ہمت کا سارا کام ہے یہ کچھ عجب نہیں
مرغ نگاہ سوخت زانوار حسن او

رہتے نہ پائے گیسوئے جانانہ دوش پر
رکھ لوں سبو کے بدلے جو پیمانہ دوش پر
لکھتے ہیں میرے عشق کا افسانہ دوش پر
سر ہے مرا کہ گنبد بتخانہ دوش پر
رکھتے تھے کل جو خلعت شاہانہ دوش پر
حسن لطف سے انجمن کے گراستانہ دوش پر
کسطرح رکھتے تیغ وہ مردانہ دوش پر
ہاتھ اسے ناز سے کبھی رکھا نہ دوش پر
عورت بھی رکھتی تیغ جو مردانہ دوش پر
در بزم چوں کشادہ پروانہ دوش پر

۱۸۳

اے عشق بقتل کفر تھیں کفر کھدو تم
زاہد بھی ڈالے سبحۂ صد دانہ دوش پر

۲۳

بیقراری سے تب و عدہ ہوں اندر باہر
لا کے پھر یار ہو تو کیا فتنۂ روز محشر
ہاتھ آیا ہے جو معشوق سے کس ہی ہاتھوں
آہ تو پہلے کہیں ایسا ٹھکانا کر لے
پھر ساقی میں کہا شیخ کا بھی مان لیا
پس دیوار مچلتے ہیں جو دل دیوانے
میرے دھوکوں نے کیا ہے یہ خبردار انہیں
عمر بھر جو دل عاشق میں رہا ہو جیکر

چلیں گھر میں سے گھڑی میں کہ گھڑی بھر باہر
گھر سے آنے کا نہیں وہ بت کافر باہر
پاؤں باہر ہیں لحد سے اور وہ ہے سر باہر
کیا کر لگی وہ اپنے سر سے نکل کر باہر
توڑ کر پھینکدئے شیشہ و ساغر باہر
گھر سے وہ پھینکدیا کرتے ہیں پتھر باہر
پھرتے بیٹھے ہیں رقیبوں کے ساتھ اندر باہر
اسطرح آگئے وہ اے داور محشر باہر

یک نہ اک دیر میں صورت ہمیں نظر آتی ہے
مجکو اعمال نے میرے نہ کہیں کا رکہا
بعد مردن بہی رہی گر بہی بیتابی دل
واہ اے بیخودی شوق ترا کیا کہنا
نام بدنام نہ کر مفت قدح خواروں کا
ہے گماں دیدۂ بد بیں کا مجھے اختر پر
کثرت حسرت حرماں سے نہیں دلمیں جگہ
ہے وفا پیشہ ہمارا دل الفت آئیں
انکی تاکید ہے دیوانے نہ آنے پائیں
وہ مرا سرو خراماں چمن آرا جو ہوا
جسمے وہ راحت جاں زینت آغوش نہیں
جب کبھی ابروے پرخم یہ ذرا بل آیا
سوز غم سے جو لگی آگ مرے سینہ میں
غیر بدگو رہے ہم بزم خدا کی قدرت

صاف تیرہی ہے کعبہ میں تو اندر باہر
اہل دوزخ بہی پکار اُٹھے کہ باہر باہر
قبر سے میں نکل آؤ نگا تڑپکر باہر
ڈہونڈہتے ہیں اسے ہم آپسے ہوکر باہر
شیخ میخانے سے جا دیکھہ سنبھلکر باہر
شب کو دالان سے بیٹھو نہ نکلکر باہر
آرزو یار کی رہ جاے نہ کیونکر باہر
حکم سے آپ کے ہوگا نہ یہ دم بہر باہر
ہم پہرا کرتے ہیں اس کوچہ سے باہر باہر
ہوگئے آپ سے شمشاد و صنوبر باہر
اپنے قابو سے ہے میرا دل مضطر باہر
آگیا میان سے اس ترک کا خنجر باہر
تلملا کر نکل آیا دل مضطر باہر
اور محفل سے تری تیرا ستمگر باہر

۱۸۴	جانے برباد عزیزوں سے بنیگی نہ کبہی شہر سے جاکے بسا عشق کہیں گہر باہر	۱۵

قیامت آئیگی عاشق کے جان مضطر پر
ہوا گماں اسیں میرے جسم لاغر پر
نہیں ہیں زلف ترے عارض منور پر
بہری ہے آگ محبت کی اسمیں اے قاتل

نہ آئیگا وہ اگر وعدۂ مقرر پر
پڑا ہوا ہے کوئی تار زلف بستر پر
یہ سانپ بیٹھے ہوئے ہیں خزینہ زر پر
مرے لہو سے نہ آنچ آئے تیرے خنجر پر

گیا کوئی سوئے تبخانہ کوئی سوئے حرم
نقاب رخ میں ہوا دہو یے چہاؤنکا عالم
گیا تو ہے میرا خط لیکے کوئے قاتل میں
تمہارے رخ کی صفت جس بیاض میں ہوگی
قسم خدا کی ہو بالفرض کعبۂ امید
یس فنا بہی بیاباں کی کہا رہی ہے ہوا
امید وصل ہو اس شوخ حیلہ جو سے کیا
جما یا رنگ یہ مستی نے میکدہ میں آج
محیط رشک فزا ہے تری گلی ظالم
ہر ایک کام کو عادت ہے تیرطالے زاہد

ملی جگہ نہ کسی کو بہی یار کے در پر
جو بکہری زلف کبہی عارض منور پر
چہری پہرے نہ کہیں گردن کبوتر پر
رکہیں گے صورت قرآں ہم اسکو بہی سر پر
کرینگے ہم کبہی سجدہ نہ غیر کے در پر
سوار ہو کے مری خاک دوش صرصر پر
جو رکہے آچکے وعدے کو روز محشر پر
کہ زندھک پڑے شیشہ پہ شیشہ ساغر پر
کہ اعتماد نہیں مجکو اپنے رہبر پر
مرے تو زندہی لوٹیں گے حوض کوثر پر

۱۸۵	عدو سے بگڑے ہیں وہ عشق میں لزتا ہوں کہ آنہ جائے پرائی بلا مرے سر پر	۱۵

نہ آئے کیوں مجھے افسوس اس مقدر پر
کبہی جو رو کے لگا درماں یار کے در پر
پٹک کے توڑ دیا سنگدل نے پتھر پر
کمر کا اپنی انہیں صاف ہوگیا دہوکا
تمہاری وعدہ خلافی اگر پڑہا دے سبق
ہزار درجہ ہو پہلے سے اسکی آب سوا
یہی ہے میرے لئے کعبہ بتکدہ جنت
ہوا کے گہوڑے یہ ہوں میں سوار وحشت میں

دل ستم زدہ آیا بہی تو ستمگر پر
اٹہائیگی مری فریاد آسماں ہمسر پر
ہوا جو شیشہ اسے میرے دلکا ساغر پر
نظر پڑی جو کبہی میرے جسم لاغر پر
اجل نہ آئے کبہی وعدہ مقرر پر
مرے لہو کی جو پڑجائے دہار خنجر پر
پڑا ہوں پائے طلب توڑکر ترے در پر
ہے میرا پاؤں لگولے کیطرح صرصر پر

کبھی ہنسی مجھے آجاتی ہے کبھی رونا | امید و یاس میں نیرنگی مقدر پر
برا بھلا ہیں ہو جائے فیصلہ دلکا | اٹھا نہ رکھیں اسے آپ روز محشر پر
بچوڑوں اسکو تو نہ جائے چشمۂ کوثر | نہ جائے تیغ کبھی میرے دامن تر پر
خدا کے سامنے بے اختیار روز جزا | پڑیگا ہاتھ مرا دامن ستمگر پر
شتاب آکے سکندر دش کر مجھے اے موت | گراں ہے روح کا ہی بوجھ جسم لاغر پر
وہ گرم خون ہے میرا جو چاٹ لے اسکو | ہزاروں آبلے آئیں زبان خنجر پر

۱۸۶ — بچایا ضعف نے مرنے سے روز غم اے عشق / پڑی نگاہ اجل کی نہ جسم لاغر پر — ۲۰

اترا نہ عندلیب در روزۂ بہار پر | لٹکا کہیں ہے بلبل یہ گل شاخسار پر
دیتے ہیں جان اپنی یہ ابروے یار پر | عشاق کی برات ہے خنجر کی دھار پر
یا ہانہیں یہ میرے دل داغدار پر | چھایا ہوا ہے ابر سیہ لالہ زار پر
میں کیا کہوں جو گذری دل بیقرار پر | ہمدم خدا کی مار شب انتظار پر
آغاز عشق ہی سے ٹھکانے نہ تھے حواس | ہم خاک ڈالتے نظر انجام کار پر
بلبل کی اصل کیا دل نالاں کے روبرو | طرہ ہے ایک مرمرہ اسکا ہزار پر
کیا جانے اسکی سیر ہے کسکے نصیب میں | ہے باغ حسن آجکل ان کا بہار پر
سنتے ہیں فاتحہ کیلئے آئینگے وہ آج | میلا لگا ہوا ہے ہمارے مزار پر
آئے اگر نہ حشر کے دن بھی وہ فتنہ گر | کیا جانے گذرے کیا دل امیدوار پر
بیداد یار کا نہیں اسمیں ذرا بھی لطف | کیا صبر کیجئے ستم روزگار پر
چنچلی ادا سے لیکے گیا اور مضطرب | آیا جو اسکو رحم دل بے قرار پر
دل منس بے بہا ہے ضمانت ضرور ہے | دوں اس دغا شعار کو کس اعتبار پر

ہوتا ہوں ایسی توبہ سے کیا کیا خفیف میں
پڑتی ہے جب نگاہ مے خوشگوار پر

ناداں ہے لستر بھی امیدیں ہزار ہا
رکھتا ہے ایک زندگی مستعار پر

دشمن ہزار درپئے ایذا ہو غم نہیں
تائید ایزدی سے ہوں بھاری ہزار پر

مجھسے زیادہ ہو گیا بیتاب چارہ گر
رکھا کبھی جو ہاتھ دل بے قرار پر

مجھ جاں بلب کا حال جو لکھتا ہے یار کو
چھائی ہے مردنی رخ نامہ نگار پر

پھر مجھسے پوچھیو طبیب دلکو چارہ گر
رکھے ذرے پہلے ہاتھ دل بیقرار پر

اٹھکھیلیوں سے چلتی ہے گلزار میں صبا
پھولی نہیں سماتی دو روزہ بہار پر

۱۸۷	کس حوصلہ سے جھیل رہا ہے بلائے عشق اے عشق آفریں دل جرأت شعار پر	۲۸

مینا نہ وقف کر دیا رندوں کے نام پر
صد آفریں ہے پیر مغاں تیرے کام پر

اترائیں کیا یہاں کے دو روزہ قیام پر
جانا ہے ہمکو پھر کے پھر اگلے مقام پر

سرسبزی اپنی چاہے اگر کوئی عشق میں
دے جان زہر کھا کے خط سبز فام پر

وارفتہ تیری چال کا طاؤس ہی نہیں
کبک دری بھی لوٹ ہے طرز خرام پر

ساقی کے دم سے حلقہ رنداں ہے برقرار
تسبیح کا مدار ہو جیسے امام پر

منظور منعموں کو یہ ہوتا جو اپنا نام
دیتے نہ ایک پائی بھی اللہ کے نام پر

کیا جائے نامہ لیکے وہاں مرغ نامہ بر
جبرئیل پر نہ مار سکیں جس مقام پر

تیرا یہ خط سبز بھی اے مایہ حیات
منہ آرہا ہے خضر علیہ السلام پر

انسان تو وہی ہے جو بھولے نہ آپ کو
دنیا میں جاہ و مال و زر و احتشام پر

ملک عدم بھی کیا کوئی آفت زدہ ہے شہر
خیرات ہم جو دیتے ہیں مردوں کے نام پر

کوثر کا مستحق ہے وہی رند خلد میں
دی جسنے جان ساقی کوثر کے نام پر

رندوں سے بڑھکے کون ہے مستغنی المزاج — کوثر کو بیچ دیتے ہیں یہ ایک جام پر
دلسے علاقہ رکھتی ہے عشاق کی نماز — موقوف یہ نہیں ہے سجود و قیام پر
ہوگا وفا یہ وعدۂ دیدار حشر تک — ٹالے گا مجھکو یار یونہیں صبح و شام پر
جلنا ہمارا صورت پروانہ شمع رو — روشن ہے بزم دہر میں ہر خاص و عام پر
دل ہی میں ساری حسرت پرواز رہ گئی — کنج قفس میں جھڑ گئے میرے تمام پر
اندیشہ شکست زمانہ ہے اسقدر — پڑھتا ہوں میں دعائے قدح ذکر جام پر
عشق مجاز عشق حقیقی کو ہے ضرور — لے نردباں محال رسائی ہے بام پر
ڈرتا ہوں دختر رز کی حرمتمیں آئے فرق — لے ڈھب نگاہ پڑتی ہے زاہد کی جام پر
ہے شیخ ہرزہ کار بھی کس درجہ بے بصر — دیکھا نہیں ہے حور کو عاشق ہے نام پر
جسنے پچھاڑا دیو قوی مال نفس کو — غالب ہے وہ ہزار نریمان و سام پر
اس ظلم کو تو دیکھئے اٹھی ہماری لاش — کوچہ سے انکے غیر کے ہی اذن عام پر
ایشوخ پہلے اپنی نزاکت کا کر خیال — گر تجھکو بلند ہمتی ہے کمر قتل عام پر
اللہ رے تیری البق ایام شوخیاں — کیا جانئے کسکا ہاتھ ہے تیری لگام پر
بیٹھا ہوا ہے غرفہ میں وہ آفتاب حسن — برسے نہ نور کیوں در و دیوار و بام پر
رد ہو رہے اسیہ ناخن غم سے رہا ہے رو — زخم جگر نہ آئے کبھی التیام پر
دیکھے تو ٹیکے رال ہی رہا دہنک کی — عیش دوام پر ہے مرے شرب مدام پر

۱۴	کیا بات ہے سخن کی ترے عشق جوشیاں اہل زباں بھی لوٹ ہیں طرز کلام پر	۱۸۸

ان ابرووں کے بیچ میں جو جواب میں تلوار — وہ تو شرم سے ہے عرق آب میں تلوار
ڈرتا ہے شوخ سنبھلکر سوار ہوا ایشوخ — الجھ نہ جائے دوال رکاب میں تلوار

مقابلہ جو کرے ابرو مژہ سے ترے
سناں کا حوصلہ کیا کس حساب میں تلوار

وہ کیا ہے جس سے حسیں قتل عام کرتے ہیں
ہاتھ میں کوئی خنجر نہ ڈاب میں تلوار

ہے اک اشارہ ابرو ترا وہ باساماں
جلو میں جسکے ہے خنجر رکاب میں تلوار

قضا کسی بیکسی کی سر در آئی ہے
لگا کے آئے ہیں وہ آج ڈاب میں تلوار

رقم ہے ابروئے قاتل کا وصف دیوان میں
کھچی ہوئی ہے ہماری کتاب میں تلوار

شراب پیئے سے ڈر رہا بچا ہے زاہد کا
کہ تشکل موج ہے جام شراب میں تلوار

ملید رہتے ہیں محفوظ ضرب عالم سے
در آئی کب سپر آفتاب میں تلوار

شہید لوٹ رہے ہیں جو صورت مستاں
سجھائی تو نہ تھی اسنے شراب میں تلوار

جو بیحجاب ہوئے وہ تو قتل ہوگئے ہم
خبر تھی کس کو کہ ہوگی نقاب میں تلوار

نہیں ہے مرد کوئی رن صفت ہے ساری خلق
اٹھائے کون حیان حراب میں تلوار

یہ دونوں ابروئے پرخم ہیں تیرے اے قاتل
الجھی میں کاٹ میں خم جیم میں آب میں تلوار

۱۸۹	بعد ہا خیال جو ابروئے یار کا اے عشق تمام رات نظر آئی خواب میں تلوار	۱۶

بیچے ہیں شکوہ بیداد سے کیا وہ حسیں سنکر
کہ آتا ہے گلہ بھی ان کا لب پر آفریں سنکر

فلک کا چل سکا جب کچھ نہ بس ہم خاکساروں سے
ستم ڈھانے لگا کوچے کی ان کے سرزمیں سنکر

سوال وصل پر اس بت کا چپ رہنا ہی اچھا ہے
نتیجہ کیا اگر نکلا سخن منہ سے نہیں سنکر

بسی رہتی ہے ہر دم تیری صورت اپنی آنکھوں میں

کہیں تو ہم سے چھپ سکتا ہی ہے پردہ نشیں بنکر
جدا ہی جا لگے ٹھہرے خون عاشق کسکی گردن پر
الگ ہو جائینگے محشر میں وہ تو نار ہیں سنکر
ہمیں ہیں دوست بھی اپنے ہمیں ہیں اپنے دشمن بھی
سنبھلتے ہیں ہمیں گر کر بگڑتے ہیں ہمیں بنکر
عدو جب میرے انکے بیچ میں کچھ بول اٹھتا ہے
بگڑ جاتی ہے ساری بات قسمت سے وہیں سنکر
چھری رہ رہ کے دل پر پھیرتا ہے کیا تب وقت
خط تقدیر میرا یار کی چیں جبیں بنکر
تسلی مجھکو سوز غم سے دور ہجر ہو جاتی
نکل جاتی جو حسرت دل کی آہ آتشیں بنکر
محبت کا یہ آئینہ عجائب چیز ہے اے دل
کہ آتا ہے نظر بد شکل بھی اسمیں حسین بنکر
عتاب آلودہ تیور کی اداے ماہی ڈالا ہے
قضا آئی ہماری آپ کی چیں جبیں بنکر
وہ عاقل ہیں کہ پروا جاں نثار وکی نہیں کرتے
دیا کرتے ہیں ناحق جان دیوانے ہمیں بنکر
ترے ہی حسن کا جلوہ ہے ہر سو تو ہی رہتا ہے
پرستاں میں پری بنکر جہاں میں حور عیں بنکر
اثر مہر سلیمانی کا سمجھتے اسے پری مجھکو

رہے گر حلقۂ گیسو میں دل میرا انگیں بستکر

بتوں کا حسن دلکش بھی ہے تیرے قہر کی صورت
عصب ڈھاتے ہیں ہم پر یا الٰہی یہ حسیں بنکر

۱۹۰	زباں کاٹی گئی فرہاد پر اے عشق سستے ہیں گئے تھے کیا گلی میں اسکی فرہاد ہی تمہیں بنکر	۱۷

آنکھوں میں میرے گھر صنم پر حجاب کر — پھر دامن نگاہ کو رخ کی نقاب کر
تعمیر گر مکاں تو بر روئے آب کر — اے دل بسر جہاں میں مثل حباب کر
تمکیں پسند خاطر جاناں ہے آجکل — مجکو نہ مضطرب دل پر اضطراب کر
دیکھیں گے کل کی کل وہ غفور الرحیم ہے — اے رند آج شوق سے شغل شراب کر
غیرت میں اعتراض سے اے مدعی حصول — آگے ہمارے آکے سوال و جواب کر
یہ جانہ جدا ہے پڑے گا وبال میں — ظالم نہ دل جلا کے کسی کا کباب کر
کوچہ سے اس پری کے اڑا کر ادہر ادہر — ناحق نہ آے ہوا مری مٹی خراب کر
مقدور پھر دریغ نہ کر میرے باب میں — جو تجسے ہو سکے دل خانہ خراب کر
یہ شرط شرم ہے یہ تقاضا حیا کا ہے — ایشوخ شوخیوں سے بھی اپنی حجاب کر
اے حسن یوسفی تجھے یعقوب کی قسم — آرامگاہ چشم زلیخا میں خواب کر
راحت کی ہے تلاش اگر اے بشر تجھے — پھیلا کے پاؤں گوشۂ مدفن میں خواب کر
تکرار روز روز کی بوسوں پہ تا کجا — اے ناد ہند پاک ہمارا حساب کر
احکام عشق یاد ہیں سب مجکو حرف حرف — ناصح تو بند وعظ کی اپنے کتاب کر
اے تیر یار سینہ بھی دل بھی جگر بھی ہے — ان میں جو ہو پسند اسے انتخاب کر
گردن میں گر قتیل کے تسمہ لگا رہے — اے ترک اسکو اپنا دوال رکاب کر

۱۹۱	اے عشق جھاڑ پلکوں سے اس سر زمیں کو آنکھوں کا سرمہ خاک در بوتراب کر	۱۷

وہ گل کبھی جو آئے چمن میں برائے سیر
غنچے کریں جھک کے سلامی کی توپ فیر

حاصل ہی کے وقت سے ہے بھائیوں میں بیر
یوسف کے سب عزیز ہی بدخواہ تھے نہ غیر

کیوں اک سوال وصل پہ ہو اسقدر جفا
منظور میری بات نہیں آپ کو تو خیر

دشمن کو بھی نصیب نہو درد عاشقی
روتے ہیں میرے حال پہ سب آشنا و غیر

آتا ہے کیا ہی یاد وہ صبح شب وصال
کہنا کسی کا بالسلامت شما بخیر

اے دل خیال وصل ستمگر سے باز آ
ہے بہتری اسی میں تری اور اسی میں خیر

جب سے ترا مقام مرے دلمیں ہے صنم
سونی پڑی ہیں مسجدیں ویراں پڑے ہیں دیر

اک جان ناتواں مری اور سینکڑوں ستم
یارب جگر کی خیر مناؤں کہ دل کی خیر

یارب ہے ہر مقام میں تیرا ہی سجدہ فرض
کعبہ ہو یا کنشت ہو مسجد ہو یا ہو دیر

کیا خیر عقل و ہوش محبت میں گم ہوئی
اس فتنۂ جہاں سے ہے امید صلح و خیر

سب کچھ بھلا دیا ہے مرے دل سے صلح نے
کیسا نفاق کسکی عداوت کہاں کا بیر

ساقی ہے تیرے فیض کی بزم جہا میں دھوم
ہمکو بھی کوئی جام ملے میکدے کی خیر

کثرت سے سجدوں کے مجھے اے بت یہ خوف ہے
ہمراہ میرے سر کے نہ گھس جائیں تیرے پیر

اے سنگدل محال ہے دلمیں ترے گذر
کرتی ہے یوں تو آہ مری لامکاں کی سیر

امید ہو کسی سے مجھے دوستی کی کیا
دل سا مرا عزیز ہی جب ہو گیا ہو غیر

بھولے حواس دیکھکے دیوانہ کو ترے
صحرا میں جسقدر تھے دد و دام وحش و طیر

	نکلے زباں سے نام محمد ہی مرتے دم	

ہوا ہے وہ تسوح تسوح ایسا ہمیں سے آنکھیں لڑا لڑا کر
وہ چشم دردیدہ گھات میں ہے تلاش میں ہے نگاہ پرفن
رکھو نگاہبانیوں میں دلکو کہ تک چھپا چھپا کر چھپا چھپا کر
کہاں کے مجذوب کیسے صوفی کہاں کا وجد اور کیسی حالت
تو سیر رندوں کی دیکھ ساقی شراب انکو پلا پلا کر
سخاوت ایسی حمیرہ میں ہے جو گنج قاروں بھی ہاتھ آئے
تو کھولکر دل رہ خدا میں ہم تو انکو دیدیں اٹھا اٹھا کر
برا ہو کم بخت کا الٰہی برائی ڈالی ان کے دل میں
عدو نے میری طرف سے جھوٹی ہزاروں باتیں لگا لگا کر
اٹھائیں طوفاں نہ غم کے آنسو یہ دل لائے رنگ ظلم
رولانے بزم عدو میں ہمکو ہنسی ہماری اڑا اڑا کر
جو قتل کرنا ہو دیر پھر کیوں گلا بھی حاضر ہے اور سر بھی
ڈراتا ہمکو ہے کیا تو قاتل یہ تیوری اب چڑھا چڑھا کر

۲۴	برا ہوا اے عشق سوز دل کا کہ اسے بے موت مجکو مارا ستا ستا کر رولا رولا کر جلا جلا کر گھلا گھلا کر	۱۹۳

کرے بات رندوں سے زاہد سنبھلکر
مزا تھا جو گرد رہ یار ہوتا
جو دل دیکھے پوچھا اسے کیا کروگے
مری دیکھی بھالی ہیں یہ سب ادائیں
طبیبوں کو دیتی ہے پیر وزدہ ہو کے

کہ ہو جگ ہنسائی ۔ پکڑ ہی اچھل کر
بنا سرمہ سے فائدہ طور جل کر
کہا پھینک دیں گے رگڑ کر مسل کر
ڈراتے ہیں کیا آپ تیور بدل کر
مرا ہی محبت کی صورت بدل کر

بھری ہے محبت کی وہ آگ دل میں
شرر ملتے ہیں اشک آنکھوں سے ڈھل کر

ہمیں اور ہی کچھ نظر آیا عالم
گرا وہ دوپٹہ جو شانے سے ڈھل کر

یہاں کی سی ہوتیں وہاں بھی جو باتیں
تو آتے نہ جنت سے آدم نکل کر

کہوں اپنی افتاد کیا عاشقی میں
کہ سنبھلا ہوں گر گر گرا ہوں سنبھل کر

بہلئے عبث ہیں اے اشک اسکے در پر
گرا ایک دن بھی نہ دشمن پھسل کر

سنتے وعدہ اس ست کی رہ دیکھتی ہے
نگہ میری آنکھوں سے باہر نکل کر

سر حشر تو دم لے بیتابی دل
مجھے حال کہنے دے اپنا سنبھل کر

پھر دل کے ملنے کی کیا ہو کسی کو
نہیں ہے یہ کچھ جو دیوے جو جل کر

بھر آئی ہیں آنکھیں شب غم ہماری
اٹھائیں نہ طوفاں یہ چشمے ابل کر

تڑپتے ہیں عشاق کوچہ میں کیا کیا
ذرا سیر دیکھو تو گھر سے نکل کر

نہیں بوئے بادہ کوئی راز کی بات
یہ کیوں پھیل جاتی ہے منہ سے نکل کر

وفا ان کا وعدہ ہوا ہے نہ ہوگا
تو ایسا ہی وعدہ وفا اے اجل کر

تماشا ہے ساقی کی گرمی محفل
نکلتی ہے شیشوں سے دود ابل کر

مسالائے کوئی تو جاؤں جنھیں میں
وہ بیٹھے ہیں اٹھکر بگڑ کر مچل کر

شب ہجر میں نے مصیبت سے کاٹی
نہ پہلو بدل کر وہ پہلو بدل کر

بتایا یہ گر مجکو پیر مغاں نے
کری پہلے پیر ہو چاہے عمل کر

یہ پھر کی عداوت کی آگ اسکے دلمیں
کہ دشمن مرا ہو گیا خاک جل کر

مرا حال سن کر وہ آتے ہی ہوں گے
توقف ذرا کے ذرا اے اجل کر

مٹا دے دل و جان کا جھگڑا ہی اے عشق
وہ دوستینا یہ کیا اس کو نذر اجل کر

۱۹۴	ردیف ڑاء ہندی	۱۵

مقصد جلوے ستم ایسوچ دل آزار توڑ — لیکن اس دل کے تعلق کا یہ مجھ سے تار توڑ

رہ رہے راہ پر نہ آفت جان پرسکار توڑ — ہو سکے تو رو در عرفاں سے مت پندار توڑ

ٹوٹکر پھر اسکا جڑنا غیر ممکن بات ہے — دل سلیقے عاشق جانباز کا اے یار توڑ

ہے ہوائے سیر گلشن تو پھڑک کر جل ہی دے — رو دیا رو سے قفس اے بلبل گلزار توڑ

جان حسینی ہے دے تو صبر و استقلال سے — بستر غم پہ ٹیکر دم نہ اے بیمار توڑ

سخت جانوں سے نہیں چلنے کی تیری ایک بھی — اور کہ پھر اسے قاتل نہ تو تلوار توڑ

عالم درد و الم میں آبرو اپنی نہ کھو — دیدہ تر دیکھ اشکوں کا نہ اپنے تار توڑ

ہیں بقائے جسم میں باقی جو کچھ تار حیات — کھینچ کر انکو بھی اے دست جنوں یکبار توڑ

یہ بھی گھر اللہ کا ہے واجب التعظیم ہے — دل کسیکا تو نہ اے مرد خدا زنہار توڑ

وحشت خاطر کو میری قید خانہ تنگ ہے — اے سر شوریدہ ٹکرا کر در و دیوار توڑ

دل کے نالوں سے اڑا دینگے ترے ہم بھی دھوئیں — یوں ستم ناحق نہ اے گردون کجرفتار توڑ

اٹھنے کی بیکسی اگر باقی نہیں تجکو امید — آس میری زیست کی بھی اے مرے غمخوار توڑ

پیشتر ملو لے ترا بسمل جو بعد قتل بھی — ٹھوکروں سے اسکا سر اے قاتل خونخوار توڑ

مخلصی بند علائق سے اگر منظور ہے — اس طلسم چار عنصر کو تو جان زار توڑ

۱۹۵	لاکھ کوئی دشمنی تجھ سے کرے عالم میں عشق سلسلہ خلق و مدارا کا نہ تو زنہار توڑ	۱۲

اے جنوں یار سر آستاں نہ چھوڑ — ہے کوئے یار کعبہ امن و اماں نہ چھوڑ

کعبہ ہو یا کنشت ہو ویرانہ ہو کہ شہر — اے دل تلاش یار میں کوئی مکاں نہ چھوڑ

بے حکم تیرے کعبہ بھی ہو تو نہ آئیں گے
اے شیخ سن ہماری یہ ہے معرفت کا راز
لے کھینچکے دور دور سے نظارہ گل کا کر
کعبہ بھی طواف کیا پھر چلے گئے
لیے دے ہمکو کاوش تیر نگاہ کے قسم مجھے
صیّاد تنگ ہو کے نہ جبتک رہا کرے
قاتل خدا کیواسطے پھر یوں کوئی ہاتھ
ہر سمت پھینک تیر نگہ تاک تاک کر
جیتے جی مارع خلد بھی تجکو اگر ملے
قاتل تڑپ تڑپ کے اٹھا ئینگے حشر یہ
پامال ہو کے جا کہیں کوئی ملے ملے
بوسہ سے ڈہکے ملتا ہے دشنام میں مزہ
ہم جوش ہیں اس سے غیر کی قلعی اگر کھلے
بکتا ہے ایک بوسہ پہ دل مال مفت ہے
گور و کفن کی فکر سے اے غم نجات دے
لیجا تو انکو ساتھ ہی دیکر خدا کے نام
جینے کا لطف زندہ دلی پر ہے منحصر
اچھا ہے کوں ہمیں ید لکہ سکے جبر
ترک قضا سے کہتا ہے رہ رہ کے سپر چرخ

اے مست ہماری وجہ سے ایسا مکاں نچھوڑ
اللہ کی طلب ہے تو عشق بتاں نچھوڑ
اے عندلیب باغ کبھی آشیاں نچھوڑ
زاہد جگہ یہ اور ہے کوے بتاں نچھوڑ
ناوک ابھی کماں سے ابرو کماں نچھوڑ
اے بلبل اسیر تو اپنا فغاں نچھوڑ
مجکو یونہیں تڑپتا ہوا نیم جاں نچھوڑ
عالم میں ایک لکو بھی اے دلستاں نچھوڑ
اے بندہ وفا کبھی کوے بتاں نچھوڑ
مقتل میں دیکھ ایک کو بھی نیم جاں نچھوڑ
تو اپنی کجروی کبھی اے آسماں نچھوڑ
اچھی ہے خوے زشت بھی اے بدزباں نچھوڑ
تو اپنی بد ظنی کبھی اے بدگماں نچھوڑ
یہ جنس کام کی ہے اسے میری جاں نچھوڑ
مجکو گھلا گھلا کے کوئی استخواں نچھوڑ
اے منعم ایسے گنج یہاں رائگاں نچھوڑ
اے بادہ نوش صحبت پیر مغاں نچھوڑ
اس کوچہ میں کسیکو بھی اے پاسباں نچھوڑ
جن جیکے مار ایک ہی خونت [illegible] نچھوڑ

ہے شوق نغمہ سنجی تارہ جو بزم میں

۱۹۶	اسے عشق طرز بلبل ہندوستاں نچھوڑ	۱۳

پیری کا روح یہ ہے تقاضا بدن کو چھوڑ
مانند بوئے گل نکل آ اس چمن کو چھوڑ

اے شیخ ظاہری نہ تقدس بیجا کبھی
گر حق کی ہے تلاش تجھے ما و من کو چھوڑ

ایدل وصال یار ہمیں دل لگی نہیں
نادان لے حواس کی دیوانہ پن کو چھوڑ

رر کی طلب ہاں ہے یہاں خاک بھی نہیں
ایدل خیال وصل بت سیم تن کو چھوڑ

وہ کوہکن تھا کام ہمارا ہے جاں کنی
شیریں ادا صنم سخن کوہکن کو چھوڑ

دنیا سے دوں کے دام میں پھنسکر کبھو نہ آ
ایدل جو تو ہے مرد تو اس پیرزن کو چھوڑ

ہے اسمیں خاک کوچہ جاناں لگی ہوئی
احسان ہوگا دست جنوں پیرہن کو چھوڑ

ایدل روز حشر خدا جانے کیا ہے
امید وعدۂ بت یہاں شک کو چھوڑ

تیری بلا سے قتل جو ہو جائے یک جہاں
اے شوخ اس ادا کو نہ اس بانکپن کو چھوڑ

اے بت لتاڑ دو نہ تکو ہیں دونوں خود بہ
شیخ حرم کو چھوڑ نہ خال دہن کو چھوڑ

نقاش کھینچ یار کی تصویر ہو بہو
موئے کمر کو چھوڑ نہ خال دہن کو چھوڑ

فصل خزاں کا ہیچ نکر آتی ہے بہار
اسے عندلیب زار نہ صحن چمن کو چھوڑ

بے فکر تو ہے تجکو یہی مشغلہ سہی
اسے عشق ہرزہ کار نہ فکر سخن کو چھوڑ

۱۹۷	ردیف زاء معجم	۲۲

ہوتا نہیں نصیب جو تجرا اسلام روز
لیتے ہیں اٹھ کے صبح کو ہم انکا نام روز

پیتے ہیں ہم کسی کی محبت کے جام روز
اپنے سے آپ ہنستے ہیں غافل تمام روز

کرتا ہے تیغ ناز سے وہ قتل عام روز
رہتا ہے کوئے یار میں اک ازدحام روز

وعدہ وہ کر گئے تو نہ آئے کسی طرح
اے دل گھڑی وصال کی کیا جانے آئے کب
افتادگان خاک کی مٹی خراب ہے
غیرت سے اس گلی کا نہ پوچھا کبھی پتا
اے عشق جوان غم سے بمقدار استھا
اب انتظار حشر کروں کس امید پر
وعدے نے جبکے دیکھی نہیں صورت وفا
اچھی نہیں ہے اشہب گردونکی کوئی چال
کیا فائدہ کہ کام کی اک بات بھی نہیں
ساقی سے دور رہ کے بھی نے شغل ہم نہیں
پہنچاتی بلبلوں کو ہے دام و قفس میں بھی
کسکی تلاش ہے جو یہ مہتاب آفتاب
اس شوخکو سکھاتا ہے کوئی نہ کوئی چال
منظور ہو علاج جو بیمار عشق کو
اک چڑسی ہوگئی تھی جنہیں میری بات سے
نیکی سے یا بدی سے نہیں اسسے کوئی بحث
موقع ملے جو دید کا اے رشک آفتاب
کوئی نہ کوئی طائر دل کرتے ہیں اسیر

رات انتظار میں کٹی گذرا تمام روز
ہوتا ہے انکا وعدہ یونہیں صبح و شام روز
فتنے اٹھا رہا ہے وہ محشر خرام روز
ملتے رہے ہیں حضر علیہ السلام روز
تیرا دیا ہی کھاتے ہیں ہم صبح و شام روز
ہوتی دکھائی دیتی نہیں غم کی شام روز
کرتا ہوں اسکے آنیکا میں اہتمام روز
بیہودہ یوں ہی پھرتا ہے یہ بدلگام روز
آتے ہیں انکے یونتو زبانی پیام روز
خوں جگر کے پیتے ہیں بھر بھر کے جام روز
باد صبا گلوں کا پیام و سلام روز
پھرتے ہیں آسماں پہ شب بھر تمام روز
ہے چرخ فتنہ گر کا یہی ایک کام روز
آئیں زمیں پہ عیسیٰ گردوں مقام روز
سنتا ہوں اب وہ پڑھتے ہیں میرا کلام روز
لیتے تو ہیں زباں سے وہ میرا نام روز
دو دو پہر کھڑے رہیں ہم زیر بام روز
پھیلا کے اپنی زلف دوتا کا وہ دام روز

کیا فائدہ [illegible] جبکہ داد عشق
یوں تو اٹھا تا حشر ہے انکا خرام روز

۱۰

مرے آگے اپنے رخ سے نہ اٹھا نقاب ہرگز
تجھے بیحجاب دیکھوں یہ نہیں ہے تاب ہرگز

شب وصل کی وہ لذت مرے لیے ہوئے کیونکر
یہ نہیں خیال ہرگز یہ نہیں ہے خواب ہرگز

شب عدہ کام آیا نہ ہمارا بخت خفتہ
کوئی وصل کا بھی انکے نہیں دیکھا خواب ہرگز

یہی کہتا ہے جو ایدل کبھی وصل سے تو بکے
نہ تو شاد کام ہوگا نہ تو کامیاب ہرگز

تری بخششوں کی جیسے نہیں کوئی حد و غایت
مرے جرم کا بھی یارب نہیں کچھ حساب ہرگز

مجھے بوسہ کی طلب ہے اسی بت کے لب سے جسنے
کسی ایک بات کا بھی ندیا جواب ہرگز

مری نذر لیست ہے اسی پر یہ نہیں تو جان دونگا
نہیں جیں اک لحظ مجھے بے شراب ہرگز

نہیں آسمان ہے جیالا مرے پائے جستجو کا
یہ ہے داغ جوش سودا نہیں آفتاب ہرگز

کبھی جاکے اس صنم کو یہ سنائے وعظ واعظ
کہ ہے دل بھی گھر خدا کا نہ کرے خراب ہرگز

۱۹۹	عبث انکو بھیجتے ہو خط شوق سیکڑوں تم تمہیں عشق کچھ ندینگے کبھی وہ جواب ہرگز	۱۶

ہر ایک کہتا نہیں ہے یونہی تو رہو عزیز
تجھسے کریگا کیا کوئی اے سیمبر عزیز

مجھ کو دکھا دکھا کے تو دیکھا رہا ہے کیا
اے ترک عاشقی میں نہیں مجکو سر عزیز

کچھ غم نہیں ہمارا مددگار ہے خدا
گر دشمنی یہ باندھے ہوئے ہیں کمر عزیز

ہوتی ہے انکی قدر ابھی سے ہر اک جگہ
اہل ہنر کو کیوں نہ ہوا اپنا ہنر عزیز

پیاری ہے مجکو جان سے بھی انکی نازکی
تار نفس سے نازکے ہے موئے کمر عزیز

تجھسے رہے غبار نہ اسطرح ہم کو پھر
مٹی ہو بعد مرگ ہماری اگر عزیز

بیچارہ دل ہے کشمکشوں میں پڑا ہوا
مجکو ادہر عزیز ہے اسکو ادہر عزیز

دنیا کے بیچ ہوتے نہ تلخی فزا کبھی
رہتے جو اتفاق سے شیر و شکر عزیز

وہ صلح کل ہوں نہیں کسی سے ہمیں عناد
دشمن بھی مجکو دوست سے ہے بیشتر عزیز

دل دادگان عشق کا ہے امتحان عبث
تیر نگاہ نار کا یہ یادگار ہے
جائیگا چھوڑ کر مرے پہلو کو دل کہاں
اب گفتگوئے صلح کی بھی کچھ نہیں امید
نکتہ نواز تو تری بخشش بہا ہے جو
مرغوب ہر ادا ہے ہر انداز پسند

مرتے ہیں تم پہ یہ نہیں ہوتا جو سر عزیز
ٹکڑے جگر سے ہے مجھے رحم جگر عزیز
ہر شخص کو جہاں میں ہے اپنا گھر عزیز
ہم ہیں ادھر کھنچے ہوئے ہیں ہم ادھر عزیز
تر دامنوں کو کیوں نہ ہو دامان تر عزیز
گالی بھی ہے مجھے تری اے لب شکر عزیز

۱۲	میرے لہو کے پیاسے ہیں اسکی سزا ہے عشق ہردم حسد سے پیتے ہیں خون جگر عزیز	۲۰۰

رکھتی نہیں بیمار محبت سے دوا ساز
محفل میں مری غیر کا وہ چھیڑتے ہیں ذکر
پھر اسکو نظر آئے نہ کچھ فرق بد و نیک
یارب یہ ملے ریبہ و ریاضت کا اسے پھل
کیا اس سے کہوں حال تجاہل سے جو پوچھے
سنبل بھی پریشاں ہے نرگس بھی ہے بیمار
اس بت کے ہمیں وصل کی امید ہی کب تھی
کچھ فائدہ بیمار محبت کو نہ ہوگا
دلکش وہ ترا نغمہ ہے اے شوخ جو سن لیں
دم بھر میں یہ کھو دیتا ہے باطن کی کدورت
اچھی وہی آواز ہے جو درد بھری ہو

کیا فائدہ تدبیر سے قسمت ہو جو ناساز
یہ راگ نیا راگ ہے یہ ساز نیا ساز
جس آئینہ دل کی محبت ہو جلا ساز
زاہد کو ہوا گلشن رضواں کی ہوا ساز
ہے کیسے فراق آپ کے بدخواہ ہو لگا ناساز
کس درجہ ہوائے چمن دہر ہے ناساز
سچ پوچھو تو یہ کام بنا اپنا خدا ساز
ہوں حضرت عیسیٰ بھی اگر آکے دوا ساز
غیرت [illegible] وہیں توڑ دیں سب اہل غنا ساز
ہے آئینہ دل کے لئے عشق جلا ساز
جس [illegible] سے کچھ سوز نہ ظاہر ہو وہ کیا ساز

	اے عشق بدل آرزوئے وصل جو دادی	

٢٠١	خود راہ تلاش وطلب یار فنا ساز	١٦

اے شہ ہند اے غریب نواز — رکھ مجھے ہمسروں میں سرافراز

ایک عرصہ سے ہے سجدہ عجز — تیرے در پر مری جبیں نیاز

شرم آتی ہے عرض بیم سے — نہیں پوشیدہ تجھ سے میرا راز

دیر کیوں اتنی سرفرازی میں — میں غریب اور تو غریب نواز

تو نے میرا سا دیا ہے جو کام — اسمیں حاسد ہیں کچھ خلل انداز

قتل کر یہ قہر سے اونکو — سیلا ہیں یہ حاسد برانداز

بے وسیلہ ہوں بے سہارا ہوں — کوئی ہمدرد ہے نہ ہے ہمراز

اے کس بیکساں توئی بجہاں — نگہ لطف سوئے من انداز

ایک بیمار ناتواں ہوں میں — تو ہے عیسیٰ نفس دکھا اعجاز

تیرے در کا گدا ہوں رکھ مجھکو — دونوں عالم میں صاحب اعزاز

اے جوادم بستہ سلاسل غم — رحیما ہائے چرخ شعبدہ باز

از سر لطف کن معین الدین — در عیش و طرب بروئے ما باز

بہر اجرائی وظیفہ شتاب — حکم فرما و کار عشق بساز

تجھ سا آقا ہو جسکا عالم میں — کیوں نہ ہو وہ غلام سرافراز

داد دو ز ترحم بہر ستم صفت — دشمناں مرا بسوز و گداز

تاکہ ہندا میں عرد [illegible] — جا کبے در چشم حاسداں انداز

٢٠٢	ردیف سین مہملہ	پہلا

شیشے کی آرزو ہے اسے جام کی ہوس — زاہد یہی ہے درد مے آشام کی ہوس

جی بھر گیا ہے شوق اسیری میں ملاع سے | اب آرزو قفس کی ہے یا دام کی ہوس
خواہاں وصل یار دل بیقرار ہے | نادان کو ہے عشق میں آرام کی ہوس
ہے آرزو سے روز قیامت تب فراق | اللہ رے مرے دل ناکام کی ہوس
غم مجھکو درد کا ہے نہ ہے درد پیچ کا | راحت کی آرزو ہے نہ آرام کی ہوس
آسکی آسکے آئے خبر اور وہ بھی آئیں | وہ آرزو ہے صبح کی یہ شام کی ہوس
وعدے یہ حشر کے ہی نہ دے جو رہاں مجھے | اس سے ہے وعدہ سحر و شام کی ہوس
مسعم سے حشر رہ میں مرگ ہی جیتی | ساتھ اپنے لیگیا دم و دام کی ہوس
رستہ عدو کے گھر کا نہ بھولا کبھی وہ شوخ | نکلی نہ میری گردش ایام کی ہوس
آیا پیام مرگ تو دل سے نکل گئی | مدت سے تھی جو یار کے پیغام کی ہوس
اس شوخ سے ہوا کا نہ حاصل ہوا وصال | دل ہی میں رہ گئی دل ناکام کی ہوس
نکلے کبھی نہ دل سے جو شکل خیال یار | کس کام کی امید وہ کس کام کی ہوس
اس اپنی کامیابی دلیر ہیں شاد ہم | دشمن کو رہ گئی تری دشنام کی ہوس

۲۰۳ | اے عشق دل جو عشق کی دولت سے ہے غنی
اسکو بھلے کی ہے نہ ہے انعام کی ہوس | ۱۵

ملتی جگہ جو اسکو کسی گلبدن کے پاس | جاتی نہ ہو کر کبھی بلبل چمن کے پاس
دشمن کہاں لعل ہیں وہی ہو گئی مثل | ہے جانا عدو مرے بیت الحزن کے پاس
لاکھوں ہی خار غم ہیں دل داغدار میں | جنگل لگا ہوا ہے ہمارے چمن کے پاس
نکلی ہے لطف بوسہ پہ پیغام مل گیا | ہم نے گئے دیں جو کسی کے دہن کے پاس
آتی ہیں تماشئیں دل آشفتہ حال کی | جاتا ہے آپ زلف شکن در شکن کے پاس
کاوش کی آرزو مرے دل ہی میں رہ گئی | نکلا نہ ایک تیر بھی ناوک فگن کے پاس

بیٹھے ہیں خضر چشمۂ حیواں کے متصل	واللہ خال سبز نہیں ہے دہن کے پاس
تسخیر دل کو کہتے ہیں دشوار یو تو سب	جادو مگر یہ ہے نگہ سحر فن کے پاس
کیا دل لگائے اس سے کوئی دل کا توڑنا	ہو ایک بات جیسے بت پیماں شکن کے پاس
پوچھو نہ اس مسافر غربت نصیب کی	جو ہو لجائے راستہ آکر وطن کے پاس
پہنچا ہے دود آہ مرا آسماں تک	اک آسماں تازہ ہے چرخ کہن کے پاس
رہبر کی جستجو نے نہ رکھا کہیں کا ہائے	جاتا ہوں دوڑ دوڑ کے میں راہزن کے پاس
محنت تری ٹھکانے لگے گی نہ بخیہ گر	جبتک رہینگے دست جنوں پیرہن کے پاس
اے شوخ تجکو دیکھ کے قبضہ میں غیر کے	دیکھو کا ہوا پری ہے کوئی اہرمن کے پاس

۲۰۴	شعر و سخن کا شوق میاں عشق ہے اگر کچھ روز رہیئے داغ سے صاحب سخن کے پاس	۱۰

سب خوشی دل کی خوشی سے تھی ہوا جب دل اوداس
عیش و عشرت کی نظر آئی مجھے محفل اوداس

آرزوئے بے نتیجہ سے ہے ایسا دل اوداس
جیسے دہقاں دیکھ کر ہو کشت بے حاصل اوداس

ایسی بے شغلی کی اس کو فکر پیدا ہو گئی
ہو گئے مشغل جو ست عاشق ہوا قاتل اوداس

منتظر بیٹھے ہیں سارے زندیروں سے نکل
بے ترے ہے بزم مے اے صاحب محفل اوداس

لے چل اے جوش جنوں صحرا کے جانب اٹھی کبھی
بیٹھے بیٹھے خانۂ زنجیر سے ہے دل اوداس

ساری چہل پل دخت رز کے دم سے ہے عسایہیں
مجلس غم کی طرح رندوں کی ہے محفل اوداس

ساکناں عالم فانی کا کچھ پوچھو نہ حال
تھک کے بیٹھے ہیں مسافر کچھ سر منزل اوداس

ماندۂ ہمت کار ساز خلق کا بندہ ہے تو
ہو نہ مشکل میں دل دیوانہ بے حاصل اوداس

مارکی ایسی ہماری سخت جانی دیکھکر
دل ہی دل میں کٹ کے ناکامی سے ہے قاتل اوداس

عشق میں اے عشق کیا ہے یاس حرماں کے سوا
کوئی دل ہو اسکو کر دیتی ہے یہ مشکل اوداس

۲۰۵ | بردلیف شین معجمہ | : ۱۶

کرے جو کام تمہاری نگاہ کی گردش
چھری نہ ہمسے ضعیفوں پہ پھیر اے قاتل
امان زمیں پہ کسیکو نہ پھر ملے ہرگز
ملی نجات پس مرگ رنج دنیا سے
بتا اثر کا الٰہی کہیں تو مل جائے
چلا ہے کوچۂ دلدار کو عدو یارب
مراد کعبہ و بتخانہ ایک ہے اے دل
زمیں کوچۂ جاناں سے خوف ہے مجکو

وہ کیا کرے فلک کینہ خواہ کی گردش
بہت ہے انکو تری اک نگاہ کی گردش
فلک جو سیکھ لے تیری نگاہ کی گردش
لگی ٹھکانے دل داد خواہ کی گردش
لگے ٹھکانے مرے نیک آہ کی گردش
ہمارے بخت کا چکر ہو ماہ کی گردش
فقط ہے راہ شب زاہدین راہ کی گردش
از آسمان فلک کینہ خواہ کی گردش

یہی ہے گردش قسمت تو اسکے کوچے میں / رہے گی یاد دل کی رہسپر راہ کی گردش

فقیر ہے سو چکر لگے عمر بھر میں دو کام / جو ایک پل میں کرے چشم شاہ کی گردش

ملا کسی کو نہ آرام دست گردوں سے / بتا رہی ہے یہ خورشید و ماہ کی گردش

مرے ہی دل پہ پڑا اسکا وبال ہے اثری / رہی بس اپنے ہی مرکز پہ آہ کی گردش

رہوں ہمیشہ میں ثابت قدم قناعت پر / بدے خدا طلب مال و جاہ کی گردش

عجب ہے اس صف مژگاں کی جنبش و حرکت / ہٹا دے رن کہیں اے دل سپاہ کی گردش

ستم جو توڑ رہی ہے مرے دل و جان پر / یہ گردش فلکی ہے کہ آہ کی گردش

۲۰۶	کہاں یہ خوف سے یارا تو یکے آگے عشق / کرے جو بیت میں زباں داد خواہ کی گردش	۲۱

رہی [illegible] عمر بھر کی تلاش / اب ہے محشر میں فتنہ گر کی تلاش

بیٹھے رہی نے مٹا دیا جھگڑا / نہ رہی شوخ سیمبر کی تلاش

کوئی حسرت نکل نہ جائے کہیں / چاک دل کو ہے بخیہ گر کی تلاش

چھپا جو نکلا وہاں تو مجکو یہاں / نہ رہی مرغ نامہ بر کی تلاش

چاہ میں اسکی خود ہی کھو گئے ہم / جستجو کس کی اب کدھر کی تلاش

ڈھونڈھتی ہے کسی کو (دیدۂ) چشم / ہے قیامت مری نظر کی تلاش

جنون دنیا ہے مجکو کھو دے گی / آخر اس شوخ فتنہ گر کی تلاش

خاک چھنوائے گی رہا [illegible] / خضر ہے تیری رہگذر کی تلاش

کعبہ و دیر سے نہیں مطلب / ہے فقط مجکو اسکے در کی تلاش

حشر میں تو ملے وہ بت یارب / رائیگاں ہو نہ عمر بھر کی تلاش

[illegible] / خاک کر دیگی مجکو در کی تلاش

پا لیا ہے خدا کو اپنے میں
اے فرشتو یہ ہے بشر کی تلاش

رہنے دے گی نہ میان میں دم بھر
تیغ قاتل کو رو در سر کی تلاش

ولولے سب تھے نوجوانی تک
اب کہاں ہے وہ نیشتر کی تلاش

مجھکو جانے نہ دیگی منزل تک
چار سو میری راہبر کی تلاش

ناوک درد غم کو رہتی ہے
میرے دل کی مرے جگر کی تلاش

ایکدن بے نشان کر دے گی
عاشقوں کو تری کمر کی تلاش

ہوں جو عاشق کسیکا مژگاں کا
ہے رگ جاں کو نیشتر کی تلاش

یوں نہ غصے سے گھوریئے صاحب
ہے مجھے لطف کی نظر کی تلاش

چار دن کے لئے زمانے میں
ہے بشر کو جہان بھر کی تلاش

۲۰۷	ہم دعا ہی سے بار آئے عشق کون کرتا پھرے اثر کی تلاش	۱۹

مجھسا بھی ہو عاشق صیاد فراموش
بھولا ہوں فغاں اور ہے فریاد فراموش

ہم لاکھ کرو تو وہ صیاد فراموش
عاشق مگر ہیگے کبھی فریاد فراموش

ساقی جو یہی رنگ مے ہوش رہا ہے
کر جائینگے تسنیم کو زہاد فراموش

ہم حشر میں بھی سر نہ اٹھائینگے لحد سے
ہو سکتی نہیں عشق کی افتاد فراموش

جنت میں بھی بہلیگا نہ حوروں سے مرا دل
ہوگا نہ تو اے شوخ پریزاد فراموش

کیا خاک کرے خونکا دعوی سر محشر
مقتول کو ہے صورت جلاد فراموش

ہم یاد دلاتے ہیں وہ خوگر ہیں جفا کے
ہو جاتی ہے جب ظالم کو بیداد فراموش

جب آپ نظر آتے ہیں تو ہو جاتے ہیں [illegible]
سب تیرے ستم ہوتے ہیں ستم ایجاد فراموش

تاریخ سہاگ کی خوشی کو [illegible]
[illegible] فراموش

تولا کہہ بہلائے مجھے اے شوخ ستمگر — ہوگی نہ مرے دلسے تری یاد فراموش
پیدا ہی نہ تھا انکا دہن یاد ہے تصویر — یہ نکتہ ہوا تجھسے ہی بہزاد فراموش
سر ہو پڑکے مریکو مرے دیکھ ستمگیش — ہے تجکو اگر قصۂ فرہاد فراموش
الطاف دو روزہ یہ جوانکے یہ جو تہی ہے — کیا ظلم ہوئے ایدل ناشاد فراموش
تہوڑی بہی اگر بو سے وفا گل میں ہو پیدا — فریاد کرے بلبل ناشاد فراموش
شاعر ہے کیوں یاد خدا میں نہ ہمیشہ — شاگرد کو ہوتا نہیں استاد فراموش
ہیں نام حقیقتوں کے انہیں یاد برابر — ہے ایک یہی عاشق ناشاد فراموش
لیجائینگے پس مندونکی ہم یاد لحد میں — ہوگا نہ کبھی عالم ایجاد فراموش
بے مونس و ہمدرد ہیں یہ کیج قفس میں — کرا ہے اسیرونکو نہ صیاد فراموش
لالہ نہیں یہ خون جما ہے سر کہسار — کیونکر ہو جگر کاوئی فرہاد فراموش

استاد جہان داغ کا آیا جو ر ما ہے
اے عشق ہوے ناسخ و آباد فراموش

۲۰۸	ردلیف صاد مہملہ	۱۷

ہے آغاز میں انجام کی حرص — مرد عاقل ہے یہی کام کی حرص
نہیں عاشق ہے دلارام کی [illegible] — عاشقی میں ہے یہی کام کی حرص
شوق راحت کا ہے آرام کی حرص — کوئی دیکھے دل ناکام کی حرص
ہے تری آنکھ کے بیماروں کو — نزع میں شربت بادام کی حرص
دل بہی لیکر نہیں راضی مجھسے — ہے بلا زلف سیہ فام کی حرص
مرغ دل شیفتہ زلف ہے کیوں — کسی طائر کو نہیں دام کی حرص

ملگیا جب کوئی قاصد مجھکو — بڑھگئی نامہ و پیغام کی حرص

مجھکو لے جائیگی سب سے پہلے — حوض کوثر پہ مے و جام کی حرص

دور گردوں جفا پیشہ میں — دل ناداں کو ہے آرام کی حرص

جینے کی ہے شب غم میں پوری — درد و رنج و غم و آلام کی حرص

وہ مٹا نقش قدم کی صورت — جسکو عالم میں ہوئی نام کی حرص

مہر توبہ نے لگادی لب پر — رہ گئی دلمیں مے و جام کی حرص

باغ جنت سے نکلکر آدم — دلسے بولے کہ نہیں کام کی حرص

طور کیطرح جلا دے نہ کہیں — دلکو اس نور در و بام کی حرص

مٹکے برباد ہوا خاک ہوا — نہ مٹی عاشق ناکام کی حرص

ذکر کوثر جو سنا زاہد سے — بڑھ گئی رند مے آشام کی حرص

۱۵	بندہ عشق ہے سب سے آزاد خواہش کفر نہ اسلام کی حرص	۲۰۹

ہم پڑھینگے انہیں کیا اخلاص — وہ نہیں جانتے وفا اخلاص

اسسے چھوڑی نہ دشمنی اپنی — کام آیا نہ کچھ مرا اخلاص

وہ تو وہ غیر آکے پڑھتے ہیں — قبر پر میری فاتحہ اخلاص

بیوفائی دغا تری عادت — اور شیوہ مرا وفا اخلاص

جان لیگا وفا پرستوں کی — غیر کے ساتھ آپکا اخلاص

انکی دشمن کی خوب گھٹتی ہے — ہے نئی دوستی نیا اخلاص

الحذر ہمدم منافق سے — دشمنی دل میں ظاہرا اخلاص

اسکو عالم کی دشمنی سے غرض — ہو جو تیرا غلام با اخلاص

کس امید اور کس توقع پر / ہم کریں تجھ سے بیوفا اخلاص

ہوگئے ایک کافر دیندار / زلف و رخ میں جو ہوگیا اخلاص

اس کا انجام دشمنی پایا / ایسے حد سے جو بڑھ گیا اخلاص

دشمنی بھی ہے مجھ سے پردے میں / اور دشمن سے پر ملا اخلاص

آجکل رہ گیا ہے عالم میں / نام کا عشق نام کا اخلاص

کام نکلا نہ کوئی خاطرخواہ / ہمیں دشمن سے بھی کیا اخلاص

۱۷	نام الفت شمار ما سے ہے نہ ملا عشق کوئی یا اخلاص	۲۱۰

کچھ زاد راہ ہے نہ کوئی راہبر ہے خاص / تنہا چلا ہوں سوئے عدم یہ سفر ہے خاص

بولے فرشتے بار محبت کو دیکھ کر / اس کام کا جا کہیں یارب بشر ہے خاص

کس طرح تیری نذر کروں اپنا نقد دل / لے جا یہاں اسے کسی کی نظر ہے خاص

جب دیکھئے تصور جاناں ہے جلوہ گر / خلوت سرائے دل نہیں اسکا گھر ہے خاص

مضمون ہائے وصل کے جتنے مٹا دئیے / تحریر کیا انہی کی لیے نامہ بر ہے خاص

کیا کام ہے کسی کا ہے جو اسیر ستم کریں / انکی نگاہ لطف مرے حال پر ہے خاص

اے آرزو نہ گھر دل اندوہگیں میں کر / تیر نگاہ یار کی یہ رہگذر ہے خاص

مٹی خراب کرتے ہو کیوں دل لگی سے ہو / کیا جانتے نہیں کہ خدا کا یہ گھر ہے خاص

میں شیوہ وفا بھی دشمن سے سیکھ لوں / تم کو بھی وفا سے عداوت اگر ہے خاص

دیکھا بروز حشر جو اس حیلہ ساز کو / سمجھے یہ ہم کہ جذبۂ دل کا اثر ہے خاص

چرخ کہن ہزار کرے سختی بھی تو کیا / ایجاد ظلم و جور تمہارا ہنر ہے خاص

اسد بری بیگانہ ہو ہمیں ہمکو کیا علاج / ہر چند شوق دل بھی مرا نامہ بر ہے خاص

ہم چار دن کیواسطے دنیا میں ہیں مقیم
کہتے ہیں جسکو گور ہمارا وہ گھر ہے خاص

پہنچا کے لوٹے دوست ہمارے مقام تک
اس کام کیلئے تو نسیم سحر ہے خاص

مرگ عدو پہ رونے چلا کیوں وہ کجرہیں
یہ میرا غمگسار مرا نوحہ گر ہے خاص

سوچو وقت صبح وہ آیا نہیں ہے یہ
میری دعائے نیم شبی کا اثر ہے خاص

میرے سخن یہ کہتے ہیں اے عشق ذی کمال
یہ رنگ خاص تیرا یہ تیرا ہنر ہے خاص

۳۶	ردیف ضاد معجمہ	۲۱۱

خط سے کچھ اور ہوا نقش و نگار عارض
بڑھ گئی ایک سے دس حصے بہار عارض

دل مجنوں کو مرے پھر رہی اسکی چاہ
جب ہوئی لیلی خط ناقہ سوار عارض

بوسے پھر روز لیا کرتا ہے دشمن اسکے
کیوں جلاتی نہیں کمبخت کو نار عارض

خط کے بڑھتے ہی گھٹا حسن کا تب بالکل
رہ گئی وہ نہ شان رہی پہلے سے وقار عارض

عکس کو حیف جو پیدا ہوا چشم بد کا
بن گیا سبزۂ خط انکا حصار عارض

اسقدر حسن دو روزہ پہ نہ اترا پھر گل
عارضی اے گل خوبی ہے بہار عارض

خال مشکیں نہیں پیدا اسکے رخ روشن پر
ایک زنگی کے ہے قبضے میں دیار عارض

تازگی آگئی اس رخ پہ پسینہ کیا جھلکیں
سبزہ خط ہے کہ ہے فصل بہار عارض

وہ ڈھلکے درد محبت سے جو ہم اے کہا
دھل گئی اشک سے سب گرد و غبار عارض

مکھڑے دھوں نے جلایا ہے یہ رنگ اپنا آج
دیکھئے آئینہ میں نقش و نگار عارض

دانہ و دام ہیں صیاد کے خال و گیسو
کیوں نہ ہو طائر دل اپنا شکار عارض

زرد پڑ جاتے ہیں ہو جاتے ہیں غیرت سے سفید
مہر و مہ جب کبھی ہوتے ہیں دوچار عارض

رنگ بلبل کا جو اڑ رہے رنگ یا جدا
وہ صدا گل یہ ہے اور ہم ہیں نثار عارض

کیا چڑھے ہے رنگ گل و لالہ نظر پر اس کے
جسکی آنکھوں میں سمائی ہو بہار عارض

اشک آتش لو ہو سے آتے ہیں رخسار اس کے
مر گیا ہو یہ کوئی عاشق زار عارض

کیوں جوانی کی حرارت کا نہ ہو دلکو افسوس
آنیوالی نہیں پھر جا کے بہار عارض

تو ہے وہ بادشہ حسن کہ با تخت و ادب
ہے زرگل سے جہاں باج گذار عارض

دو میں تشبیہ مہ و مہر سے کیا ہاک انہیں
کہ وہ ہے سنگ جبیں اور یہ عار عارض

اسکی صراف کو کیا قدر وہ کیا جانے گا
پوچھ اے سیم بدن مجھ سے عیار عارض

شرم و اس کے اٹھا لیسے اگر آتی ہے
آستیں سے تو کر وصاف غبار عارض

سد ہے حسن دہن سے ترے غنچوں کا دہن
پھول کہتا ہے ہر اک باغ میں خار عارض

اس سے بوسہ کی تمنا کہتا ہوں توقع جسکو
قطر شوق بھی عاشق کی ہے بار عارض

حسن خوباں کا ہے دنیا سے نرالا عالم
لیل گیسو سے مسلسل ہے نہار عارض

شمع خود رشک سے پروانہ کی صورت جل جائے
شعلہ رُخ ہو جو تری بزم میں نار عارض

دل ہے اک بوسہ کا مشتاق بڑی مشکل ہے
صدقے ہو ترے دہن پر کہ نثار عارض

جلوہ تیرا ہی نظر آتا ہے انمیں مجکو
ماہ خورشید ہیں کیا آئینہ دار عارض

واہ کیا رشک ہے دیکھا نہیں جاتا مجھسے
آنکھ بھی میری جو ہوتی ہے دوچار عارض

طالب بوسہ کرے کیا انہیں لیکر الحرج
ماہ خورشید سے نکلے گا نہ کار عارض

یار کے حسن کا کیا پوچھنا اللہ اللہ
ماہ تاباں جبیں مہر شمار عارض

ہم بھی ہیں غیر بھی ہے اور وہ غصے سے ہیں لعل
دیکھئے کس پہ نکلتا ہے بخار عارض

۱۴	تو بھی اے بلبل نالاں نہیں گل کی شیدا عشق دلدادہ بھی ہے عاشق ناز عارض	۲۱۲

ہوئی مقبول وہ ہماری عرض — کی تھی جو وقت بادہ خواری عرض

پھر جو کہنا ہو شوق سے کہئے — پہلے سن لیجئے ہماری عرض

پوچھا بوسہ کو تو بگڑ کے کہا — جاؤ سنتے نہیں تمہاری عرض

سب کچھ ارشاد ہو نہیں کے سوا — آپ سے ہے یہی ہماری عرض

جھوٹ ہمسے نہ بن پڑا سر حشر — ہو گئی روئداد ساری عرض

تجکو معلوم ہے حقیقت حال — ہم کریں کیا جناب باری عرض

اتنی فرصت کہاں قرار کہاں — جو کریں دلکی بیقراری عرض

تیری تلوار کی زبان قاتل — کرتی ہے میری جاں نثاری عرض

ہوئے شرمندہ شکیب و قرار — کر کے ہم حال آہ و زاری عرض

ہے الٰہی ترا کرم جو ہر — اور میری گناہ گاری عرض

کیجو اس رشک گل کی خدمت میں — بندگی اے صبا ہماری عرض

قطعہ

کر رہی ہے زبان سوسن سے — بلبلو موسم بہاری عرض

بے ثباتی باغ جو ہر ہے — اور گلکاریاں ہیں ساری عرض

۲۱۳ — بخشدے عشق طفیل نبی — بس لے اتنی جناب باری عرض — ۱۴

عاشقی ٹھہری ہے جو میرا فرض — انکو واجب ہے مکر حیلا فرض

صرف رنداں بادہ کش کو شیخ — حوالت کر مالے ایسا فرض

محو تھے ہم یہ طاعت ست میں — نہ ادا ہو سکا خدا کا فرض

جانہ رندوں کے فعل پر واعظ — کہ ادا کرتے ہیں یہ اپنا فرض

بعث اغیار میں جھگیت ہوا — کون اس رم کا تھا جا نا فرض

ماییئے یا نہ ماییئے صاحب
مر چکے ہم تیری محبت میں
جان دینا ادا یہ واجب ہے
ٹھہری ہے خاطر عدو واجب
آپ کو بغض ہے جوانیوں سے
جو کسی وقت یہ ادا ہی نہ ہو
بخش دینا گناہ گاروں کا
ترک مے ہے محال رندوں سے

کہہ دیا ہمنے تھا جو ایسا فرض
ہے اگر جان کا بچا نا فرض
نہ کرینگے قضا ہم اپنا فرض
یار کو ہے مرا ستانا فرض
غیر ہی ہم کو کیجئے کا فرض
ان بتوں کا ہے وعدہ ایسا فرض
اے کریم جہاں ہے تیرا فرض
یہ سمجھتے ہیں اسکو اپنا فرض

کیوں واجب ہے زندگی ایسی
ایک دن ہے جو عشق مرنا فرض

۲۱۴	ردیف طاء مہملہ	۲۰

اسکو بہت ہے اس بت پرفن سے ارتباط
جی میں ہے اب بڑھایئے دشمن سے ارتباط
کیا کچھ جہاں میں رخنہ گری بخیہ گر نے کی
چھوٹا مگر نہ چاک کا دامن سے ارتباط
ہے اس کی چشم شوخ و تماشا پسند کو
چلمن سے دریچے غرفے سے روزن سے ارتباط
میر اپنی شب فراق انھیں سے ہے دل لگی
نالے سے اختلاط ہے شیون سے ارتباط

اس شوخ کا جدا ہے زمانے سے رنگ ڈھنگ
ہے ہم سے اختلاط نہ دشمن سے ارتباط

کہتی ہے طالباں شہادت سے تیغ یار
رکھے مری بلا کسی گردن سے ارتباط

ادریس آسماں تہم سے نہ بڑھ سکے
دنیا میں تھا ذرا سا جو سوزن سے ارتباط

آزاد ہوں میں کشمکش دین وکفر سے
ہے مجھکو شیخ سے نہ برہمن سے ارتباط

قاتل ہے ایک حیجر بے داد کو ترے
دل سے جگر سے سینہ سے گردن سے ارتباط

جوہر یہ تیغ کا ہے کہ رکھتی ہے ایک ساتھ
قاتل کے ہاتھ سے مری گردن سے ارتباط

کھیلے ہوئے ہیں ساتھ کے مجھ ان وکو ہکن
ہے انکے ساتھ میرا لڑکپن سے ارتباط

دیکھے نہ آنکھ اٹھا کے کسی جد عین کو وہ
جس کی نظر کو ہو تری چتون سے ارتباط

کوئی تو ساتھ ہو سفر دور دست ہے
رہبر نہیں تو کیجئے رہزن سے ارتباط

دونوں کے دونوں ابھی امنگوں میں مست ہیں
ہے میرے شوق کو ترے جوبن سے ارتباط

اپنا ہی ہے رشک تو دیکھا نہ جائے گا
آئینہ کا بھی اس رخ روشن سے ارتباط

رہ رہ کے پڑتی ہے مرے دل پر نگاہ یار
اس برق کو ہے میرے ہی خرمن سے ارتباط

اونچا وہ آسماں سے بھی ہو تو کیا عجب
ہو جس غبار کو ترے توسن سے ارتباط

دیکھیں جو تیرے جلوہ گہ نار کو کبھی
موسیٰ نہ رکھیں وادی ایمن سے ارتباط

بعد فنا بھی رکھتی ہے عاشق کی مشت خاک
اے دشمن وفا ترے دامن سے ارتباط

۲۱۵	اے عشق جانتا ہے وفا کو بھی وہ دغا تم نے بڑھایا کیوں بت پرفن سے ارتباط	۱۶

دوستی میں ہے جاں نثاری شرط
سارا شرط تمہیں ہے یہ پیاری شرط

آج سے لے نہ کوئی نام عدو
ہو چکی آپ کی ہماری شرط

داور حشر سے کہیں کیا ہم
عاشقی میں ہے رازداری شرط

میں کہونگا تو جیت جاؤ گے
تمہیں کہہ دو کس نے ہاری شرط

تو نے اے قیس کچھ کیا نہ خیال
تھی تو لیلیٰ کی پردہ داری شرط

بوسہ بوسہ بدا ہے بازی میں
ہم میں ان میں ہے کیسی پیاری شرط

یہ بنایا گیا ہے مٹی سے
بہر انسان ہے خاکساری شرط

مشغلہ کوئی تو ملے دل کو
شب فرقت ہے آہ و زاری شرط

وعدے کا اعتبار نہ اقرار کا یقین
ہر بات مجھ سے کہتا ہے وہ حیلہ گر غلط

غم عاشقوں کا کھاتے ہیں معشوق بھی ضرور
خون جگر ہے سرخی پان ہونٹھ پر غلط

کوثر کہاں شراب کہاں کیا یقین ہو
کا دیں نہ سمجھیں ہم اس کو اگر غلط

جسنے کہا ہے اسنے بہت سچ کہا ہے عشق
معشوق سے امید وفا سر بسر غلط

۱۷	ردیف طاء معجمہ	۲۱۷

محفل میں کیا کرے وہ ہمارا ادب لحاظ
دشمن کو ہو قدر انہ تمہارا ہی حسب لحاظ

اچھی نہیں ہیں آپکی یہ بد زبانیاں
پھر کیا ہے جو ہم بھی اٹھا دیں ادب لحاظ

تیری بھی جو ہے ادا وہ قیامت کی ہے ادا
آفت ہے ستم قہر بلا ہے غضب لحاظ

شائستگی محفل جاناں نہیں وہ اب
دشمن کے بیٹھتے ہی سب اٹھا ادب لحاظ

بوسہ طلب کیا سر محفل جو یار سے
بولا بگڑ کے تجکو نہیں بے ادب لحاظ

ہم ہیچ بد زبانی دشمن کا کیا کریں
تم کو نہ ہو لحاظ تو ہو اسکو کب لحاظ

دل دیکے مہوشوں کو ہوئے خلق میں ذلیل
کہو بیٹھے ہم وہ بات جو کرتے تھے سب لحاظ

وہ ادھر ہم عالم میں کہل کھیلے ایسے ہیں
سب جو بیان ہے اٹھ گیا پہلی ہی شب لحاظ

ویرانی کے عوض جنگ یاں ہی کیوں نہو
تجھ سے سبب کرتے ہیں اسکا بھی سب لحاظ

آتا ہے مانگتے مجھے نام سے حجاب
کرتا ہوں میں خدا سے بھی وقت طلب لحاظ

سکر بھی بد زبانی جاناں خموش ہوں
کیا دوں کوئی جواب کہ ہے مہر لب لحاظ

اوصاف نیک ہیں بھی انسان کیواسطے
اخلاق انکسار تواضع ادب لحاظ

طفلی سے بڑہکے متوجہ ہوئے وہ شباب میں
تھا پہلے جسقدر نہیں اتنا بھی اب لحاظ

غصہ سے میرے آگے دلائے مجھے عدو
دشوار آدمی سے ہے وقت غضب لحاظ

آئینہ سے ہے ننگ تجھے آرسی سے عار
اے ستمگر حسین ہے تیرا عجب لحاظ

وہ آنسو ہیں آپ کے رخسار پر ضیا
جن آئینوں کا کرتے ہیں اہل طلب لحاظ

٢١٨	جو بات راز کی تھی وہ عالم پہ کھل گئی پھر آپ کو ہے عشق سے کیوں بے سبب لحاظ	١٩

روبرو رندوں کے رندوں کی نصیحت واعظ
کہیں آئی تو نہیں ہے تری شامت واعظ

نہ تو دوزخ ہے کہیں اور نہ جنت واعظ
وہ اک افسانہ ہے یا ایک حکایت واعظ

کیا تری پند کی رندوں میں ہو وقعت واعظ
یہ سمجھتے نہیں خود تیری حقیقت واعظ

مجھسے بیسود ہے ایسا کہیں حجت واعظ
تجکو معلوم نہیں حال محبت واعظ

پاک لوگوں نہیں رندی سے مضرت واعظ
دیکھی جاتی ہے ہر اک شخص کی سبت واعظ

چاہتے ہیں نہ یہ تسنیم نہ جنت واعظ
تجکو سوجھی ہے رندوں سے عداوت واعظ

عزو طاعت یہ ہے انکو نہ عبادت پہ گھمنڈ
رند مسکین ہیں فقط طالب رحمت واعظ

سر پہ دستار ریا بر میں قبائے تدویر
واہ کیا خوب بنی ہے تری ہیئت واعظ

اسکو لائی ہے یہاں کھینچکے شامت اسکی
بچکے رندوں سے رہ جائیگا سلامت واعظ

مے جو ملتی ہیں یہ جوں جگر پیتے ہیں
اسکی رہنی نہیں رندوں کی مروت واعظ

ہوگا کب حشر بپا ہم کو تو معلوم نہیں
تیری تقریر ہے بالفعل قیامت واعظ

کیوں یہ کہتا ہے وہاں رند نہیں جاسکتے
تجھسے تیرے باپ کا گھر تو نہیں جنت واعظ

زہد و تقوی کی ضرورت نہیں میخواروں کو
انکو کافی ہے گنا ہونکی ندامت واعظ

خلد میں بادہ کشی کا ہو یہ طبیعت کے خلاف
کہئے اس بات کی پہلے ہی سے عادت واعظ

چمکتے محفل رنداں کے ہیں عشرت افزا
تجکو جنت میں ملیگی سر یہ صحبت واعظ

وحشت زر یہ جو رہ رہ کے نظر پڑتی ہے
نہیں معلوم کہ کیا ہے تری نیت واعظ

فکر کونین سے آزاد ہیں رند مے کش
ہوش سے انکی بہت اچھی ہے غفلت واعظ

٢١٩ | مے ہے وہ چیز ذرا چاہئے جو اسکی لگاوٹ
عشق رندونکی کرے سوز لجاجت واعظ | ١٩

عشق میں تیرے وہ آئی سر پر آفت الحفیظ
کہتے ہیں سب دیکھکر میری مصیبت الحفیظ

الحذر لے درد عشق اے رنج الفت الحفیظ
الاماں اے موج غم اے سیل آفت الحفیظ

خوف ہے انسان ہی شیطان نہ بچا کہیں ج
یہ تکبر الاماں یہ عجب و نخوت الحفیظ

ایک جان ناتواں میری اٹھائے عشق میں
یہ بلا یہ رنج یہ غم یہ مصیبت الحفیظ

مر رہا ہوں روز فرقت اور اجل آتی نہیں
آ پڑی ہے کیسی یہ آفت پر آفت الحفیظ

یار کیا پہلو سے اٹھا حشر برپا ہو گیا
بیٹھے بیٹھے آ گئی کیسی قیامت الحفیظ

حور کے بدلے جو ہو تجھ سا ستم آرا وہاں
کہہ اٹھے زاہد بھی سنکر نام جنت الحفیظ

دل تو جلتا تھا لگی ہے اب یہ تجھ میں آگ اب
عاشقی پھر اسپہ یہ رشک رقابت الحفیظ

آسمان کینہ ور کی دشمنی خود تھی غضب
اسپہ طرہ ہو گئی تیری عداوت الحفیظ

چارہ گر تو چارہ گر کہتا ہے وہ بیرحم بھی
دیکھکر اپنے مریض غم کی صورت الحفیظ

آفت جاں تھی حسینوں کی محبت ہی مگر
چار دن میں ہو گئی کیا اپنی صورت الحفیظ

لگنے یاد آنے لگی وہ جان بھی دیماق بھی
دوستی جب یہ ہے کیا ہوگی عداوت الحفیظ

پھیر جیا ہے اختیار سے بھی ہے اور ہے بھی
حیلے ہے کسقدر انکی طبیعت الحفیظ

دختر رز کا دیکھکر جوش ٹپک پڑتی ہے ال
اپنے اچھو کی ہے طوفان اٹھا دل سے تیا الحفیظ

جان ملت ہیں مر رہی چہرہ نہ ہے چھائی ہوئی
کیا بری ہے تیرے بیمارونکی حالت الحفیظ

صبر کیونکر مجھے ہو ہے جاں برا انتظار دل
یہ ادا یہ ناز یہ سج دہج یہ صورت الحفیظ

فتنہ ہے آشوب ہے ہنگامہ ہے دلکے لئے
تیری شوخی تیرا شر تیری شرارت الحفیظ

۲۲۰

دیکھئے جب مست ہے مخمور ہے سرشار ہے
پڑ گئی ہے عشق کو کیسی بری لت الحفیظ

۹

دل ہوا مبتلا خدا حافظ
سر پر آئی بلا خدا حافظ

آمد آمد ہے یاس و حرماں کی
دل کے ارماں کا خدا حافظ

ہے رہ عشق پیچدار تو ہو
رہنما ہے خدا خدا حافظ

ہے حمایت تجھے پیمبر کی
نامہ بر جا ترا خدا حافظ

غیر کے ساتھ کرتے ہیں وہ سفر
میں کہوں ہائے کیا خدا حافظ

جاتے ہیں ہم تو سوئے بتخانہ
تیرا اے پارسا خدا حافظ

دل ہوا مبتلائے عشق صنم
ہے مری جان کا خدا حافظ

سفری دیکھکر عدم کا مجھے
بولے وہ جیسا ترا خدا حافظ

دل تو دے بیٹھے ہو بتو نکو عشق
اب ہے ایماں کا خدا حافظ

۲۲۱

ردیف عین مہملہ

الف

رو برو پروانوں کو جلا کر شمع
خون ناحق نہ لے تو سر پہ شمع

دیکھ لو عاشقوں کا سوز و گداز
رو برو ہے تم جلا کر شمع

تیری محفل میں جلتے رہتے ہیں
دل اسعد و عود و عنبر شمع

میں کروں تمسے ذکر کس کس کا — ہیں ہزاروں ہی دلمیں ارماں جمع
تیری دہلیز کی زیارت کو — ہیں سبھی ہندو و مسلماں جمع
ہیں لگانے بجھانے کو شب غم — دل بریاں و چشم گریاں جمع
کی رفوگر نے دوڑ دہوپ بہت — ہوئے تار ہا ئے داماں جمع
دل پر داغ کا نہ رنگ اڑا — کرکے دو پھول ہائے گلستاں جمع
ماحصل اسکا ہے پریشانی — کرے مال کوئی نادان جمع
ڈہونڈہتی پھر رہی ہے رحمت حق — کہ ہیں کس سمت اہل عصیاں جمع
نہیں وہ زخمیں اتنے انگارے — جتنے دلمیں ہیں داغ سوزاں جمع
امتحاں کا ہے شوق قاتل کو — آکے ہوں سارے مرد میداں جمع
میں تصدق تری تسلی کے — ہو گئی خاطر پریشاں جمع

۲۲۳	بل گئی عشق مجھکو داد سخن ہو گئے جب کبھی سخنداں جمع	

تھی میرے راز کی تو یہ دشمن کو اطلاع — کیونکر ہوئی پھر اس بت پرفن کو اطلاع
کرتا ہے جو لگائی بجھائی وہاں عدو — واقف ہوں اس سے ہے دل پرفن کو اطلاع
تو بیخبر سہی مجھے اسکا یقین ہے — گم گشتہ دل کی ہے تری چتون کو اطلاع
قاتل صفائی ایسی دکھا تو کہ تیغ تیز — شہ رگ پہ یوں چلے نہ ہو گردن کو اطلاع
اے باغباں آمد فصل بہار کی — دے سب سے پہلے بلبل گلشن کو اطلاع
بیٹھی ہوئی ہے گرد کسی پائمال کی — جس کی نہیں ہے آپکے دامن کو اطلاع
اس خوف نے سفر میں بھی تنہا رکھا مجھے — دیہہ نہ جا کے نے مری رہزن کو اطلاع

	ہم صورت زمانۂ آتش فشاں شمع	
۲۲	ردیف غین معجمہ	۲۲۵

غم نہیں کچھ قبر پر ہویا نہ ہو روشن چراغ
داغ دل کا مجھکو کافی ہے تہ مدفن چراغ

رات یہی ہے دل کی صورت جب سے آئی ہے بہار
ہیں گل و لالہ کے لاکھوں باغ میں روشن چراغ

اس کی چوری آنکھ سے بلبل کے چھپنے کی نہیں
دست گلچیں میں بنے گا ہر گل گلشن چراغ

اور بھی اندھیر ڈھائے گی ہماری شام غم
ہم سیہ قسمت کریں گے گر کوئی روشن چراغ

طاقت برقی دکھائے سوز دل میرا اگر
خود بخود اس بزم کے ہوجائیں سب روشن چراغ

چشم عالم سے نہیں چھپنے کا تیرا جھانکنا
پرتو رخ سے بنے گا ایک اک روزن چراغ

پرتو خورشید سے بڑھ جائے اس کی روشنی
تیرے صدقے کا جلاؤں لیکے گر دو من چراغ

بزم پروانوں کے جلنے سے بھی یہ ہوتا نہیں
سچ اگر پوچھو تو رکھتا ہے دل آہن چراغ

صبح کے ہونے ہی تک ہے شعلہ کا سارا فروغ

رات بھر کا ہے فقط تیرا یہ سب جوبن چراغ

سینہ میں داغ محبت اک طلسم تارہ ہے
اس طرح جلتا نظر آیا نہ ہے روغن چراغ

دیکھ کر گرتے ہوئے افشاں کو روئے یار سے
ہوگیا دھوکا کہ ہے کوئی شرر افگن چراغ

تو بے تفریح جبا نکلے گر کبھی اے شعلہ رو
روزن دیوار و در بن جائیں سب روشن چراغ

جل رہا ہے دل میں کیا کیا قرب میرا دیکھ کر
بن گیا ہے محفل دلدار میں دشمن چراغ

میں بھی جلنے کے لئے ہوں وہ بھی جلنے کے لئے
میرے دشمن آپ ہیں پروانے کا دشمن چراغ

آپ اپنے سوز دل سے جلکے یہ ہوتے ہیں خاک
سچ اگر پوچھو ہیں پروانوں کا دشمن چراغ

جلوہ گر وہ عارض پرنور ہے زیر نقاب
یا تہ فانوس رکھا ہے کوئی روشن چراغ

تیرے ہی دم سے وجود عاشق جانباز ہے
شمع و پروانہ کیا گر نہ ہو روشن چراغ

اے پری دیوانہ آتش قدم کے فیض سے
ہوگئے ہیں خانہ زنجیر میں روشن چراغ

میرے پہلو میں صبا کے داغ دل کو دیکھ کر

بول اٹھے وہ یہ کیسا ہے تہ دامن چراغ

بلبلیں بھی جل کے ہونیں خاک پروانوں کی شکل
آتش گل سے جو ہوتا بزم میں روشن چراغ

رات کو تم لاکھ چھپ کر جاؤ بزم غیر میں
صبح کو بن جائیں گے نقش قدم روشن چراغ

۲۲۶	وعدہ آنے کا کیا ہے آج اس دلدار نے عشق سے کہدو مرادوں کے کرے روشن چراغ	۱۲

لیتا ہوں سر یہ شوق سے بار گراں تیغ
سینہ سپر ہیں سرکیف اے ترک جان نثار
مشہور میرے قتل کا قصہ جو ہو گیا
بجلی کیطرح خرمن ہستی کو میرے پھونک
میں ناتواں ہوں اور وہ سفاک نازنین
بسمل نہ مارتے کبھی یوں اپنے ہاتھ پاؤں
قاتل یہ خون پیتی ہے لاکھوں کا کسطرح
بحر قضا میں ہوگی نہ قاتل کبھی رواں
صدمے رہی ہے اور بھی قاتل کو میرے ناز
زندہ رہے گا نام بھی تیرے شہید کا
دل کھولکر بیاں کرینگے ہم اپنا درد

بجسا جا کہیں ہے کہاں قدرداں تیغ
مانع ہے کون شوق سے لے امتحان تیغ
ہر شخص کی زباں پہ ہے داستان تیغ
اے شعلہ زبانہ آتش فشاں تیغ
یارب اٹھائے کون یہ بار گراں تیغ
اونچا ہوتا سر سے جو آب رواں تیغ
ظاہر میں تو نظر نہیں آتا دہان تیغ
کشتی ہمارے عمر کی ہے بادباں تیغ
میں سخت جانیوں سے ہوں سنگ فسان تیغ
جبتک رہیگا خلق میں قاتل نشان تیغ
قاتل دہان زخم میں رکھدے زبان تیغ

۲۲۷	پہنچا نہ طالبان شہادت سے کوئی عشق نام مراد پر کبھی بیٹے فرد ماں تیغ	۲۰

منعم ہے گر تمیز تو ہرگز نہ کر دماغ
مغرور کو جہاں میں کہتے ہیں خر دماغ

انداز عشق اور ہے انداز حسن اور
ہے انکسار و عجز ادہر اور ادہر دماغ

آشفتہ روئے یار کا ہوں گل سے کیا غرض
اے نکہت بہار پریشاں نہ کر دماغ

رہ سکے خاکسار کہ پتلا ہے خاک کا
لائق نہیں ہے تجکو ذرا اے بشر دماغ

سارے جہاں میں نہیں اب تجھسا دوسرا
زیبا ہے اے نسیم تو کرے جس قدر دماغ

دیتے نہیں جواب بھی عاشق کی باتکا
دو دن کے حسن پر ہے انہیں کسقدر دماغ

عزلت گزیں فقیر ہوں کیا اسے مجھکو کام
پابوس سے مری جو کریں اہل زر دماغ

ناپائیدار دولت حسن و جمال ہے
تو گورے رنگ پر نکر اے سیم بر دماغ

پرساں نہیں کمال کا کوئی جہاں میں
کیا خاک آجکل کریں اہل ہنر دماغ

بے فائدہ ہے ماش کے آٹے کیطرح اینٹھ
اے خود پسند ٹھیک نہیں اسقدر دماغ

دیوانگان عشق سے کرتے نہ گفتگو
واعظ صحیح آپ کا ہوتا اگر دماغ

سرکش سے بعد مرگ یہ پوچھا زمین نے
نادان کدہر غرور گیا وہ کدہر دماغ

پامال ہوں جو پائے نگارین یار کا
مستت حنا کا ہے مرے عرش پر دماغ

ایسے کو اسقدر بھی نہ کھینچ آسمان پر
تجکو زمیں دکھائے نہ اے بیخبر دماغ

بھیجا وہاں جہاں نہ ہوا کا بھی ہو گذر
ہے مرغ نامہ بر کا مرے عرش پر دماغ

وہ بولے تو یہ بولے مرا اسکے درد دل
کمبخت دور بھی ہو پریشاں نہ کر دماغ

ہم نے جو اسکی بڑ کو سنا کان دیکے کچھ
دیوانے کا بھی آگیا اصلاح پر دماغ

اتنا بھی زور دلپہ نہ دے اے خیال یار
پہلے ہی سے ضعیف ہے میرا جگر دماغ

مے ہے وہ چیز سونگھے اگر اسکی بوئے خوش
صد سالہ پیر کا بھی تو ہوجائے تر دماغ

ہوتا اگر یہ ساری خدائی پر اختیار

۲۲۸ | اے عشق بیت نہ کرتے کبھی اسقدر دماغ | ۱۲

ہے موسم بہار میں ہر کوہ و دراغ باغ
پھرتے ہیں طائراں خوش آواز باغ باغ

ایسے ہی پاس رہنے دے پھولوں کی اپنے بو
سونگھیں جو ہم نہیں ہمیں اسکا دماغ باغ

کیا مار کر رہا ہے دو روزہ بہار پر
حاصل کرے حراں سے تو پھیلے فراغ باغ

اس نونہال حسن کا ملتا نہیں پتا
مادہ بہار ڈھونڈھتا پھرتا ہوں باغ باغ

وصل حراں میں بلبل و گل کا پتا نہیں
ویراں آشیانے ہیں سب بے چراغ باغ

پھولوں سے رشک سرو چراغاں ہے ہر نہال
کیا کیا دکھا رہا ہے یہ روشن چراغ باغ

لالہ کھلا ہوا ہے نہ پھولا ہوا گلاب
رکھتا ہے تیرے عشق کے سینہ پہ داغ باغ

بلبل کو ہو جو شوق صبوحی تو صبح کو
شبنم سے بھر کے پھول کا لائے ایاغ باغ

اترا رہا ہے کیا گل و لالہ پہ اس قدر
دیکھے ہیں تو نے میرے جگر کے بھی داغ باغ

قد سرو گل عذار دہن غنچہ سبزہ خط
ہے سر سے پاؤں تک وہ بت خوش دماغ باغ

فریاد عندلیب کا کھلتا نہیں سبب
ہر پھول تو چمن میں جو ہنستی سے ہے باغ باغ

اے عشق ہر بہار میں ہے پیش اہل علم
تفریح طبع کے لئے گلزار داغ باغ

۲۲۹ | ردیف فا | ۲۴

اے شوق لے چل در دلدار کی طرف
ہم اور دیکھیں مجمع اغیار کی طرف

دل بھی نہیں ہے طائر قبلہ نما سے کم
جب دیکھو اسکا رخ ہے دربار کی طرف

اللہ رے شوق دید کہ ہٹتی نہیں نظر
آنکھیں لگی ہیں روزن دیوار کی طرف

ہے خوف کوئے یار میں روتے ہوئے مجھے
جائے کہیں یہ سیل نہ دیوار کیطرف

کھولا ہے تار عروہ سر راہ اُسنے آج
جاتی ہے ہر نگہ اسی دیوار کیطرف

اسکا بھی رشک ہوتا ہے اللہ رے مدّعی
ہوتے ہیں وہ جو میرے طرفدار کیطرف

جادو اگر نہیں تو یہ کیا ہے کہ ہر نگاہ
جاتی ہے ان کی چشم فسوں کار کیطرف

ایسیح چشم کم سے نہ مجھ بادہ کش کو دیکھ
رحمت کی ہے نگاہ گنہگار کیطرف

اللہ رے صفائے رخ و سادگی حسن
آئینہ کی نظر بھی ہے رخسار کیطرف

موسٰی کی طرح دید کے مشتاق ہم ہی ہیں
تجلی گرا دو طالب دیدار کیطرف

مد نظر ہے ظرف کی اسکے جو دیکھ حال
ساقی کی ہے نگاہ قدح خوار کیطرف

کیا جانے بات کیا ہے اجل بھی شب فراق
آنے کو ڈرتی ہے ترے بیمار کیطرف

گلزار حسن بھی چمن خلد تو نہیں
رہ جاتی ہے جو جا کے نظر یار کی طرف

فتنے کی آنکھ حشر کی نگہ حشر کی نظر
ظالم لگی ہے تیری ہی رفتار کیطرف

ہوتے نہ داغ جوں تو شہادت ہزار میں
دیتی وہ تیغ قاتل خونخوار کی طرف

ہم یہ کہیں مسیح نے آکر جلا لیا
آئے اجل جو عشق کے بیمار کیطرف

عشاق سخت جاں سے پڑا ہے جو سابقہ
رہ رہ کے دیکھتے ہیں وہ تلوار کیطرف

ہے گو قفس میں سا گرفتار دام میں
بلبل کی ہے نظر گل و گلزار کیطرف

کعبہ کا سجدہ فرض ہے زاہد جو تیرے پاس
سر کو جھکا دے ابروئے خمدار کیطرف

یوسف کیطرح آپکے گاہک بہی ہیں بہت
اچھا نہیں نہ جائیے بازار کیطرف

وہ مشق تیر کرتے ہیں تاکید ہے مجھے
دیکھوں نگاہ باندھ کے سوفار کیطرف

منصور حرف حق نہ زبان سے نکالتے
پہلے ہی دیکھ لیتے اگر دار کی طرف

زاہد کا عذر رہ جانے کا عرب بنا دیا
پڑھنے لگی نظر بیت پیدار کی طرف

زاہد ہو کعبہ میں کہ برہمن ہو دیر میں

میں کوئی آجکل کا نہیں مبتلائے زلف
روز ازل سے سر میں بھری ہے ہوائے زلف

کچھ اور سوجھتا نہیں مجکو سوائے زلف
سودائے زلف سر میں ہے دلمیں ہوائے زلف

لیکر رہیگی جان ہی اکدن ہوائے زلف
ٹالے مرے ٹلے گی نہ سر سے بلائے زلف

ایدل نہ جان بوجھ کے ہو مبتلائے زلف
لائینگے تجکو پیچ میں یہ حلقہ ہائے زلف

محفوظ ہر بلا سے ہے وہ یوسفی جمال
حصن حصین بن گئے ہیں حلقہائے زلف

پروردہ جو دلمیں ہوئے ہوں جو ایک عمر
تیل ان تلوں کا چاہیئے اسکو برائے زلف

اسکا دماغ ہی نہیں ملتا ہے ناعمیں
سنبل کو لگ گئی تو نہیں کچھ ہوائے زلف

ظلمت پرست صورت خفاش یہ بھی ہے
کچھ اور سوجھتا نہیں دلکو سوائے زلف

اے مرغ دل نہ جال کے دانے پہ ٹوٹ پڑ
کھولے ہوئے ہیں دام بلا حلقہائے زلف

اے غیرت پری ترے دیوانوں کے لئے
کافی ہیں بیڑیوں کے عوض حلقہائے زلف

شانے کو کیوں نہ سمجھ عقدہ کشا کہوں
کھلتے ہیں اسکے ہاتھ سے سب عقدہائے زلف

چوری کا میرے دلکے کھلے گا نہ حال کچھ
جبتک کھلیں گے اسکے نہ سب عقدہائے زلف

ڈھاتی ہے اور تیرگی بخت کیوں ستم
کیا کم ہے میرے دلکے لئے اک بلائے زلف

سودا نہ اسکا دام بلا میں مجھے پھسائے
طوق گلو سنیں نہ کہیں حلقہائے زلف

ایسا سیاہ کار بھی ہوگا نہ دوسرا
میں ہوں شکار زلف مرا دل فدائے زلف

شامت جو آئی ہے دل آشفتہ حال کی
پھنسنے چلا ہے دام میں ہوکر فدائے زلف

لازم ہے قدر میرے دل چاک چاک کی
ایسا ملیگا تم کو نہ شانہ برائے زلف

سودے میں اسکے دلکا جو پڑتا ہے پیچ وتاب
کہتا ہوں چیخ چیخ کے میں ہائے ہائے زلف

کوتاہی نصیب سے دل شانہ کی طرح
صد چاک ہوکے بھی نہ بنا آشنائے زلف

معلوم ہے حقیقت اسے حال زار کی	شانے سے کیا کہے گا کوئی ماجرائے زلف

۲۳۱	اے عشق ہے دورنگی جاناں مجھے پسند میں آشنائے رخ ہوں کبھی آشنائے زلف	۱۸

کیونکر نہ بھیجے یار کو میری خبر خلاف
دشمن سے سازکرکے ہو جب نامہ بر خلاف

معشوق سے امید وفا سر بسر خلاف
اے عشق بات ہے یہ زمانیکی بر خلاف

ہوتی نہیں تسلی خاطر کبھی نصیب
کرتے ہیں روز وعدے وہ مجھسے مگر خلاف

ایسی طرح تیرے عشق میں ہیں دونوں اک زباں
رکھتا ہے دل جگر سے نہ دلسے جگر خلاف

احسان نہیں قبول کسیکا اثر سے بھی
رکھتی ہے اب ہماری دعائے سحر خلاف

حیراں ہیں مسیح کرے اسکا کیا علاج
رکھتا ہے ہر علاج سے درد جگر خلاف

گلشن پہ آپڑا ہے برا وقت آجکل
فصل خزاں ہے چلتی ہے باد سحر خلاف

ہوجائیگی مرے دل آگاہ کو خبر
بولے کبھی جو بات کوئی نامہ بر خلاف

کیونکر یقیں آئے نہ قاصد کی بات کا
کہتا نہیں کبھی کوئی پیغام بر خلاف

دنیا بھی اک بہشت تھی انساں کیلئے
ہوتا برادری میں نہ باہم اگر خلاف

میں منتظر ہی روز قیامت بھی رہ گیا
نکلا ہر ایک عہد بت فتنہ گر خلاف

پر خوف راہ عشق ہے ایسی کہ کیا کہوں
رکھتا ہے راہ رو سے یہاں راہبر خلاف

معلوم ہو تو ہو ہمسے بگاڑا ہے کیا تیرا
کیوں ہمسے تجکو ہے فلک کینہ ور خلاف

کس کشمکش میں جان ہے بیمار عشق کی
ہمدم ادہر اجل ہے اودہر چارہ گر خلاف

جرأت ہوئی کسیکو نہ پھر عرض حال کی
تیری نظر کو دیکھ کے اے فتنہ گر خلاف

گو گشتہ آسماں ہو مقدر ہو غیر ہو
سب کچھ یہ ہو مگر نہو تیری نظر خلاف

اب کون انکی قدر کرے گا جہان میں
اہل ہنر سے رکھتے ہیں اہل ہنر خلاف

اے عشق ہاتھ اٹھا کے ہوتا کبھی حفیف
میں جانتا اثر کا دعا سے اگر خلاف

ردیف قاف

۲۳۲

امید گاہ در عالم ہے آستانہ عشق
خدا کا گھر جسے کہتے ہیں ہے وہ خانہ عشق

ہوا نصیب نہ مجنوں کو بھی خزانہ عشق
لگی نہ ہاتھ کسی کے متاع خانہ عشق

سمجھ پہ شیخ کے کیسے یہ پڑ گئے پتھر
چلا ہے کعبہ کو چھوڑا ہے آستانہ عشق

سوائے درد و الم اور غیر رنج و بلا
لگی نہ ہاتھ مرے کچھ متاع خانہ عشق

خرابہ دل عاشق کی قدر کر غافل
گڑا ہوا ہے اسی میں تو سب خزانہ عشق

نہیں ہے عالم الفت کی بھی جہت کوئی
جو لا مکاں ہے حقیقت میں ہے وہ خانہ عشق

ملا ہے ضعف سے گر پاؤں میں نہیں طاقت
چلیں گے سر سے بصد عجز سوئے خانہ عشق

بچے گا دام سے گیسو کے مرغ دل کیا خاک
کہ ہے نصیب میں اسکے تو آب و دانہ عشق

سر نیاز جھکاتے ہیں گبر و شیخ یہاں
وہ آستانہ عالی ہے آستانہ عشق

بھرے ہیں ہجر میں ساقی کے سو رس جیسے
پھپھولے دل کے سبوئے شراب خانہ عشق

عدو کو اسکی خبر کیا وہ بوالہوس ہے فقط
سنو تو میری زباں سے سنو فسانہ عشق

بناتا خاک سے خالق نہ آدمی کو کبھی
نہ چاہتا جو وہ نشو و نمائے دانہ عشق

خیال بادہ کوثر سے شیخ در گذرے
جو پی لے ایک ہی جام شراب خانہ عشق

نہیں ہے داغ محبت سے ایک دل خالی
گڑا ہوا ہے ہر اک سینہ میں خزانہ عشق

ملے جو داغ جنوں وحشیوں سے یہ جانا
خدا نے غیب سے بخشا ہمیں خزانہ عشق

وہ آنکھ کیا ہے نہ دیکھے جو حسن کا عالم
وہ کان کیا ہے سنے جو کبھی ترانہ عشق

عجب حیرت ہے محراب تیغ قاتل بھی تمہارے کام کے دل آجکل نہیں ملتے رہی الفت گردوں کی کجروی باقی	جھکایا سر تو ادا ہو گیا دوگانہ عشق ہے بند ایک زمانہ سے کارخانہ عشق جو پڑتی اسپہ کبھی ضرب تازیانہ عشق

۲۳۳	ہزار بار تم آسکتے ہو اگر چاہو کچھ ایسا دور نہیں ہے غریبخانہ عشق	۱۸

اس کماں ابروے مارا تاک کر یوں تیر عشق
طائر جاں مرغ دل دونوں بنے نخچیر عشق

فصد لی لیلی نے تو نکلا رگ مجنوں سے خون
ہو تو یوں ہو ایک سی دونوں طرف تاثیر عشق

ہمکو نفرت ہم سے تھی اب ہے ہماری انکو قدر
حسن جب گھٹنے لگا بڑھنے لگی توقیر عشق

دل سی جاتے بھی نذر دیکر کب صلا ہمکو ملا
حسن کی سرکار میں بالکل نہیں توقیر عشق

عاشق و معشوق دونو بے خطا بے جرم ہیں
جرم سارا حسن کا ہے اور سب تقصیر عشق

آجکل کا میں نہیں دیوانہ اے لیلی جمال
صورت مجنوں ہوں طفلی سے ہی دامنگیر عشق

حسن کی چالیں نرالی ہیں انوکھے داؤ گھات
کارگر کوئی نہیں ہونے کی کچھ تدبیر عشق

میرا پہلو ہے کہ قدرت کا مرقع ہے کوئی

پارہ دل ہے کہ رکھی ہے کوئی تصویر عشق

اوسطرف ہوتا دہن اور اسطرف تاب سخن
وہ بیاں حسن کرتے اور ہم تقریر عشق

دیدۂ باطن سے دیکھے کوئی روشن دل اگر
حسن کے آئینہ میں آئے نظر تصویر عشق

بے سبب کب کھینچتے ہیں دور اپنے کو حسین
کوتہی ساری ہے جذب دلکی یا تقصیر عشق

خضر کے ماسوائے دل زندۂ جاوید ہے
زخمی تیر محبت کشتۂ شمشیر عشق

لوٹتے ہیں ہم ادہر اور وہ ادہر بیتاب ہیں
ہوگیا ہے دونوں جانب کارگر اک تیر عشق

ایک دل کے سیکڑوں گاہک نظر آنے لگے
لڑگئی کیا حسن کی سرکار میں تقدیر عشق

میں ہوں وہ مجنوں کہ طفلی سے پہنائے ہیں مجھے
مادر گیتی نے طوق وحشت و زنجیر عشق

دم کے دم میں لے چھری اللہ اکبر کس طرح
سینکڑوں کو ذبح کردیتی ہے اک تکبیر عشق

بے بلائے اپتو دوڑے آئے ہیں وہ میرے گھر
جذب کامل اسکو کہتے ہیں یہ ہے تاثیر عشق

اس سے بڑھکر ملتی عزت بعد مردن اور کیا

کہوں جو میں رخ جاناں ہے آب و تاب میں برق
کہاں ہے حسن جہاں سوز کے جواب میں برق

نظر ٹھہرتی نہیں ہے شوخیاں غضب کی ہیں
دکھائی دیتے ہیں وہ عالم شباب میں برق

تمام چشم زدن میں ہے کچھ نہیں ہے قیام
یہ اپنی عمر رواں ہے مرے حساب میں برق

تصور نگہ شوخ و شنگ قہر ہوا
در آئی میرے دل جاں خراب میں برق

کسی کے کان کے بجلی طلا ہے یہ تہ زلف
نہیں چمکتی ہوئی دامن سحاب میں برق

نہیں ہے نعل سے آتش فشاں ترا توسن
ترے جلو میں شرر ہے تری رکاب میں برق

خیال کان کی بجلی کا تھا جو سونے میں
چمک چمک کے نظر آئی مجھکو خواب میں برق

کھلا یہ حسن جہاں سوز کی تجلی سے
چمک رہی ہے ترے گوشہ نقاب میں برق

نہ پہنچے گی دل پر اضطرار کو میرے
ہزار سال رہے لاکھ اضطراب میں برق

بوقت بادہ کشی خندہ ہائے ساقی سے

چمک کے گر ہی پڑی ساغر شراب میں برق

تمام در سے ہیں یوں تو ترے لئے بیتاب
مگر یہ ایک نکل آئی انتخاب میں برق

۲۲۵	کھلا نہ آتش اے عشق راز یہ ہمپر نقاب میں رخ روشن ہے یا سحاب میں برق	۱۶

محتاج خضر کی ہیں چشم و نگاہ شوق
بے راہبری کرتی ہے یہ قطع راہ شوق

دل کیطرح سے اسکا بھی ہے تھامنا محال
رکتی ہے روکنے سے کسی کے نگاہ شوق

پہچان لے گی تجکو ہزاروں میں دیکھکر
دہوکا نہ کہائیگی کبھی میری نگاہ شوق

ہشیار رہ نقاب سے اسطرح رہ حجاب
رخنہ نہ ڈالے اسمیں کسی کی نگاہ شوق

کس کس سے تو چرائیگا آنکھ اے حسین
پڑتی ہے اک جہان کی تجھپر نگاہ شوق

پامال عشق آرزوے دیدار میں
اٹھیں گے بنکے حشر کے دن خاک راہ شوق

گھورا کرے ہزار حسینوں کو رات دن
ہوگی کبھی نہ سیر ہماری نگاہ شوق

کیا خاک اب یہ پہنچیگا تا ساحل مراد
ہے پاس ناخدا ے جہاز تباہ شوق

رہتی ہے سوئے ساغر و مینا لگی ہوئی
مجھ رند بادہ خوار کی ہر دم نگاہ شوق

مایوسیوں نے اسکو بھی بے رحم بنا دیا
تھا ایکدل جو پاس مرے خیرخواہ شوق

اے شیخ بے حجاب نہ گھر سے نکل کبھی
بنجائے چشم بد نہ کسی کی نگاہ شوق

جسطرح چاہتا ہے یہ لیتا ہے اس سے کام
ہے دلکو اختیار سفید و سیاہ شوق

عاشق کے چشم و دل ہی کا ٹھہرا گناہ سب
ثابت ہوا نہ حشر کے دن بھی گناہ شوق

ڈھانے لگا ہے حشر مرا اضطراب دل
کیا جانے کس کا حسن ہوا دادخواہ شوق

بوسہ کے مانگنے پہ نہ تعزیر دے مجھے
ظالم مری خطا نہیں یہ ہے گناہ شوق

بے سود ساری سعی ہے بے حصر مدعا
کاٹے مرے کٹے گی یہ اے عشق راہ شوق

۱۶	ردیف کاف تازی	۲۳۶

اے ترک نہیں ڈھال میں شمشیر سپر چاک
گویا ترے دامن میں ہے یہ تابکمر چاک

بے فائدہ کوشش ہے تری قیس جگر چاک
وہ پردۂ محمل نہیں ہو سکتا مگر چاک

دامن کو تو کانٹوں نے کیا دشت میں پیارے
اے دست جنوں اب تو گریباں کو کر چاک

ہے وعدۂ صبح جدائی جو شب وصل
سینہ ہے مرا مثل گریباں سحر چاک

مرہم سے بڑھی اور مرے داغ کی سوزش
ٹانکوں سے ہوا اور مرا زخم جگر چاک

اس سمت رفوگر ہے ادھر دست جنوں ہے
ہوتا ہے رفو جامہ ادھر اور ادھر چاک

نظارہ کا ہو شوق اگر اس کی نظر کو
کر ڈالے دل عاشق کی طرح دیدۂ در چاک

اے دست جنوں میرے گریباں کی ہے کیا چیز
ہے لطف تو جب جامۂ ہستی ہو اگر چاک

کانٹوں میں الجھا مری قسمت میں لکھا تھا
نظارۂ مژگاں ابرو سے ہیں دل اور جگر چاک

واعظ یہ سنا قصۂ یوسف لئے للہ
کر ڈالیگا قرآں بھی حروف و خطر چاک

ڈرتا ہوں نہ افشا ہو کہیں راز محبت
اے کاوش غم بہر خدا دل کو نہ کر چاک

اے دست جنوں دامن کہسار ہے کافی
پروا نہیں ہو جائے مرا جامہ اگر چاک

شانا یاں ہے تری الجھی ہوئی زلف کہ ظالم
کنگھی کے عوض سینۂ عشاق جگر چاک

کی پردہ دری دونوں طرف تیغ نظر نے
پہلو ہے ادھر چاک تو برقع ہے ادھر چاک

قاتل مجھے زخموں میں ملے کچھ تو حلاوت
احسان ترا بھر دے نمک کر کے جگر چاک

اے عشق ہے یہ عشق کا جادۂ دم خنجر

۱۹	سالک کا یہاں ہوتا ہے دل و جگر چاک	۲۳۷

اغیار کے ساتھ آیا جو آیا کبھی ہم تک — پرکالۂ آفت ہے وہ بت سر سے قدم تک

سچ کہتا ہوں یہ حال ہے الفت یوسف — ہے گرمی بازار وفا میرے ہی دم تک

یا رب جو نقاہت ہے یہی اور یہی ضعف — دشوار ہے جانا مرا ہستی سے عدم تک

کیا لطف کی ہو اس سے توقع مرے دلکو — پورا نہیں آتا جسے انداز ستم تک

اے شمع تجلی تری محفل میں عدو کو — دیکھا جو کبھی آگ لگی سر سے قدم تک

مطلوب جو ہے ایسا وہ شہ رگ سے قریں ہے — کیوں جائیے بے فائدہ پھر دیر و حرم تک

در گذرے عنایت سے نوازش سے کرم سے — بیداد ہی کر سکے وہ آئے کبھی ہم تک

بلبل کی چہک گل کی مہک باغ کا جوبن — اے فصل بہاری ہے یہ سب تیرے ہی دم تک

اب تا کمر ہیں تو ملا ہیں ترے گیسو — کیا جانیے کیا ہونگے جو آپہنچے قدم تک

ساقی کی یہ کیوں چشم تغافل سے ہو دل خون — آیا یہ کوئی جام کبھی بزم میں ہم تک

مجھ عاشق ناکام کی اسیر جو پڑے جاؤں — گیسو کو رسائی نہ ملے ان کے قدم تک

اے کاش مرا بخت سیہ زلف ہی ہوتا — گر پڑ کے پہنچتا کبھی اس بت کے قدم تک

اس کوچہ سے گذرے جو جنازہ تو مری روح — پھر پھر کے انہیں دیکھے گی چالیس قدم تک

برباد ہوئے خاک ہوئے جسکی طلب میں — اس شوخ کا ہمکو نہ ملا نقش قدم تک

آسان نہیں وصل حسینان جہاں کا — پس پس کے پہنچتی ہے حنا انکے قدم تک

آنکھوں سے شب روز ملیں ہم وہ کف پا — ہو جائے رسائی جو کبھی انکے قدم تک

بسمل کا تڑپنا نہیں تکلیف سے قاتل — ہے شوق پہنچ جائے یونہیں تیرے قدم تک

پتھرا گئیں آنکھیں دم نظارہ ہماری — اک نور مجسم ہے وہ بت سر سے قدم تک

ہرجائی اگر ہے وہ صنم آپ میاں عشق

جو راز عشق آئیگا زباں تک — رہیگا پھر نہ اے دل رازداں تک

ارے ظالم ستم کی کوئی حد بھی — کرونگا صبر میں آخر کہاں تک

گلا گھونٹا یہ ضعف دل نے میرا — نہ آیا کوئی نالہ بھی زباں تک

کریں کیا وصل کا وعدہ وہ یکا — جو چھوٹے منہ نہیں دیتے زباں تک

لحاظ انکا ہوا مانع سر حشر — شکایت رہ گئی آکر زباں تک

کہیں اب کس سے ایسا حال دل ہم — عدو سے ملگیا ہے رازداں تک

تری جو بات ہے سوہان جاں ہے — کروں اس بات کا میں غم کہاں تک

تغافل عاشقوں سے اسقدر کیوں — یہ جیتے ہی رہینگے امتحاں تک

ترا اے جذب دل احسان مانوں — جو لائے کھینچکر اسکو یہاں تک

نظر آتا ہے تیرا ہی تماشا — نظر کرتی ہے کام اپنا جہاں تک

یقیں ہو تیرے آنیکا جو اس کو — ٹھہر جائے مری عمر رواں تک

خیال گل میں ہے کچھ محو ایسی — نہیں بلبل کو فکر آشیاں تک

ترے بے خانماں کا نالۂ دل — جو پہنچے ہی تو پہنچے لامکاں تک

غبار خاکساران محبت — پہنچتا ہے زمیں سے آسماں تک

انہیں حرف و حکایت سے یہ چڑ ہے — نہیں سنتے عدو کی داستاں تک

منائیں کسطرح سے انکو جا کر — نہیں سنتا ہماری پاسباں تک

الٰہی عشق کو پہنچا دو یارا
جناب مصطفٰے کی آستاں تک

ہم دیکھتے رہے یہی لیل و نہار رنگ
بدلا کی اک نگاہ میں سو چشم یار رنگ

بدلے گا بخت بد نہ مرا زینہار رنگ
کیا فائدہ جو لائے زمانہ ہزار رنگ

لائیں ہزار دور خزاں و بہار رنگ
بدلیں گے عاشقوں کے نہ لیل و نہار رنگ

ہوتے نہ پائے صبح کبھی میری شام وصل
یارب نہ لائے گردش لیل و نہار رنگ

پہنچے گا لالہ رو نہ کبھی تیرے رنگ کو
گل موسم بہار میں بدلے ہزار رنگ

اے شہسوار حسن ترے رعب حسن سے
اڑتا ہے عاشقوں کا رنگ غبار رنگ

آغاز خط سبز نہیں روئے یار پر
لائی ہے باغ حسن کی فصل بہار رنگ

دیکھے جو میرے داغ جگر کو تو رشک سے
جل جائے لالہ زار کا مثل شرار رنگ

ساقی پلادے پھول کے ساغر میں مجھکو پھول
لائی ہے آج باغ میں فصل بہار رنگ

ہو جائیں گی سفید مری آنکھیں دیکھنا
لائیگا روز وعدہ وصل انتظار رنگ

دیکھے جو تیرے عارض رخشاں کی آب و تاب
خورشید بدلے صورت حربا ہزار رنگ

دیکھے وہ میرے دل کے جو سوز و گداز کو
اڑ جائے روئے شمع سے مثل شرار رنگ

آتا ہے امتحاں کا جب نام درمیاں
اڑتا ہے روئے غیر سے بے اختیار رنگ

اہل وفا کا خوں ہے زیبا ترے لئے
مہندی سے ہاتھ دھوئیے نہیں پائدار رنگ

دیتا ہے تو رذیل کو سبقت شریف پر
اچھا نہیں یہ اے فلک بد شعار رنگ

بہتا ہے عاشقوں کا لہو مثل جوئے آب
لائی ہے قتل گاہ میں کیا تیغ یار رنگ

مٹنے کیواسطے ہیں یہ نقش و نگار سب
دنیا کے سارے رنگ ہیں ناپائدار رنگ

بدلیں گے اپنی طرز وفا کو نہ ہم کبھی
تیری جفا ہزار دکھائے ہزار رنگ

اتنا ہی اس سے ٹھیک نہیں تجکو احتساب
لائیں نہ عاشقوں کے دل بیقرار رنگ

تماشا ہوا دو رنگی عالم کو دیکھکر
لا کر ہے گی گردش لیل و نہار رنگ

ہے جو چکاں کسیکا جگر تو کسی کی آنکھ
لایا ہے جوش عشق ترا اے نگار رنگ

۲۴۰

کیا ٹھہرے امتحان محبت میں کوئی عشق
دنیا سے ہو گیا ہے وفا کا ذرار رنگ

۲۱

محبت یہی ہے اے دل طرفہ تر آگ
ہوئی ہے دونوں جانب کارگر آگ

عدو نے مجھسے تو میں جلتا ہوں اس سے
لگائی تو نے کیا اے فتنہ گر آگ

جدا جانے لگائی کیا عدو نے
ہوا وہ شعلہ رو کس بات پر آگ

ہوئی جلکر متاع صبر برباد
لگا دی عشق نے دلمیں مگر آگ

دل پرسوز و چشم تر کو دیکھو
تماشا ہے ادہر پانی ادہر آگ

لہو کے بدلے اف رے سوزش عشق
جو چیرا دل کو تو آئی نظر آگ

دل پرسوز ہے گیسو میں تیرے
نہ لگ جائے کہیں اے بیخبر آگ

نہیں بے وجہ یہ جلنا ہمارا
بجائے دل ہے پہلو میں مگر آگ

جلا ہوں دیکھکر کیا کیا میں انکو
دبی تھی بزم دشمن میں مگر آگ

دل عاشق کو تم رکھہ دو چلم پر
نہیں ملتی ہے حقہ کو اگر آگ

عدو کو دیکھکر محفل میں انکی
لگی تلوؤں سے میرے سربسر آگ

بھڑک اٹھے ہیں شعلوں کیطرح گل
لگا دی تو نے کیا باد سحر آگ

تسلی سے بڑہی ہے تابئ دل
لگا دی اور تو نے چارہ گر آگ

تمہاری سرد مہری کام کی تھی
ہمارے دلکی بجھہ جاتی اگر آگ

سلامت ہے گر اپنا دامن تر
نہ دوزخ کی کریگی کچھہ اثر آگ

نکلتی ہے فغاں بھی شعلہ بنکر
مرے دلمیں بھری ہے اسقدر آگ

ہماری آہ بھی بدنام ہوگی
لگے گی جب کبھی دشمن کے گھر آگ

لکھا ہے خط میں سوز دلکا مضمون
لگے تجکو نہ مرغ نامہ بر آگ

نہ دیکھ اے چارہ گر تو ہاتھ رکھکر
کہ سوز عشق سے ہیں دل جگر آگ

تمہارے دل میں کیسی سرد مہری
بتو ہر سنگ سے ہے جلوہ گر آگ

۱۱	جلا دے گی تو انکا دل بھی اے عشق بھڑک اٹھی محبت کی اگر آگ	۲۴۱

دیکھے تیری اگر ادا کا رنگ
نہ جمے پھر کبھی قضا کا رنگ

اختلاف اتفاق میں کیسا
کیوں الگ ہے ہر آشنا کا رنگ

مٹ گئے سارے ولولے دلکے
اب کہاں وہ مری وفا کا رنگ

رنگ لائے خزاں نہ اے بلبل
آج اچھا نہیں صبا کا رنگ

ملگئے خاک میں بھی ہم لیکن
ہے وہی آپ کی جفا کا رنگ

اب چڑھے گا نہ انکے دلپہ کوئی
جمگیا ہے مری وفا کا رنگ

کیوں گریباں نہ اپنا پھاڑیں گل
ہے قیامت تری قبا کا رنگ

شب غم نے مری اڑایا ہے
تیرے گیسوے مشک کا سا رنگ

خون عاشق پسند ہے انکو
کیوں نہ پھیکا پڑے حنا کا رنگ

وصل میں بھی رہونگا میں ناکام
ہے یہی گر تری حیا کا رنگ

عشق چلنے سے پہلے عالم میں
دیکھ لے آدمی ہوا کا رنگ

کشتے کے ترے آج ہیں اے غنچہ دہن پھول
پڑھ فاتحہ کچھ منہ سے جھڑا وقت سخن پھول

رکھے ہوئے عارض پہ ہے وہ سیمبدن پھول
ایکاش سا ہوتا ہمارا بھی دہن پھول

ہم آنکھ سے برساتے ہیں موتی دم گریہ
جھڑتے ہیں وہاں منہ سے اگر وقت سخن پھول

دل پھلگیا داغوں سے تو وہ دیکھکے بولے
لائی ہے نئے رنگ کے یہ شاخ کہن پھول

خاموش کبھی ہے کبھی سرگرم سخن ہے
غنچہ ہے کبھی اور کبھی انکا دہن پھول

دو دن بھی نہیں رہنے کا یہ رنگ تو پورا
یوں وصل بہاری یہ نہ اے مرغ چمن پھول

ساقی ہو ذرا موسم گل کی بھی رعایت
دے پھول کے ساغر میں مجھے مستفق من پھول

مستانہ بہار آئی ہے تقوے کو بچا اب
زاہد نظر آتے ہیں مجھے توبہ شکن پھول

گل توڑ کے رکھ لیتے ہیں وہ آنکھوں پر ایسی
یہ طرفہ تماشا ہے کہ چرتے ہیں ہرن پھول

کی وصل بہاریں یہ شاخوں نے ترقی
پہنچا ہے ہر اک تا سر دیوار چمن پھول

اے گل تو اگر گیسوئے مشکیں میں پروئے
مہکیں صفت نافہ آہوئے ختن پھول

کچھ سوختہ جانوں کی نہ عالم میں ہوئی قدر
بیکار چراغوں سے جھڑے سیکڑوں من پھول

کیوں صورت بلبل ہوں دیوانے ترے ہم
تو گلشن خوبی کا ہے اے رشک چمن پھول

پانی ترا سب کھینچ لیا سبزہ خط نے
کملا گئے رخسار کے اے چاہ ذقن پھول

باندھے مری مشکیں جو وہ گل ہاتھ سے اپنے
حق میں مرے ہو جائے ہر اک عقد رسن پھول

جو پھول کھلائے ہیں مری شاخ قلم نے
لاتی ہے کہاں ایسے کوئی شاخ سمن پھول

صحرا میں اگر پھولتیں شاخیں کبھی انکی
اے قیس چڑھاتے تری تربت پہ ہرن پھول

ہیں برگ خزاں دیدہ کے مانند چمن میں
آگے ترے رخسار کے اے غنچہ دہن پھول

تپتی ہے بحد سوختہ جانوں کی کچہ ایسی
جل جائیں جو ڈالے بھی کوئی سیکڑوں من پھول

اے ماہ نہیں عارض گلگوں یہ ترے خط
رکھتے ہیں یہ خورشید کے مانند کرن پھول

اس گل کا سراپا نہیں اک خرمن گل ہے
گردن میں ہے چمپا کلی کانوں میں کرن پھول

مژگاں پہ مرے اشک کے قطروں کو جو دیکھا
اس گل نے کہا لائی ہے کیا شاخ سمن پھول

یہ تازگی و رنگ کسی گل میں کہاں ہے
عارض ہیں ترے اور ہی اے رشک چمن پھول

دشنام سے آغاز سخن ہونے لگا اب
کیا جانے کھلائے گا ابھی کیا وہ دہن پھول

کیوں کانوں کو تیرے نہ کہوں کان جواہر
لیتے ہیں زمرد کے تو ہیرے کے کرن پھول

محفوظ خزاں سے ہے بس اک نظم کا گلشن
ہر وقت تر و تازہ ہیں غیر سخن پھول

۲۴۳

غربت میں ملا چین بھی تو لطف نہ آیا
سچ کہتے ہیں اے عشق کہ ہے خار وطن پھول

۲۵

واسطے اس گل کے لیکر آئے ہیں اغیار گل
کھٹکیں آنکھوں میں ہماری کیوں نہ مثل خار گل

لاکھ تم با مہر ہو ہو اے یاس و حرمان و ملال
میری شمع شوق ہو سکتی نہیں زنہار گل

اے گل جو بی ہمارا عشق لاتا اور رنگ
ہوتے تجھ سے باغ عالم میں اگر دو چار گل

میرے دل کو دیکھئے رکھتا ہے داغوں کا چمن
کاسات مار بلبل ہیں فقط دو چار گل

وعدہ کی شب یاس اور امید میں شمع حیات
ہو گئی سو بار روشن ہو گئی سو بار گل

یاوہ گوئی سے عدو کی کیا گھٹے میرا فروغ
ایسی پھونکوں سے ہو گی شمع یہ زنہار گل

خار سے بھی پھول کو کم سمجھوں ہاتھ آئیں اگر
تیرے جیلوں کے مجھے لے آستیں بیشمار گل

خون روئی ہے جرانیں ایک مدت عندلیب
جب کہیں فصل بہاری میں کھلے ہیں چار گل

عاشقوں کی آنکھ کے تل کا اگر ہاتھ آئے تیل
یہ چراغ حسن پھر تیرا نہو اے یار گل

ہے خوش قسمت باغ دہر میں بلبل کہیں
سال بھر میں تو دکھاتے ہیں اسے دیدار گل

کسقدر گلچیں کے ہاتھوں سے یہ ٹوٹا ہے ستم — تک رہے ہیں جا بجا آ کر سر بازار گل

قدر ساری زر کی ہے جب یہیں کچھ بھی نہیں — پوچھتی بلبل کہاں ہوتا نہ گر زردار گل

لے ترے سیر چمن سے حاسیر ہی بن گئی — چبھ گئے میرے کلیجے میں بہ رنگ خار گل

ہجر کی شب لوٹتا ہوں بستر گل پر بھی میں — بڑھکے کانٹوں سے ہوئے ہیں باعث آزار گل

غیر کے بوسو کے آتے ہیں نظر مجکو نشاں — کیا خبر تھی یہ کھلائینگے ترے رخسار گل

رنگ اک آتا ہے اک جاتا ہے حالت غیر ہے — کچھ کھلایا چاہتے ہیں آپ کے بیمار گل

منگئی نقش قدم کی طرح بلبل دیکھکر — اسسے وہ کترے گلستا نہیں دم رفتار گل

صورت بلبل اگر منقار اسکو بھی ملے — کاٹ لے پروانہ شمع بزم کا یکبار گل

رنگ لاکر ہی رہیگا میرا یہ سر پھوڑنا — تیرے کوچے کے کھلائینگے در و دیوار گل

اے گل نارو براکت دیکھ لے تیرا جو رنگ — گر اٹھے فریاد مثل بلبل گلزار گل

واہ اے شبنم عجب ہے گوہر افشانی تری — بیٹھے ہیں پہنے ہوئے کیا موتیوں کے ہار گل

بڑھکے کانٹوں سے یہ کرتا دست گلچیں کو فگار — باغ میں رہتا جو بلبل کی طرح منقار گل

مول لے گلچیں لگے ہاتوں ثواب عاقبت — قبر بلبل پر چڑھا جا کر کبھی دو چار گل

عرش کی لائے لگا ہے نالہ بلبل خبر — ہے سر گلچیں پہ جب سے زیب دستار گل

۲۴۴

رنگ لاکر ہی رہیں گے عشق پائے خونچکاں

وادی وحشت کے بجائیں گے سارے خار گل

۲۳

بو جو گل ہے پڑے اسکے نہ پالے بلبل — کھویے اے بادہ صبا ہوش سنبھالے بلبل

گل ہمسلح کے تو کھینچ نہ مالے بلبل — ڈال دیگے یہ زبا پیر تری چھالے بلبل

باغ میں پھرتی ہے پر تیرے لگائے بلبل — پڑ نہ جائے کسی صیاد کے پالے بلبل

کوئی صیاد جو سن لیگا یہ نا [illegible] بلبل — پھر تجھے جان کے پڑ جائینگے لالے بلبل

اسقدر رام سے عاشق کے ہے جو اس گل کو
یہی تاکید ہے اب کوئی نہ پالے بلبل

آتا گلشن میں نہ گلچیں نہ پھٹکتا صیاد
ہوتی رکھوالی اگر تیرے حوالے بلبل

آرزو دام و قفس سے ہے رہائی کی اگر
منہ سے اپنے کوئی کلمہ نہ نکالے بلبل

یہ صبا کل نہیں رہنے کی جو آئیگی خزاں
سارے ارمان دل یکبار نکالے بلبل

بات اسکی یہ سمجھتی ہے نہ وہ اسکا سخن
خاک صیاد کو پا تو میں لگالے بلبل

پھولی پھرتی ہے ہر اک شاخ یہ پھولوں کیطرح
فصل گل میں ہیں ترے ڈھنگ نرالے بلبل

سچ بتا اسمیں یہ تاثیر کہاں سے آئی
دل دکھا دیتے ہیں میرا ترے نالے بلبل

چشم صیاد سے تو لاکھ چھپے کیا حاصل
مخبری کرکے رہیں گے ترے نالے بلبل

اے گل تر ترے منہ کا جو ملے اسکو اگال
گل سمجھکر وہیں آنکھوں سے لگالے بلبل

ہر طرف باغمیں ہے آتش گل بھڑکی ہوئی
آشیانے کی ابھی طرح نہ ڈالے بلبل

چشم گلچیں سے جو مستور چھپا رکھنا ہے
پھول کو اپنے کلیجے میں چھپالے بلبل

آفت و قہر ہیں صیاد و خزاں و گلچیں
کسے روکے کسے تھامے کسے ٹالے بلبل

آگے اس گل کے یہ ہر آنکھ سے گر جائینگے
گل سنبھلنے کے نہیں ترے سنبھالے بلبل

مفت کا مال زر گل کے جو انکو سمجھ
جو بنے گلچھرے گلستانمیں اڑالے بلبل

بوجھ دلکا ترے ہو جائیگا اس سے ہلکا
کرلے دل کھولکے گلزار میں نالے بلبل

باغمیں آئے جو صیاد گل اندام مرا
آپ اپنے کو کرے اسکے حوالے بلبل

دیکھ بھال اچھی طرح چاہیئے اسکی صیاد
زور بازو سے قفس توڑ نہ ڈالے بلبل

باغ کی ہے یہ بہار گل و ریحاں نیرنگ
چار دن تو بھی یہاں رنگ جمالے بلبل

عشق نے یار پئے سیر چمن کیا جاؤں
یہ تو امید نہیں رنج بٹالے بلبل

حجاب بیجا ہے وصل کی سب نہ منہ سے رکھو لگا کے آنچل
مرا تو دم ہی الجھ رہا ہے دکھاؤ چہرہ ہٹا کے آنچل

کہیں نہ ہو جائے تم کو سایہ کہ اب ہیں یہ دوں وقت ملتے
نہ آؤ زیرِ فلک کھلے سر ذرا سا رکھ لو اٹھا کے آنچل

ہوئے ہو آمادہ قتل پر جب سنبھالو خنجر نہ ہارو ہمت
چڑھاؤ جلدی سے آستینیں کمر سے باندھو اٹھا کے آنچل

کسی کی محفل میں بے محابا خفیف ناحق ہوا ہوں جاکر
وہ دیتے تعظیم مجھکو کیونکر عدو تھا بیٹھا دبا کے آنچل

سنا ہی کرتے ہیں مدتوں سے بیان تجلی طور کا ہم
ہماری آنکھیں بھی منتظر ہیں دکھاؤ چہرہ اٹھا کے آنچل

ہمارے دست ہوس کو یارب کبھی تو حاصل یہ دسترس ہو
کسی کے بند قبا کو کھولے اٹھا کے پردہ ہٹا کے آنچل

ملیں نہ ہیہات ہاتھ کیوں ہم کریں نہ افسوس عمر بھر کیوں
وہ ہاتھ آکر نکل گیا ہے بچا کے دامن چھڑا کے آنچل

نہ کیوں ہو عالم کو صاف دھوکا کہ چمکی بادل سے ایک بجلی
وہ منہ سے اپنے بصد نزاکت اٹھائے جب مسکرا کے آنچل

کروں میں تعریف دخت رز کی مجال میری کہاں ہے اتنی
یہ پاک دامن ہے ایسی زاہد نماز پڑھیئے بچا کے آنچل

تجھی یہ پھبتی ہے جامہ زیبی تجھی سے زینت لباس کی ہے
قیامت آگیا غضب کی کرتی ستم روپٹہ بلا کے آنچل

۲۵	نہیں یہ محفل ہے عشق کا گھر رہو سہو تم ملا تکلف لحاظ کسکا ہے کہل کے بیٹھو ہٹا کے زانو اٹھا کے آنچل	۲۴۶

ہمارے کام کا یارب ستھا دل
اسی سے تو بتوں کو دیدیا دل

کسی کو کیا جو اس بت کو دیا دل
مری مرضی مری خواہش مرا دل

یہ مقتل تھا نہ یہ قاتل کا کوچہ
مرے پہلو میں کیوں تڑپا کیا دل

کہیں ٹوٹا ہوا جو ساغر پایا
اٹھا لائے سمجھکر وہ مرا دل

خوشی منظور تھی ایسی کسی کی
کہ دے مانگے اٹھا کر دیدیا دل

کہاں کا یہ تغافل ہے ستمگر
ستم کو بھی ترے ترسا کیا دل

جو اسنے ترش ہو کر گالیاں دیں
لب شیریں سے کھٹا ہو گیا دل

یہ پڑتے جان کے اصلاح لالے
مرے بس میں اگر ہوتا مرا دل

جگہ کرتا ہے بیداد دلمیں تیرے
عدو کی بات ہے گویا مرا دل

ذرا تو دل میں سوچو منصفی سے
مرے جاں سو فدا ہیں آپ یا دل

رہیں دل ہی کی دلمیں سب امنگیں
جوانی ہی میں اپنا بجھ گیا دل

کبھی تھی اور ہی کچھ دل میں ناصح
تری باتوں پہ کب میرا جما دل

ملا تھی یا قیامت ہجر کی شب
کہ جسکو دیکھکر تھرا اٹھا دل

سنا ہے کیوں یہ تو بڑ بڑ کے باتیں
ترے قابو میں ہے ناصح نرا دل

تحمل سے ستم سہتا ہوں انکے
مرے لے لیکے دکھا ہے مرا دل

مرے کانوں نے پڑی ہائی قیامت
ہوا نادیدہ اسیر مبتلا دل

تصور کا ہو جسمیں ممنون احسان
بسا ہے اس حسین کا گھر مرا دل

مجھے پھر ملگیا دنیا میں سب کچھ
مرے دلسے اگر انکا ملا دل

کہاں سے لائیگا ایشوخ کوئی
محبت میں جگر میرا مرا دل

مری تقصیر کیا اسمیں الہی
تو نکو دیکھتے ہی آگیا دل

نہ آیا یار تو اس کا گلہ کیا
مرے قابو میں کب آیا مرا دل

ترے اک دم سے ہے آباد ایہم
مرا ویراں مرا اجڑا ہوا دل

لگا ہے خوف اسکا عاشقی میں
نہ لائے جاں پر کوئی بلا دل

جواس بازی کے حاصل کو سمجھتا
محبت میں نہ دم بھر کھیلتا دل

٢٤٧

نہیں انجام الفت عشق اچھا
کئے کا اپنے پائیگا مزا دل

١٨

تجھسے مجھے عزیز نہیں ریہار دل
یہ ایک دل تو کیا ہے تصدق ہزار دل

قاتل نے جب کہا کہ ہے مشتاق قتل کون
سینے سے کہا پکار کے بے اختیار دل

اے میر یجاں اسکو تسلی تم آکے دو
سہتا نہیں ہے ایک مری بیقرار دل

اے چشم یار تو ہی بتا میں تیرے نثار
لاؤں کہاں سے مدد کو میں بار بار دل

کیونکر نہ اپنے عیب پہ ہو مجھکو شرمسار
آیا انہیں پسند مرا داغدار دل

وعدہ تو روز حشر کا ہے حشر دور ہے
مایوس کیوں ابھی سے ہے امیدوار دل

دیکھا طپاں جو برق کو اس شوخ نے کہا
پیر فلک کا عشق میں ہے بیقرار دل

یا رب بپا ہو حشر کہیں کبتک انتظار
اک عمر سے ہے طالب دیدار یار دل

ہے ایسی کائنات یہی کائنات میں
اک جان زار رکھتے ہیں اک بیقرار دل

آساں ہو گی عشق کی مشکل یہی صبر کر
ہمت نہ چھوڑ عاشق مضطر نہ ہار دل

دیکھا ہے اسکو سوگ نشیں مرگ غیر سے
روئے نہ ڈھاڑیں مار کے کیوں بار بار دل

مایوسیوں کا ہے یہ تقاضا شب فراق
امید سے ذرا بھی نہو ہمکنار دل

دیکھا جو اس پری کو تو دیوانہ بن گیا / مطلب کا اسے ہے یہ بڑا ہوشیار دل

مٹھی میں کچھ چھپا کے وہ کہتے ہیں ناز سے / پایا ہے آج ہم نے سر رہ گذر دل

کیا کھینچے ہے حسینوں کا انداز دلفریب / کمبخت آہی جاتا ہے بے اختیار دل

اے آرزوئے یار سنبھلکر ادھر کو آ / پہلو میں اپنے رکھتا ہے برق شرار دل

اکسا رہا ہے مجکو یہ کہہ کے میرا شوق / جا کر قمار خانہ الفت میں ہار دل

اے عشق ہوگیا ہے یہ تیری سمجھ کو کیا / دیتا ہے یوں کسی کو کوئی ایکبار دل

۲۴۸	ردیف میم	۲۱

نکلے وحشت میں جو اپنے گھر سے ہم / رہ گئے ٹکرا کے تیرے در سے ہم

وہ روادار اب نہیں اک بات کا / کام آئے جنکے مال و زر سے ہم

کعبہ و بتخانہ میں رکھا ہے کیا / پھوڑتے ہیں مفت سر پتھر سے ہم

کیا ہوا ساقی کے فیض عام کو / رہ گئے محروم کیوں ساغر سے ہم

دست قاتل ہے اگر نازک تو کیا / کاٹ لینگے خود گلا خنجر سے ہم

رازداری عاشقی میں شرط ہے / کیا کہیں اب داور محشر سے ہم

ہوگی جبتک شیشہ و خم میں شراب / ہاتھ اٹھانے کے نہیں ساغر سے ہم

فطرتی ہے شوق مے طفلی میں بھی / کھیلتے تھے شیشہ و ساغر سے ہم

روبرو ہوتا نہ وہ کافر اگر / دلکی کہتے داور محشر سے ہم

دیکھنا اے شیخ اپنے ظرف کی / داد لیں گے چشمہ کوثر سے ہم

حشر میں موقع اگر مل جائیگا / فیصلہ کر لیں گے اس کافر سے ہم

کیا یہاں ساماں وحشت کم ہے کچھ
جائیں کیوں صحرا کو اپنے گھر سے ہم

رنگ لاتی ہے رگ سودا بیا
چھیڑتے ہیں جب اسے نشتر سے ہم

دیکھ لو اچھی طرح جو دل میں ہے
چاک کرتے ہیں اسے خنجر سے ہم

خاک ہو کر خاک میں مل جائینگے
اب نہ اٹھیں گے کبھی اس در سے ہم

آسماں بھی بن گیا کیا آبلہ
کیوں کھٹکتے ہیں اسے بستر سے ہم

جلد اچھی ہے تو زاہد کیا کریں
ضعف میں اٹھیں بھی تو بستر سے ہم

اک نظر میں تیرے دلکی بات کو
تاڑ جاتے ہیں ترے تیور سے ہم

چارہ جو سنگ در جاناں سے ہیں
تنگ آ کر اپنے درد سر سے ہم

سچ ہے تھے آپ بے گھر میں رات کو
چھپکے نکلے تھے عدو کے گھر سے ہم

۱۴		کوچہ قاتل کی ہے تعظیم فرض جائینگے اے عشق چلکر سر سے ہم	۲۴۹

نہیں ڈرا بھی جو قائل مری وفا کے تم
عجب شریر ہو مینا کے ہو [illegible]

گناہ بڑھ کے نہیں کوئی سیکھا ہی سے
جناب شیخ سزاوار ہو سزا [illegible]

گلہ ادا کا جو کرتا ہوں ہنسکے کہتے ہیں
عجیب شخص ہو قائل نہیں قضا کے تم

مری وفا کا مگر امتحاں ہے منظور
جو شایق ایسے نظر آتے ہو جفا کے تم

ہوا ہے تجربہ یہ ہم کو دل سی تے کھو کر
کہ آشنا ہو فقط اپنے مد[illegible]

ادا شباب کی نام خدا ہے طفلی میں
اس ابتدا ہی میں ہو شوخ [illegible]

عدو کے نام سے بوسہ جو مانگا اس سے کہا
کہاں سے ڈھنگ یہ سیکھے ہو [illegible]

بہانہ بے دہنی کا ہے روز حشر بہت
کہو سو ہیں کچھ سامنے خ[illegible]

طبیعتوں نے کیا ہے ہمیں تمہیں مشتاق
جو ہم وفا کے ہیں عاری تو [illegible]

عدو کی اسکو ضرورت نہیں جہاں میں پھر	بموجود دوست کسی اپنے آشنا کے تم
وفا کریگا کوئی غیر کس بھروسے پر	جو قدرداں نہ ہو مجھ سے آشنا کے تم
یہ داد خواہوں سے دیکھا نہ جائیگا گر	کہ آؤ حشر کے دن سامنے خدا کے تم
شب وصال لپٹ کر کسی سے کہتا ہوں	کہا تو ہوگئے قائل مری دعا کے تم

٢٥٠	غم فراق سے جیتے بچے جو ہم اے عشق کہا یہ اسنے کہ ہو سخت جاں بلا کے تم	٨

چرائے دل ہو ابھی سے نظر بچا کر تم	خدا ہی جانے کہ کیا ہوگے آگے جا کر تم
جو امتحان سے ڈر جاؤں یا ہوس تو نہیں	عدو سے کہتے ہو پھر کیوں مجھے سنا کر تم
زمانہ دار مکافات ہے خدا عادل	نہ پاؤ گے کبھی راحت مجھے ستا کر تم
خدا وہ روز کرے اور وہ گھڑی لائے	کہ مستوں سے ہمیں لے چلو منا کر تم
عدو میں مجھمیں ہے بیکار صلح کی کوشش	بجھاتے پھرتے ہو کیوں آگ اب لگا کر تم
یہ کون رسم ہے اے مہرباں شب وعدہ	عدو کو لائے ہو ہمراہ کیوں لگا کر تم
کھونگا قبر پہ آنیکو تو شرارت سے	کرو گے بس نہ مری خاک بھی اڑا کر تم

٢٥١	شب وصال غضب ہے یہ انکا کہنا عشق ستاتے کیوں ہو مجھے اپنے گھر بلا کر تم	١٧

انہیں ہماری محبت ابھی نہیں معلوم	ہوئی ہے دلکی جو حالت ابھی نہیں معلوم
لگا تو بیٹھے ہیں دشمن سے دل وہ بے سمجھے	مگر وفا کی حقیقت ابھی نہیں معلوم
سنا ہے میں نے کہ لاتا ہے انکا خط قاصد	مگر نوشتۂ قسمت ابھی نہیں معلوم
ہوئی ہے میری ملاقات آج پہلے پہل	کچھ انکا رنگ طبیعت ابھی نہیں معلوم
دل اپنا شیفتہ ہے صرف اچھی صورتکا	اسے حسینوں کی سیرت ابھی نہیں معلوم

کیا ہے وعدہ تو اس بیوفا نے ملنے کا
مگر کب آئے قیامت ابھی نہیں معلوم

ادہر عدو ہے ادہر ہم ہیں منتظر اسکے
کدہر ہو چشم عتاب ابھی نہیں معلوم

سنا ہیں بھی وہی سمجھیے کی باتیں ہیں
انھیں ہماری ضرورت ابھی نہیں معلوم

سنا تو کرتے ہیں زاہد سے لمبے چوڑے وصف
ہمیں حقیقت جنت ابھی نہیں معلوم

نہ آئے روبروئے شیخ دخت رز ساقی
بھری ہے ایسی ہے حیرت ابھی نہیں معلوم

زماں حیا ٹتے رہجائیں گے پئیں گے جو شیخ
شراب کی اسیں لذت ابھی نہیں معلوم

ادا ہے انکے لیا ہے کہ نار ہے دل کو
کہاں ہے میری بضاعت ابھی نہیں معلوم

وہ ایک بوسہ پہ دلکو گراں سمجھتے ہیں
جو اسکی ہوتی ہے قیمت ابھی نہیں معلوم

شب فراق سر شام ہی سے ہوں مضطر
جو آنیوالی ہے آفت ابھی نہیں معلوم

نہ کیوں گناہ سے ہو احترار زاہد کو
اسے کرشمہ رحمت ابھی نہیں معلوم

وہ ایسے حسن کو سمجھے ہوئے ہیں پردمیں
اڑی ہوئی ہے جو شہرت ابھی نہیں معلوم

۲۵۲	یہی ہے جا نیرا آغاز عشق ہی میں عشق مال کار کی صورت ابھی نہیں معلوم	۱۷

بے آئی کسی پہ مر گئے ہم
کیا حوصلہ واہ کر گئے ہم

ڈر تھا رہ عشق میں بہر گام
کھٹکا جو ہوا ٹھہر گئے ہم

اپنا ہوا تو اسے ستمگر
حسرت ہی میں تیرے مر گئے ہم

پیچھا چھوڑا سہ بخت بد نے
بھاگے بھاگے جدہر گئے ہم

دل خواہ جو تھی سرائے ہستی
کچھ روز یہاں ٹھہر گئے ہم

اللہ رے بیخودی خبر نہیں
معلوم نہیں کدہر گئے ہم

پہر کر چکے عاشقی میں جان
غصہ سے ترے جو ڈر گئے ہم

امید نے روکی یاس کی راہ	چل بسے کو تھے ٹھہر گئے ہم
کیا بات تمہاری بات کی ہے	وعدہ کر کے مکر گئے ہم
کیا شرم گنہ ہے روز محشر	پانی میں کمر کمر گئے ہم
کیا حسن کے پردے میں قضا تھی	کیوں دیکھ کے اس کو مر گئے ہم
بھٹکے یہ کسی کی جستجو میں	سو بار عدو کے گھر گئے ہم
اس شوخ کو دیکھے جان سی سے	عشاق میں نام کر گئے ہم
حسرت کے سوا ہوا نہ حاصل	جانا نہ تھا اسکے گھر گئے ہم
اچھا کہ برا جہان میں آکر	جو ہو سکا ہم سے کر گئے ہم
وعدہ نہ وفا ہوا جو کل سکا	بس لوگے یہ تم کہ مر گئے ہم

۲۵۳	اے عشق سپے نگاہ جاناں ہدیہ لیکر جگر گئے ہم	۱۹

یہ کون کہتا ہے عاشقوں سے ستم کے بدلے وفا کرو تم
فقط تغافل کی ہے شکایت یہی اسے کیا کرو تم
کرم کرو یا جفا کرو تم وفا کرو یا دغا کرو تم
تمہاری مرضی خوشی تمہاری جو جی میں آئے کیا کرو تم
نہ باز آئینگے عاشقی سے دیا ہے جب دل تو جان بھی دینگے
ہزار ہم پر ستم کرو تم ہزار ہم پر جفا کرو تم
مجال کیا ہے کہاں ہے قدرت زباں ملائے جو کوئی تم سے
تمہارے منہ کو ہے کس نے پکڑا جو جی میں آئے کہا کرو تم
نہیں ہے میرا وہ بخت خفتہ جو شور کرنے سے چونک اٹھے

ہزار فتنے اٹھا کے دیکھو ہزار محشر بپا کرو تم
تمہارے کشتے نہ سر اٹھائیں نہ کچھ بپا ہو مرے شور کا
تمہاری چالیں تو ہیں قیامت سمجھ کے محشر بپا کرو تم
وہ ہم سے کہتے ہیں قتل کر کے کیا سبکدوش تم کو ہم نے
ہمارا احسان ولے مانو ہمارے حق میں دعا کرو تم
دکھا کے اس بت کی آستاں کو یہ ہم سے کہتے ہیں حضرت دل
یہی ہے قبلہ یہی ہے کعبہ ادھر ہی سجدہ کیا کرو تم
غضب خدا کا یہ کیا ستم ہے نئی شرارت ہے تازہ تر ہے
ہمیں تو دشنام بھی نہ دو تم عدو کو بوسہ عطا کرو تم
عدو کو اسکی خبر ہی کیا ہے وہ حال اسکو بیاں کریگا
ہمارا قصہ اگر سنو تم ہمارے منہ سے سنا کرو تم
کہا جو ہمنے کہ ہجر میں ہم تپ جدائی سے جل رہے ہیں
کہا بلا سے مجھے غرض کیا جو جل رہے ہو جلا کرو تم
اتار و برقعہ نقاب کھولو ہمارے پہلو میں کھلکے بیٹھو
لحاظ بیجا ہے وصل کی شب نہ ہم سے اتنی حیا کرو تم
ہمارے مرنے میں کیا رہا ہے کہ دم ہی آنکھوں میں آ گیا ہے
کہے خدارا یہ کوئی اسسے شتاب وعدہ وفا کرو تم
تمہارے قدموں کی آرزو میں بچھے ہی جاتے ہیں دیدہ و دل
ہمارے آنکھوں میں گھر کرو تم ہمارے دل میں رہا کرو تم
اسی میں عزت ہے اور راحت یہی ہے رسم دیار الفت

دلیل ہو ہوسکے حضرت دل حزات حسن حیرا کرو تم

دکھا کے محراب تیغ ہم سے کہا یا اسے بچشم و ابرو
حضور دل سے جھکا کے گردن نماز حاجت ادا کرو تم

عدو کے آگے نہ گالیاں دو سنبھالو منہ بس ہاں رد کو
لحاظ ہم بھی اٹھا کے آخر جواب کچھ دیں تو کیا کرو تم

جناب قادر تمہیں ہے قدرت دریغ ہم سے کرو نہ ہمت
ہماری امداد چاہو حق سے ہمارے حق میں دعا کرو تم

۱۲	وہی ہے بس عشق دینے والا وہی ہے حاجت روائے عالم اسی سے مانگو اسی سے چاہو اسی سے التجا کرو تم	۲۵۴

دہر میں مجھسا بھی ہوگا عاشق ناکام کم
اضطراب دل رہا ہے ابتدائے عشق میں
جان میری نکلیگی سنتے ہی مژدہ وصل کا
کھا بعد میں جیسا بیٹھا تھا کہ بیٹھی تھی اجل
نخل بار و غنچہ و گل ہیں یہ باغ حسن کے
لیگئے وہ دل چرا کر کاوشوں سے ہم بچے
عشق کے آتے ہی دل میں ایک بھاگڑ پڑ گئی
ہفت اقلیم جہاں کی واقفیت ہیچ ہے
تو وہ دریا دل ہے اے ساقی وہ خالی مسرت
جام کا ہو گی طبیعت میں کجی ہے فطرتی
اے دل دیوانہ لم مشکل جو اس خم کرو

سایہ سے کرتے ہیں میرے راحت و آرام رم
ماں میری صبر کرو دم لے جگر کو تھام تھم
لائیگا میرے لئے اس شوخ کا پیغام غم
بلبل شیدا کا نکلا دیکھتے ہی دام دم
قد بالا سیب غبغب عارض گلفام قم
سنتے ہوئے جیں پایا ہو گیا اک کام کم
کر گئے صبر و قرار و راحت و آرام رم
جب نہ ہو معلوم اپنے حال کا انجام جم
تیرے در وا ہے کی مانگے بھیک لیکر جام جم
سو کہیں کر پیدا کرے کیونکر یہ چوب خام خم
صبر و تسکین و قرار و راحت و آرام رم

تم سے ڈر کر بس خدا کا نام ہے | ایک ہو تم ہر ادا میں آن میں
آرزوئے وصل یارب کم نہ ہو | دم نکلجائے اسی ارمان میں
طول کھینچا یہ شب غم نے مری | روز محشر بنگئی لمبان میں
فیصلہ ہم چاہتے ہیں تجھسے آج | کہدے جو گئے تیرے ایمان میں
حشر میں بھی سر اٹھائیگا نہ وہ | دب گیا جو آپ کے احسان میں
ہے تری اک آرزو کس کس جگہ | آنکھ میں سینے میں دلمیں جان میں
گدگداتی ہے طبیعت بار بار | چٹکیاں لیتے کسی کی ران میں
ناخدا جس کا خدا خود آپ ہو | وہ سفینہ آئے کیا طوفان میں
جان دل ایمان دین ہوش خرد | دیدیا سب کچھ جو تھا امکان میں
آدمیت شرط ہے جب یہ نہ ہو | فرق کیا انسان میں حیوان میں
آپ جسے گل سے پر پھول کہتے ہو | یہ بھی کچھ بہتان ہے بہتان میں
دلمیں میرے داغہائے غم ہیں | پھول لائے کے ہیں یہ گلدان میں
عشق میں لینے کے دینے پڑ گئے | آگئے ہم مفت کے نقصان میں
دیکھتے ہی مر گئے قاتل کو ہم | رہ گئی شمشیر یوں ہی میان میں

۲۶۰	دلکا سودا ہی عجب سودا ہے عشق نفع کی امید ہے نقصان میں	۳۵

اٹھتے نہیں ہیں ضعف سے مجھ خستہ تن کے پاؤں | کاٹے رہ حوں سر شوریدہ بنکے پاؤں
خواہاں جنکے ہوں ہوں مشتاق جس کے پاؤں | گر جائے سر جو کوچہ جاناں میں بنکے پاؤں

سرتاپا ہے کان جواہر وہ سیم تن
یاقوت کے ہیں ہاتھ عقیق یمن کے پاؤں

کیا جھلک خاک حنا و نگار دست جو میں اب
چھلنی ہے ہیں کانٹوں سے مجھ خستہ تن کے پاؤں

حاسد نشین ہے شمع تماشے ہزار ہوں
رکھے گی ہو لگن بھی یہ باہر لگن کے پاؤں

اے انقلاب دہر تجھے حبیب سمجھتے ہم
گر بتکدے میں پوجتے بت برہمن کے پاؤں

فرہاد فائدہ نہیں سر پھوڑنے سے کچھ
خسرو کا زعم توڑ یو یا پیر زن کے پاؤں

اس زلف عنبریں سے ہے وحشت جو مشک کو
تھکتے نہیں رہیں یہ غزال ختن کے پاؤں

آزردگی کسی کی گوارا نہیں ہمیں
زاہد کے ہاتھ چوم لئے برہمن کے پاؤں

دل ہی میں ساری حسرت پابوس رہ گئی
ہیہات ہاتھ آئے نہ اس گلبدن کے پاؤں

کانٹوں نے مجھ میں پائی ہے کیا ایسی مسرت
کیوں چومتے ہیں ایک غریب الوطن کے پاؤں

بھاری کچھ ایسی عشق کی منزل ہے راہ پر
دو ہی قدم پر ایسے ہوئے لاکھ من کے پاؤں

رکھ لوں اٹھا کے میں سر و دوش تو قسے
آئیں جو ہاتھ اس بت نازک بدن کے پاؤں

کافی ہیں دستگیری عالم کو اسکے ہاتھ
دوش ہی پہ پہنچے تھے جس بت شکن کے پاؤں

٢٦١	اے عشق یہ رہیں سراپا ہے سنگ لاخ کس طرح دیکھیں چھلتے ہیں اہل سخن کے پاؤں	٢٠

بارجا سے کیوں نہ ہیں لاکھ من کے پاؤں
تارک ہیں رگ گل سے مرے گلبدن کے پاؤں

آتے ہی خط کے صاف نکل بھاگی سادگی
موئے سیاہ بن گئے حسن ذقن کے پاؤں

مستانہ وار پھرتی ہے فصل بہار میں
تھکتے نہیں رہیں یہ نسیم چمن کے پاؤں

کرتا ہے سیدھے سادے ہوئے ہی کج روی فلک
ٹوٹیں قضا کے ہاتھ سے اس بد چلن کے پاؤں

جلنے کے بعد بھی ہے انہیں حسرت وصال
پروانے پڑ رہے ہیں جو شمع لگن کے پاؤں

دست سبو ہے تھامے ہوئے ہاتھ ساقیا
کیا لڑکھڑائیں مست شراب کہن کے پاؤں

حیراں ہوں دیکھکر کہ یہ چلتی ہے کس طرح
ظاہر میں تو نہیں ہیں نسیم چمن کے پاؤں

صبا کو جگہ نہ دے اپنی گلی میں تو
لائق نہیں ہیں باغ کے زاغ و زغن کے پاؤں

اٹھتے نہیں قدم تو رگڑتے ہیں ایڑیاں
ایسی رہ میں یکہ طئی ہے اہل سخن کے پاؤں

کوتاہ بخل حیف سے ہمکو ملا کفن
پھیلا سکیں گے قبر میں کیا خاک تنکے پاؤں

ہم رنگ لال یار نہ ہاتھ آیا ایک لال
اس جستجو میں تھک گئے اہل یمن کے پاؤں

غربت میں لی کسی نے نہ آکر مری خبر
کیا ایکبار ٹوٹے سب اہل وطن کے پاؤں

بیٹھا تھا غیر لگ گئی تلوؤں سے میرے آگ
رکھا نہ انکی بزم میں مارے جلن کے پاؤں

الٹی چھری کی راہ میں آنکھیں بچھاؤں گا
چوموں گا اس طریق سے میں [illegible] کے پاؤں

آیا پہ لیکے نامہ مقوّتیہ دور سے
کیونکر چوموں قاصد اہل وطن کے پاؤں

کرتا ہوں قصداً تحفہ کا جب کوئے یار سے
کیا کیا رہیں پکڑتے ہیں مجھ خستہ تن کے پاؤں

جب [illegible] سے اوٹھاونگا میں نہ ہاتھ
ہر چند سو جگہ سے ہوں چھد کے ہوں ناکہ تن کے پاؤں

حسرت سے کیوں نہ ہاتھ ملیں پائمال عشق
مہندی کے ہاتھ لگ گئے اس گلبدن کے پاؤں

جاتا ملے ہے دور دور نکل کر زبان سے
ہر چند دیکھنے کو نہیں ہیں سخن کے پاؤں

۲۶۳	اے عشق دستیاب اگر ہو در حشر ہوں آنکھوں پہ رکھ لوں بادشہ ذوالمنن کے پاؤں	۱۶

جوش جنوں ہے کیا عجب اپنے کو ہمیں پاؤں
جتنے نہیں ہیں میرے سمائے وطن میں پاؤں

آمد بہار کی ہے خزاں ہو گئی اخیر
اب بیٹھے سے نکالیگی بلبل چمن میں پاؤں

[illegible] ہمیشہ جو [illegible] کے ہاتھ
نامرد کے جیسے نہ کسی کا رہ [illegible] نہیں پاؤں

آ [illegible] میرے [illegible]
پھیلا کے سو رہا ہوں مزے سے کفن میں پاؤں

[illegible] درتاں
ہوتے اگر [illegible] پاؤں

صیاد میرے شوق اسیری کو دیکھ تو
چھوٹیگا قید و بند محبت سے کیا کوئی

پھولی ہوئی ہے ایسی دورہ بہار پر
دہوکا ہو عاشقوں کو ملو ہیں یہ شمع کا

دل ہی میں شوق وادی غربت کا رہگیا
پوچھو نہ عاشقان ارست پسند کی

بادخزاں کے خوف سے وقت بہار بھی
ڈرتا ہوں دیکھتے ہوئے اس روئے صاف کو

ہوتی امید سدرمق بھی جو لے تلاش
آزادیاں جنونکی بدولت ملیں اسے

رکھتا ہوں جان بوجھ کے دام قفس میں پاؤں
پھانسی میں ہے پھنسی ہوئی گردن رسن میں پاؤں

رکھتی نہیں رہیں یہ بلبل چمن میں پاؤں
وہ شعلہ رو کھڑا ہو جو رکھ کر لگن میں پاؤں

سن سنتے بیٹھے ہو گئے میرے وطن میں پاؤں
رکھے ہیں آپ نے دل پر محن میں پاؤں

رکھتی ہے پھونک پھونک کے بلبل چمن میں پاؤں
پھیلے کہیں لپٹ کا نہ چاہ ذقن میں پاؤں

ہم بیٹھے رہتے توڑ کر اپنے وطن میں پاؤں
کیونکر نکالے قیس بر دیوارہ بن میں پاؤں

۲۱	کہتے ہیں عشق سنکے غزل مجھ سے آشنا اچھے لگائے آپ نے سخن میں پاؤں	۲۶۳

اور کیا چارہ غم ہجر اثر کرتے ہیں
تذکرہ آپ کا ہم آٹھ پہر کرتے ہیں

عاشقان وفا خوب بسر کرتے ہیں
صرف جو سیم تنوں کیلئے نذر کرتے ہیں

ہم سا جانباز محبت بھی نہ دیکھا ہوگا
اس قیامت کا تو دیکھا نہیں انداز خرام

آپکا مال ہے لیجائیے دل حاضر ہے
رشک تو دیکھو کہ دیکھا نہیں جاتا مجھسے

چھیڑ نشتر کیطرح آٹھ پہر کرتے ہیں
اسطرح روز کو شب ہجر کو سحر کرتے ہیں

دیکھے سر معرکہ عشق کو سر کرتے ہیں
صفت وہ ایازیاں ایسا صبر کرتے ہیں

سینہ و دل ہدف تیر نظر کرتے ہیں
حشر برپا وہ سر رہگذر کرتے ہیں

خوف کسکا ہے جو چھپ چھپکے نظر کرتے ہیں
وہ جو چھپ سے بھی دشمن پہ نظر کرتے ہیں

عشق کا مارا اٹھاتا نہیں کار آساں
وہ فرشتوں سے ہوگا نہ بشر ارتے ہیں

اک تسلی سی دل زار کو ہو جاتی ہے
تھوڑا وعدہ بھی کسی دن وہ اگر کرتے ہیں

دل چرانے کے یہ انداز جدا ہیں سب سے
دیکھتے دیکھتے آنکھوں میں وہ گھر کرتے ہیں

بخت برگشتہ نے رکھا نہ کہیں کا مجھ کو
دل کے مارے بھی اس اللہ ہی اثر کرتے ہیں

ایک دریاؤں کو بھی پار نہیں ہے ان تک
مجھسے یہ کون کہے ہر دم سر کرتے ہیں

وعدہ حشر کی امید بھی اک آفت ہے
ہم شب ہجر کو مر مر کے سحر کرتے ہیں

کچھ نہیں اور تو کہہ جاؤ خدا حافظ ہی
آج ہم عالم ہستی سے سفر کرتے ہیں

کب ہے اب شکوہ یاران زمانہ کیجئے
خیر کی جس سے تھی امید وہ شر کرتے ہیں

خیر تیری نظر آتی نہیں اے دل مجھکو
آج رہ رہ کے ادھر ہی وہ نظر کرتے ہیں

انکی عادت نہ بری ہے نہ طبیعت میری
عذر بیداد عدو سچ میں تسر کرتے ہیں

خوف صیاد سے تھراتا ہے کیا کیا مرا دل
وہ دریا آنکھ مدلکر جو نظر کرتے ہیں

مردم چشم کی اب خیر کہاں اے دل زار
وہ طوفان سا دیدہ تر کرتے ہیں

۲۶۴	ہجر میں گذرے گی راتیں ہماری اے عشق ہر طرح عمر دو روزہ کو بسر کرتے ہیں	۹

عہد کا اپنے انتخاب ہو تمہیں
ایک اک فن میں لاجواب ہو تمہیں

حرم ٹھہری ہے میری مہر وفا
آجکل مورد عتاب ہو تمہیں

چلو جا سید ہو تمہیں اچھے
سب سے بدتر ہو تمہیں خراب ہو تمہیں

چھپا اس حسوار سے نہ کبھی
صورت گرد ہمرکاب ہو تمہیں

فکر کو جن سے دل فارغ
مست کیفیت شراب ہو تمہیں

کیا غرض ہوں جو خضر کا احسان
رہ نوردہ صواب ہو تمہیں

اسکے منہ چڑھکے آئینہ نے کہا
یعنی آپ کا جواب ہوں میں

دل میں جبسے کیا ہے عشق نے گھر
دربدر جا بجا خراب ہوں میں

۲۶۵

عشق سے درد میں داغ دل اے عشق
گھر اٹھا رشک آفتاب ہوں میں

۱۲

گل نہیں ہیں نہ سہی خار تو ہوں
ہمنشیں داخل گلزار تو ہوں

درخور جور ستمگار تو ہوں
کچھ نہیں اور وفادار تو ہوں

نہ سہی پاس مرے دولت ورد
آپکا دل سے خریدار تو ہوں

بخش دے بخشدے پرسش کیسی
یا الہی میں گنہگار تو ہوں

میں نہیں موسیٰ عمران نہ سہی
آپکا طالب دیدار تو ہوں

غیر کی بات تو میں کیا آؤں گا
ان کی عادت سے خبردار تو ہوں

اور مجبور کسے کہتے ہیں
اپنی تقدیر سے ناچار تو ہوں

کل نہیں آج ہی مرجاؤنگا
جان سے اپنی میں بیزار تو ہوں

بخت خفتہ کا گلا کیوں اے دل
ہجر کی رات میں بیدار تو ہوں

نہ سہی کوئی بزرگی مجھ میں
صاحب جبہ و دستار تو ہوں

کیا برائی ہے عیادت کو جو آؤ
میں نہ اچھا سہی بیمار تو ہوں

۲۶۶

اور شہرت نہ سہی عالم میں
عشق رسوا سر بازار تو ہوں

۱۹

جو وفا کرتے ہیں ایسے ہی جفا کرتے ہیں
دیکھئے دیکھئے یہ آپ برا کرتے ہیں

جب حسیں کرتے ہیں [illegible] کرتے ہیں
اور کیا جانتے ہیں اور یہ کیا کرتے ہیں

جان بخشا ہے پہ دل اپنا فدا کرتے ہیں
جو محبت کی ہے شرط اسکو ادا کرتے ہیں

وعدے کرے کو حسیں رد کیا کرتے ہیں
کہیں یہ عہد فراموش وفا کرتے ہیں

وہ خفا ہوکے جو بوسہ پھیر لیا کرتے ہیں
ہم سمجھتے ہیں کہ ہے شرم حیا کرتے ہیں

میرے اشکوں کا طلاطم نہ تھمے گا ہرگز
ایسے طوفان کہیں روکے سے رکا کرتے ہیں

تم جو اچھے ہو برائی سے نہ باز آئے کبھی
ہم برے ہوکے برائی سے بچا کرتے ہیں

نالہ بیکار ہے فریاد عبث ہے اے دل
ایسی باتوں سے وہ کیا ترک جفا کرتے ہیں

وہ نہیں ہوتا ہے وفا یا نہیں وعدہ انکا
آج فریاد سے ہم حشر بپا کرتے ہیں

پوری اک بات بھی کل تک نہیں آتی تھی جنہیں
باتیں بڑھ بڑھکے وہ اب نام خدا کرتے ہیں

قصۂ غیر میں کیا بات ہے معلوم نہیں
کہ بہت کان لگا کر وہ سنا کرتے ہیں

سنکے مر نام مرا کہتا ہے کرے کیا کوئی
حادثے ایسے تو ہر روز ہوا کرتے ہیں

کون عشاق سے بڑھکر ہے سخی عالم میں
دل دیا کرتے ہیں یہ جان دیا کرتے ہیں

عام ہے اسکا کرم عام ہے اسکی رحمت
جو خطا کچھ نہیں کرتے وہ خطا کرتے ہیں

پاس ہے اسکے جو آتا ہے یہی پوچھتا ہے
کون صحبت میں ہے کیا ذکر ہے کیا کرتے ہیں

بوالہوس غیر کہاں مرتبہ عشق کہاں
آپ ناحق یہ اسے انگشت نما کرتے ہیں

آپ سچ جانئے یا جھوٹ سمجھئے تو فقط ہم
صرف مرنے کی تمنا میں جیا کرتے ہیں

آپ دربانوں سے کہدیجئے نہ روکیں انکو
ہم فقیر انکے قدم روز ملا کرتے ہیں

۱۹	بس یہی دو ہیں جسیو ٹھکانے اے عشق آنکھ میں بستے ہیں یا دل میں رہا کرتے ہیں	۲۶۷

طومار عشق کم نہیں دفتر سے کیا کہیں
ہم اٹھتے نہیں داور محشر سے کیا کہیں

شکوہ کی بات شوخ ستمگر سے کیا کہیں
پھرتی شیلیں ہے منہ میں زبان ڈر سے کیا کہیں

پوچھا جو ہم سے ہوگا ہمکو جتانے سے فائدہ
جو ہجر کا حال مصاحب جو پھرتے کیا کہیں

سنتا نہیں کسی کا کہا جوش عشق میں
ناصح ہم اپنے اس دل خودسر سے کیا کہیں

تیری حرام یار کا سارا فساد ہے
ہم اپنا مدعا داور محشر سے کیا کہیں

اس سے ہوا ہے ہوگا نہ یہ کام حشر تک
صبر و شکیب کی دل مضطر سے کیا کہیں

ساقی ہی اپنے ظرف کا جانے تو جانے حال
کم ظرف ہیں یہ شیشہ و ساغر سے کیا کہیں

کی جائیگی یہ انکی شکایت کسی طرح
پھر ہم کہیں تو داور محشر سے کیا کہیں

اللہ رہی بیخودی کہ نہیں یاد مدعا
ہم سوچتے کھڑے ہیں گھڑی بھر سے کیا کہیں

تدبیر وصل یار کئے جاتے ہیں مگر
ملتی نہیں ہے بات مقدر سے کیا کہیں

ملتا رہے جواب تو ہے بات کا مزہ
بت منگنے ہیں مثال وہ پتھر سے کیا کہیں

منزل کا نام لیتے ہیں ہیں سو قیامتیں
مشکل یہ آپڑی ہے کہ رہبر سے کیا کہیں

رہ جاتی بات اپنی شب ہجر اے اجل
پہلے نہ آئی وقت مقرر سے کیا کہیں

پوشیدہ اپنے دلکا نہیں اس سے کوئی راز
سب جانتا ہے داور محشر سے کیا کہیں

گر سر بھی کاٹتے کبھی دم مارتے نہ ہم
وہ [illegible] فتر سے کیا کہیں

بیٹھا ہے ایسا خوف کہ اٹھتی نہیں زباں
وہ پوچھتے ہیں حال گھڑی بھر سے کیا کہیں

دستک یہ پوچھتے ہیں وہ اندر سے کون ہے
یا زلز کا مقام ہے باہر سے کیا کہیں

ہیں اسکو یاد نامہ رسانی کے سارے ڈھنگ
تبلیغ کے اصول پیمبر سے کیا کہیں

۱۴	اے عشق راز عشق کا پردے کی بات ہے آتی ہے شرم داور محشر سے کیا کہیں	۲۶۸

روز ایک اک سے جو اقرار ہوا کرتے ہیں
یہ وفا بھی کبھی سرکار ہوا کرتے ہیں

اس طرف ہے تو انکار رہا کرتے ہیں
اس طرف سے غیر سے اقرار ہوا کرتے ہیں

فکر رہتی ہے نہ عقبیٰ کی نہ دنیا کا خیال
چین کرتے ہیں جو میخوار ہوا کرتے ہیں

ٹوٹتے دیر نہیں لگتی ذرا بھی انکو
کتنے وعدے ترے اقرار ہوا کرتے ہیں

لیگئے مفت حسین میری متاع دل کو
اسطرح کے ہی خریدار ہوا کرتے ہیں

تیری زلفوں نے عجب دام بچھا رکھا ہے
روز دو چار گرفتار ہوا کرتے ہیں

ناز کیا کیا مجھے ہوتے ہیں متاع دلبر
حسن حسین اسکے خریدار ہوا کرتے ہیں

تھا جو اقرار تو کیا خاک نتیجہ نکلا
فکر ہی کیا ہے جو انکار ہوا کرتے ہیں

عقل یہی ہے کہ نہیں اے دل ناداں تجکو
کہیں معشوق وفادار ہوا کرتے ہیں

ان حسینوں سے خدا حفظ و اماں میں رکھے
کہ یہ جلاد و ستمگار ہوا کرتے ہیں

ہمیں ہنستے نہیں آفتمیں حسین بھی اے دل
کنگھی چوٹی میں گرفتار ہوا کرتے ہیں

آپ الزام نہ دیں کہے یہ دشمن کے مجھے
فتنہ انگیز تو اعیار ہوا کرتے ہیں

ہیں حقیقت میں سوا ہم سے حسیں طالب وصل
ظاہری ہیں یہ جو انکار ہوا کرتے ہیں

۲۶۹	طلعت از بام ہوئی انکی ہماری الغت عشق میں بیچ سر بازار ہوا کرتے ہیں	۱۹

رنج میں یا عیش میں آفت میں یا راحت میں ہوں
شکر ہے اللہ کا اچھا ہوں جس حالت میں ہوں

تھی عذاب جاں توقع اور بلا سے دل امید
ہوگئی ہے یاس جسسے میں بڑی راحت میں ہوں

یا علی مشکلکشا مشکلکشائی کیجئے
رنج میں ہوں غم میں ہوں مشکل میں ہوں آفت میں ہوں

مر رہا ہے ان پہ جنکو اس کی کچھ پروا نہیں
یاالہی دل کے ہاتھوں میں بڑی آفت میں ہوں

ہاتھ بھی خالی ہیں ان سے اور پہلو بھی مرا
دل جو میرے پاس تھا کیا ہوئے حیرت میں ہوں

دیکھئے کس طرح ہو کب ہو میسر وصل یار
آرزو میں شوق میں ارمان میں حسرت میں ہوں

کہنے جو کہا ہو سر آنکھوں پہ کہا آپ کا
تابع فرماں مطیع حکم ہر حالت میں ہوں

کچھ لکھا جاتا نہیں مجھ سے ہجوم شوق میں
کہدے اے قاصد زبانی اسسے جس حالتمیں ہوں

جب کبھی جا نکلا ٹالا اس نے یہ کہہ کر مجھے
جائیے اسوقت پھر ملئے گا جب فرصت میں ہوں

رحم فرما غیب سے پہنچا مری روزی مجھے
تیرا بندہ ہوکے یارب غیر کی خدمت میں ہوں

عالم ہستی میں بھی ملک عدم کا ہے خیال
دل وطن میں ہے مرا میں وادی غربت میں ہوں

ہیں مرے دیکھے ہوئے کہسار ہوں یا دشت ہوں
رہبر فرہاد و مجنوں عالم وحشت میں ہوں

اے دل ناکام کیوں بیچین ہے کیوں مضطرب
میں شریک حال تیرا رنج میں راحت میں ہوں

بات دعوے کی نہیں کچھ اپنا اپنا رنگ ہے
تم اگر اچھے ہو صورت میں تو میں سیرت میں ہوں

مجھ سے استقلال میں نسبت نہیں کچھ کوہ کو
وہ گراں ہے وزن میں تو میں گراں قیمت میں ہوں

میرا تیرا ساتھ اے غم چھوٹنے والا نہیں
تو میری تقدیر میں ہے میں تیری قسمت میں ہوں

چھیڑنے کو میرے کہہ جاتا ہے دشمن بار بار
ہمدم و ہمراز ان کا خلوت و جلوت میں ہوں

ناتواں عشق اٹھا کر بار غم کہتا ہے یہ
تا بی سہراب و رستم آج میں قوت میں ہوں

۱۲	مل گئی ہے کوچہ جاناں میں رہنے کو جگہ جیتے جی اے عشق گویا گلشن جنت میں ہوں	۲۷۰

وہ یہ کہکر دل ناکام لئے جاتے ہیں
یار کے پاس سے لاتے نہیں نچواہ جواب
آج ساقی ترے میخانے سے ہم یاد رہے
کام کچھ تیرا وہاں نکلے نہ نکلے ہمیں کیا
اسے جو مجھسے دغا کی ہے وہ پوشیدہ نہیں
لگے دنیا میں عدم سے ملا ہمکو کچھ اور
حوصلہ کو مرے اللہ سلامت رکھے
کی ہے دشمن نے دغا یہی ہے انصاف کوئی
نہ سہی تجھکو ستائش ہی سہی عبرت نہیں
بھر گیا عمر کا پیمانہ مگر جی نہ بھرا

کہیں اس چیز کے ہی دام لئے جاتے ہیں
نامہ بر صحت کا انعام لئے جاتے ہیں
اپنے دلمیں ہوس جام لئے جاتے ہیں
ہم تجھے ایدل ناکام لئے جاتے ہیں
دلکو پھر کیوں ست جو دکام لئے جاتے ہیں
اپنے ذمے کئی الزام لئے جاتے ہیں
عشق میں اس سے بڑے کام لئے جاتے ہیں
آپ ناحق ہی مرا نام لئے جاتے ہیں
کیوں وہ رہ رہکے مرا نام لئے جاتے ہیں
حسرت بادہ و آشام لئے جاتے ہیں

ناتوانی سے ... بات کی طاقت ہم میں | اب ستاروں سے یہی بس کام لئے جاتے ہیں

٢٧١

ایک ہم ہی نہیں عشاق میں ... شوق
اور دو چار کے بھی نام لئے جاتے ہیں

٢٠

کچھ کم فلک سے تیری گلی کی زمیں نہیں | سجدا اگر نہیں کہ ستم آفریں نہیں

ہیں سو طرح کے ناز ترے ناتواں کو بھی | گو نازکی میں تجھسا کوئی نازنیں نہیں

رگ رگ میں تیر عشق کی ہے چارہ گر خلش | یہ درد وہ نہیں جو کہیں ہے کہیں نہیں

دم لے کہ آرہے ہیں عیادتکو میری وہ | کیا تجھ میں اتنی تاب بھی جان حزیں نہیں

اب جاکے ڈھونڈیئے دل گم گشتہ کو کہاں | جس جگہ گمان تھا میرا وہیں نہیں

اب اور میرے قتل میں باقی رہا ہے کیا | خنجر کھنچا نہیں کہ چڑھی آستیں نہیں

وہ میری ضد سے توڑ کے پیماں کہتے ہیں | یونہی سہی کہ آج سے ہم نازنیں نہیں

جو میں جو جاکے کعبہ میں بیٹھا تو کیا حصول | وہ بھی در حسن کسیکا کسی کی جبیں نہیں

جب پی چکے تیغ گھورتے ہیں دخت رز کو کیوں | یہ کوئی ایسی شاہد پردہ نشیں نہیں

ہیں ساتھ ایک عشق کے سو بدگمانیاں | یہ بات تجھسے کہنے کی اے ہمنشیں نہیں

گھورا کرینگے آپکو ہم روز حشر تک | یہ چشم شوق ہے نگہ واپسیں نہیں

کیا کشتگان عشق کی مٹی خراب ہے | خالی تمہارے کوچہ میں تل بھر زمیں نہیں

جامہ ہمارا دست جنوں نے کیا ہے چاک | آنکھوں پہ رکھکے رونے کو بھی آستیں نہیں

دل ہی ہے تیری زلف کے حلقہ کا حسن ہے | انگشتری وہ ہیچ ہے جسمیں نگیں نہیں

یوسف کا ذکر سنکے ہماری زبان سے | کس ناز سے وہ کہتے ہیں کیا ہم حسیں نہیں

کیا جانے کون مانع فریاد و آہ ہے | اونچا تو اسقدر فلک ہفتمیں نہیں

ہم دیکھ لیتے دوست خوردگی ہی جھلک | کیا کیجئے کہ ایسی ہمیں دوربیں نہیں

کیا ناز کر رہی ہے شب ہجر آفتاب
تحکر جفائے دہر سے جائے کہاں کوئی

اے موت تو تو کوئی بت ناز نیں نہیں
یہ آسماں جہاں نہو ایسی زمیں نہیں

۲۷۲ — بزم سخن میں حوصلہ شاعر کا کیا بڑھے
سب نکتہ چیں ہیں عشق کوئی نکتہ بیں نہیں — ۲۶

جب کسی بات پر وہ اڑتے ہیں
ہاتھ ہی دھو کے پیچھے پڑتے ہیں

آہ کر ایسے ہی بگڑتے ہیں
آجکل وہ ہوا سے لڑتے ہیں

ہے تلون مزاج میں انکے
کبھی ملتے کبھی بگڑتے ہیں

آگے اس سرو قد کے سرو چمن
قد آدم زمیں میں گڑتے ہیں

میری تقدیر تو نہیں گیسو
پھر یہ بن بن کے کیوں بگڑتے ہیں

شانہ تیری بلائیں لیتا ہے
گیسو جھک جھک کے پاؤں پڑتے ہیں

زندہ درگور ہجر میں ہوں میں
یوں تو سب بعد مرگ گڑتے ہیں

ہم وہ آپس میں خود سمجھ لینگے
بیچ میں کیوں رقیب پڑتے ہیں

منزل عشق کا یہ کوسوں ہے
خضر ہی ایڑیاں رگڑتے ہیں

جنکو چلنا نہ کل تک آتا تھا
اب وہ نام خدا اکڑتے ہیں

ہے مسرت شباب میں ایدل
دوڑ نیوالے گر ہی پڑتے ہیں

یہ بھی لکھا مرے مقدر کا
حرف مطلب ہی کے بگڑتے ہیں

لے خدا حافظ اے شب فرقت
صبح سے پہلے ہم بچھڑتے ہیں

گالیاں دے رہا ہے وہ گلرو
واہ کیا منہ سے پھول جھڑتے ہیں

چلو جا بیٹھو پھیلا لو بستر
آپ ناحق ہی کیوں جھگڑتے ہیں

قتل ہے عید عاشقوں کو ترے
جان دینے کو ٹوٹے پڑتے ہیں

پھر کے آتے ہیں اس گلی سے جب / آپ ہم اپنے پاؤں پڑتے ہیں
دیکھیں ہوتی ہے صلح کب انسے / کب ہمارے نصیب لڑتے ہیں
جوشِ وحشت میں بھی ہے پابندی / خارِ صحرا قدم پکڑتے ہیں
قصدِ کعبہ کا کیا کروں اے شیخ / پاؤں رہ رہ کے الٹے پڑتے ہیں
سخت جاں تیرے ناتوانی میں / زور کشتی قضا سے لڑتے ہیں
تیرے بازو یہ آفریں قاتل / کس صفائی کے ہاتھ پڑتے ہیں
ذکر پر تیرے اے گلِ خوبی / کان گلشن میں گل پکڑتے ہیں
تو ہے مسجودِ خلق گبر و شیخ / تیرے در پر جبیں رگڑتے ہیں
تیرے کوچہ میں خاکسارِ عشق / خاک ہو کر زمیں پکڑتے ہیں

۲۷۳	گھونٹ مے کے فراق ساقی میں عشق میرا گلا پکڑتے ہیں	۱۵

دل میں دیدے تمہارے پھرتے ہیں / دشت میں یا چکارے پھرتے ہیں
روز گنتے ہیں وعدے کی گھڑیاں / دیکھیں کب دن ہمارے پھرتے ہیں
بیٹھیں برگشتہ بخت گھر میں اگر / در و دیوار سارے پھرتے ہیں
مرتے دم بھی ہماری آنکھوں میں / وہی تیور تمہارے پھرتے ہیں
خانہ برباد کوچۂ الفت / دربدر مارے مارے پھرتے ہیں
دیکھیں آتی ہے کیا بلا ہم پر / اب وہ گیسو سنوارے پھرتے ہیں
تیرے بیمار کا خدا حافظ / مضطرب دوست سارے پھرتے ہیں
کام چلتا نہیں ہے آہ بغیر / ہم عصے کے سہارے پھرتے ہیں
چشمِ گریاں میں ہے گذر انکا / یا وہ دریا کنارے پھرتے ہیں

گر کے بہلو تھی وہ ہم سے آج	کیا کمائے کمائے پھرتے ہیں
ہے ہوائی امنگ پر اسکی	سینہ ہر وقت ابھارے پھرتے ہیں
نعش اشک اٹھی ہیں میری	سوگ وہ کیوں اتارے پھرتے ہیں
کوئے جاناں بھی سیر کی ہے جگہ	کیا جواں پیارے پیارے پھرتے ہیں

۲۷۴	اک برہمن نے آج ہم سے کہا عشق اس دن تمہارے پھرتے ہیں	۲۴

اُنہیں حلقے میں اپنے لیکے کیا اغیار بیٹھے ہیں
چمن میں ہیو لگو گھیرے ہوئے کچھ خار بیٹھے ہیں

ترے وحشی کے استقبال کو تیار بیٹھے ہیں
کمر باندھے کے دامن سے سب کہسار بیٹھے ہیں

شب وصل نہ آئے رشک کیوں اس بخت خفتہ پر
کہ وہ تو سو رہا ہے اور ہم بیدار بیٹھے ہیں

تمہارے روزن دیوار پر بھی ایک عالم ہے
لڑائے آنکھ اس سے طالب دیدار بیٹھے ہیں

رہا کرتے تھے مسجد میں جو محو سجدہ گردانی
وہ اب ست خانے میں پہنے ہوئے زنار بیٹھے ہیں

سنائی کس نے ان کو داستان شہرت یوسف
جو اس انداز سے آکر سر بازار بیٹھے ہیں

مٹا ہی چاہتا ہے عاشقوں کا نام دنیا سے
وہ سب کے قتل پر آمادہ ہے ہوئے تلوار بیٹھے ہیں

تاسف حیرو حیرت ناک ہے کیا مرگ عاشق ہی
ادہر روتے ہیں وہ غمگیں اودہر اغیار بیٹھے ہیں

الٰہی موت ہی آئے کہیں کبتک یہ درد و غم
کہ ایسی زیست سے اب ہوکے ہم بیزار بیٹھے ہیں

مثال نقش یا مٹکر ہی اٹھیں گے یہاں سے ہم
ترے کوچہ میں جم کر اسطرح اے یار بیٹھے ہیں

سوال بوسۂ گیسو یہ کیا وہ ہمکا کے کہتے ہیں
اسی اک بات پر ہم سینکڑونکو مار بیٹھے ہیں

قفس میں طائران زار کی حسرت کوئی دیکھے
لگا کر اپنی آنکھیں جانب گلزار بیٹھے ہیں

خدا کو مان دے کوئی پیالہ جلد صہبا کا
کہ کب سے منتظر ساقی ترے میخوار بیٹھے ہیں

مسیحا تو ہیں وہ لیکن نہیں کرتے علاج دل
اجل کے منتظر سب عشق کے بیمار بیٹھے ہیں

کہاں ہے ابر رحمت جلد آئے جھوم کر آئے
کہ اس کے منتظر عرصہ سے بادہ خوار بیٹھے ہیں

انہیں کے سر ہے سہرہ سربلندی کا زمانہ میں
جھکا کر سر جو مثل ابروئے خمدار بیٹھے ہیں

خدا محشر کے دن نا آبرو ان کو اٹھائیگا
کہ رحمت پر بھروسا کر کے عصیان کار بیٹھے ہیں

یہ مانگا کس نے بوسہ ابروئے خمدار و گیسو کا
جو دہ بر ہم ہیں اور کھینچے ہوئے تلوار بیٹھے ہیں

کہاں اٹھ سکتے ہیں وہ صورت طفل سرشک غم
جو تیری راہ میں با دیدۂ خونبار بیٹھے ہیں

وہ میرے گھر میں ہے اس پر بھی مجکو بدگمانی ہے
در دشمن پہ جا کر جو سگ دلدار بیٹھے ہیں

نہیں یہ داغ چیچک کے نشاں ہیں میرے بوسوں کے
جو اک انداز سے ان کے سر رخسار بیٹھے ہیں

ترا جلوہ عجب ہے اے سراپا جلوۂ قدرت
کہ آنکھیں کھو کے سارے طالب دیدار بیٹھے ہیں

پیا کرتے ہیں خم کے خم بھی کہہ کے ساقی سے
ابھی ایسے میں ہیں ہم اور ابھی ہشیار بیٹھے ہیں

۲۷۵	یہ کوے یار ہے اے عشق کعبہ ہے نہ بت خانہ ڈھیٹ دیکھ یہاں کیوں کافر و دیندار بیٹھے ہیں	۱۸

کیا پھیرے گا جھڑے وہ مرا یار پاؤں میں
آنسو کی میرے قدر اگر ہوتی یار کو
اس شوخ نے لگائی ہے اس لطف سے حنا
تیرے لئے تو دیدہ و دل فرش راہ ہیں
مل ڈالئے گا لیکے دل خوں شدہ مرا
کھینچیں گے ہم نہ ہاتھ مہندی کی تلاش سے

ہو ناز کی سے جسکو حنا بار پاؤں میں
آتے کبھی نہ یہ در شہوار پاؤں میں
پھولا ہوا ہے لالہ گلزار پاؤں میں
پھر کفش زرنگار ہے سرکار پاؤں میں
مہندی عبث لگاتے ہیں سرکار پاؤں میں
جبتک رہیگی طاقت رفتار پاؤں میں

دیکھے جو سر اٹھا کے تری منزل رفیع
آجائے چرخ پیر کی دستار پاؤں میں

یوں سر کے بل ادب سے سوئے کوئے یار چل
ایدل نہ آئے سایہ دیوار پاؤں میں

کافی ہے بند عشق ہی دیوانوں کو ترے
زنجیر اے پری نہیں درکار پاؤں میں

کیا پوچھتے ہو وادیٔ وحشت کی کاوشیں
نکلا وہ سر سے چبھ گیا جو خار پاؤں میں

دشت جنوں میں پاؤں نہیں سو نیکے کبھی
ہر آبلہ ہے دیدۂ بیدار پاؤں میں

میرا وہ دست شوق سمجھ کر الجھ پڑا
آیا کبھی جو دامن دلدار پاؤں میں

دشت جنوں میں خونکے دریا جو بہ گئے
تھے آبلے کہ دیدۂ خونبار پاؤں میں

جائینگے سر سے چلکے سوئے کوئے یار ہم
کیا غم نہیں جو طاقت رفتار پاؤں میں

پرسان حال وادیٔ غربت میں گر ملے
پیدا کرے زباں سر ہر خار پاؤں میں

دشت میں لٹ پٹا کے نہیں گرنیوالے ہم
سو بار آئے دامن کہسار پاؤں میں

دست جنوں میں ہونگے جو مجروح خونچکاں
باندھونگا پیکے دامن کہسار پاؤں میں

۲۷۶	دیوانہ ایک طفل برہمن کا ہوں میں عشق بیڑی کے بدلے چاہیئے زنار پاؤں میں	۱۷

تیرے وعدے کا ہو یقین نہ کہیں
حشر ڈھائے دلبر یا نہ کہیں

ٹپکتا ہے اسکی چتون سے
کہ لڑی ہے نظر کہیں نہ کہیں

رنگ لائے رنج وستم کا
تا دہو نا دل حزیں نہ کہیں

دیکھکر اسے میرے دل کو کہا
کہا گیا چوٹ یہ کہیں نہ کہیں

جان کسطرح دینگے یارب ہم
گر ملیگا کوئی حسیں نہ کہیں

دم مردن یہ خوف ہے مجکو
آسماں ہو تہ رہیں نہ کہیں

کہہ رہا ہے پتے کی جو تم سے
وہ ہمارا ہو ہمنشیں نہ کہیں

دل چرا کر مرا وہ کہتے ہیں
کھو ل آئے ہو تم کہیں نہ کہیں

ظلم پیشہ فلک کے پردے میں
تیرے کوچہ کی ہو زمیں نہ کہیں

بے سبب زلف وہ نہیں برہم
دل آشفتہ ہو یہیں نہ کہیں

آرزوئیں میری رمانی بھی
ایسے لے نامہ بر کہیں نہ کہیں

بات کرتے ہوئے بھی ڈرتا ہوں
حرف رکھے وہ نکتہ چیں نہ کہیں

دیکھکر تجھکو رو رحسرت کہا
اسکو دیکھا تو ہے کہیں نہ کہیں

خاک سے میری الفلک سمجھیو
تجھکو کہا جائے یہ زمیں نہ کہیں

ضعف میں بھی ملا نہ چین مجھے
درد اٹھتا رہا کہیں نہ کہیں

۲۷۷

عشق دور بتاں ہے ڈرتا ہوں
شیخ کھو بیٹھے اپنا دیں نہ کہیں

۱۹

ایجاد طرز جور کی کچھ خوبیاں نہیں
یوں تو جفائیں کرنیکو کیا آسماں نہیں

ہے جائے شکر شکوہ جور بتاں نہیں
اے عشق مجھمیں طاقت آہ و فغاں نہیں

بیداد یار میں تو ہے اک گونہ لطف بھی
یارب تحمل ستم آسماں نہیں

معدوم و بے نشاں نکرے ضعف اسقدر
کچھ میں مگر کسی کی کسیکا دہاں نہیں

نالوں سے آسمان زمین کو شب فراق
سر پر اٹھا نہ لوں تو ترا ناتواں نہیں

ارشاد ہو تو قصہ درد جگر کہوں
مجھکو تو یاد اور کوئی داستاں نہیں

انکار صاف ہے نہ کوئی وعدہ استوار
سنتے ہیں ایک عمر سے ہم انکی ہاں نہیں

گو ہیں وفا پرست محبت سرشت ہوں
لیکن یقین مجھکو بھی پہلے امتحاں نہیں

[illegible] کہ پیشکش یار کیا کروں
قابو میں دل نہیں مرے قبضے میں جاں نہیں

[illegible] کے قابل بھی رہ گیا
مجھ ناتواں میں دم ہی دم امتحاں نہیں

عیب لگ گئی یہ مجکو دم عرض مدعا
گویا میں سر ماں ہوں ہن میں زباں نہیں

نالوں سے کچہ رہا تو سہی دل کا مشغلہ
اب کیا کروں کہ طاقت آہ و فغاں نہیں

تیری ہی سا کو ہے صف محشر میں جستجو
کیسی قیامت آگئی کہ تو درمیاں نہیں

سستے ہو پہر خواب سہ آرام پاؤ گے
افسانہ میرے درد کا ہے داستاں نہیں

۲۷۸	کس کو سناؤں درد جگر ماجرائے دل اے عشق کوئی محرم راز یہاں نہیں	۲۰

مرض عشق کی دوا ہی نہیں
اس سے جانبر کوئی ہوا ہی نہیں

اس ستم کیش سے جدا سمجے
پر دغا ہی ہے میں وفا ہی نہیں

کیا نہیں دل لگا کے اے واعظ
تیری باتوں میں کچہ مزا ہی نہیں

باعث صد ہزار آفت ہے
عہد و روزہ میں وفا ہی نہیں

چارہ گر آکے کیا بنا لے گا
حال مجہ میں تو کچہ رہا ہی نہیں

ابتدا ہے وہ میرے قصہ کی
جسکی کچہ حد کچہ انتہا ہی نہیں

لذت مرگ کی ہے دلکو تلاش
کیا کرے زیست میں مزا ہی نہیں

باغ جنت سے خاک ہو تفریح
کوچہ یار کی ہوا ہی نہیں

بزم جاناں میں کہو گیا ایسا
مجکو دل کا پتا لگا ہی نہیں

نہیں میں وہ عدو کے آئے تھے
ہے صد شکر کچہ کہا ہی نہیں

وہ سوال وصال پر بولے
کیا کہا ہم نے کچہ سنا ہی نہیں

ہے جو رونا تو اپنی قسمت کا
آپ سے ہمکو کچہ گلا ہی نہیں

آہ و فریاد و نالہ و شیون
بے اثر سب ہیں کچہ دعا ہی نہیں

ان سے کیا بجتوا کہیں وقت اخیر
ہنسنے تو کچہ کہا سنا ہی نہیں

ہم ستم کو کرم سمجھتے ہیں — آپ کی تو جفا جفا ہی نہیں
ہے وہ منزل جہاں دو روزہ — جسمیں ٹک کر کوئی رہا ہی نہیں
حال کیا خاک ہم قضا کو دیں — اسمیں ظالم تری ادا ہی نہیں
سن کے بولے وہ داستان دل — ایسا قصہ کبھی سنا ہی نہیں
صبر وہ کام ہے محبت میں — جو کسی سے کبھی ہوا ہی نہیں
عشق کیا چاہیں اب حسینوں کو — وہ رہا وہ دل رہا ہی نہیں

۲۷۹ — ۲۲

کچھ خوشامد کی احتیاج نہیں — انکا اس طرح کا مزاج نہیں
تجھ کی چیز تخت و تاج نہیں — رہنے والا کسی کا راج نہیں
یونہیں کہتے ہو درد آج نہیں — بات کی اپنے تم کو لاج نہیں
وصل ہی ہے دوائے درد ہجر — تم نہ مانو تو پھر علاج نہیں
ہے زمین شعر کی مثال فلک — اس سے لیتا کوئی خراج نہیں
کس نے آکر مزاج پرسی کی — ملتا بیمار کا مزاج نہیں
آج کی بات کو نہ کل پر رکھ — کل جو عالم میں تھا وہ آج نہیں
ہم کہاں اور جوش عشق کہاں — وہ طبیعت نہیں مزاج نہیں
تجکو جب دیکھتے ہیں کہتے ہیں — اسکو کیا کوئی کام کاج نہیں
باتوں باتوں میں روٹھ جاتے ہو — کوئی تم سا ہی بدمزاج نہیں
کل کہا تھا کہ ہوگا کل پر وصل — آج پوچھا تو بولے آج نہیں
دوست جسکے ہیں آپ عالم میں — اسکو دشمن کی احتیاج نہیں
چٹکیاں ملے رہا ہے درد عشق — بے سبب دلکا اختلاج نہیں

نہیں دنیا میں کوئی ایسا شہر	مار یوں کا جسمیں راج نہیں
راہ ملک عدم ہے سیدہی صاف	اسمیں رہبر کی احتیاج نہیں
آب روغن ہیں دل عزیز دنکے	نام کو انمیں امتزاج نہیں
دا ما ملیا ہے کار سار جہاں	کفنے سینے کی احتیاج نہیں
بوریا بس ہے ہم فقیروں کو	حسرت تخت سیم و عاج نہیں
عشق کے داغ ہو گئے بیکار	ایسے سکوں کا اب رواج نہیں
ہوتے آئے ہیں خورد جلاد	نئی عادت نیا رواج نہیں
آپ لیجائیے ہمارا دل	اب ہمیں اسکی احتیاج نہیں

۲۸۰	فضل مولا اگر ہوا اے عشق کچھ بڑی میری احتیاج نہیں	۲۷

بھولے بھالے ہی ہیں نادان ہی کم سن ہی نہیں
شوخیاں آئیں کہاں سے وہ ابھی دن ہی نہیں

تیری فرقت میں تو کلے چین یہ ممکن ہی نہیں
رات ہی ایک قیامت ہے فقط دن ہی نہیں

کیوں طرفدار ہے دزدیدہ نگاہی کی وہ آنکھ
ہم تو سنتے تھے کوئی چور کا ضامن ہی نہیں

بے خود عشق ہوں خود مجکو نہیں اپنی خبر
بے خبر حال سے میرے ہے کم سن ہی نہیں

صبح ہونے کی نہیں ایسی شب غم ہرگز
ہم سے بختوں کے تقدیر میں تو دن ہی نہیں

سب مسافر ہیں بس و بیش چلے جائیں گے
کوئی اس عالم ایجاد کا ساکن ہی نہیں

مل کے اس سیم سے ہم دہری منائیں گے خوشی
ماحو عید ہے ایسی ہی بڑا دن ہی نہیں

دے کوئی بوسۂ ابرو کہ صدا پیدا ہو
کیسی محراب جہاں صورت موذن ہی نہیں

دل بس نے دیدی اسے جسکو نہ پہچانتے تھے
اور حسن کا کوئی شاہد کوئی ضامن ہی نہیں

آج پیدا ہوں اگر اگلے زمانے والے
ہم مسلمانوں کو کہنے لگیں مومن ہی نہیں

تیرے عاشق کو جو آرام ملے کوئی گھڑی
ایسی رات ایسا زمانے میں کوئی دن ہی نہیں

یوں جو مضطر ہوں مری بحث کی تحریر میں کیا
حرف سب ہیں متحرک کوئی ساکن ہی نہیں

حیا ہیں کیا اس بت کم سن کو حجاب آتا ہے
وہ زمانہ نہیں وہ دن ہی نہیں سن ہی نہیں

یوں تو یوں ہی سہی اب مرکے ہی ہم دیکھیں گے
جیتے جی وصل تو اس حور کا ممکن ہی نہیں

لے گیا ہی تھے کہیں کا نہیں رکھا یا رب
میں وہ مجرم ہوں کہ میرا کوئی ضامن ہی نہیں

میں جو کہتا ہوں کہ مرتا ہوں تو فرماتے ہیں
کوئی بے آئی مرے یہ کبھی ممکن ہی نہیں

تیرا کہنا مرے سر آنکھوں پہ ناصح لیکن
دل سے دوں اس بت کافر کو یہ ممکن ہی نہیں

آج اے شام غریبی ترا مہمان ہوں میں
دور منزل ہے ابھی اور یہاں دل ہی نہیں

منت خلق سے اللہ نے بچایا مجھکو
اس کا احسان ہے کہ میرا کوئی محسن ہی نہیں

دل گم گشتہ کا سینے میں پتا خاک ملے
کوئی اس اجڑے ہوئے شہر میں ساکن ہی نہیں

وہ شب وصل بھی بوسوں کی طلب پر بولے
یہ کبھی ہو ہی سکے گا یہ ممکن ہی نہیں

تیری سرکار سے معقول ملے اس کو سزا
دل بھی اے عشق ہے مجرم مرا ضامن ہی نہیں

پھر بوسہ کی طلب پہ ہے خموشی ان کی
کاش اتنا ہی وہ فرما دیں یہ ممکن ہی نہیں

زندگی کس کی بھروسا نفس چند کا کیا
ہیں یہ کس گنتی میں اے دل تو انہیں گن ہی نہیں

حالت مرغ بھی ہے صور قیامت شب وصل
حشر انگیز غلط بانگ موذن ہی نہیں

طرف ہر رند کا پہچان لیا کرتا ہے
بڑھ کے ساقی سے کوئی صاحب باطن ہی نہیں

۲۸۱	الفت پنجتن پاک ہے ہر کس ایماں جس کے دل میں یہ نہیں عشق وہ مومن ہی نہیں	۲۳

ہر چند شمع دیر و چراغ حرم نہیں
داغ جگر بھی طور کے شعلے سے کم نہیں

دینِ جان جو دوا پہ وہ بیمار ہم نہیں
عیسیٰ کے جو اسنگار مریضان غم نہیں

اے بیوفا جو لایق لطف و کرم نہیں
کیا تیرے ظلم و جور کے قابل بھی ہم نہیں

کہتے ہیں بسملان تغافل میں دم نہیں
ترک ستم سے بڑھکے تمہارا ستم نہیں

معشوق کیا جو مائل جور و ستم نہیں
گر یہ نہیں تو عاشق صادق بھی ہم نہیں

منہ پھیر لیں جو آپ سے عاشق وہ ہم نہیں
ہنجائے جاں پر بھی تو کچھ رنج و غم نہیں

سودائے زلف باعث رنج و الم نہیں
اب وہ خیال ہی ترے سر کی قسم نہیں

درکار ہو جو مجھکو وہ دے بے طلب مجھے
یارب ملے جو بعد طلب وہ کرم نہیں

دشمن ہیں مجھ میں صلح کی کوشش فضول ہے
یہ دوستی تمہاری عداوت سے کم نہیں

سمجھا ہوں مثل سایہ عدو بھی ہے ساتھ ساتھ
آنا کسیکا حشر کے آنے سے کم نہیں

آسائشیں اسی کیلئے ہیں جہاں میں
جس شخص کو نشاط و غم بیش و کم نہیں

ظالم گلا نہ گھونٹ خدا کے لئے مرا
خود مجھ میں تاب شکوۂ جور و ستم نہیں

ہے یار بزم عیش بھی ہے محفل عزا
ہر عید کا مہینا محرم سے کم نہیں

بیٹھا ہوں جب سے کوچۂ جاناں میں معتکف
کچھ بھی خیال کعبہ و بیت الصنم نہیں

ٹھکرا کے میری نعش کو اے بدگماں نہ دیکھ
کیا جانے دم چرا کے نکلا مجھ میں تو دم نہیں

محتاج سے بھی بڑھکے ہیں محتاج مالدار
دولت اگر ہے پاس تو دست کرم نہیں

رندوں کو کیوں ڈراتا ہے واعظ عذاب سے
کیا عام اسکا فضل نہیں کیا کرم نہیں

اس سرو قد کے عشق نے سیدھا ہی کر دیا
اب دو دو آہوں میں بھی ذرا پیچ و خم نہیں

کیا اوس پڑ گئی ہے چمن پر یہ اے خزاں
پھولوں میں تازگی نہیں تھالوں میں نم نہیں

کچھ حال درد دلکا خدا کے لئے نہ پوچھ
اے میری جان لایق شرح و رقم نہیں

کہا لے جوتی سے جس کو سر بزم ہر عدو
گالی تمہاری کچھ مرے سر کی قسم نہیں

شیشہ پہ سرکشی کا پڑا ہے مگر وبال
ہو جو آگے جام کے سر اسکا خم نہیں

۲۸۲ | ۲۴

ہیں جتنے داغ سینہ سوزاں میں میرے عشق
قارون کے بھی خزانے میں اتنے درم نہیں

کوچہ تمہارا کچھ شہیداں سے کم نہیں
مدفن ہیں پائمالوں کے نقش قدم نہیں

آرام ایک لحظہ قرار ایک دم نہیں
جیسا شب فراق کا مرنے سے کم نہیں

پروا ہے ہست و نیست خدا کی قسم نہیں
آنیکی کچھ خوشی نہیں جانیکا غم نہیں

وہ اگلے تم نہیں ہو یا اب وہ ہم نہیں
کیوں شفقت و عنایت و لطف و کرم نہیں

بت کا جہاں نشاں نہیں وہ حرم نہیں
جسمیں نہ کچھ آیات ہو وہ بیت الصنم نہیں

کیونکر کہوں تحمل جور و ستم نہیں
بیداد یار سے تو تغافل ہی کم نہیں

پروا کسیکی مجکو خدا کی قسم نہیں
جینے کی آرزو نہیں مرنے کا غم نہیں

اس دیر بے ثبات میں ہو جسکو کچھ ثبات
ایسی کوئی خوشی نہیں اور ایسا غم نہیں

تمنے ہی کچھ سنا کہ عدو کہہ رہا ہے کیا
دل کی سلامتی ہے تو معشوق کم نہیں

جو مٹ نہ جائے نقش قدم کی طرح سے صاف
ہرگز وہ راہ عشق میں ثابت قدم نہیں

کہتے ہیں دیکھکر ترے بیمار کو طبیب
کیا بس دیکھئے کہ ذرا اسمیں دم نہیں

اے بدگماں کہہ تو زباں رکھ دیں کاٹکر
شکوہ کریں جو تیرے ستم کا وہ ہم نہیں

اے اشک و آہ کوشش بیجا سے کیا حصول
یوحہ احتساب ہے راہد کو اس قدر
کیا سوز عشق سے ترا پیکاں حل گیا
بیٹھے ہو سوگوار دل کیصورت بنائے تم
روز فراق کا تو ہے کھٹکا لگا ہوا
عزت ہماری داور محشر ہے تیرے ہاتھ
توبہ جو ٹوٹے ٹوٹنے دے پی ہی جا شراب
کیا جانے درد عشق کو کیا روگ ہو گیا
تقدیر کے لکھے کو بتاتے ہزار بار
پیماں عشق ہمسے یہ ٹوٹے گا زینہار
میرے دل شکستہ کی کیا اس کو قدر ہو

کھلجائے جو کسی یہ وہ اپنا بھرم نہیں
جسکو شراب کہتے ہیں وہ کوئی سم نہیں
کیوں سینہ میں وہ اب خلش دمبدم نہیں
کیا نکر کہوں کہ غیر کے مرنیکا غم نہیں
کہتا ہے کون وصل میں رنج و الم نہیں
ابتک کھلا کسی پہ ہمارا بھرم نہیں
اے شیخ یہ مغاں کے تو سرکی قسم نہیں
اب لمیں وہ خلش نہیں آنکھو نمیں نم نہیں
کیا کیجئے کہ قبضہ میں لوح و قلم نہیں
یہ کچھ تمہارا عہد تمہاری قسم نہیں
آئینہ سکندری و جام جم نہیں

۲۸۳	بے دیکھے بہانے دیدیں جو اس بت کو دل ابھی اے عشق اپنی جاں کے دشمن تو ہم نہیں	۱۵

بات پیدا کی اگر وصف دہن کی فکر میں
تیرے آنکی مگر سجھی ہے اڑتی سی خبر
آسمان سے ڈھونڈ کر لاتا ہوں مضموں بلند
میرے مرنیکی تو کچھ پروا نہیں احباب کو
جیسے سے رہنے نہیں دیتا وطن میں آسماں
اپنے دامن سے ذرا سفاک تو ہشیار رہ
عشق شیریں بس تھا اسکی جان لینے کیلئے

نقص پیدا ہو گیا اہل سخن کی فکر میں
ہے صبا آرائش صحن چمن کی فکر میں
سر بزانو بیٹھتا ہوں جب سخن کی فکر میں
گور کی تجویز میں ہیں سب کفن کی فکر میں
دیکھئے جسکو وہ ہے ترک وطن کی فکر میں
جان کشتوں کی نہ پڑجائے کفن کی فکر میں
تھا عبث پرویز قتل کوہکن کی فکر میں

بے سروسامانی ایسی ہی رہی تو ایکدن
جان میری جائیگی گور و کفن کی فکر میں

جا کہاں برباد ہو صیاد کا پھرتا ہے یہ
جانہ بربادی مرغان چمن کی فکر میں

بیخودی تو دیکھئے دشمن کے گھر دوڑا گیا
وعدہ کی شب باعث دیر آمدن کی فکر میں

یاالٰہی خیر ہو یہ ہائے دل ہیں آج
انہدام گنبد چرخ کہن کی فکر میں

معرفت کی مجھپہ ساری کھل گئیں باریکیاں
ہو گیا بیخود جو ترک ما و من کی فکر میں

کیا نمک ہی زخم دل ملتا نہیں تجکو کہیں
بے مزہ ہے کسلئے مشک ختن کی فکر میں

زلف پیچاں قد بالا کا عاشق جا نکر
ہیں پئے تعزیر وہ دار و رسن کی فکر میں

۲۸۴ | شیخ جی کے رہ پڑا ئے عشق پتھر پڑ گئے
رہتے ہیں دن رات طفل برہمن کی فکر میں | ۱۸

نہ وہ ہیں میرے قابو میں نہ میرا دل مرے بس میں
مگر دونوں کے دونوں ہو گئے ہیں ایک آپس میں

برہمن و شیخ سے لڑ لڑ کے مر جاتے سب آپس میں
اگر ہوتا کوئی بت تیری صورت کا بنارس میں

رہے وہ دوستی باہم نہ ہے وہ ربط آپس میں
اٹھا دیں دوستوں نے اب ملاقاتوں کی سب رسمیں

یہ جھگڑا ہے محبت کا نہ بولے بیچ میں کوئی
ہمارا فیصلہ ہم آپ ہی کر لینگے آپس میں

بتا دے ایفلک رو ز ازل سے آجتک تو نے
کبھی معشوق و عاشق کو ملایا بھی ہے آپس میں

پھنسا ہوں جس بلا میں میں اسی آفت میں وہ بھی ہیں
کہ دل میرا ہے انکے بس میں انکا غیر کے بس میں

تری تصویر بھجوا دوں اگر میں اے بت کافر
نیا اک ورد نکلا ہے شہر بنارس میں

خدا جانے بُرا ٹھہرا دیا کیوں اسکو واعظ نے
برائی کچھ نظر آتی نہیں انگور کے رس میں

رمیں پر جا کسا ران محبت کیوں پڑے رہتے
اگر تاثیر ہوتی نالہائے آسماں رس میں

یہاں ذلت ہے عزت اور رسوائی بھی شہرت ہے
نرالی ہیں رہا تیسے دیار عشق کی رسمیں

تن کاہیدہ کو میرے دل سوزاں نے یوں پھونکا
لگا دے جس طرح سے آگ کوئی خار میں خس میں

ہمیں غم سر کے کٹنے کا مگر یہ فکر رہتی ہے	کہ وہ سفاک جھوٹی کس کے سر کی کھائیگا قسمیں
یہ ظالم چھتے ہیں اپنا کلیجہ تھام کر روتے	اگر تاثیر ہوتی نالہ و فریاد بیکس میں
حرارت عشق کی رکھتا ہے میرا جسم کا ہے سید	یہاں ہے آتش سوزندہ پتھر کیطرح جسمیں
اگر نعش مریض ہجر پر آئے وہ عیسیٰ دم	الٰہی جنبش ہو پیدا نفس میں گرمی ہوس میں
مری آہ شرر افشاں نے کس کسطرح ڈالے ہیں	نئے گل بوٹے داماں قبا پر ہیں اطلس میں
کوئی وعدہ وفا ہوتا نظر آیا نہ اک دن بھی	ادھر ہم دھوکے کھاتے ہیں ادھر کھاتے ہیں وہ قسمیں

۲۸۵	خدا جانے مسلماں ہے کہ کافر عشق آوارہ کبھی بتخانہ میں ہے وہ کبھی بیت المقدس میں	۱۸

تمہارے وصل کے پیاسے ہوں کیا سیراب دریا میں
تڑپتے ہیں برنگ ماہی بے آب دریا میں

بجوش گریہ میری آنکھہ کو وہ دیکھہ کر بولے
یعنی اک کنول کا ہے گل شاداب دریا میں

جو ڈالے عکس اپنے روئے روشن کا وہ مہ پارہ
بنے ہر فلس ماہی مہر عالمتاب دریا میں

جو برسے ابر نیساں سے شراب لالہ گوں ساقی
تو پیدا ہوں گہر ہمرنگ لعل ناب دریا میں

کھلے سدوں وہ ہم پہلو مرے تیرا کئے دن بھر
ہوا تقدیر کی یاری کا فتح الباب دریا میں

دل بیتاب کو تسکیں نہ ہوگی سیر دریا سے
کہاں کی آگ ٹھہرے گا یہ سیماب دریا میں

اگر نسبت در دنداں جاناں سے نہ دیتے ہم
در شہوار کب پاتے یہ آب و تاب دریا میں

اگر ہو قدرداں انمول ہے ہر اشک کا قطرہ
کہاں ہوتے ہیں ایسے گوہر خوش آب دریا میں

اثر بخشے جو آہ سرد میری اے بت کافر
بنے اک سخت پتھر صورت یخ آب دریا میں

عرق آلودہ رخ پر تیرے حلقہ زلف پیچاں کا
وہاں آتا ہے صورت گرداب دریا میں

دکھا اے ساقی عالی ہمم دریا دلی اپنی
پلا دے مجکو آج اتنی ہو جتنا آب دریا میں

بچی اک روح تو مر مر کے اس گرداب ہستی سے
ولیکن رہ گیا سب ساتھ کا اسباب دریا میں

تری صید افگنی کا بحر و بر میں ایک چرچا ہے
ہرن صحرا میں ہیں اور مچھلیاں بیتاب دریا میں

عرق آلودہ گرمی سے ہوا جب عارض جاناں
تو ہم سمجھے کہ ڈوبا مہر عالمتاب دریا میں

پیتے میں بھی عجب مضموں رنگیں ساقیا سوجھا
حباب جام مے ہے یا کوئی سرخاب دریا میں

تماشا ہے عرق آلودہ رخ پر تیرے افشاں سے
نظر آتے ہیں گویا کرمک شب تاب دریا میں

نہیں بے وجہ رنگ تشاح مرجاں سرخ مثل خوں
مگر رو دیا ہے کوئی خستہ دل جو ساب دریا میں

۲۴	کیا کرتے ہیں دعوائے سخن لے عشق مدت سے کہاں ہیں کہہ کے لائیں تو عزل احباب دریا میں	۲۸۶

ہئی سج دیج نرالے ڈہنگ ہیں بن ٹھنکے بیٹھے ہیں
کوئی دیکھے تو کس اندازسے وہ تیکے بیٹھے ہیں
حسیں ہے پرشکن ابرو یہ مل ہیں تیکے بیٹھے ہیں
سمجھ کر غصے میں کوئی ڈرے یوں ہں کے بیٹھے ہیں
کہاں ڈہونڈوں کدہر ڈہونڈوں لگے کیونکر پتا اسکا
چرا کر دل مرا انجان وہ تو بن کے بیٹھے ہیں
تلون انمیں ایسا ہے طبعیت انکی ایسی ہے
ذرا میں روٹھ کر اٹھے ذرا میں مکے بیٹھے ہیں
تماشا زیر غرفہ دیکھئے نظارہ بازوں کا
ہزاروں منتظر اک آپ کے درشن کے بیٹھے ہیں
ہدف دل ہے نشانہ سینہ ہے آماج پہلو ہے
انہیں پر تیر سارے آپکے چتوں کے بیٹھے ہیں
خدا جانے لگائی ہے یہ کس نے آگ جا جا کر
جو وہ یوں آج غصہ سے بولا سکے بیٹھے ہیں
سبک ہیں ہر رہ گردی سے زمانے میں ہمیں ورنہ
جگہ پر اپنی جو بیٹھے ہیں لاکھوں منکے بیٹھے ہیں

عدو تو بے وفا نکلا بوقت امتحاں اب وہ
نہیں معلوم کس کے بل پہ ہمسے تنکے بیٹھے ہیں

نکال اے دل یہ ذکر غیر پھر وہ روٹھ جائیں گے
ابھی ان کو منایا ہے ابھی تو منکے بیٹھے ہیں

ٹھکانا وحشیوں کا اور عالم میں نہیں کوئی
بقول اے دشت سایہ میں مرے دامنکے بیٹھے ہیں

نظر آتے نہیں اور و نکو دیکھے جاتے ہیں سب کو
کچھ اس انداز سے وہ متصل چلمن کے بیٹھے ہیں

خوشی کیسی ہوا ہے ایک تازہ اور غم مجکو
سنا ہے جب سے یہ وہ سوگ میں دشمن کے بیٹھے ہیں

شعاع حسن کا عالم نظر آتا ہے کچھ ایسا
نہیں کھلتا ادہر یا وہ ادہر چلمن کے بیٹھے ہیں

پرستش میں بتو نکی عمر ساری جسکی گذری ہے
خدا کی شان وہ اللہ والے بن کے بیٹھے ہیں

نظر آتے نہیں منزل قدم اٹھیں تو کیا اٹھیں
بلا سے خضر گر رستے میں ہم رہزن کے بیٹھے ہیں

نرالا پاس الفت ہے یہ طرز رسم یاری ہے
مرا دل لیکے ہی پہلو میں وہ دشمن کے بیٹھے ہیں

ہوا کرتی ہیں باتیں راز کی اس طرح در پردہ
کھڑے ہیں اسطرف ہم وہ ادہر چلمن کے بیٹھے ہیں

جنہیں کل تک بھی کچھ آتا نہ تھا اللہ کی قدرت
وہی استاد بنکر آج ہر ایک فن کے بیٹھے ہیں

یہاں یہ داغہائے مہر والفت اے مرحوبی
کلیجے پر مرے سکے ترے جوبن کے بیٹھے ہیں

نہ یہ وقت عیادت ہے نہ وقت دم شماری ہے
وہ کیوں آکر سرہانے اب مرے مدفن کے بیٹھے ہیں

اٹھیں گے کیسے کوچہ سے تمہارے ناتواں عشق
یہ سمجھو تم انہیں نقش قدم ہی بنکے بیٹھے ہیں

چھڑاؤں خاک اے دل خار ہائے دشت وحشت کو
گریباں گیر ہو کر یہ مرے دامن کے بیٹھے ہیں

۲۸۷	سلامت ہے جو دل لاکھوں حسین ہیں عشق عالم میں کوئی پروا نہیں ہم سے اگر وہ تن کے بیٹھے ہیں	۱۶

تو ایک ہے اے شوخ اگر جور و جفا میں
ثانی نہیں میرا بھی کوئی مہر و وفا میں

کچھ لطف نہیں نالہ و فریاد و بکا میں
اے عشق مزا ہے تو ہے تسلیم و رضا میں

مدہوش بنا دیتی ہے عشاق کے دلکو
کیا نشہ ہے ساقی تری مستانہ ادا میں

بیداد ہی لمے پانی بیداد کئے جا
آتا ہے مزا مجکو ترے جور و جفا میں

ایک ایک سے بڑھ چڑھکے زمانہ میں حسین ہے
انداز میں غمزے میں کرشمے میں ادا میں

ہوتا جو حسین تو بھی تو ہم شکوہ نکرتے
اے چرخ نہیں لطف تری جور و جفا میں

دل تو ہی چکا جان بھی دینے کو ہوں حاضر
کیوں اب تو نہیں آپکو شک میری وفا میں

پائینگے مزہ خوب وہ دل اس سے لگا کر
وہ جیسے ہیں ویسا ہی عدو بھی ہے دغا میں

رہ رہکے اٹھا کرتی ہیں وہ نیچی نگاہیں
اک چھیڑ چلی جاتی ہے شوخی میں حیا میں

بیمار محبت کیلئے دونوں ہیں بیکار
کچھ نفع دعا میں ہے نہ تاثیر دوا میں

ڈھاتی ہیں تری نیچی نگاہیں بھی قیامت
شوخی سے شرارت ہے سوا شرم و حیا میں

چھپتے ہیں وہ کیا کیا جو کہا ایسے شب وصل
کیوں آپکو شک اب بھی ہے تاثیر دعا میں

بیمار محبت کی دوا ہے تو یہی ہے
وہ آئیں تو پھر دیر نہیں اپنی شفا میں

شوخی کی شرارت سے رہیں آپ خبردار
لگ جائے کہیں آگ نہ دامان حیا میں

کرتے ہیں لب عجز بھی اعجاز کہ ہر بات
مقبول ہوا کرتی ہے درگاہ خدا میں

۱۷	کیوں مانگنے میں تجکو پس و پیش ہے اے عشق ہے کونسی شے جو نہیں درگاہ خدا میں	۲۸۸

لاکھہ سودے ایک سر ہم کیا کریں
اسپہ فکر ہر دو عالم کیا کریں

کوئی مرجائے تو ماتم کیا کریں
ہم ہی مرنیوالے ہیں غم کیا کریں

کہتے ہیں وہ سن کے میرا حال بد
مر رہا ہے کوئی تو ہم کیا کریں

آستان یار تو کعبہ نہیں
سر لیئے تعظیم ہم خم کیا کریں

لیجئے دیتے ہیں اک بوسہ یہ دل
اور قیمت اس سے بھی کم کیا کریں

ہیں شریک درد دل فریاد و آہ
دیکھیئے یہ مل کے باہم کیا کریں

غم سے تو چھوڑا ہمیں اک قطرہ خوں
وقت شادی چشم پر نم کیا کریں

چارہ درد جگر ممکن نہیں
رک گئی ہے دم یہ ہمدم کیا کریں

دوست اپنا دوست دشمن کا بھی ہے
راز دل سے اس کو محرم کیا کریں

بادہ مستی فزا سے ہی تھی
لیکے تیرا جام اے جم کیا کریں

تند خوئی یار کی معلوم ہے
چھیڑ کر ہم اور برہم کیا کریں

تو کسی کی ماسے والا ہسیں / مر بھی اے کمبخت دل ہم کیا کریں
میرے مرنے سے ہیں سب اغیار خوش / اس مسرت میں وہ ماتم کیا کریں
عمر ساری کم ہے اس غم کے لئے / سال میں دس دن محرم کیا کریں
بن گئی ہے خود ہماری جان پر / اے دل شیدا ترا غم کیا کریں
میٹھی باتوں سے وہ لیں گے میری جاں / گڑ سے نکلے کام تو سم کیا کریں

۲۸۹

ہو گیا ہوتا تھا جو تقدیر میں
عشق اب وہ کیا کریں ہم کیا کریں

۱۹

شکوہ رنج و مصیبت میں کروں تو کیا کروں / یہ نہیں شرط محبت میں کروں تو کیا کروں
انکو دل دینے میں حجت میں کروں تو کیا کروں / ہوتی ہے مانع مروت میں کروں تو کیا کروں
اچھی صورت پہ ہے قیامت میں کروں تو کیا کروں / آہی جاتی ہے طبیعت میں کروں تو کیا کروں
چارہ درد محبت میں کروں تو کیا کروں / خود بگڑ جاتی ہے طبیعت میں کروں تو کیا کروں
مانتا ہی ہے کسی کی یہ دل دیوانہ کچھ / ایسے خود سر کو نصیحت میں کروں تو کیا کروں
دوستی میں دشمنی جو سے وفا کرتا رہا / اس سے پھر صاحب سلامت میں کروں تو کیا کروں
کی ہے توبہ بو تو لیکن دیکھتے ہی جام مے / خود بہک جاتی ہے نیت میں کروں تو کیا کروں
وہ حسیں ہے ہوتے ہیں سارے حسیں بیداد گر / ظلم کی پھر کچھ شکایت میں کروں تو کیا کروں
شکوہ بیداد پر اسے کہا تو یہ کہا / ہے عداوت ترک عادت میں کروں تو کیا کروں
چار دن کی زندگی ہے ہر طرح کٹ جائیگی / آرزوئے جاہ و دولت میں کروں تو کیا کروں
آپکے کہنے سے واعظ یہ نہ چھوٹیگی کبھی / میکشی کی ہے بری لت میں کروں تو کیا کروں
وعدہ وہ کرنے نہ پائے تھے کہ تڑکا ہو گیا / آ گئی صبح قیامت میں کروں تو کیا کروں
شب کے دم بھر کا مجھے مہماں اسے یہ کہا / ایسے کی جا کر عیادت میں کروں تو کیا کروں

ل ابرو پہ پڑ تلے حیرت کے مارے
جو تلوار میں ہی وہ خم دیکھتے ہیں

یہ دل کی چوری کا ملتا نہیں جب
تو انکی نگاہوں کو ہم دیکھتے ہیں

اٹھاتے نہیں ہاتھ پھر وہ ستم سے
ذرا بھی کسی میں جو دم دیکھتے ہیں

وہی ہیں سر افراز اے شاہ خوبی
جو ذرات تیرے قدم دیکھتے ہیں

ہوئی یوں تو وعدہ خلافی بہت سی
انہیں دیکھئے اب ہم قسم دیکھتے ہیں

محبت کے دریا میں دے دیکے غوطے
ہر اک آشنا کا وہ دم دیکھتے ہیں

غش آیا سر طور کیوں تم کو موسیٰ
حسینوں کو تو روز ہم دیکھتے ہیں

جنہیں شوق طول عمل ہے وہ اے دل
جو ستی کی تمنا میں غم دیکھتے ہیں

۲۹۱

سا تو نہیں عشق سے خوار صوفی
جو میخانے میں اسکو کم دیکھتے ہیں

۱۵

بے وفا ہے وہ شوخ جانا ہیں کیوں
اس سے رسم وفا نباہیں کیوں

کچھ تو کہہ منہ سے اے دل محزوں
اسطرح پھر رہا ہے آہیں کیوں

جا بسے سیکڑوں میں راہد کیا
ہو گئیں سونی خانقاہیں کیوں

کس کا آج انتظار ہے اے دل
سوئے در جاتی ہیں نگاہیں کیوں

شرم تو نشہ شراب نہیں
جھکی پڑتی ہیں وہ نگاہیں کیوں

حس کو منظور اختلاط ہو
اسکی گردن میں ڈالیں باہیں کیوں

تو ہے مطلوب دل بت کافر
ہم خدا سے تجھے نہ چاہیں کیوں

دونوں جانب سے ہو کشش تو ہے لطف
وہ نہیں چاہتے تو چاہیں کیوں

کب ہوا ہے اثر جو ہوگا آج
کھینچیں بیفائدہ ہم آہیں کیوں

میری انکو خبر ہے ان کی مجھے
ہوں میں مسدود دل کی راہیں کیوں

کون آتا ہے ایک عالم کی — ہیں سوے رہگذر نگاہیں کیوں
جان عاشق ہی کیا چرانے لگے — ہوے ویراں قتل گاہیں کیوں
میرے دل کے تو گھات میں نہیں وہ — پڑ رہی ہیں ادہر نگاہیں کیوں
جیسے رسوائیاں ہوں چار طرف — آب چلتے ہیں ایسی راہیں کیوں

٢٩٢ — صلح تو اس سے ہو گئی اے عشق — لڑتی یا ہم ہیں پھر نگاہیں کیوں — ١٧

جان دے اے دل وفاے یار میں — نام کرلے عشق کی سرکار میں
عیب جو تھے زاہد مکار میں — چھپ گئے سب جبہ و دستار میں
ہے مہ نو میں نہ یہ تلوار میں — خم جو ہے اس ابروے خمدار میں
رنگ لا کر ہی رہی بلبل کی آہ — لگ گئی ہے آگ سی گلزار میں
کیا کرے گا آ کے کوئی چارہ گر — کچھ رہا ہی ہے ترے بیمار میں
جس دل کے پڑ گئے لالے مجھے — پیش کر کے حسن کی سرکار میں
دل کہاں سے دور لادوں آپکو — جنس یہ بکتی نہیں بازار میں
لطف تھا ہمرنگ پروانہ اگر — جلتی بلبل آتش گلزار میں
آ گیا ہے اب مری آنکھوں میں دم — مر رہا ہوں حسرت دیدار میں
اٹھ گئے پہلو سے وہ ہو کر خفا — بات بگڑی مفت کی تکرار میں
آپ کا سا ہی نہیں بودا کوئی — قول میں پیمان میں اقرار میں
زلف اس رخسار پر آتی ہے مہ — جل بجائے کافر و دیندار میں
پاؤں اٹھیں وادی غربت میں کیا — رہ گئے ہیں چبھ کے نوک خار میں
حشر کا وعدہ وہ جب کر گئے — شوخیاں کرتے نہیں رفتار میں

طالبان دید کی آنکھیں ہیں وہ دیکھتے ہی سر جھکا دیتے ہیں ہم	کھڑکیاں ہیں جو وہاں دیوار میں تیغ دست قاتل ابرو جو ہوا [illegible]

۲۹۳	عشق اصلاح جناب داغ سے بات پیدا ہو گئی اشعار میں	۱۵

خلوت خاص میں اغیار جو نظر آتے ہیں	کچھ برے آپکے اطوار نظر آتے ہیں
جاں بلب عشق کے بیمار نظر آتے ہیں	سب برے ہی برے آثار نظر آتے ہیں
تیری صنعت کے ہیں اے صانع قدرت صدقے	یہ حسین کیسے طرحدار نظر آتے ہیں
اللہ اللہ عجب شے ہے متاع دل بھی	سب ہیں اسکے خریدار نظر آتے ہیں
پردہ پوش ایسی ہے کچھ اسکی نگاہ رحمت	نیک نہ سارے گنہگار نظر آتے ہیں
چارہ گر آئے ہیں جو چارۂ دلکو میرے	مجھ سے ہی بڑھ کے وہ ناچار نظر آتے ہیں
حسن کی گرمی بازار ہے حیرت انگیز	ہر جگہ اسکے خریدار نظر آتے ہیں
یاد آجاتی ہے وحشت کی جو دیوانوں کو	سامنے وادی و کہسار نظر آتے ہیں
کہتے ہیں دیکھکے اغیار کیجانب تجھسے	یہی دو چار وفادار نظر آتے ہیں
کیا کریں قتل انہیں کو نہیں کرتا قاتل	جان سے اپنی جو بیزار نظر آتے ہیں
حرف آئے نہ مسیحا کی مسیحائی پہ	جاں بلب عشق کے بیمار نظر آتے ہیں
موت پھر جاتی ہے میری مری آنکھوں میں	جب وہ تولے ہوئے تلوار نظر آتے ہیں
رازداران محبت کو جو دیکھا تو کہا	یہ بڑے صاحب اسرار نظر آتے ہیں
تپ غم سوز جگر درد دل آزار عشق	کیا مرے جینے کے آثار نظر آتے ہیں

۲۹۴	خط ہوا خال ہوا زلف ہوئی یا آنکھیں سب کے سب عشق سیہ کار نظر آتے ہیں	۱۸

ہر چند کہ خاک میں ملا ہوں
اتنا تو ہے تیر نقش پا ہوں

بے عذر ہوں بندہ وفا ہوں
میں تابع حکم آپ کا ہوں

جو کچھ ہوں برا ہوں یا بھلا ہوں
ہر حال میں بندہ آپ کا ہوں

ہیں دہر میں خاکساریوں سے
چشم عالم کا توتیا ہوں

آپ اپنی مجھے خبر نہیں ہے
کیا جانے وہ کون ہوں میں کیا ہوں

کیوں موج اٹھے نہ دل میں غم کی
دریائے بلا کا آشنا ہوں

کٹتی ہے ہوائے بندگی میں
کیونکر کہوں بندہ خدا ہوں

منت نہیں غیر کی گوارا
میں تجھ سے تجھی کو چاہتا ہوں

کیا قتل کی دے رہے ہو دھمکی
میں تو یہ خدا سے چاہتا ہوں

دشمن جو شریک بزم سے ہے
میں خون کے گھونٹ پی رہا ہوں

وہ آنکھ نہ دے خدا کسی کو
جس سے میں بتوں کو دیکھتا ہوں

مٹی ہے خراب اس گلی میں
بے گور و کفن پڑا ہوا ہوں

لیتا ہے خبر کہاں کسی کی
میں قائل نالہ رسا ہوں

افتاد مری بود کی ہے
ہم صورت نقش پا بنا ہوں

دیکھ آج نہ مجھکو چھیڑ ناصح
عادت سے زیادہ پی گیا ہوں

فرقت میں بھی وصل دلربا کا
ہر وقت خیال باندھتا ہوں

چھوڑو نگاہ تجھکو اے ستمگر
آفت ہے جو تو تو میں بلا ہوں

ڈرنے کا نہیں کسی سے اے عشق
جیوٹ ہوں جری ہوں منچلا ہوں

تیر صیاد کا پہلو میں گذر ہونے دو | دل ہدف ہو کہ نشانہ ہو جگر ہونے دو
وعدہ پر صبح کو وہ شام کی فرماتے ہیں | شام کو پوچھیے تو کہتے ہیں سحر ہونے دو
ابھی آئے ہو ابھی کہتے ہو جانیکو یہ کیا | رات باقی ہے بہت ٹھہرو سحر ہونے دو
دیکھنا شوخیوں سے ڈہاتے ہیں کیا کیا وہ ستم | اپنے جوبن کی ذرا انکو خبر ہونے دو
شکوۂ غیر ہے کچھ انکی شکایت تو نہیں | ڈر کی کیا بات ہے ہوگی جو خبر ہونے دو
کوئی پروا نہیں آباد رہے دشت جنوں | گھر مرا ہوتا ہے ویران اگر ہونے دو
مجکو کیا سنگ در یار یہ سر ہے میرا | کعبہ ہے سجدہ گہ عام اگر ہونے دو
جز در یار جھکیگا نہ کہیں سر اپنا | بتکدہ ہونے دو اللہ کا گھر ہونے دو
مشغلہ ہی سہی اک روز فراق و شب غم | بے اثر ہے مری فریاد اگر ہونے دو
بچکے جائیگا کہاں دام تصور سے مرے | لاکھ عنقا ہے جو مضمون کمر ہونے دو
دیکھا خواب سے بڑھکر نہیں ایام شباب | مہربان آنکھیں تو کھلنے دو سحر ہونے دو
غیر گر دوست تمہارا ہے تو دشمن میرا | راز دل کی مرے اسکو نہ خبر ہونے دو
اسکے آنے کی توقع سر بالیں نہ رہی | حال ہوتا ہے جو اب نوع دگر ہونے دو
اشہب ناز کو روکو نہ تکش ناز سے تم | طبقہ ارض جو ہو زیر و زبر ہونے دو
تم تو ہو چلیں سے لے اہل وطن کیا پروا | ہے جو غربت میں کوئی خاک بسر ہونے دو
روز روشن ہی نکالیں گے ہوس ہم دلکی | ہو شب وصل جو یا تو نہیں سحر ہونے دو
چار دن کیلئے کیا عیش کے سامانکی فکر | عمر جس حال میں ہوتی ہے بسر ہونے دو

۲۹۶	تمکو کیا تم تو نہیں اہل ہنر ہیں اے عشق ہے زمانہ میں اگر قدر ہنر ہونے دو	۱۶

وہ دل نہیں ہے جسمیں تری آرزو نہو | کس کام کا ہے پہول اگر رنگ و بو نہو

گر دلمیں میرے عشق نہو آرزو نہو
ہرگز ترا خیال تری جستجو نہو

انسان کیوں ہوا و ہوس میں پہنسا ہے
دل تو وہی ہے جسمیں کوئی آرزو نہو

انصاف ہے یہی تو پہر انصاف ہو چکا
ہے حکم دادخواہ کوئی ردبرو نہو

دل میرا روندتے تو ہوا تنا رہے خیال
پامال اسکے ساتھ کوئی آرزو نہو

دنیا کی خلق سے تو ملجائیگی نجات
اچہا ہے دلمیں کوئی اگر آرزو نہو

نیرنگ دیر و کعبہ ہے حیرت فزائے خلق
ایشوخ دلربا کہیں در پردہ تو نہو

اس بزم کی طرف دل نا داں چلا تو ہے
کہیو جہی جو جاؤ میں بے آبرو نہو

کعبہ ہو یا ہو بتکدہ اے شیخ و برہمن
سجدہ نہ ہم کرینگے جو وہ روبرو نہو

ابر و بہار و جام و صراحی و نقل و مے
سامان سب یہ ہیچ ہیں ساقی جو تو نہو

کہنے کی بات ہے مجھے آتا نہیں یقین
ملکر تو مجہسے غیر سے پہر گفتگو نہو

کرتے ہیں ہمسے بات بہی اس طرح پردہ آ
مطلب کی درمیان کوئی گفتگو نہو

بہردے نمک ہی لیکے دل چاک چاک میں
اے چارہ گر جو زخم کا ممکن رفو نہو

ساقی سے اپنے ہاتھ سے رکہیں گے جام ہم
خالی شراب ناب سے جبتک سبو نہو

ہر شخص کے ہے دلمیں ترا عشق اے حسن
عالم میں ایک ایک کا پہر کیوں عدو نہو

۲۹۷

کرتے ہو دل لگی اگر اس بدزبان سے
اے عشق یہ خیال رہے تم سے تو نہو

۱۷

یارب بال سر سر زلف رسا نہو
طوق گلو یہ حلقہ بند بلا نہو

سوچو تو ہمیں ہیں یہ سب التفاتیاں
غیبت میں میری غیر نے کچہہ کہدیا نہو

ہیں لاکہہ عذر زباں دینے میں انہیں
اس وعدہ پر جو حشر کے دن بہی وفا نہو

چہرہ بانکپن دیکہہ کے نرگس کا بولے وہ
وہ آنکہہ آنکہہ ہی نہیں جسمیں حیا نہو

شیریں لبوں کے عشق کا بیمار ہوں طبیب
اتنا رہے خیال کہ کڑوی دوا نہو

گرباده طهور بھی ہے شیخ ہیچ ہے
کس کام کی شراب وہ جسمیں نشا نہو

تم مجھکو جان دو جبکہ امتحان تک گئے
اتنا بھی کوئی سے بیچ و تا آشنا نہو

غیبت میں اسکے مجھکو تری گالیاں قبول
اے بت حضور غیر تو مجھپر جفا نہو

ہم رنگ نقش پا ورق روزگار پر
وہ نقش کونسا ہے جو مٹکر بنا نہو

اک دشمن وفا سے پڑا ہے معاملہ
یارب وہ دل ملے مجھے جسمیں وفا نہو

کیا پارسائی اپنی جتاتے ہو شیخ جی
یہ اس سے تم کہو جو تمہیں جانتا نہو

ایسی ہی کوئی چیز ہے دشمن کے ہاتھ میں
ٹوٹا ہوا تمہارا وہ بند قبا نہو

میں چاہتا ہوں یہ کہ نہ آلیں وہ میری یاد
اور انکی ہٹ ہے یہ کبھی اسکا کہا نہو

یہ بھی کوئی خرام ہے اے فتنۂ جہاں
اٹھتی ہے ہر قدم یہ ہے محشر بپا نہو

شیریں لبان تلخ کلامی بھی رہ رہے
ہم پیار کرتے وانکا دل بدمزا نہو

حب لطف سے ثبوت شہادت کا روز حشر
میرے گلے سے خنجر قاتل جدا نہو

۲۹۸	انسان اسی کیواسطے پیدا ہوا ہے عشق کس کام کا وہ دل ہے جو درد آشنا نہو	۱۱

ہر جگہ تم نہ لے محل بیٹھو
آج سے میرے گھر میں چل بیٹھو

نوجوانو یہی ہیں کام کے دن
تم نہ بیکار آج کل بیٹھو

دل تمہیں میں دکھا تو دیتا ہوں
کہیں ایسا ہو مچل بیٹھو

انسے کہتی ہیں شوخیاں انکی
اٹھو پردے سے اب نکل بیٹھو

بولے وہ ناز سے اٹھا کر تیغ
عاشقو آگئی اجل بیٹھو

تم کہیں اٹھ کے جا ہی سکتے ہو
ہر جگہ ہے مرا عمل بیٹھو

دل مضطرب ہے مائل فریاد
تم جگر تھام کر سنبھل بیٹھو

دور منزل ہے رہروان شوق
تم ابھی سے نہ ہو کے شل بیٹھو

غیر کے شانہ پر نہ رکھو ہاتھ
میری محفل میں ایسے بل بیٹھو

چاہتا ہوں میں تم سے داد سخن
سن لو اک اور بھی غزل بیٹھو

۲۹۹

وحشت دل کا یہ تقاضا ہے
کسی صحرا میں عشق چل بیٹھو

۲۶

زاہد کا قیامت میں بہت حال برا ہو
دل چاہے گنہگار کو نکو حست تو مزا ہو

اے عشق اشارہ جو مرے بت کا ذرا ہو
بتخانہ کی جانب ہی رخ قبلہ نما ہو

دل ہے شب غم منتظر روز قیامت
وہ آج تو آتے نہیں کل دیکھئے کیا ہو

کچھ اور مزا جون اگر رنگ نہ لائے
اتنا تو ہو قاتل کی حنا ئے کھیا ہو

آنکھیں بھی لڑاتے ہو چراتے ہو نظر بھی
اتنی بھی نہ شوخی ہو نہ اتنی بھی حیا ہو

طفلی ہی میں اک فتنۂ محشر ہے ترا قد
آئندہ ابھی نام خدا دیکھئے کیا ہو

مرنے لگے اس شوخ کیوں بیٹھے بٹھائے
ائے حسرت دل تم ابھی کیا تھے ابھی کیا ہو

وہ شوخ شب وعدہ تو آئے گا مقرر
دشمن سے اگر روٹھ کے آئے تو مزا ہو

دیوانہ الفت کو سر و پا کا نہیں ہوش
ایسا بھی الٰہی نہ کوئی لے سر و پا ہو

پھر دل کو ہوا شوق طواف در جاناں
اچھا ہے جو اس پردہ میں اک فرض ادا ہو

اس دل سے رفاقت کی مجھے کیا ہو توقع
جو ایک زمانہ تیری صحبت میں رہا ہو

پامال محبت کی ہے مر کر یہ تمنا
تعویذ لحد اسکا نشان کف پا ہو

کس منہ سے کریں اسکی شکایت سر محشر
معشوق تو ایسا ہے برا ہو کہ بھلا ہو

یاد دیتے تھے بوسے ابھی یاد دیتے ہو دشنام
یہ کیا تلون ابھی کیا تھے ابھی کیا ہو

یہ درد محبت ہے یہ بیمار ہیں دن سب
کیا اس کا کوئی چارہ ہو کیا اسکی دوا ہو

معلوم ہے معشوق کبھی سچ نہیں کہتے
کس منہ سے کہے کوئی کہ جھوٹے [illegible] ہو

ہے آرزوئے خون شہیدان محبت
غازہ ترے رخکا ترے ہاتھونکی حنا ہو

مرتا ہوں یہ دم ہے مرا ایک قیامت
بیداد ہے اب بھی نہ اگر وعدہ وفا ہو

ہم صبر کے بیٹھے ہیں کبھی اف نہ کرینگے
اے شوخ ستم کیش اگر لاکھ جفا ہو

اے حضرت زاہد طلب حور عبث ہے
چاہو کسی بت کو تو اللہ سے جدا ہو

رگ رگ میں عوض خون کے ہے درد محبت
کیا زیست کی امید اگر ایسی دوا ہو

دزدیدہ نگاہی کی جو کرتا ہوں شکایت
کہتے ہیں وہ کیا آنکھ ہے جسمیں نہ حیا ہو

شوخی و شرارت میں ہے اک ایک سے بڑھکر
غمزہ ہو کرشمہ ہو شوخی ہو ادا ہو

دل دیکے کسی بت کو گنہگار رہا ہوں
اس خانہ برانداز محبت کا برا ہو

رندوں کی دعا ہے یہی دن رات الٰہی
آباد رہے میکدہ ساقی کا بھلا ہو

۳۰۰

موقوف نہ رکھ فیصلہ عشق کو کل پر
منظور جو ہو آج ہی اے یار خدا ہو

۲۷

کیا میں کہوں اے حضرت دل تمکو کہ کیا ہو
آفت ہو مصیبت ہو قیامت ہو بلا ہو

کیا ظلم ہے بیداد کرے وہ ستم آئیں
اور مفت میں بدنام جہاں میری وفا ہو

اللہ رے شب وعدہ ہوں میں گوش بر آواز
جاتی ہے نظر در کی طرف کوئی صدا ہو

میرے دل گم گشتہ کا بھی کھوج ہے لازم
اس کوچہ میں تیرا جو گذر باد صبا ہو

مرنا تو ہے پھر تجھ پہ ہی مر جائیں نہ کیوں ہم
اچھا ہے اگر تیری ادا اپنی قضا ہو

[illegible] اب تجھ سے کرے ہائے وہی دل
آغوش محبت میں جو برسوں کا پلا ہو

دل [illegible] گھر سے وہ باہر نکل آئیں
آتے تو ہو [illegible] میں اے یار خدا ہو

ناکامئ دل رنگ نہ لائے شب وعدہ — نالہ نہ کہیں صور قیامت کی صدا ہو

امید ستانیوں تجھسے نہیں بڑھکے گریباں — لگجائے کفن کو جو کوئی تار رہا ہو

وعدے سے تسلی مری منظور نہیں ہے — وہ چاہتے ہیں تو قسمے بیتاب سوا ہو

اے خضر مگر عشق کی راہیں ہیں نرالی — یہ مان لیا ہمنے کہ تم راہ نما ہو

کیا نالہ سرد دل عشاق ہے وہ بھی — کیوں تیری گلی میں گذر باد صبا ہو

دعوی جو کیا ہمنے محبت کا وہ بولے — کیا تم سے کہا تھا کبھی آکر ہمیں چاہو

اے حضرت دل مان گئی آپکے ہاتوں — سر راہ یہ رکھے ہوئے اب سوچتے کیا ہو

جو بات کہیں گے وہ جدا لگتی کہیں گے — پروا نہیں ہمکو کوئی خوش ہو کہ خفا ہو

دشمن ہی کو غارت کرے دشمن کی عداوت — چاہے جو برائی مری خود اس کا برا ہو

ہے میری تسلی شب غم تیرے ہی دم سے — اے درد نہ اک دم مرے پہلو سے جدا ہو

دل دور ہے امید سے جسطرح شب غم — اسطرح کسی سے کوئی یارب نہ جدا ہو

انصاف ہے یہ بھی کوئی اے شوخ دل آزار — چاہے جو خوشی تیری اسی سے تو خفا ہو

ڈرتا ہوں مترددبھی ترے وصل کا شکر — اس نہیں میں آئی نہ کہیں میری قضا ہو

ستمت ستمگر سے تنے گی نہ مری جاں — وہ ہاتھ رکھے کیا جو ہزاروں میں پیدا ہو

گیسو جو پریشاں ہوئے غصے سے وہ بولے — اے باد صبا وہ جو چلی یاں سے ہوا ہو

موجب بیداری شب ہو نہیں سکتی — دل تیرا کسی حور سے زاہد نہ لگا ہو

ناحد گماں کرتے ہو کیوں ٹکڑے مرا دل — معلوم ہے یہ سب کو کہ تم ماہ لقا ہو

اس کوچہ میں چوری سے بھی ہم جا نہیں سکتے — اندیشہ ہے غماض نہ نقش کف پا ہو

دشمن سے وہ لکھوائیں مرے قتل کا محضر — ایسا بھی کسی کے نہ مقدر کا لکھا ہو

رہ رہ کے سناتا ہے جو باتیں بہت اے عشق

۳۰۱	ناصح کا بھی دل آئے کسی پر تو مزا ہو	۱۷

اظہار درد کا کہیں اے دل گماں نہ ہو
اس بت کے روبرو کبھی لب پر فغاں نہ ہو

معدوم داغ عشق کا دل سے نشاں نہ ہو
اے عشق بے چراغ ہمارا مکاں نہ ہو

الٹا کبھی یہ ٹوٹے نہ شکر خدا کا قہر
میرا ہی دود آہ کہیں آسماں نہ ہو

ہے انتظار روز قیامت شب فراق
لیکن خدا کرے کہیں وہ اسکی ہاں نہ ہو

رہ رہکے صدمے ہجر کے کبتک سہا کروں
جو بات ہونے والی ہے کیوں ناگہاں نہ ہو

بے تیرے اور کی ہے پرستش سے ننگ و عار
کعبہ کو جائیں جب کہ ترا آستاں نہ ہو

اندیشہ تھا یہ جوش طپیدن میں وقت قتل
اڑ کر کہیں لہو شفق آسماں نہ ہو

اٹھتے ہیں کوئے یار سے فتنے ہزار ہا
ڈرتا ہوں یہ زمیں کہیں آسماں نہ ہو

مر جاؤنگا میں اپنا گلا آپ کاٹ کر
منظور یار کو جو مرا امتحاں نہ ہو

اے شہسوار ہے ترا توسن وہ برق دم
بجلی بھی جسکے ساتھ کبھی ہمعناں نہ ہو

مظلوم کے وجود سے ظالم کا ہے وجود
صیاد بھی نہ ہو جو مرا آستاں نہ ہو

ہم اپنا اس سے حشر میں کرلیں گے فیصلہ
لیکن خدا کرے کہ خدا درمیاں نہ ہو

گلشن میں مجھپہ آنکھ نہ صیاد کی پڑے
ڈرتا ہوں وقت برق مرا آشیاں نہ ہو

پھر کون ہے جو لے شب ہجراں مری خبر
اے مرگ تو بھی آج اگر مہرباں نہ ہو

کرتے ہیں ذبح ایک تو الٹی چھری سے وہ
یہ دوسرا ہے ظلم کہ لب پر فغاں نہ ہو

ڈرتا ہوں میں کہ یار کا شکوہ نہ لب پر آئے
یارب بروز حشر دہن میں زباں نہ ہو

بیدرد دل مزا نہیں اے عشق زیست کا
قالب سے روح نکلے جو لب پر فغاں نہ ہو

۳۰۲	ردیف ہائے ہوز	۲۰

کیوں نہوا ایسے نصیبے کا سکندر آئینہ
بنگیا ہے آپکی تصویر کا گھر آئینہ

ہے صفائی کی بدولت کیا تونگر آئینہ
پاؤں بھی رکھتا نہیں ہے گھر سے باہر آئینہ

ذات میں رکھتا ہے حیرانی کا جوہر آئینہ
ایسی آفت تاسے ہے آپ ششدر آئینہ

موت کی صورت نظر آئی دم آخر مجھے
بنگیا میرے لئے قاتل کا خنجر آئینہ

غیر ممکن ہے صفائی دلکی بے سوز و گداز
یہ وہ شئے ہے جس سے بنجاتا ہے پتھر آئینہ

ہے تری تصویر پیاری ایسی اے آئینہ رو
لیکے رکھ لیتا ہے جس کو دلکے اندر آئینہ

مانگتا ہوں جب کبھی بوسہ تو کس شوخی کیساتھ
مسکرا دیتے ہیں وہ مجکو دکھا کر آئینہ

آئینہ سے صاف گوئی آئینہ رو سیکھ لے
صاف کہہ تو بھی کہے جسطرح منہ پر آئینہ

اسکو بھی عکس خط عارض نے تیرے کھو دیا
سادگی کا ایک ہی رکھتا تھا جوہر آئینہ

یاد رکھیو دل ہمارا توڑ کر پچتاؤ گے
ٹوٹکر جڑتا نہیں اے بندہ پرور آئینہ

بعد مردن بھی صفائے قلب کی تاثیر سے
ہوگیا میری لحد کا صاف پتھر آئینہ

حلقہ جوہر نہیں یہ تجکو اے آئینہ رو
گھورتا ہے پھاڑ کر آنکھیں مقرر آئینہ

یہ ہمارا دل ہے اسکی قدر کرنی چاہیئے
چار پیسے کا نہیں اے بندہ پرور آئینہ

دست نازک وقت آرایش عجب مشکل میں ہے
بار شانہ ہوگیا ہے اور دو بھر آئینہ

کیا صفائے قلب کا بجتا ہے جوہر عشق سے
ہے سراپا حال دلبر اپنے دل پر آئینہ

کیوں نہیں ہوتا یہ تونکا دل ابھی ہم سے صاف
یوں تو سنتے آئے ہیں ہوتا ہے پتھر آئینہ

میرے اسکے بیچ میں کمبخت حائل ہوگیا
ہے تری تصویر سے بڑھکر ستمگر آئینہ

منہ بناتے ہیں سر محفل وہ مجکو دیکھکر
ہوتی قدرت تو دکھا دیتا اٹھا کر آئینہ

صدمہ فرقت سے یوں ہوتا ہے ٹکڑے ٹکڑے دل
ٹوٹتا ہے جسطرح سے کھا کے ٹھوکر آئینہ

جام با جمشید نازد یا سکندر آئینہ

سطح ہے روبروئے روئے انور آئینہ
جیسے کوئی آئینے کے ہو برابر آئینہ

وقت آرائش نہ رکھا تو یہ دل پر آئینہ
سطح رکھتا ہے کوئی آئینہ پر آئینہ

تجھ میں اسمیں ہوگیا حائل جو آکر آئینہ
میں یہ سمجھا صاف ہے سد سکندر آئینہ

کیا ہوا گر دیکھنے کو ہے منور آئینہ
پیش روئے صاف ہے کیا خاک بہتر آئینہ

اپنے پہلو میں تری تصویر لیکر آئینہ
اسقدر پھولا کہ جامے سے ہے باہر آئینہ

آستان یار پر رگڑا یہ سر عشاق نے
صاف ہوکر بنگیا ہے در کا پتھر آئینہ

چہرۂ خورشید میں ثابت ہوئے جب خط و خال
حال رخ کا ہوگیا اے ماہ پیکر آئینہ

گر یہی ہے اشتیاق دید تو آنکھیں مری
ڈھونڈ لیںگی تجھکو روز حشر بھی ہر آئینہ

جب بہت تعریف کرتے ہیں رخ زیبا کی ہم
دیکھ لیتے ہیں وہ منہ اپنا اٹھا کر آئینہ

روئے صاف و عارض روشن کی ہے وہ آب و تاب
دیکھتے ہی جسکو ہو جاتا ہے ششدر آئینہ

دلمیں جب آئی کدورت پھر صفائی ہو چکی
کام کا رہتا نہیں ہرگز مکدر آئینہ

ہے صفائے قلب سے روشن ہر اک کا صاف حال
دلکا آئینہ بھی ہے کیا ہی منور آئینہ

ہوگیا ثابت یہ عکس حلقۂ گیسو سے صاف
تیغ سے بڑھکر کہیں کہتا ہے جوہر آئینہ

خوشنما خط دیکھکر اس عارض پرنور پر
ہوگیا خود بھی اسیر دام جوہر آئینہ

صدقے نام پاک کے ساری کدورت مٹ گئی
ہوگیا دل با طفیل حب حیدر آئینہ

صاف کہتا ہو تمہیں لے آئینہ رو تیرے لئے
شیشۂ دل سے نہیں دنیا میں بہتر آئینہ

جب گماں ہوتا ہے اسیر شیشۂ دلکا مرے
توڑ دیتے ہیں زمیں پر وہ پٹک کر آئینہ

ذوق خودبینی و شوق خودپرستی دیکھئے
روبرو انکے دھرا رہتا ہے اکثر آئینہ

اے سراپا نور عکس روئے روشن سے ترے
کار برق طور کرتا ہے چمک کر آئینہ

ہوگئی جلدی یکی موت وہ دیکھا و یکی انہیں	ساتھ ہی لیجائیگا وہ داسے محشر آئینہ

٣٠٤	اس غزل کی ... تھی ... عشق کچھ ایسی میں ہوگیا سب جوہر تیغ تصور آئینہ	۱۸

کیونکر شب فراق جئے ہے یہ قصد کے ہاتھ
عاشق کی موت تو ہے تمہاری ادا کے ہاتھ

انداز ہی جدا ہیں بتان فرنگ کے
کس سادگی سے لیتے ہیں یہ دل ملا کے ہاتھ

اے جنس دلبر تجھسے کریں مول تول کیا
ہمکو وہی قبول جو تم دو اٹھا کے ہاتھ

اس مال و زر کو ساتھ تو لیجائے سے رہا
دے کچھ خدا کی راہ میں منعم اٹھا کے ہاتھ

آب حیات تمکو مبارک جناب خضر
بیٹھے ہیں زندگی سے ہم اپنی اٹھا کے ہاتھ

اونچا نہیں ہے دامن تاثیر اسقدر
لے لے دعائے نیم شبی کچھ بڑھا کے ہاتھ

چلتا نہیں ہے میرے دل زار کا پتا
یہ مال چڑھ گیا ہے دزد حنا کے ہاتھ

ملجائیگا کہیں نہ کہیں سے نصیب کا
دینے پہ جو آئے تو سو ہیں خدا کے ہاتھ

پیچھے جو ہٹے جو صورت سائل کو دیکھکر
کیا خاک دے وہ نام خدا کچھ اٹھا کے ہاتھ

بیداد سے جو کام نہ نکلا تو تھک کے وہ
اب کوستے ہیں جان کو میری اٹھا کے ہاتھ

منہ جوڑ کر کریگا وہ کیا مجھ سے کوئی بات
لیتا نہو سلام جو اے دل اٹھا کے ہاتھ

پھر آنا قتل گاہ میں تلوار تول کر
طاقت تو اپنی تول لو پہلے ہلا کے ہاتھ

مجھ ناتواں میں اسی ہے طاقت کہاں کہ اب
مانگوں دعائے مرگ شب غم اٹھا کے ہاتھ

رہ رہ کے جھڑکے دیتے سے سفاک فائدہ
اس جھگڑے کو مٹا کوئی پورا لگا کے ہاتھ

دل کیوں نہ تیر دستی قاتل پہ لوٹ جائے
دیکھے تو کوئی پڑتے ہیں کیسے بلا کے ہاتھ

ٹکتے نہیں ہیں فرط خوشی سے زمیں پہ پاؤں
ہاتھوں میں لیے ہیں جو کسی دلربا کے ہاتھ

تاثیر میں دعا کے جو کی کوتہی کبھی
مطلب سے اپنے بیٹھ رہے ہم اٹھا کے ہاتھ

۳۰۵	اسکار سمجھوں اسکو کہ اقرار وصل عشق اسنے کیا ہے ایک اشارہ ہلا کے ہاتھ	۱۴

میں اور صراحی و خم و جام سے توبہ
واعظ جو کروں صرف مے و جام سے توبہ

دور فلک گردش ایام سے توبہ
اس باتسے اس شغل سے اس کام سے توبہ

دل دیکھے بنی جانیہ جب آنکھ کھلی کچھ
کیوں کروں نہ دنیا کے ہر اک کام سے توبہ

اے واعظ ناداں کہیں پی تو نہیں تونے
اس شوخ کے عہد سحر و شام سے توبہ

کچھ خوگر آزار شب غم کی نہ پوچھو
کرے کو ہوں عشق مت جو دکام سے توبہ

کیوں عہد جوانی میں کریں عشق سے پرہیز
میں اور کروں بادہ گلفام سے توبہ

راحت کسی پہلو ہے نہ تسکین کسی کروٹ
راحت سے حذر ہے اسے آرام سے توبہ

زاہد کے تعصب سے کھٹکتا ہے مرا دل
کرلینگے بڑھاپے میں ہم اس کام سے توبہ

نکلا نہ کوئی کام نہ بن آئی کوئی بات
دم ناکمیں ہے اس دل ناکام سے توبہ

کیا جور و سپہ مرتا ہے تو مرنے کے دن نہیں
اسلام یہی ہے تو اس اسلام سے توبہ

دشمن کے دریوں سے سایا ہے یہ بدظن
اس ربط سے اس نامہ و پیغام سے توبہ

ایسچ کراب تو ہوس جام سے توبہ

وہ کرتے ہیں ہر شخص کے ابرام سے توبہ

کل تک تو مدارات تھی خاطر تھی مری عشق
اور آج وہ کرتے ہیں مرے نام سے توبہ

۳۰۶	ردیف یائے تحتانی	۱۵

نور کی خاک در شہ میں جھلک ہوتی ہے
بڑھکے خورشید سے ذرہ میں چمک ہوتی ہے

آبرو ہوتی ہے پھر سکی نظر میں ادسکی
ہجر احمد میں جو تر کوئی پلک ہوتی ہے

خاکِ نعلین بنی ہے مری منظورِ نظر
نام سے سرمہ کے آنکھوں میں کھٹک ہوتی ہے
اب بنے جاتے ہیں سب اہلِ قیامت موسیٰ
دیکھیے نورِ محمد کی جھلک ہوتی ہے
دل بڑھا دیتی ہے فوراً ہی نگاہِ رحمت
شرمِ عصیاں سے جو عاصی کو جھجک ہوتی ہے
خارِ صحرائے مدینہ ہیں گلِ تر گویا
نہ خلش ہوتی ہے اسنے نہ کھٹک ہوتی ہے
گرد ہیں پیش غبارِ رہِ سرورِ دو نوں
مشک عنبر میں کہاں ایسی مہک ہوتی ہے
شک شفاعت میں جو حضرت کی نہیں کرتا ہے
مغفرت اسکی بلا شبہ و شک ہوتی ہے
بزمِ میلاد جہاں ہوتی ہے قایم اے دل
وہ زمیں رشکِ دہ اوجِ فلک ہوتی ہے
اس گلِ باغِ رسالت کی ہے خوشبو ہی الگ
دوسرے پھولوں میں کب ایسی مہک ہوتی ہے
خود بخود غیب سے بنجاتے ہیں اُسکے سب کام
جسے اس خلق کے حامی کی کمک ہوتی ہے
عبد و معبود میں کیا فرق نہ ہو جب سایہ
رمز یہ اور مجھے باعث شک ہوتی ہے
راہ یثرب میں کوئی دیکھے صبا کا چلنا
اسکی رفتار میں دلچسپ لٹک ہوتی ہے
یا ثنا خالقِ کونین کی یا نعت نبی
آسماں پر یہی تسبیح ملک ہوتی ہے

۱۸	عشق گھبرا نہیں واقف ہیں تری حال سے شاہ دیکھ تو کیسی مدد کیسی کمک ہوتی ہے	۳۰۷

دیکھکر شانِ نبی ہوتی ہے حیرت کیسی
آگئی عالمِ کثرت میں یہ وحدت کیسی
ہو گئی خلق میں مداح کی شہرت کیسی
یا نبی بات بنی تیری بدولت کیسی
فیض سے اسکے ہیں شاہانِ جہاں مالا مال
آپکے در کے گدا رکھتے ہیں دولت کیسی
فکرِ دنیا کی رہی کوئی نہ عقبیٰ کا خطر
ملگئی عشقِ نبی میں مجھے راحت کیسی
جب کوئی قافلہ جاتا ہے مدینہ کی طرف
ہائے رہ رہکے مجھے آتی ہے حسرت کیسی
یا نبی آپ کی صورت جو نظر آئیگی
ہوگی امت کو خوشی روزِ قیامت کیسی

پہلے ہی مانگ لیا اذن شفاعت حق سے
اپنی اُمت پہ ہے حضرت کی عنایت کیسی

تیرے کوچے کا جو ساکن ہے یہی کہتا ہے
جیتے جی خلد میں ہوں اور ہے جنت کیسی

اے سگ کوئے نبیؐ رشک ہے تجھ پر مجھ کو
تیری تقدیر میں لکھی ہے سعادت کیسی

آپکے خلق کا احوال سیر میں دیکھو
آپ ہر شخص سے کرتے تھے مروت کیسی

بہتری جن کی تھی کونین میں تجھ کو منظور
تجھ سے رکھتے تھے وہ کمبخت عداوت کیسی

کوئی پوچھے دل مومن سے کہ یہ کام و زباں
ذکر سے آپ کے پاتے ہیں حلاوت کیسی

یا نبی تیری محبت کے جو ہوتے ہیں حریص
وہ نہیں جانتے ہوتی ہے قناعت کیسی

آڑے آتے ہیں ہر اک وقت میں ہر مومن کے
اپنی اُمت کی وہ کرتے ہیں حمایت کیسی

کیوں نہ اصحاب نبی منتخب عالم ہوں
کس کے ہمراہ رہے ان کی تھی صحبت کیسی

ہر طلبگار کو کونین کی نعمت بخشی
اور ہوتا ہے کرم کیا سخاوت کیسی

یا نبی دور جو ہوں روضۂ اقدس سے ترے
مجکو رہتی ہے مقدر سے شکایت کیسی

٢٠	خواب میں جب ہوئی حضرت کی زیارت اے عشق عین بیداری طالع ہے وہ غفلت کیسی	٣٠٨

مجرئی مل نہ سکا شاہ کو قطرہ پانی
ظلم و بیداد کا سر سے ہوا اونچا پانی

کیا قیامت ہے کہ پیاسوں نے جو مانگا پانی
پھوٹ کر دینے لگا دل کا پھپھولا پانی

خدمت شاہ میں کیا دوڑ کر آتا پانی
لاکھ تلواروں میں بیچارہ گھرا تھا پانی

بند پانی جو ہوا شہ نے رفیقوں سے کہا
ہم غریبوں کے مقدر میں ہے ایذا پانی

دی نہ پیاسوں کو تسلی یہ خطا تھی ہماری
ہو گیا خلق میں اسواسطے ہلکا پانی

مانگا پانی جو کسی نے تو یہ حضرت نے کہا
آجکل گوہر نایاب ہے قطرہ پانی

روکے آنکھوں نے غم شہ میں بزرگی پائی
یہ وہ چشمے ہیں جہاں بہتے ہیں دریا پانی

گر مے بزمِ عزا کی کوئی دیکھے تاثیر
بہ رہا ہے مری آنکھوں سے اُبلتا پانی

دیکھ کر عابدِ بیمار کو سرور نے کہا
اب دوا کیسی غذا کس کی کہاں کا پانی

کر سکا خون لعینوں کا نہ اسکو گندا
تھا مگر شاہ کی تلوار کا بہتا پانی

خلفِ حیدرِ کرار کے وہ جوہر ہیں
جسپہ تلوار پڑی اسنے نہ مانگا پانی

لطف تو جب تھا جو گھیرے ہوئے تھے دریا کو
ان لعینوں کے گلے سے نہ اُترتا پانی

دیکھا روتے ہوئے شہ کو تو سکینہ نے کہا
اِن پیالوں میں یہ کیسا ہے چھلکتا پانی

نہر سے دیتے تھے عباس یہ رہ رہ کے صدا
ٹھہرو ٹھہرو ابھی لاتا ہوں سکینہ پانی

شاہ کے قدموں تک اپنے کو جو پہنچا نہ سکا
ہے ندامت ہے اسی شرم سے دریا پانی

تین دن تک نہ ملے ہائے غضب وائے غضب
مالکِ کوثر و تسنیم کو قطرا پانی

تالبِ شاہ نہ پہنچا یہ سزا ہے اوسکی
ہو گیا خلق میں مشہور جو کالا پانی

رن میں اعدا کو جلاتی ہے ڈبوتی ہے کبھی
تیغ حیدر تو نہیں آگ ہے یہ یا پانی

ابر بن کر جو اُٹھا ہاتھ علی اکبر کا
خوب میدان میں تلوار کا برسا پانی

٣٠٩	شور دریا نہیں یہ سنئے ذرا غور سے عشق پڑھ رہا ہے شہِ مظلوم کا نوحا پانی	٢٣

تین دن پائے نہ احمد کا نواسا پانی
بھر گئی کیوں نہ اس غم سے کلیجا پانی

آج آتا ہے وہ بھرنے لبِ دریا پانی
رُعب سے جسکے ہے شیروں کا کلیجا پانی

نارسائی کی خجالت سے ہے دریا پانی
منہ دکھائیگا شہِ تشنہ دہن کیا پانی

سمجھا کیا سنگ دو تونے جو روکا پانی
شہ اگر چاہتے پتھر سے نکلتا پانی

دیکھ کر لاش کو فرزند کی جب عشق آیا
آنسوؤں نے رخِ شبیر پہ چھڑکا پانی

اے ابن سعد ہے لعنت تری جلادی پہ
خون یہ آل پیمبر کا بہایا پانی

رہ گئے خشک زباں اپنی دکھا کر اصغر
نہ دیا ہائے کسی نے بھی ذرا سا پانی

فیض تھا تیغ دو پیکر کا یہ رن میں جاری
جس کو سیراب کیا اس نے نہ مانگا پانی

تشنگی یاد کرو فاطمہ کے لالوں کی
جب پیو اہل عزا پیاس میں ٹھنڈا پانی

تھا نہ منظور شہ تشنہ دہن کو ورنہ
نہر کچھ دور نہ تھی دوڑ کر آتا پانی

رہ گئیں موجیں بھی اُٹھ اُٹھ کے بصد بیتابی
شاہ کے صبر پہ بیچین رہا بہتا پانی

غوطے کھانے لگے میدان وغا میں اعدا
تیغ اکبر کا جو سر سے ہوا اونچا پانی

شاہ کو تشنہ لبی نے جو ستایا تو کہا
اب پیئے گا لب کوثر ہی یہ پیاسا پانی

شمر دریا کے نگہبانوں سے بولا ہشیار
لینے آتا ہے سکینہ کا وہ سقا پانی

پھر گئی تشنگی اہل حرم آنکھوں میں
دل بھر آیا مرا جب سامنے آیا پانی

کر دیا عون و محمدؐ نے تلاطم پیدا
تیغ پھیلانے لگی تا سر اعدا پانی

تیر اصغر کے جو گم دل پہ لگا ہائے غضب
ہو گیا غم سے شہ دیں کا کلیجا پانی

پی کے غصہ کو کیا صبر نہ کچھ منہ سے کہا
شہ نے اعدا کو جو پیتے ہوئے دیکھا پانی

اس رعایت سے بھی محروم رہے آل نبی
مرغ محبوس کو بھی دیتے ہیں دانا پانی

شہ کے ماتم میں اُمنڈ آئی ہے چھاتی اپنی
آج اسے دیدۂ تر خوب ہی برسا پانی

جسم کی جان ہی یہ جانتی ہے وجہ بقا
حق میں ہر اہل جہاں کے ہی مسیحا پانی

جوش پہ ہے غم شبیر خدا خیر کرے
چشم تر کا نظر آتا نہیں تھمتا پانی

۳۱۰	دے جگہ دل میں محبت کو علی کی اے عشق تجکو منظور ہے جنت میں اگر جا پانی	۲۸

کیا آرزو وصال کی بھی دلخراش ہے
ملتا نہیں ہے وہ مجھے جسکی تلاش ہے

بے سود بخیہ گری کی ہمیں اب تلاش ہے
دل پرزے پرزے اور جگر پاش پاش ہے

آوارہ پھر رہا ہے کسی کی تلاش ہے
میں کیا کہوں کہ دل کی کہاں بود و باش ہے

سنکر وہ ماجرا دل افگار کا مرے
بولے یہ داستاں تو بڑی دلخراش ہے

روندا ہے قتل کرکے وہ خود پوچھتا ہے پھر
کس شخص کی یہ لاش ہے کیوں پاش پاش ہے

خالی نہیں ہے دل کوئی تیرے خیال سے
جس گھر میں دیکھتا ہوں تری بود و باش ہے

ہر بات دل میں چبھتی ہے نشتر کی طرح سے
تقریر طعن بھی تری کیا دل خراش ہے

آپ اپنے ہی کو ڈھونڈھ رہا ہوں میں دیر سے
بت کی تلاش ہے نہ خدا کی تلاش ہے

کھویا گیا ہے کیوں دل دیوانہ آپ تو
یہ کسکی جستجو ہے یہ کس کی تلاش ہے

اپنے قتیل کی تمہیں پہچان کیا نہیں
ایک ایک سے جو پوچھتے ہو کسکی لاش ہے

کچھ احتیاج لقمہ تر منعم نہیں
ہم ہیں فقیر ہم کو بہت جو کی آش ہے

نکلا لہو میں ڈوب کے خنجر کسی کا جب
سمجھا یہ میں کہ میرے کلیجے کی قاش ہے

ابرو کا بل ہے ناخن غم سے سوا شریر
یہ ہے جو دلخراش تو وہ جاں خراش ہے

جسنے تمام عمر دیا غم پہ غم ہمیں
اس کے لئے ہماری دعا شاد باش ہے

حیرت ہے عمر رفتہ کا ملتا نہیں پتا
عالم میں ایک ایک کو اس کی تلاش ہے

آتا ہے کوئی ناز سے غلغال کی صدا
رہرو کے حق میں غلغلہ دور باش ہے

منہ پر ملی ہے خاک گریباں ہے چاک چاک
کیا تیرے عاشقوں کی تراش و خراش ہے

میرا یہ ہو کے ان کا طرفدار بن گیا
دل بھی بڑا شریر بڑا بدمعاش ہے

انکار عشق سے نہیں جو چاہو دو سزا
جرم اپنا ہے صریح خطا اپنی فاش ہے

رکھتے نہیں ہیں روکے سے غماض طفل اشک
اب راز درد عشق کوئی دم میں فاش ہے

ایجاد اسنے کی نہ ہو کوئی جفائے نو
سنتا ہوں آج یار کو میری تلاش ہے

عریانی بدن بھی ہے کیا خوشنما لباس
ساخت اسکی ادا اور ہی اس کی قماش ہے

گو یہ بھی ہے غلام اسی شاہ حسن کا
کیونکر کہوں رقیب کو میں خواجہ تاش ہے

دشنام سود ملتی ہیں سرکار یار سے
کھاتے ہیں ہم یہی یہی اپنی معاش ہے

آسودہ حال سا کو ملک عدم میں کیا
غم روزگار کا ہے نہ فکر معاش ہے

تدرانہ ہم سے لیتا ہی غیروں سے رشوتیں
دربان کوئے یار بڑا امد معاش ہے

پیدا کیے ہیں لاکھوں بتان پری جمال
سچ تو یہ ہے خدا بھی بڑا بت تراش ہے

۳۱۱	کہتے ہیں عشق سنکے غزل مجھ سے نکتہ رس اچھی تمہاری فکر ہے اچھی تلاش ہے	۲۰

تھا جستجو کا لطف مزے تھے تلاش کے
تنہا کسی جگہ نہیں ملتا وہ کاش کے

اُس نازنیں کے ہاتھ میں پتے ہیں تاش کے
پایا ہیں ورق ہمارے دل پاش پاش کے

زینت کا ہم فقیروں کو آتا ہے جب خیال
گدڑی میں ہم لگاتے ہیں پیوند تاش کے

جادو کا کام کرتا ہے حسن عذار یار
خال سیہ نہیں ہیں یہ دانے ہیں ماش کے

شیریں سے کم نہیں مری شیرینی سخن
فرہاد بن گیا ہوں میں مضموں تراش کے

پتھر کو لے کے قابل سجدہ بنا دیا
قربان جائیے ہنر بت تراش کے

ظالم کو آئیگا نہ وفا کا مری یقیں
رکھدوں جو اسکے سامنے دل بھی تراش کے

عاجز رفو سے چارہ گر عشق ہے مرا
کیا جانتے ہیں یہ پارہ دل کس قماش کے

نسبت نہیں صراحی بلور سے اسے
پہلو ہیں اور شیشہ دل کی تراش کے

گو ناتواں ہوں آبلہ پا ہیں سد راہ
ہیں دلمیں ولولے وہی اسکی تلاش کے

فرہاد کوئی عاشق کامل نہ تھا مگر
مشہور خلق ہو گیا پتھر تراش کے

اس طرح اینٹھتے ہیں جو مغرور بن کے یہ
کیا صاحب معاش بھی پتلے ہیں ماش کے

معلوم ہوتی قدر ہماری وفا کی کچھ
پالے جو پڑتے آپ کسی بدمعاش کے

ملتی نہیں ہے اب تو شریفوں کو بھیک تک
مسدود ہو گئے ہیں ذریعے معاش کے

آتا ہے کوئی میری عیادت کے واسطے
نعرے لگا رہی ہے اجل دورباش کے

سمجھے خدا ہی ناخنِ غم سے شبِ فراق
پھوڑا بنا دیا مرے دل کو خراش کے

دھبے نہیں ہیں خون کے قاتل کی تیغ پر
ٹکڑے ہیں یہ مرے جگرِ پاش پاش کے

تسکین قتل سے بھی نہ سفاک کو ہوئی
پرزے اڑا رہا ہے وہ اب میری لاش کے

یہ لعل بے بہا ہیں یہ یاقوت آب دار
ہیں جوہری کہاں جگرِ پاش پاش کے

۱۶	مضمون سُن کے اپنے دہان و کمر کا عشق قائل ہوئے ہیں دل سے وہ میری تلاش کے	۳۱۲

کیا غم جو کوئی زینتِ آغوش نہیں ہے
پہلو میں وہ دل دلمیں وہ اب جوش نہیں ہے

اللہ سے ایک ایک سرِ حشر کہوں گا
اے بُت تری بیداد فراموش نہیں ہے

بھولے سے بھی ہوتی نہیں اب یاد ہماری
کیا ہے بدی یاد فراموش نہیں ہے

زاہد تو ڈراتا ہے ہمیں جس کے غضب سے
کہدے وہ عطا پاش خطا پوش نہیں ہے

منھ پھیر لیا لذتِ دنیا کی طرف سے
جب جان لیا نیش ہے یہ نوش نہیں ہے

کرتا ہے سم آلود فلک نعمِ زمیں کو
اس خوان کے قابل تو یہ سرپوش نہیں ہے

نعلین بنا دیدۂ مشتاق کو لیکر
قابل ترے یہ پاؤں کی پاپوش نہیں ہے

گردش تری آنکھوں کی ہے یا گردشِ ساغر
وہ کون ہے جو بیخود و مدہوش نہیں ہے

گر حسن کا جلوہ ہے یہی اور یہی آنکھیں
وہ لاکھ حجابوں میں بھی روپوش نہیں ہے

سمجھے ہوئے ہے کھیل محبت کو مرا دل
ناداں ہے اسے عقل نہیں ہوش نہیں ہے

ہمراہ جوانی کے گئے ولولے سارے
پہلو میں وہی دل ہے مگر جوش نہیں ہے

ہر چند مزے کا ہے محبت کا فسانہ
کیا لطف اگر وہ ہمہ تن گوش نہیں ہے

سکتے میں بھی ہے وردِ زباں نام کسی کا — لب بند ہیں اس پر بھی یہ خاموش نہیں ہے
ظالم تری چالوں کو سمجھتا ہے مرا دل — ایسا بھی یہ لایعقل و مدہوش نہیں ہے
بول اٹھتی ہے لاکھوں میں ہزاروں میں اداسی — تصویر بھی اس شوخ کی خاموش نہیں ہے

۳۱۳	ماتم ہے جوانوں کا نصیبِ فلکِ پیر بے وجہ یہ اے عشق سیہ پوش نہیں ہے	۱۴

گو دور ہے آنکھوں سے ہم آغوش نہیں ہے — قربان تصور کے وہ رو پوش نہیں ہے
نشہ بھی جوانی کا عجب چیز ہے ساقی — اس دور میں ہے کون جو مدہوش نہیں ہے
انمول ہے ہر اشک بھی گر قدر سی دیکھو — گو آپکا یہ دُرِّ بنا گوش نہیں ہے
پینے کو لہو دل کا ہے کھانے کو غمِ ہجر — عشاق کو کچھ فکرِ خور و نوش نہیں ہے
ہیں معتقدِ پیرِ خرابات ہوں دل سے — ایسا تو کوئی پیرِ سفا کوش نہیں ہے
کیوں آکے یہاں بیٹھنے کو شرم ہے صاحب — محفل بھی مری حلقۂ آغوش نہیں ہے
ہر چند تجلی گہِ دلدار ہیں آنکھیں — موسیٰ کی طرح دل مرا [illegible]
اب دیکھیے رنگ اپنا دکھاتا ہے اثر کیا — دل نالہ و فریاد سے خاموش نہیں ہے
جلکو ہوا یوں راکھ کہ اٹھا نہ دھواں تک — پھر کیا ہے جو دل آتشِ خاموش نہیں ہے
جاتا ہے اگر روٹھ کے جانے دے عدو کو — محتاج تو اسکی تری پاپوش نہیں ہے
کچھ اس سے سرو راے غمِ دلدار نہوگا — خونِ جگر و دل سے سرجوش نہیں ہے
پتھر ہے کہ دل اس بت کافر کا الٰہی — فریاد سے عاشق کبھی خاموش نہیں ہے
تلوار رکی چل کے نہ ان کی سرِ مقتل — وہ کون ہے جو آج سبکدوش نہیں ہے

۳۱۴	جھوٹی سے بھی انکار نہیں درد ہو یا صاف کیونکہ یہ کہوں عشق بلا نوش نہیں ہے	۱۴

دل یار کے ملنے سے جو مایوس نہیں ہے
جاتی کسی عاشق کی پیٹے غم سے تو کیا غم
صیاد دھڑکنے پہ نہ جا طائر دل کے
ہو جاتی ہے سیدھی بھی مری بات الٹی
اللہ بچائے دلِ پروانہ منش کو
اے طفل حسیں کام کی تیرے نہیں یہ شے
عاشق کا لہو رنگ حنا شور قیامت
لکھی ہے مقدر میں ترے خانہ خرابی
پردے سے چھپے گی مہ ترے رخ کی تجلی
اے بت ترے دل کو یہ ہوا کیا ہی ہسکی
جاں ہست پے قالب انساں دل روشن
چھپتی ہی نہیں اس سے مرے دل کی کوئی بات
دل دیکھے چرانے کا نہیں جاؤ فاسے
بہ ربح ہے باقی نہ رہی یاد کسی کی

کھو جانے کا اپنے مجھے افسوس نہیں ہے
اس شوخ کی کچھ پردۂ ناموس نہیں ہے
یہ تار و گرفتار ہے مایوس نہیں ہے
قسمت کا تو لکھا خط معکوس نہیں ہے
رخ یار کا شمع تہ فانوس نہیں ہے
داغِ دل سوزاں پر طاؤس نہیں ہے
وہ کون ہے جو آپ کا پابوس نہیں ہے
اے دل قدم عشق تو منحوس نہیں ہے
مانع اثر شمع کا فانوس نہیں ہے
فریاد مری نالہ ناقوس نہیں ہے
بے شمع کسی کام کی فانوس نہیں ہے
بڑھکر نظر یار سے جاسوس نہیں ہے
جو عاشق صادق ہے وہ مایوس نہیں ہے
اے دل ترے جانے کا تو افسوس نہیں ہے

۳۱۵	بدنام نہ ہو جا د صحبت میں کسی کی اے عشق تمہیں کیا سر ناموس نہیں ہے	۳۰

اے شوخ کوئی تیرے مقابل میں نہیں ہے
کہتے ہیں جسے چین سکون صبر تحمل
کیا ناوک قاتل کی کروں آج تواضع
جلتی ہے اگر شمع تو پروانہ طپاں ہے

یہ حسن یہ خوبی کسی کامل میں نہیں ہے
ظالم تری چتون میں مرے دل میں نہیں ہے
اک خون کا قطرہ بھی مرے دل میں نہیں ہے
آسودہ کوئی آپ کی محفل میں نہیں ہے

انبار شہیدوں کے ہیں کشتوں کے ہیں پشتے
تل دھرنے کی جا کوچۂ قاتل میں نہیں ہے

ضد بھی ہے شرارت بھی ہے کینہ بھی ہے لیکن
کہتے ہیں جسے رحم ترے دل میں نہیں ہے

مشتاق شہادت مرا سر بھی ہے گلا بھی
کیا کیجئے دم خنجر قاتل میں نہیں ہے

آئینہ میں لڑتی ہیں نگاہوں سے نگاہیں
کیونکر یہ کہوں جان مقابل میں نہیں ہے

جاری ہے خدا کی بھی بتوں کی بھی پرستش
فرق اور دوئی کچھ حق و باطل میں نہیں ہے

کیوں غنچہ کا دل خوں ہے گل چاک گریباں
تاثیر اگر شور عنادل میں نہیں ہے

کیوں خاک اڑاتا ہے پس ناقہ و محمل
لیلے مگر اے قیس ترے دل میں نہیں ہے

جب دیکھئے ہے سامنے آنکھوں کے بیاباں
دیوانہ ترا بند سلاسل میں نہیں ہے

وہ تیغ کو چمکا کے یہ کہتا ہے کہ دیکھوں
بجلی کی تڑپ کیوں مرے بسمل میں نہیں ہے

دعوے جو کیا عشق کا وہ طنز سے بولے
جو تیری زباں پر ہے ترے دل میں نہیں ہے

آنا ہو تو آجاؤ یہی گو یہی میدان
کیا فائدہ اقرار سے گر دل میں نہیں ہے

کیا قہر ہے کہنا یہ پس وصل کسی کا
اب تو کوئی ارمان ترے دل میں نہیں ہے

اب جا کے کہے کون مرا شوق شہادت
قاصد کا گذر کوچۂ قاتل میں نہیں ہے

لوٹا ہے غم و درد و الم نے مجھے ایسا
اب نام کو بھی ایک خوشی دل میں نہیں ہے

گھڑیوں کا شب ہجر کے دشوار ہے گھٹنا
اتنی تو سکت عقدۂ انامل میں نہیں ہے

تلوار کے پانی سے بجھی شوق کی سب آگ
اب نام کو گرمی تن بسمل میں نہیں ہے

اللہ کا گھر تو ہے یہی شیخ و برہمن
تم ڈھونڈھتے ہو جسکو وہ کیا دل میں نہیں ہے

اک بوسہ بھی اسنے نہ دیا حسن کی خیرات
حسرت کے سوا کچھ کف سائل میں نہیں ہے

تو چاہے تو آساں ہے دم بھر میں الٰہی
مشکل یہ ہماری کسی مشکل میں نہیں ہے

کیا خاک رہوں منتظر آمد جاناں
کمبخت اثر ہی کشش دل میں نہیں ہے

مرکر بھی ٹھکانے نہ لگا اپنا دل زار	آرام مگر عشق کی منزل میں نہیں ہے
کر لیتے ہیں دل سکے ادا سے وہ مسخر	یہ بات کسی حور شمایل میں نہیں ہے
بل پیچ کجی تاب شکن طول سیاہی	کیا کیا تری اک زلف مسلسل میں نہیں ہے
یہ اصل ہے وہ نقل ہے یہ نور وہ سایہ	آئینہ بھی اب انکے مقابل میں نہیں ہے
لکھے تو غزل رنگ میں استاد کے کوئی	خوبی زباں دعوی باطل میں نہیں ہے

۳۱۶	اس ایک میں ہے عشق دو عالم کی سمائی میں کیا کہوں کیا دل میں ہے کیا دل میں نہیں ہے	۲۷

وہ آج دور سے آنکھیں مجھے دکھا کے چلے
نگاہ قہر و غضب کا ہدف بنا کے چلے

ہمارے پاس شب وعدہ یوں وہ آکے چلے
کہ جیسے خواب میں صورت کوئی دکھا کے چلے

چلے جو راہ فنا میں وہ اس ادا سے چلے
برنگ نقش قدم آپ کو مٹا کے چلے

وہ پائنچوں کو اٹھا کر کچھ اس ادا سے چلے
نہ کہہ سکا کوئی عاشق ہمیں مٹا کے چلے

لگا کے اس کو وہ ٹھوکر کچھ اس ادا سے چلے
پکار اٹھا فتنۂ محشر مجھے مٹا کے چلے

خلل نہ نیند میں اس مست ناز کی آ ئے
صبا سے کہدو ذرا پاؤں وہ دبا کے چلے

کرم کی آس بڑھاتی تھی رد کتے تھے گناہ

عجیب طرح سے ہم سامنے خدا کے چلے
کہا تھا کیوں کہ کبھی آؤ فاتحہ کے لئے
نشان تک وہ مری قبر کا مٹا کے چلے

جو اُٹھے کوچہ جاناں سے خاک ہو کر ہم
تو بوئے گل کی طرح دوش پہ ہوا کے چلے
مآلِ اُلفتِ دُنیا ندامتیں ٹھہریں
یہاں جو آئے کفن میں وہ مُنہ چھپا کے چلے

نئی طرح سے ہوا وعدہ وصل کا پُورا
وہ آئے اور نظر سے نظر ملا کے چلے
چراغِ ظلم ستمگار جھلملانے لگا،
ہماری آہ کے جھونکے کچھ اس بلا کے چلے

صفائی دیکھ کے ساعد کی مر مٹے لاکھوں
جو میرے قتل کو وہ آستیں چڑھا کے چلے
نہیں ہے کام کی شے کوئی غیر حُسنِ عمل
ہم ایک ایک کو دُنیا میں آزما کے چلے

بلند رتبہ سمجھتے ہیں سقف چرخ کو پست
یہ جب زمیں پہ چلے اپنا سر جھکا کے چلے
یہی ہے ضعف کا عالم تو کیا عجب اے دل
جو اپنی سانس بھی سینہ میں لڑکھڑا کے چلے

بروزِ حشر بھی چوکے نہ چال سے اپنی

کیا سلام جو جھک کر وہ مسکرا کے چلے

سوال بوسہ میں کیا جانے کیا ملا تھا زہر
وہ مجھ سے کڑوے ہوئے نقط سنا کے چلے

قضا بھی لوٹ گئی دیکھ کر اثر ان کا
کمان ناز سے جب تیر کج ادا کے چلے

جو حس میں آئی جا ہو کہ ٹھہر کر گذرے
وہ کہے پر نہ کسی غیر و آشنا کے چلے

جو ٹوکا راہ میں دشمن کے ساتھ جاتے ہوئے
بہت ہی بگڑے وہ کچھ منہ میں بڑبڑا کے چلے

فرشتے بار محبت کو دیکھ کر بولے
مجال کس کی جو اس بوجھ کو اٹھا کے چلے

وہاں سے ہم نہ ٹلے پھر مثال نقش قدم
وہ اپنی راہ میں ہم کو جہاں بٹھا کے چلے

فغاں کے ساتھ نکل آئے آنکھ سے یوں اشک
کہ جیسے قافلہ آواز پر درا کے چلے

اگر پہنچنا ہے منزل پہ وقت سے پہلے
کہو یہ سالک رہ سے قدم اٹھا کے چلے

ہر ایک گام پہ کھٹکا لگا ہے ٹھوکر کا
رہ وفا میں کوئی کیا قدم اٹھا کے چلے

۲۰	مآل صبح شب وصل کیا کہوں اے عشق جنھوں نے ہم کو ہنسایا وہی رلا کے چلے	۳۱۷

کیوں مانگوں کسی اور سے کچھ دے تو خدا دے
جو آپ ہی بھوکا ہو وہ محتاج کو کیا دے

اے جذبِ وفا دل کو مرے اسکے ملا دے
پردہ جو دوئی کا ہے اسے صاف ہٹا دے

سفاک صفائی کا کوئی ہاتھ لگا کر
جھگڑا ہی تن و سر کا مرے آج مٹا دے

اچھوں کا برا کام بھی اچھا ہے جہاں میں
تو ہاتھ سے اپنے مجھے جو چاہے سزا دے

ہم نقد کو نسیہ سے بدلتے نہیں ساقی
جو کل کے لئے رکھی ہے وہ آج پلا دے

کہتا ہے شبِ وعدہ مرا شوق یہ مجھ سے
آتا ہے کوئی راہ میں آنکھوں کو بچھا دے

سنتا ہی نہیں کان لگا کر کبھی وہ بت
افسانۂ الفت مرا کیا خاک مزا دے

ہوگا نہ افاقہ مجھے اب موت کے غش سے
تو زلف سنگھا اپنی کہ دامن کی ہوا دے

کہتے ہیں محبت میں نہیں کوئی کسی کا
ڈرتا ہوں کہ دل وقت پہ مجکو نہ دغا دے

کیا اس بتِ کافر سے ہو وعدے کی توقع
جو مطلب دل کو مرے باتوں میں اڑا دے

میراث کسی کی ہے نہ یہ ملک کسی کی
دولت ہے خدا داد جسے چاہے خدا دے

دشوار ہے جو مجکو وہ آسان ہے تجھ کو
یارب مرے بگڑے ہوئے سب کام بنا دے

کیا خاک مری نشو و نما کی وہ کرے قدر
ہر روز مرے نام کو جو لکھ کے مٹا دے

تھک جاتے ہیں جب قتل سے کہتے ہیں ادا سے
اتنا نہیں کوئی جو مرا ہاتھ بٹا دے

دے جان محبت میں کسی کے دلِ شیدا
جو منہ سے کہا ہے اسے اب کر کے دکھا دے

تو پیار کرے جسکو وہ ہے پیار کے قابل
یا غیر سے دلوا مجھے بوسہ کوئی یا دے

ہے راہ نمائی کا اگر خضر کو دعویٰ
رستہ وہ مجھے کوئی محبت کا بتا دے

پھر جا کے یہ آنے کی نہیں اے بتِ نادان
غیروں میں نہ یوں حسن کی دولت کو لٹا دے

منحوس سمجھتے ہیں وہ رونے کو کسی کے
اے اشک مجھے آنکھ سے انکی نہ گرا دے

کیوں حسن طبیعت پہ مرے غیر کو ہو رشک

٣١٨ — حصہ یہ اسی کا ہے جسے عشق خدا دے — ٢١

ساقی وہ مے صاف مجھے آج پلا دے
آئینہ روشن جگر و دل کو بنا دے

پردہ رخ پر نور سے اے شوخ ہٹا کر
بجلی دل عشاق پہ اک بار گرا دے

مایوس ہو کیا کوئی بشر حسن رب سے
بے مانگے ہی دیتا ہے جو مانگو تو سوا دے

تڑپانہ بہت قتل کے پیاسوں کو ستمگر
آب دم شمشیر انہیں جلد پلا دے

ہے زیست مری وصل کے اقرار پہ موقوف
بجائے ابھی کام رہاں تو جو ہلا دے

بوسہ کا سوال اُنسے جو کرتا ہوں کبھی میں
منہ پھیر کے کہتے ہیں جواب اسکو خدا دے

کہتے ہیں خدا جسکو وہ کچھ دور نہیں ہے
لناں اگر پردہ غفلت کو اُٹھا دے

اس جلوۂ عارض سے مجھے خوف لگا ہے
ہر طالب دیدار کو موسٰے نہ بنا دے

لازم ہے حذر آہ شرر بار سے ہر دم
ایسا نہو اے دل یہ تجھے آگ لگا دے

دریا سہی طوفان سہی اے اشک رواں تو
کیا فائدہ گر دل کی لگی کو نہ بجھا دے

اے پیر مغاں دوں کی لیتا ہی بہت شیخ
اک جام مے توبہ شکن اس کو پلا دے

دل شیشہ نازک ہے کہیں ٹوٹ نہ جائے
اے وعدۂ محشر مری امید بندھا دے

تھرائے اگر عرش تو کیا فائدہ اے دل
فریاد سے دل اس بت کافر کا ہلا دے

ڈرتا ہوں نزاکت سے نہ رکجائے کہیں ہاتھ
اے شوق شہادت دل قاتل کو بڑھا دے

بیمار محبت نہ بچا ہے نہ بچیگا
تدبیر کوئی لاکھ کرے لاکھ دوا دے

دم لے کے ذرا دل کی تو کہنے دے کسی سے
اتنا بھی نہ مجھکو طپش شوق لٹا دے

ان بھول بھلیاں سے نکلنا نہیں آسان
اے خضر جدا عشق و محبت کے ہیں جادے

کر دیجے کسی گوشہ میں مری لاش کو مدفون
ہر طرح سے اس خون کو سفاک چھپا دے

انداز و ادا کو ترے حاصل ہے یہ قدرت
چاہے جسے اک آن میں تڑپا دے لٹا دے

۳۱۹	اس کافر بدکیش سے اے عشق بڑھا ربط دن رات دعائیں ہیں کہ اللہ نبھا دے	۱۵

آبرو مجھسے زباں اسنے سنبھالی نہ گئی
چھیڑ ہر وقت کی ہر بار کی گالی نہ گئی

عشق میں دل تو گیا تیفتہ حالی نہ گئی
میرے ٹالے یہ مصیبت مری ٹالی نہ گئی

دل میں اس کافر بدکیش کے اچھی کہ بری
بات جو پھنس گئی پھر وہ نکالی نہ گئی

دے کے دل شاد ادھر ہم کہ ٹلی ایک بلا
وہ ادھر خوش کہ مری بات تو خالی نہ گئی

دہن یار کا مضمون نہ سمجھ میں آیا
بات میں بات یہاں کوئی نکالی نہ گئی

دل تڑپتا ہے ادھر اور ادھر میرا جگر
چوٹ کوئی نگہ ناز کی خالی نہ گئی

دل کو تو چیر کے پہلو سے نکالا لیکن
دل سے ظالم خلش عشق نکالی نہ گئی

نہ مٹا دل سے تری زلف پریشاں کا خیال
مرتے دم تک مری آشفتہ خیالی نہ گئی

کیا نزاکت ہے کہ اس شوخ ستم پیشہ سے
آنکھ بھی عاشق دل خستہ پہ ڈالی نہ گئی

ڈھل گیا حسن مگر آپ کی شوخی ہے وہی
رنگ لب کا تو اڑا پان کی لالی نہ گئی

وہ عیادت کو مری آکے یہ فرماتے ہیں
کیسا بیمار ہے چہرے کی بحالی نہ گئی

بات کچھ گوہر نایاب نہ تھی عاشق کی
اسلئے کان میں اس شوخ کے ڈالی نہ گئی

انکی خدمت میں گئی جان بھی اپنی لیکن
روز کی برطرفی اور بحالی نہ گئی

ایسا سانچا نہ بنا بدلے ہزاروں قالب
کسی صناع سے صورت تری ڈھالی نہ گئی

۳۲۰	ان کی خلوت میں بھی جلوت کا سماں ہے اے عشق آمد و رفت حوالی و موالی نہ گئی	۱۵

دل ہی شے مجھسے مری جان سنبھالی نہ گئی
ایسی کچھ آپ کی خاطر تھی کہ ٹالی نہ گئی

حسرت قتل مری ان سے نکالی نہ گئی
ناز کی کا ہو برا تیغ سنبھالی نہ گئی

جس طرح آپ نے محفل سے نکالا مجھ کو
اسطرح حسرت دل کوئی نکالی نہ گئی

شیخ توبہ کی طرح کوئی نہیں بے وقعت
کب یہ میخانے میں آئی کہ نکالی نہ گئی

آپ کے حسن کو کیا عیب لگائیگا کوئی
خاک خورشید جہانتاب پہ ڈالی نہ گئی

تو ستا کر ہمیں پچتائے گا یہ یاد رہے
آہ مظلوم کی ظالم کبھی خالی نہ گئی

وصل میں بھی نہ ملا دل سے مرے یار کا دل
باہمی فصل جنوبی و شمالی نہ گئی

لامکاں دور نہ تھا عرش بھی مستور نہ تھا
اسطرف اپنی مگر ہمت عالی نہ گئی

وہ نہ میرے دل شیدا کے خریدار ہے
جنس دو چار کو جبتک یہ دکھالی نہ گئی

محتسب بندۂ بے دام تھا رندوں کا
ساقیا روز کی بے کار پیالی نہ گئی

مہر لب حضرت منصور کا افسانہ ہوا
منہ سے حق بات زمانے میں نکالی نہ گئی

آپکا تیر نظر اور طبیعت میری
ایک روکا نہ گیا ایک سبنھالی نہ گئی

درد اور عشق ہیں اک جان دو قالب گویا
پھوٹ دو نوں میں کسی طرح سے ڈالی نہ گئی

کیا نزاکت مرے ساقی کی ہے اللہ اللہ
جام میں اس سے مے ناب بھی ڈالی نہ گئی

۳۲۱	دل گیا جان گئی اونکے طلب میں لیکن عشق بے ہودہ تری خام خیالی نہ گئی	۱۵

مجال بات کی ہوتی تو گفتگو کرتے
سوال وصل ہم اس بت سے دو بدو کرتے

مریض غم سے جو ہوتی انہیں محبت کچھ
کبھی تو سورۂ اخلاص پڑھ کے چھو کرتے

لگاتے منہ نہ رقیبوں کو تم اگر سر بزم
مجال تھی جو وہ یوں ہم سے گفتگو کرتے

کسی کو ہوتی بھی جرات زبان درازی کی
ہم اسطرح جو نہ دب دب کے گفتگو کرتے

سیاہ کاروں کے ہوجاتے نور کے چہرے
جو یہ کبھی عرق شرم سے وضو کرتے

نماز میں نئی کیفیتیں نظر آئیں
شراب ناب سے زاہد اگر وضو کرتے

خیال کس کا بندھا رہتا ہے خدا جانے
کہ اپنے آپ انہیں دیکھا ہی گفتگو کرتے

دہن نہیں سہی کیا ہو گیا اشاروں کو
وہ آنکھوں آنکھوں میں کچھ ہم سے گفتگو کرتے

تمہارے وصل کا ہوتا اگر یقیں ہم کو
شب فراق نہ مرنے کی آرزو کرتے

نظر نہ آئی کوئی چیز ایسی دنیا میں
بتوں کے ہوتے جو ہم اسکی آرزو کرتے

خدا کی ذات کو قید جہت نہیں واجب
گناہ کیا تھا اگر سجدہ چار سو کرتے

زبان انکی جدا تھی زبان اپنی جدا
لحد میں حال فرشتوں سے گفتگو کرتے

نہ ہوتی قدر اگر حسن کی زمانے میں
کبھی وہاں نہ اس طرح خوبرو کرتے

نہیں ہیں تار یہ کچھ دامن گریباں کے
جگر کے ٹکڑوں کو کیا خاک کہ ہم رفو کرتے

امید ہوتی جو اے عشق ہم کو ملنے کی
تلاش اس بت کافر کی کو بہ کو کرتے

مژدہ اے بلبل کہ اک تازی بہار آنے کو ہے
پھر سیر گلستاں وہ گلعذار آنے کو ہے

کس خوشی کے دن ہوا ہے غم میسر مجھ کو ہائے
لاش پر دشمن کی کوئی سوگوار آنے کو ہے

دیکھیں اب اڑ اڑ کے اپنی خاک کیا ڈھاتی ہے حشر
جانب مدفن وہ طفل نے سوار آنے کو ہے

کچھ کچھ ابھرا سا نظر آتا ہے سینہ یار کا
نونہال حسن میں اس سال بار آنے کو ہے

شیخ سے ذکر قیامت سن کے کہہ اٹھتا ہوں میں
مژدہ باد اے دل کہ روز وصل یار آنے کو ہے

غیر کے رونے سے یہ طوفان رکنے کا نہیں
آپ کے کوچے میں کوئی اشکبار آنے کو ہے

کنج زنداں سے نہیں کوئی رہائی کی امید
مجکو کیا سو بار آئے گر بہار آنے کو ہے

دیکھتی ہے چار سو رہ رہ کے کیا چشم حباب
کون بہر غسل سوئے جوئبار آنے کو ہے

حشر سے پہلے اگر ہم جی اٹھیں تو کیا عجب
یار بہر فاتحہ سوئے مزار آنے کو ہے

خیر تیری اب نظر آتی نہیں اے جان زار
اس ستم آئیں پہ دل بے اختیار آنے کو ہے

بے سبب بل کی نہیں لیتی ہے وہ زلف دوتا
آج اس کے دام میں کوئی شکار آنے کو ہے

چین سے بیٹھا ہوا ہے محفل دشمن میں کیا
بے خبر اے شوخ کوئی بیقرار آنے کو ہے

تھی جہاں منظور ذلت میری شان کبریا
آج اس محفل سے دشمن شرمسار آنے کو ہے

وعدۂ فردا نہیں کچھ دیر دم لے صبر کر
وہ گھڑی بھی اے دل پر اضطرار آنے کو ہے

خاکساری نے مری مٹی یہاں تک کی پلید
دل میں اہل آئینہ دل کے اب غبار آنے کو ہے

بادۂ گلگوں سے بھر دے شیشہ و ساغر شتاب
بدلی ہے ساقی ہوا فصلِ بہار آنے کو ہے

کرکے مجکو قتل بول اٹھا وہ ترک تیغ زن
کیا ابھی مقتل میں کوئی جاں نثار آنے کو ہے

دے بھی دو بوسہ کہاں کی شرم مجھسے کیا لحاظ
اس تمنا میں لبوں پر جانِ زار آنے کو ہے

مژدہ اے جوشِ جنوں اے وحشتِ خاطر نوید
زخم پھر آلے ہوئے فصل بہار آنے کو ہے

دیکھیے کیا حشر ڈہاتی ہیں تمنائیں مری
ہے شبِ غم ختم روزِ وصل یار آنے کو ہے

ایدلِ ناکام لے اب چین کر آرام پا
مٹ چکی ہیں ساری اُمیدیں قرار آنیکو ہے

۱۸	عشق وہ سفاک آتا ہے ادہر خنجر بکف ایک تازہ معرکہ بر روئے کار آنے کو ہے	۳۲۳

وہ کڑے دل کے ہیں دم عشق کا بھرنیوالے
دم بھی نکلے تو کبھی اُف نہیں کرنیوالے

رہرو راہ عدم جائیں پس و پیش تو کیا
ہیں یہ سب ایک ہی منزل پہ ٹھہرنیوالے

وہ سروکار قضا سے نہیں رکھتے کوئی
جو اداؤں پہ تری دل سے ہیں مرنیوالے

دم بھر بنجائے کہ ٹوٹے دلِ شیدا پہ ستم
دم نہیں مارتے دم آپ کا بھرنیوالے

تم تو انگشت نما ہاتھ لگا کر نہ ہو
ایکدن آپ ہی مرجائیں گے مرنیوالے

کل بھر حشر دکھائیگا خدا کو کیا مُنہ
ابھی مرے پاس سے انجان گذرنیوالے

امتحاں آپ لیں سو بار تو کیا ہوتا ہے
دل چرانے کے نہیں جی سے گذرنیوالے

ہے وہ گرداب بلا بحر محبت اے دل
اسکے ڈوبے نہیں تا حشر ابھرنے والے

منتظر وعدہ کی شب زندہ رہے یا نہ رہے
تو سلامت رہے اے شوخ سنورنے والے

شوق زینت ہو تو کیا جانے کیا صورت ہو
سادگی پر ہیں ترے سیکڑوں مرنیوالے

جاں بلب آ چکے ہیں کوئی گھڑی کے مہماں
رہ گئے لاکھ نہیں بس یہ ٹھہرنے والے

لیجئے تیغ کہ جاں باروں کے جوہر کھلجائیں
بھاگنے والے ہیں سب پایا ہیں ٹھہرنیوالے

کیسے عیسیٰ ہو یہ اعجاز نمائی کیسی
دیکھتے رہ گئے تم مرگئے مرنے والے

طعن آمیز سخن ہیں ترے اے تنگ دہن
تیز نشتر سے سوا دلمیں اُترنے والے

یاد ہے مجکو وہ طفلی کا زمانہ اب تک
ہائے کیا دن تھے فراغت سے گذرنیوالے

آپ کے وعدۂ فردا کا دکچھہ ایسا یقیں
حسرتیں ساتھ لئے جاتے ہیں مرنیوالے

جان تو دیدیں گے مگر بات نہ جانے دینگے
ہم نہیں تیری طرح کہہ کے مکرنے والے

۱۶	رنگ شوخی جو یہی ہے تو خدا حافظ ہے عشق پیدمیں نہیں اب وہ ٹھہرنے والے	۳۲۴

واہ کیا پیر مغاں کی بات ہے
ذات اس کی قبلۂ حاجات ہے

ایک ہی لاکھوں میں تو اے نازنیں
تیرا کیا کہنا تری کیا بات ہے

رازداری کی قسم کھاتے ہیں ہم
شوق سے کہئے جو دل کی بات ہے

بولے میرے گریۂ شادی پہ وہ
کیسی یہ بے فصل کی برسات ہے

مانگتے ہیں دل کبھی وہ زر کبھی
اپنے ہی مطلب کی ہر جا بات ہے

منہ میں بھر آتا ہے پانی شیخ کے
ذکر مے بھی کس مزے کی بات ہے

آشنا رند کی تو اے دختِ رز
چار پیسوں کی تری اوقات ہے

وہ ملاتے ہیں دمِ رخصت جو ہاتھ
ایک یہ بھی دلبری کی گھات ہے

عاشقوں کی یوں تو ہوتی ہے خراب
آپ پر مرتے ہیں اتنی بات ہے

جھوٹ وعدوں کا بھی ہوتا ہے یقین
آپکے ارشاد کی کیا بات ہے

غیر سے مصروف سرگوشی ہیں وہ
ہو نہو میری ہی کوئی بات ہے

فاقہ سے میرا مدار زندگی
اب توکل پر سر اوقات ہے

بات وہ کرتے نہیں منہ جوڑ کر
یہ بھی قسمت کی مری اک بات ہے

رعب ہے مانع یہ کس کا روز حشر
منہ نہیں کھلتا مرا کیا بات ہے

حور و غلماں میں نکلنے کی نہیں
تجھ میں اے رشک پری جو بات ہے

٣٢٥ — ١۵

عشق کی یارب دعا ہو مستجاب
نام تیرا قاضی الحاجات ہے

حشر کا نام نہ لو حشر میں کیا رکھا ہے
فیصلہ آج کا کیوں کل پہ اٹھا رکھا ہے

ابھرا ابھرا نظر آتا ہے جو سینہ تیرا
تو نے انگیا میں یہ کیا ہم سے چھپا رکھا ہے

لے نہ اے دستِ جنوں حسرتِ خاطر کی ہیت
نام سے تار کے اب جیب میں کیا رکھا ہے

میرے پہلو میں نہیں یہ دلِ پر خوں میرا
ایک شیشہ ہے کہ صہبا سے بھرا رکھا ہے

ہم نہیں تجھ سے زمانہ میں طلبگار عروج
ائے فلک خاک میں کیوں مفت ملا رکھا ہے

جاگے جب تیا ہوں آواز وہ بول اٹھتے ہیں
سر پہ کمبخت نے گھر میرا اٹھا رکھا ہے

دیکھئے جب ہی عدو ساتھ برنگ سایہ
تم نے پیچھا لایہ کیوں پیچھے لگا رکھا ہے

اس خطا پر مرے پہلو کو وہ کرتے ہیں فگار
کیوں تمنا کو مری دل میں چھپا رکھا ہے

درد ملتا ہیں یہی کبھی زخم جگر میں ہے کبھی
عشق نے ایک نہ اک روگ لگا رکھا ہے

شیخ کی پوچھو نہ کچھ رندوں نے میخانہ میں
دیکھے چلو اسے الو ہی بنا رکھا ہے

زلف چنچال نہ بیجائے کہیں ڈرتا ہوں
تمنے تو اسکو بہت سر پہ چڑھا رکھا ہے

مردم چشم نہیں سحر کے پتلے ہیں یہ
طرفہ جادو تری آنکھوں نے جگا رکھا ہے

دل کی فریاد نہ لائے سر محشر کوئی رنگ
تمنے بیداد سے کیوں اسکو ستا رکھا ہے

ہاں نہیں جو تمہیں منظور ہے وعدے پہ کہو
مفت کیوں روز کا جھگڑا یہ لگا رکھا ہے

۳۲۶	دیں اس دشمن ایماں سے بچا کر ای عشق وقت آخر کے لئے ہم نے لگا رکھا ہے	۱۹

اعلیٰ جو تھے وہ آج ہیں ادنا بنے ہوئے
ادنا غلام پھرتے ہیں آقا بنے ہوئے

کس بد نصیب کی آئی ہیں شامتیں
بیٹھے ہیں کیوں وہ آگ بگولا بنے ہوئے

ایتے ہیں شوق وصل میں عمر اپنی ہم بسر
[illegible] وہ تمنا بنے ہوئے

اے چرخ جور پیشہ ترے دست جور سے
بگڑے ہیں گھر ہزاروں کیا کیا بنے ہوئے

بھڑکی ہے آگ حسن کی پانی سے دیکھنا
نکلے ہیں وہ نہا کے بھبھوکا بنے ہوئے

دعوے تھا عقل و ہوش کا اپنے جنھیں بہت
پھرتے ہیں آج وہ ترے شیدا بنے ہوئے

کہدے یہ اُنسے کوئی کہ عاشق ہے نزع میں
آئیں شتاب رشک مسیحا بنے ہوئے

جوش جنوں کدھر ہے بنے آکے میہماں
مدت ہوئی ہے گھر مرا صحرا بنے ہوئے

اس اضطراب سے ترے اے بیقرار دل
بگڑے ہیں کام عشق میں کیا کیا بنے ہوئے

مشتاق تیرے جلوہ کے اے شوخ سیکڑوں
افتادہ زیر بام ہیں موسےٰ بنے ہوئے

مٹنے کے واسطے تری راہ وفا میں ہم
بیٹھے ہوئے ہیں نقش کف پا بنے ہوئے

مشہور خلق عشق نے یہ کچھ کیا ہمیں
نا آشنا بھی سب ہیں شناسا بنے ہوئے

اغیار بھی بلا ہیں مگر اے پری جمال
رہتے ہیں تیرے ساتھ جو سایہ بنے ہوئے

دام خیال کو کوئی پھیلائے خاک اب
مضمون اس کمر کے ہیں عنقا بنے ہوئے

باطن میں سب سے بڑھکے ہیں دنیا پرست وہ	ظاہر میں ہیں جو طالب عقبا بنے ہوئے
برگشتہ قسمتی کا برا ہو کہ آج کل	تھے جتنے دوست اب ہیں وہ اعدا بنے ہوئے

۳۲۷	عقبیٰ کی فکر اب تمہیں اے عشق چاہیے کب تک رہوگے طالب دنیا بنے ہوئے	۱۶

کریگا ہر اک قدر جانی تمہاری
سلامت اگر ہے جوانی تمہاری

مجھے اور دشمن کی حاجت نہیں پھر
یہی ہے اگر مہربانی تمہاری

ان آنکھوں نے پوچھو یہ دیکھی ہوئی ہیں
لڑکپن تمہارا جوانی تمہاری

کلیجے میں میرے نہیں داغ حسرت
یہ اے مہرباں ہیں نشانی تمہاری

جو چھیڑا کبھی قصۂ غم وہ بولے
نہیں سنتے ہم یہ کہانی تمہاری

مرے دلمیں رہتے ہیں اسیر بھی مجھ
نہیں ہوتی کچھ پاسبانی تمہاری

رہیگی پس مرگ بھی مدتوں تک
مجھے یاد یاران جانی تمہاری

تو اسکا شکوہ نہیں تم سے مجھ کو
ستم بات ہے خاندانی تمہاری

عوض بوسہ کا ہو گیا گالیوں سے
مزا دیگئی بد زبانی تمہاری

شکایت کو بھی میری تعریف سمجھے
اگر کوئی سن لے زبانی تمہاری

فلک کی جفاؤں سے ہوتا نہیں کچھ
فقط چاہیئے مہربانی تمہاری

کہا اسنے قصہ مرے غم کا سن کر
بڑی درد کی ہے کہانی تمہاری

لہو رنگ لایا ہے کس بیگنہ کا
جو ہے آستیں ارغوانی تمہاری

مرے جان بھی جائے گر امتحاں میں
نہ جائے ذرا بد گمانی تمہاری

اگر دم بھی نکلے گا میرا تو دل سے
محبت نہ نکلے گی جانی تمہاری

۳۲۸	میاں عشق صد مرحبا آفریں ہے	۱۷

مزادے گئی شعر خوانی تمہاری

سو خیالوں سے حسینوں کا خیال اچھا ہے
اور سب خوابوں میں اک خواب وصال اچھا ہے

ساری پریوں میں مرا حور جمال اچھا ہے
آنکھ ناک اچھی ہے ایک اک خط و خال اچھا ہے

شوق کے گھٹنے سے بڑھنے میں مزا ہے اے دل
وصل کا وصل کے ہونے سے خیال اچھا ہے

خواب یوسف ہی کے ہر بار پڑا کرتے ہیں
جذب کامل ہے زلیخا کا خیال اچھا ہے

آنکھوں آنکھوں میں چرا لیتے ہیں دل سی شے کو
یہ حسینان فسونگر میں کمال اچھا ہے

تہنیت آ کے دیں احباب عیادت کیسی
آج وہ آئے ہیں بیمار کا حال اچھا ہے

نقد دل دیکے کہا میں نے کہ مانگوں کچھ میں
بولے یہ آپ کا انداز سوال اچھا ہے

عاشقی اے دل ناداں ہے سراپا آفت
ابتدا اسکی ہے اچھی نہ مآل اچھا ہے

درد دل کہتا ہوں میں آپ توجہ سے سنیں
میرے افسانۂ الفت میں یہ حال اچھا ہے

ہے مقدر کے سبب آمد و رفت زر و مال

نہ خوشی اس کی ہے اچھی نہ ملال اچھا ہے

جو مقدر کا ہے بے مانگے ہی مل جائے گا

مرد سائل کے لئے ترک سوال اچھا ہے

اے مغاں خاک نشینانِ خرابات کے پاس

ساغرِ زر سے کہیں جامِ سفال اچھا ہے

تجھ سا یوسف نہیں بازارِ جہاں میں کوئی

کیوں نہ ہر اک ہو خریدار کہ مال اچھا ہے

مانگیں اللہ سے کیا اس بتِ سفاک کو ہم

ہو جو ملنے کی توقع تو سوال اچھا ہے

فکر دانے کی نہ اندیشۂ دامِ صیاد

طایر قبلہ نما بے پر و بال اچھا ہے

مجکو معلوم ہے باطن میں ہے وہ جیسا بُرا

کیا ہوا شیخ کا ظاہر میں جو حال اچھا ہے

۳۲۹	قدر داں کوئی زمانے میں رہے یا نہ رہے بے کمالی سے تو اے عشق کمال اچھا ہے	۱۴

مجھہ کو کیا کام جو الفت کا مآل اچھا ہے	میں ہوں جس حال میں میرا وہی حال اچھا ہے
ساری پیغاموں سے پیغامِ وصال اچھا ہے	وہ اگر رد نہ کریں تو یہی سوال اچھا ہے
شرط طاعت نہیں کچھ اسکے لئے اے واعظ	باغ جنت سے گلستان خیال اچھا ہے
چل بسا آج وہ دنیا سے خبر لو چل کر	جسکو کل دیکھہ کے تم کہتے تھے حال اچھا ہے
غیر کی دھن ہے تجھے مجکو تصور تیرا	تو ہی انصاف سے کہہ کسکا خیال اچھا ہے

گو مری جان پہ بنجاتی ہے اسکے ہاتوں
پھر بھی کہتا ہوں کہ ارمان وصال اچھا ہے

دل سلامت ہے تو کچھ قحط حسینوں کا نہیں
ہیں خریدار بہت اپنا جو مال اچھا ہے

جس سے کچھ نفع نہ ہو اس سے نہیں کوئی برا
بار آور جو ہوا یدل وہ نہال اچھا ہے

میں وہ بیمار محبت ہوں کہ مر جاؤں گا
گر کہے کوئی تسلی کو یہی حال اچھا ہے

آسماں کے بھی ستارے کہیں ہاتھ آتے ہیں
مجکو کیا اس سے جو وہ ماہ جمال اچھا ہے

اس سے پوچھے تو کوئی ہوتی ہے کسطرح بسر
تم تو یہ جانتے ہو غیر کا حال اچھا ہے

اے شہ حسن ذرا اپنے دکھا دے ناخن
آسماں دو دن کی لیتا ہے ہلال اچھا ہے

انکے عدو کو گھڑی بھر نہ بقا ہے نہ قیام
اس خوشی سے تو ہمیشہ کا ملال اچھا ہے

۳۲۰

پڑھ رہا ہے ہر ایک اے عشق یہاں روز بروز
وہ کہے جاتے ہیں اب پہلے سے حال اچھا ہے

۱۳

تیری دہلیز گر نہیں بنتی
سر ہی بنتا نہ یہ جبیں بنتی

آنکھ انکی جو خشمگیں بنتی
نگہ تیز تیغ کیں بنتی

دل نہ گر یار میں لگا ہوتا
دم پہ کیوں وقت واپسیں بنتی

آتے خود یا مجھے بلاتے وہ
بات کوئی تو ہمنشیں بنتی

سیر کا لطف تھا اگر جنت
تیرے کوچہ کی سر زمیں بنتی

خاک میں خاکسار کیوں ملتے
آسماں تو جو اے زمیں بنتی

ذلت عشق کی جو ہوتی قدر
انکی گالی بھی آفریں بنتی

رنگ لاتی مری سیہ بختی
گر تری زلف عنبریں بنتی

کیفیت تھی جو نشہ مے سے
مجھ وہ چشم سرمگیں بنتی

فیصلہ کل کا آج ہی ہوتا
جو وہاں بنتی وہ یہیں بنتی

ناز معشوق کے اُٹھاتا کون
جب بگڑ بیٹھتے ہیں وہ اید ل

طبع عاشق جو نازنیں بنتی
کچھ بنائے مرے نہیں بنتی

جب بگڑتا ہے کھیل قسمت کا
عشق انسان سے کچھ نہیں بنتی

۳۳۱   ١٧

کہاں آساں کسی کا دل کسی کے دل سے ملتا ہے
بڑی آفت سے ملتا ہے بڑی مشکل سے ملتا ہے
عدو نے بے وفائی کی تو قائل ہو کے کہتے ہیں
یہ سچ ہے باوفا عاشق بڑی مشکل سے ملتا ہے
ادہر بھی جذب کامل ہو اُدہر بھی جذب کامل ہو
مزا چاہت کا خوب آتا ہے جب دل دل سے ملتا ہے
مرے قاتل کو ہے اس ربط پر بھی رشک کیا کیجئے
جو اک بسمل تڑپ کر دوسرے بسمل سے ملتا ہے
تمنائیں ہیں لاکھوں دل میں وہ آئیں تو کیا آئیں
کوئی پردہ نشیں ہو کر بھری محفل سے ملتا ہے
یہاں کل جس کی عزت تھی وہی ہے آج ذلت میں
یہ رنگ بزم عالم بھی تری محفل سے ملتا ہے
ملا ہے حضرتِ پیرِ مغاں سے اس طرح زاہد
مرید تازہ جیسے مرشدِ کامل سے ملتا ہے
جلا ہوں ہجر میں اُس ماہ رو کے رات بھر ایسا
کہ اک اک داغ دل میرا مہ کامل سے ملتا ہے

میں وہ آوارۂ گردِ وادیٔ رنج و مصیبت ہوں
کہ غربت کا پتا مجھ کو مری منزل سے ملتا ہے

تماشا جوشِ خوں کا کوئی شوقِ قتل میں دیکھے
پھڑکتا نبض کا میری رگِ بسمل سے ملتا ہے

مجھے بھٹکا رہا ہے کیوں مرا دل راہِ الفت میں
پتا منزل کا سب کو رہبرِ کامل سے ملتا ہے

سراپا شوق جو آیا ہوا حسرت بھرا واپس
یہی ملتا ہے جس کو آپ کی محفل سے ملتا ہے

جو دیکھی بیقراری برق کی یہ کہہ اٹھا قاتل
تڑپنا لوٹنا اس کا مرے بسمل سے ملتا ہے

نہیں ہے آس اتنی بھی ترے ناکام عاشق کو
پتا لیلیٰ کا اکثر قیس کو محمل سے ملتا ہے

کوئی اسکا عوض بھی ہے تری سرکار میں یا رب
سخی کو عالم باقی میں جو سائل سے ملتا ہے

یہی ہے ماحصل تلوار کا پھل تیغ کا پانی
کسی کو قتل گہہ میں اور کیا قاتل سے ملتا ہے

۳۳۲	مثال قطرہ و دریا ہے میری داغ کی نسبت کہاں رہتا ہے ناقص عشق جو کامل سے ملتا ہے	۲۸

میں کیا کہوں کہ کیا نگہ یار کر گئی کیا پل کی پل میں اپنی جوانی گذر گئی	برچھی سی ایک دل سے جگر تک اتر گئی برقِ جہندہ تھی ادھر آئی ادھر گئی

پیری میں سب شباب کی مستی اتر گئی
کیا سوئیں اب کہ لذتِ خوابِ سحر گئی

تیری نگاہِ ناز جگر تک اتر گئی
میں دیکھتا ہی رہ گیا یہ کام کر گئی

جانبر علاج سے نہ مریضِ وفا ہوا
سب سعی رائیگاں تری اے چارہ گر گئی

ذکر گذشتہ کیجئے کیوں اس سے فائدہ
اچھی بری گذر رہی تھی جیسی گذر گئی

دونا تسلیوں سے ہوا اضطرابِ دل
جو چوٹ تھی دبی ہوئی وہ پھر ابھر گئی

پرساں نہیں ہے کوئی شبِ دردِ غم مرا
اے موت کیا ہوا تجھے کیا تو بھی مر گئی

اے یادِ عمر رفتہ خدا کے لئے بتا
کیا ہو گیا شباب جوانی کدھر گئی

ہمدم نہ پوچھ روزِ جدائی کا ماجرا
اللہ جانتا ہے جو مجھ پر گذر گئی

پیری میں خوابِ خوش سے تو اب کھلی ہے آنکھ
کیونکر بتاؤں میں کہ جوانی کدھر گئی،

روزِ ازل فرشتے تو پہلو بچا گئے
آخر بلائے عشق بشر ہی کے سر گئی،

مرہم سے تو نمک ہی تھا اچھا مرے لئے
اے چارہ گر حلاوتِ زخمِ جگر گئی

ہم اپنی زندگی سے تھے ناراض روزِ غم
امید وصل آکے رضامند کر گئی

جلوے سے تیرے حسن کے معمور ہے جہاں
دیکھا تجھی کو ہم نے جہاں تک نظر گئی،

موجِ ہوا سے فصلِ بہاری کو دیکھئے
گل کیسے کیسے صحنِ چمن میں کتر گئی،

برگشتہ قسمتی کا کرے کوئی کیا علاج
کچھ زلف یہ نہیں ہے کہ بکھری سنور گئی

گریہ سے کوئی کام نہ نکلا شبِ فراق
رونا یہ ہے کہ آبروئے چشمِ تر گئی

چکرا رہا ہوں کوچۂ جاناں میں رات دن
منزل پہ بھی نہ سر سے بلائے سفر گئی

اس شوقِ دید کو تو شبِ وعدہ دیکھئے
اٹھ اٹھ کے لاکھ بار سوئے در نظر گئی

مانع ہے عرضِ حال سے مجکو یہی خیال
پھر کچھ نہ ہو گا بات بھی اپنی اگر گئی

پامالیوں کے شوق نے مٹی خراب کی
دل سے نہ مر کے بھی ہوسِ رہگذر گئی

منعم عبث ہے دولتِ دنیا پہ تجھ کو ناز	اسکو نہیں قیام ادہر آئی ادہر گئی
غافل رہے نہ میری طبیعت سی چارہ گر	آئی بہار پھر یہ اسی رنگ پر گئی،
قاتل کو میرے قتل کا غم تو نہیں مگر،	شکوہ یہ ہے کہ مفت کلائی اُتر گئی
اس شوخ کو خیال جو آیا نقاب کا	زلف سیاہ چاند سے رُخ پر بکھر گئی
اے شیخ ہجرِ یار میں ہم پر ہزار بار	ڈرتا ہے جس سے تو وہ قیامت گذر گئی

۳۳۳	اے عشق اپنی عمر دو روزہ جہاں میں ہے لاکھ شکر کہ اچھی گذر گئی	۱۲

جان میری لبوں پر آئی ہے	اے مسیحا تری دُہائی ہے
انکے آگے لیا جو نام عدو	بولے کیوں تیری شامت آئی ہے
تیغ تولے ہوئے وہ بیٹھے ہیں	نہیں معلوم کس کی آئی ہے
نہیں بچنے کا اب مریضِ غم	مردنی اسکے منہ پہ چھائی ہے
سوجھے کیا نیک و بد پتنگوں کو	چربی آنکھوں میں انکے چھائی ہے
بولے وہ لیکے نقدِ دل میرا	چلو اپنی یہ رونمائی ہے
کر رہا ہے وہ آج قتلِ عام	ملک الموت کی بن آئی ہے
تسمہ باقی رکھا نہ قاتل نے	واہ کیا ہاتھ کی صفائی ہے
تیغ سے دیجئے جواب سوال	بات کی بات میں صفائی ہے
آجکل غیر سے بھی ہیں بد دل	جانے کیا انکے جی میں آئی ہے
نہ رہا وصل کا زمانہ اب	ہم ہیں یا ماتمِ جدائی ہے

۳۳۴	آجکل عشق کو ہے شوقِ غزل پھر ادہر کچھ طبیعت آئی ہے	۱۳

مرے غم کا درماں ہوا چاہتا ہے
خوشی کا بھی ساماں ہوا چاہتا ہے

شتابی سے خون دل کچھ کمی کیجیو تو
غم یار مہماں ہوا چاہتا ہے

بتوں کی محبت میں دل کی کہوں کیا
یہ بے دین وایماں ہوا چاہتا ہے

کرے قتل کس کس کو اک میرا قاتل
ہر اک شخص قرباں ہوا چاہتا ہے

سر لطف واحسان وہ پھر آئے ہیں آج
نیا عہد و پیماں ہوا چاہتا ہے

خبر بھی ہے کچھ اپنے بیمار غم کی
وہ رخصت مری جاں ہوا چاہتا ہے

دل پارہ پارہ کی جلدی خبر لو
یہ سہ دفتر پریشاں ہوا چاہتا ہے

نہیں رہنے دیتے ہیں دہاں کسی کو
ترا کوچہ ویراں ہوا چاہتا ہے

ترے عاشقوں کو جنوں ہو چلا پھر
پھر آباد زنداں ہوا چاہتا ہے

پتہ دیتی ہے جنبش لب کسی کی
کوئی تازہ فرماں ہوا چاہتا ہے

محبت میں سینے کو ہیں داغ حرماں
مرا دل گلستاں ہوا چاہتا ہے

اثر ہو چلا ہے مرے جذب دل کا
وہ دل میں پشیماں ہوا چاہتا ہے

چھپاؤں کہاں دل کو لیجا کے ای عشق
وہ بت اس کا خواہاں ہوا چاہتا ہے

۳۳۵ — ۱۵

کب تک دل ستم زدہ آہ و بکا کرے
جب کوئی کام یوں بھی نہ نکلے تو کیا کرے

زاہد نہیں ہے اسکو کسی چیز کی کمی
بندہ خدا کے نام پہ کیوں کچھ دیا کرے

بنکر فقیر دیتے ہیں اس در پہ ہم صدا
کچھ دے خدا کے نام کا داتا بھلا کرے

پر آئے آمد سنکے دل زار خود بخود
وہ آئیں بے بلائے گھر گھر خدا کرے

نیکی کا نیک اور بدی کا ہے بد مآل
اب اس پہ کوئی لطف کرے یا جفا کرے

وعدہ کیا ہے وصل کا جبدن سے یار نے
ہر روز ہیں منائیں کہ وہ دن خدا کرے

اس شرط پر بنا ہوں مرید جناب شیخ
اس بت کے وصل کی وہ خدا سے دعا کرے

دیوانگان عشق کو پروا نہیں کوئی
جو جی میں آئے ناصح ناداں بکا کرے

جسکو نہیں ہے بات کی تمیز جانور ہے وہ
انسان تو وہی ہے جو اپنا کہا کرے

پرہیز ہے دوا سے مریضان عشق کو
اب کوئی کیا علاج کرے کیا دوا کرے

دشنام ہی سہی سخن لطف گر نہیں
کوئی تو بات تیری طرف سے ہوا کرے

آتی نہیں ہے نام سے آنے کی موت تک
کس آس پر کوئی شب وعدہ دعا کرے

مانع نگاہ شوق کو پردہ نہیں کوئی
منظور ہے کسیکو جو چھپنا چھپا کرے

وعدہ تو روز حشر کا اسنے کیا ہے آج
اب اختیار ہے نہ کرے یا وفا کرے

۱۸	اللہ مہربان ہے ای عشق خوف کیا کچھ بھی نہو گا کوئی عداوت کیا کرے	۳۳۶

ہو لاکھ بار حشر تو کیا ہے ہوا کرے
اس سے نہیں امید کہ وعدہ وفا کرے

کبتک تحمل ستم ناروا کرے
مظلوم دے نہ جان تڑپ کر تو کیا کرے

ملنے لگا ہے خوگر آزار کو مزہ
اب غم نہیں وہ چاہے جہانتک جفا کرے

ما مایہ ہمنے لطف ہیں دنیا کے بے شمار
عمر دو روزہ بھی تو ہماری وفا کرے

کچھ آجکل برے نظر آتے ہیں دل کے ڈہنگ
ایسا نہو یہ وقت پہ مجھ سے دغا کرے

شکوہ ہے اہل سعی و سفارش کا بے محل
تقدیر ہو بری تو بھلا کوئی کیا کرے

تم ہو جوان اور مراد اپنی پائیں ہم
وہ بھی زمانہ آئے وہ دن بھی خدا کرے

سچ کہہ کسی کا زور بھی چلتا ہے عشق سے
اے ناصح شفیق جو تو ہو تو کیا کرے

مجکو قبول ذلت و رسوائی جنون
ناصح نہ میرے سامنے آ کر بکا کرے

نادان ہوں کہ مجکو توقع وفا کی ہے
اس شخص سے جو لطف کے بدلے جفا کرے

اے بت تجھے دکھاؤنگا تاثیر کا بھی رنگ
اللہ کبھی قبول تو میری دعا کرے

دیتا نہیں ہے جان کوئی جان بوجھ کر
دل ہو جو اختیار سے باہر تو کیا کرے

شاکر رضائے دوست پہ عاشق رہے مدام
شکوہ رقیب کا نہ فلک کا گلا کرے

یارب عوض فرشتوں کی ہو حکم تو ہی بات
اعمال اپنے آپ ہر انساں لکھا کرے

وعدہ کسی کے آنیکا ہے وقت واپسیں
کہدو مری قضا سے توقف ذرا کرے

دولت پہ اختیار کسی کا نہیں کوئی
اللہ کی دین ہے جسے چاہے عطا کرے

پینے کا ہے مرض مجھے زاہد گناہ کیا
کوئی اگر دوا کے لئے مے پیا کرے

۳۴۷	کیفیتیں شراب کی اے عشق کیا کہوں صوفی بھی کوئی جرعہ جو پی لے مزا کرے	۲۱

اے بتو اس کی پھر خدا نہ سنے
جو کسی کی کچھ التجا نہ سنے

غیر سے کیا کہے وہ اپنا راز
جس کو کد ہو کہ آشنا نہ سنے

دل پہ قابو نہیں مرا ناصح
کیا کروں یہ اگر کہا نہ سنے

وہ دبے پاؤں جا رہے ہیں کہیں
ڈر ہے کوئی صدائے پا نہ سنے

اس سے کیا خاک نکلے کام دل
کان دیکر جو مدعا نہ سنے

عاجزی شرط ہے دعا کے لئے
ورنہ کچھ بات ہے خدا نہ سنے

ہو الگ اپنا حشر داور حشر
عشق کا راز دوسرا نہ سنے

موت آئی ہوئی نہیں ٹلتی
نہ یہ حیلہ نہ کچھ بہانہ سنے

کون ایسا ہے آج عالم میں
جو کوئی حکم آپ کا نہ سنے

منتیں لاکھ میں کروں اے دل
ایک میری وہ بیوفا نہ سنے

تجھ سے کہتے ہیں بات دل کی ہم
شرط یہ ہے کہ دوسرا نہ سنے

کیا کہوں مجھ سے وہ چھپاتے ہیں
بات وہ جس کو اک زمانہ سُنے

ہو مری داستاں زبان زدِ خلق
نہیں سُنتا وہ بے وفا نہ سُنے

کہہ کے ہی ہیں اٹھوں گا قصۂ دل
وہ سُنے کان دے کے یا نہ سُنے

شکوہ دل میں ہی میں نہیں کرتا
ڈر ہے وہ بانئے جفا نہ سُنے

دل کا جانا ستم نہ ڈھائے کہیں
یہ خبر جانِ مبتلا نہ سُنے

جسنے دیکھا نہ ہو تلون یار
ذکرِ نیرنگیٔ زمانہ سُنے

کیوں نہ مقبول ہو دُعا میری
عرض بندہ کرے خدا نہ سُنے

کیا منا لائے ہمنشیں اسکو
جو کسی کا کبھی کہا نہ سُنے

تیری گالی کی ہے اسے بھی ہوس
جو کبھی حرف ناسزا نہ سُنے

۳۴۸	ہے تقاضا یہ ضبط کا اے عشق میری فریاد دل مرا نہ سُنے	۲۰

سہتے سہتے ظلم کی جب ہم کو عادت ہو گئی
باز آئے وہ ستم سے کیا مصیبت ہو گئی

عشق حاصل دشمنوں پر فتح و نصرت ہو گئی
یہ بڑی اللہ کی مجھ پر عنایت ہو گئی

مرتے دم آیا جو ان آنکھوں کا مجھ کو کچھ خیال
نبض میں پیدا رمِ آہو کی سُرعت ہو گئی

وصل کے وعدے نے توڑا حشر میری جان پر
ہجر کی اک اک گھڑی مجھ کو قیامت ہو گئی

شکوۂ ربطِ عدو کیا کیجئے کہتے ہیں وہ

ہوگئی جس شخص سے ہم کو محبت ہوگئی
مرگئے جب ہم مزا بیداد کا جاتا رہا
ہم کو راحت ملگئی ان کو فراغت ہوگئی
جان کے لالے پڑے ہیں دیکھیے ہوتا ہے کیا
عاشقی بھی یا الٰہی اک مصیبت ہوگئی
شوق جن کے دیکھنے کا دل میں اک مدت سے تھا
آج اُن سے راہ میں صاحب سلامت ہوگئی
دیکھ کر مجھ کو عدو کو ہم سخن کہتے ہیں وہ
دونوں اک دل میں مجھے دونوں سے نفرت ہوگئی
آتے آتے اُنکے اپنا وعدہ پورا ہوگیا
رات دن کی کشمکش سے اب فراغت ہوگئی
جا اودھر جاتا ہے بھر سیر پھر آتا نہیں
کیا گلی اس حور کی رضواں کی جنت ہوگئی
شکوۂ بیداد پر اُس نے کہا تو یہ کہا
میں بھی اب مجبور ہوں عادی طبیعت ہوگئی
کیا کہوں انکی ندامت روبرو اللہ کے
شکل میری دیکھ کر اتنی سی صورت ہوگئی
بنگیا بیگانہ دو دن رہ کے بزم غیر میں
کیا تری وہ دوستی اسے بیمروت ہوگئی
روئیں کس کس عیش کو کس کس خوشی کا غم کریں

بزم ہی آخر وہ اے یاران صحبت ہو گئی

رات دن رونا اسی کا ہے اسی کا پیٹنا
آفت جاں ہم کو قسمت کی شکایت ہو گئی

بدگمانی کا برا ہو اس حسیں کے عشق میں
مجھ کو میرے دل سے بھی پیدا رقابت ہو گئی

مے نہیں ملتی ہے تو پیتا ہوں میں خون جگر
پیتے پیتے ایسی کچھ کمبخت عادت ہو گئی

لے چکے مال و زر و جان و دل و ایمان و دین
کیوں ملیں اب ہم سے وہ پوری ضرورت ہو گئی

۳۳۹	ہے مرے احباب کو پہچاننا مشکل مرا چارہ گر کیا سے کیا اے عشق حالت ہو گئی	۱۴

دم کی دم میں کچھ سے کچھ اُنکی طبیعت ہو گئی
تھے ابھی وہ دوست ابھی مجھ سے عداوت ہو گئی

چارہ گر نے چین پایا مل گئی راحت مجھے
تھی جو بیماری مری میری طبیعت ہو گئی

ضعف کے باعث جو ہل سکتا نہیں کہتے ہیں وہ
اب تو آیا چین تجھ کو اب تو راحت ہو گئی

ہے ہمارا بھی عجب رنگِ طبیعت غیر سے
چار دن کی ایکجائی میں محبت ہو گئی

وہ بھی تھا کوئی زمانہ انکا اپنا ربط تھا
اب کہاں کی دوستی خاصی عداوت ہو گئی

دیکھتے ہی شیخ کو رندان میکش پل پڑے
کیا کہوں میں کیسی حضرت کی بری گت ہو گئی

بیچ میں آیا ہی جب سے دشمن خانہ خراب
میری اُنکی ترک صاحب سلامت ہو گئی

ذکر دشمن چھیڑ کر پچھتا رہا ہوں روز وصل
انفعال ان کو ہوا مجھ کو ندامت ہو گئی

رنج تازہ ہو گیا بیٹھے بٹھائے مفت میں
یاد ایام گذشتہ اک مصیبت ہو گئی

کیوں رخ قاتل پہ ہے چھائی ہوئی افسردگی
آج کس مظلوم و بیکس کی شہادت ہوگئی

نزع میں آنکھیں پھریں میری تو اُسنے یہ کہا
ختم تجھ پر بے رخی اے بیمروت ہوگئی

۳۴۰ — ۲۵

عشق چھپانے سے کیا ہوتا ہے دل تو جا چکا
بات جو ہونی تھی اے حضرت سلامت ہوگئی

ناداں ہم سے بڑھکے بھی ای عشق کوئی ہے
دل دیکے اسکو جان سی شئ مفت کھوئی ہے

اب نام کے سوا نہیں کچھ بھی بساط میں
دولت بھی جو بزرگوں کی سب ہمنے کھوئی ہے

بولے وہ مجھ سے سنکے مری غم کی داستان
کمبخت تو نے مفت مری نیند کھوئی ہے

اب آئینہ کو دیکھ کے ششدر بنا ہے وہ
جو کہہ رہا تھا ناز سے مجھسا بھی کوئی ہے

محشر میں تو ملا بھی تو احسان کیا ہوا
ہمنے تری تلاش میں عمر اپنی کھوئی ہے

ثابت قدم وفا پہ نہ کمبخت رہ سکا
کیا بوالہوس نے عشق کی عزت ڈبوئی ہے

مجکو نہ کیوں عزیز ہو ہر بوند اشک کی
اسنے ہی منھ سے گرد ندامت کی دھوئی ہے

دیکر رہے گی حاصل دلخواہ روز حشر
کھیتی جو ہمنے اپنی ریاضت کی بوئی ہے

تیرے غم فراق کو اے طفل برہمن
لخت دل و جگر مرا اکّی رسوئی ہے

ہے اوڑھنا بچھونا یہی مجھ فقیر کا
بستر مرا زمین ہے فلک میری لوئی ہے

احساں کرے کسی سے کوئی کس امید پر
ایدل بدی جہان میں آل نکوئی ہے

الزام دل کے خون کا رکھتے ہیں مجھ پہ وہ
رو رو کے آستین جو لہو سے بھگوئی ہے

مانا یہ میں نے چاہتے ہیں آپ کو رقیب
مجھ سا بھی جاں نثار وفادار کوئی ہے

ایدل نہ جائیگا مرض غم کبھی ترا
بیکار اب مسیح سے بھی چارہ جوئی ہے

چھاتی بھر آئی یاد کسی کی جو آگئی
بے اختیار کیا شب غم خوب روئی ہے

بولے وہ تیرے واسطے کوئی نہیں یہاں
آواز ہمنے جا کے جو دی گھر میں کوئی ہے

بے موت مر رہا ہوں تڑپ کر شبِ فراق
کروٹ ہزار بدلے زمانہ تو کیا ہوا
اے کارسازِ خلق ہے اک تو ہی خلق ہیں
لے جانے بوجھے اک بتِ ناآشنا کو دل
کاوش تو دیکھے اس نگہ ناز کی کوئی
ٹکڑے دل و جگر کے نہیں تارِ اشک میں
کہاتے ہیں ایک کا ہی دیا شیخ و برہمن
بیکس ہمیں سمجھ کے نڈر ہا اسقدر بھی ظلم

ایموت کچھ خبر بھی ہے کس نیند سوئی ہے
قسمت نہ اپنی جاگے گی کچھ ایسی سوئی ہے
ہم بیکسوں کا پوچھنے والا جو کوئی ہے
دیدی اٹھا کے مفت میں ایسا بھی کوئی ہے
برچھی سی ایک میرے جگر میں چبھوئی ہے
تسبیح یہ عقیق کی ہمنے پروئی ہے
کھانا نہ یہ جدا نہ الگ وہ رسوئی ہے
اے بت تجھے خبر نہیں اپنا بھی کوئی ہے

۳۴۱ — شیریں سخن کا ہے شہرہ جہاں میں عشق
میرے سمندِ طبع کی کیا میٹھی پوئی ہے — ۲۲

دوستی میں اجنبیت دیکھ لی
تیری خو بو تیری عادت دیکھ لی
ایک بوسہ پر بھی وہ راضی نہیں
کچھ نہیں اب عشق کے بیمار میں
جو رہی ہو تو نہ ڈالوں آنکھ اب
دشمنوں کا کیا گلہ شکوہ کریں
توڑتے ہیں عہد قسمیں سیکڑوں
زور کچھ چلتا نہیں تقدیر سے
باعثِ تسکیں ہوئیں ناکامیاں
اپنا نقشہ ہو گیا کچھ اور ہی

آپ کی صاحب سلامت دیکھ لی
دیکھ لی اے بیمروت دیکھ لی
جنسِ دل کی آج قیمت دیکھ لی
تم نے بھی تو جا کے حالت دیکھ لی
دیکھنی تھی تیری صورت دیکھ لی
دوستوں کی بھی محبت دیکھ لی
نازنینوں کی نزاکت دیکھ لی
آزما کر سب نے طاقت دیکھ لی
رنج میں بھی ایک راحت دیکھ لی
جب کسی کی اچھی صورت دیکھ لی

ہم تھے بے دیکھے ہی دیوانے ترے
دیکھئے اب کیا ہو صورت دیکھ لی

جس نے دیکھا کوچۂ دلدار کو
جیتے جی بس اسنے جنت دیکھ لی

ہے اشارہ مجھ سے کچھ دشمن سے کچھ
تیری آنکھوں کی شرارت دیکھ لی

ہوگئی صحت مریض ہجر کو
آپ نے جب اس کی حالت دیکھ لی

آگیا پک کر کلیجہ منہ کو آج
درد و غم کی خوب لذت دیکھ لی

دل پہ ہی پڑتی ہے رہ رہ کر نظر
یار کی چشم عنایت دیکھ لی

دیکے زر فرعون کو اللہ نے
اپنے بندے کی رعونت دیکھ لی

یا اکیلے آپ یا دشمن ہے پاس
انکی خلوت انکی جلوت دیکھ لی

کرکے وعدہ آنے کا آیا نہ وہ
آج ہی کل کی قیامت دیکھ لی

جو نہ دیکھی تھی مصیبت عمر بھر
ہمنے الفت کی بدولت دیکھ لی

اب ملے جنت بھی تو ہوتا ہی کیا
جتنی تھی قسمت میں راحت دیکھ لی

۳۴۲	دے کے دل اس بیوفا کو ہمنے عشق قدر نعمت بعد نعمت دیکھ لی	۱۷

عیش میں عمر کبھی گذری کبھی غم میں رہے
گاہ فردوس میں ہم گاہ جہنم میں رہے

سال بھر دل جو نہ شبیر کے ماتم میں رہے
آنکھ روتی ہوئی دس دن تو محرم میں رہے

مال اچھا ہے تو گاہک ہیں ہزاروں اے دل
قدر دانوں کی کمی کیا جو ہنر ہم میں رہے

بیکسی کا جو وسیلہ ہے تو ہم بیکس ہیں
جائے بیچاری کہاں یہ نہ اگر ہم میں رہے

پی کے مے دیکھ تو اے شیخ ہمارا اوسر

کیفیت اس کی اگر کوثر و زمزم میں رہے

یارب اُٹھ جائے زمانے سے یہ بزم غم و عیش
کوئی شادی میں رہے کوئی نہ ماتم میں رہے

وعدہ اُس شوخ کے آنے کا فقط دھوکا تھا
رات بھر ہم اسی جھانسے میں اسی دم میں رہے

بل نکل جائیں سبھی اے دلِ سرکش تیرے
چار دن جا کے جو تو گیسوئے پُرخم میں رہے

ماہیت اس کی فرشتوں پہ بھی ظاہر نہ ہوئی
عشق کے رازِ نہاں سب دلِ آدم میں رہے

سچ جو پوچھو تو وہی شخص ہے صابر شاکر
جو رضامند رضا پر رہے خوش غم میں رہے

نہ بجھی آگ جگر کی نہ مٹی دل کی جلن
ہم جو جنت میں رہے بھی تو جہنم میں رہے

اب تو دشمن کی گوارا نہیں دوری تم کو
کیا کرو تم جو جناں میں وہ جہنم میں رہے

وہ تو آئے تھے مگر بات کی مُہلت نہ ملی
ہم دمِ نزع یہ کچھ کشمکشِ دم میں رہے

بیرخی اتنی بھی کچھ اچھی نہیں اے خوش چشم
لطف کی کوئی ادا بھی نگہ کم میں رہے

چارہ گر کچھ دہنِ زخم کو لذت تو ملے
نہ سہی مشک نمک تو ترے مرہم میں رہے

۳۴۳	غیر بیہودہ و ہر سے عیب تو گیا غم ای عشق رنج تو جب ہو کہ دراصل بھی کچھ ہم میں رہے	۱۵

درد میں رنج میں اندوہ میں ماتم میں رہے
عالم عشق میں جبتک رہے ہم غم میں رہے
تھیں انصاف سے کہدو تمہیں صبر آئے گا
تم میں جو بات ہے وہ بات اگر ہم میں رہے
دولت وصل سے عشاق کبھی خوش نہ ہوئے
زندہ جب تک رہے کم بخت اسی غم میں رہے
عمر بھر اپنا یہ رونا نہ گیا کیسی خوشی
دو گھڑی ہائے وہ کیوں غیر کے ماتم میں رہے
خوف پھر تیری طبیعت سے رہے گا نہ مجھے
جا کے گر اس کی کجی ابروئے پُرخم میں رہے
رقص بسمل کا جو دیکھا تو مرے قاتل کی
شوخیوں نے یہ کہا اس کی تڑپ ہم میں رہے
یہ بھی کچھ تیری محبت نہیں جو دل سے بچائے
روح تا چند بھلا قالب آدم میں رہے
جان وہ جان ہے جو تیری خوشی میں ہو فنا
دل وہی دل ہے جو پیوستہ تری غم میں رہے
ہجر میں زیست گوارا ہوئی مر مر کے جیا
یہ نہ منظور رہا وہ مرے ماتم میں رہے
حلوے مانڈے سے غرض ہے تمہیں ای اہل غرض

مُردہ جنت میں رہے یا کہ جہنّم میں رہے

اپنے ارمانوں کو وہ میرے دل سوزاں میں
دیکھہ کر بولے یہ بے حرم جہنّم میں رہے

زندہ دل وہ ہوں نہ مرجائے مری قبر کے پھول
ویسی ہی دھوپ میں ہیں جیسے یہ شبنم میں رہے

ہجر میں گریۂ حرماں سے مرے داغ دل
رات بھر گُل کیطرح بھیگتے شبنم میں رہے

قصد قاضی کا ہے گھر ڈال لے دختِ رز کو
اور رندوں کی یہ کوشش ہو کہ یہ ہم میں رہے

۱۸	یاد ہے جیسی وہ ذلت سے نکلوائے گئے عشق اب خاک کوئی جنت آدم میں رہے	۳۴۴

آئے تھے مرنے ہی کو ہم مر چلے
سانس دو اک زندگی کے بھر چلے

رگ جانی سے مرے ہمراہ وہ
ہر قدم پر موجۂ نشتر چلے

رشتۂ امید ہے تار نفس
یہ اگر ٹوٹا تو پھر ہم مر چلے

کہہ دو قاتل سے کہ پھر چھڑکے نمک
زخم دل پھر از سرِ نو بھر چلے

در خور غم خون ہی دل میں نہیں
دیکھئے یہ چرخ اب کیونکر چلے

آئے روزِ حشر کیا وہ نازنین
سو جگہ دم لے کے جو دم بھر چلے

اسکے ہاتھوں کی صفائی دیکھئے
ایک دم میں کام پورا کر چلے

حال پر میرے بہا کر چار اشک
اور زخموں میں نمک وہ بھر چلے

ہو قضا کو بھی نہ اے قاتل خبر
اس ادا سے حلق پر خنجر چلے

تیرے ہاتھوں جیتے جی اے دردِ دل
مر چلے ہم مر چلے ہم مر چلے

عشق ابرو کی کہوں کیسا کاوشیں | ایک دل پر سیکڑوں خنجر چلے
آکے ہم دُنیا میں اچھا یا بُرا | ہو سکا اپنے سے جو کچھ کر چلے
ہے وہ شوقِ قتل سوئے قتل گاہ | میں اگر رُک جاؤں میرا سر چلے
کہدو گردوں سے نہ لے یوں ڈون کی | خاکساروں سے وزادس کر چلے
اک بُتِ کافر پہ ہے آیا ہوا | اب ہمارا زور کیا دل پر چلے
ہاتھ خالی ہم عدم کو جاتے ہیں | جیسے آئے ویسے ہی پھر کر چلے
ہے تعلق سے یہانتک احتراز | اپنے سایہ سے بھی ہم بچ کر چلے

۳۴۵

ہونے دوں دم بھر نہ پہلو سے جُدا
عشق میرا زور در گران پر چلے

۱۷

ہیں خیالی وہ مری کیوں کر چلے | کچھ نہ بولے بیٹھ کر دم بھر چلے
ہے تقاضا دل کا راہِ شوق میں | پاؤں رہجائیں جو تھک کر سر چلے
کچھ خبر ہے بُتِ بیداد گر | تیرے فریادی سوئے محشر چلے
سایہ بن کر میں لپٹ ہی جاؤنگا | لاکھ مجھ سے وہ پری بچ کر چلے
وہ کماں ابرو کھنچا بیٹھا ہے آج | دیکھئے تیرِ غضب کس پر چلے
ہو اشارہ دستِ ساقی کا اگر | بزم میں بے پاؤں کے ساغر چلے
آمد و رفتِ عدم بیکار تھی | ساتھ کچھ لائے نہ کچھ لے کر چلے
عشق کی راہیں بڑی پُر پیچ ہیں | نقشِ پا کو دیکھتا رہبر چلے
بیٹھے بیٹھے آپ کو سوجھی یہ کیا | خیر تو ہے کیوں ابھی سے گھر چلے
آگئی عین جوانی میں اجل | دل میں ہم سب حسرتیں لیکر چلے
دھوم ہو جادو بیانی کی مرے | اس پری وش پر جو یہ منتر چلے
شمع و گل کیسے کہاں کی فاتحہ | وہ مرے مدفن کو ٹھکرا کر چلے

عشق کا رشتہ دمِ شمشیر ہے — جان اپنی جس کو ہو دو بھر چلے
ہے وہیں اس بُت کا قاصد آستاں — جس گلی میں سر قدم بن کر چلے
دل جگر دونوں کے دونوں ہیں ہدف — دیکھئے تیر نگہ کس پر چلے
دیکھ کر شانے کو زلفِ یار میں — سیکڑوں آرے مرے دل پر چلے

۳۴۶ — عیش میں یا رنج میں اے عشق ہم
ہر طرح دن زندگی کے بھر چلے — ۱۷

کیوں آتے نہیں آپ کوئی ڈر تو نہیں ہے — محفل ہے مری عرصۂ محشر تو نہیں ہے
گردش ہی میں دیکھا اسے گردش میں ہی پایا — یارب یہ فلک میرا مقدر تو نہیں ہے
ہیں سیکڑوں معشوق مگر آپ سا کوئی — دُنیا میں جفا کار و ستمگر تو نہیں ہے
کچھ ترک سے اسکے نہ گھٹے گی تری زینت — بیداد ترے حُسن کا زیور تو نہیں ہے
کیونکر سخن سخت ترے اس سے اٹھیں گے — اے بت یہ مرا دل کوئی پتھر تو نہیں ہے
کیوں اسکا سخن دل میں کھٹکتا ہے الٰہی — ناصح کی زباں بھی کوئی نشتر تو نہیں ہے
بیمار شب غم کی خبر کیوں نہیں لیتے — یہ آپ کے امکان سے باہر تو نہیں ہے
چکراتا ہوں دن رات جو اس بت کی گلی میں — گردوں کا مرے پاؤں میں چکر تو نہیں ہے
آئینہ مقابل ہے یہ کس طرح کہوں میں — دنیا میں کوئی تیرے برابر تو نہیں ہے
گو جنس گرانمایہ ہے دل میرا مری جان — تم شوق سے لو تم سے یہ بڑھ کر تو نہیں ہے
کیوں سجدہ گہ خلق ہے وہ اے بتِ کافر — کعبہ جسے کہتے ہیں ترا در تو نہیں ہے
اے چرخ جفا کار تری کھلتا نہیں باعث — در پردہ کوئی شوخ ستمگر تو نہیں ہے
وہ آئینہ رو ہاتھ جو چڑھ جائے کسی دن — کچھ بخت مرا بخت سکندر تو نہیں ہے
کیا ابروئے پرخم سے مہِ نو کو ہو نسبت — وہ آپ کے ناخن کے برابر تو نہیں ہے
لایا ہوں کئی بار خبر صبح سے اب تک — کیا جانے کہاں یار ہے گھر پر تو نہیں ہے

پھر روز جو بوسہ ملے سرکار سے انکی | اے دل ترا روزینہ مقرر تو نہیں ہے

۳۴۷	کیوں کٹتے ہیں حساد مری طرز رقم سے اے عشق قلم تیغ دو دستی تو نہیں ہے	۱۸

گو چشم کرم ہو ہمیں باور تو نہیں ہے | کیا جانئے کس پر ہے یہ ہم پر تو نہیں ہے

آجائے کبھی راہ پہ تدبیر سے میری | ایسا مرا رشتہ مقدر تو نہیں ہے

کیوں بدرقہ مرگ کا محتاج ہے ہر شخص | کیا راہ عدم میں کوئی چکر تو نہیں ہے

دشمن سے کبھی اسکی قسم آپ نہ کھائیں | قرآن مری جان مرا سر تو نہیں ہے

کیا فائدہ نالوں سے مجھے حشر اٹھا کر | وعدہ ترے آنے کا مقرر تو نہیں ہے

احسان ہے قاتل کا اگر کر دے سبکدوش | اک بار گراں دوش پہ یہ سر تو نہیں ہے

کیا دیکھتے ہو آئینہ دیکھو مرے دل کو | وہ آئینے سے سوا صاحب جوہر تو نہیں ہے

کیا کیجئے گا ہم گھس کے کسی دن جو چلے آئیں | درباں ہی کوئی آپکے در پر تو نہیں ہے

کیوں بھوت بنے بیٹھے ہو کچھ خیر ہے صاحب | شیطان سوار آپکے سر پر تو نہیں ہے

کچھ غیر کو سفاک نے سرخی سے لکھا ہے | ڈرتا ہوں مرے قتل کا محضر تو نہیں ہے

اس شوخ کا خط لائے جو اک آن میں جا کر | جبریل امیں میرا کبوتر تو نہیں ہے

کیوں کرتے ہیں دشمن مری اس بت سے سفارش | اس خیر میں پوشیدہ کوئی شر تو نہیں ہے

وہ دیکھ کے گھبراتے ہیں کیوں میرا خط شوق | کچھ یہ مرے اعمال کا دفتر تو نہیں ہے

ٹھہریگا مقابل میں مرے غیر کہاں تک | وہ آپ کی بیداد کا خوگر تو نہیں ہے

دل بیٹھ گیا ضعف سے میرا تو وہ بولے | آرام ہے اب اسکو یہ مضطر تو نہیں ہے

موئے کمر یار کا کیوں حال ہے پتلا | کچھ وہ بھی ہمارا تن لاغر تو نہیں ہے

کیوں آئیں بھلا سن کے وہ فریاد ہماری | ہنگامہ یہ ہنگامۂ محشر تو نہیں ہے

اتنا بھی نہ اے شوخ ستا عشق حزیں کو

٣۴٨	بیچارہ مسلمان ہے کافر تو نہیں ہے	١٩

برائی کی مرے دل سے جگر سے
خدا سمجھے بتِ بیداد گر سے

چھپے بیٹھے ہیں رسوائی کے ڈر سے
نکلتے ہی نہیں اب تو وہ گھر سے

دعا کو لاگ ٹھہری ہے اثر سے
الٰہی صبر لاؤں کس کے گھر سے

بنا ہے راستہ آنکھوں سے دل تک
وہ آتے جاتے ہیں اس رہگذر سے

جوابِ نامہ کیا آتا نہیں ہے
سلامت کوئی قاصد ہی ادھر سے

وہ مجھکو دیکھ کر بولے سرِ حشر
اری کمبخت تو آیا کدھر سے

الٰہی چرخ ہے رندوں کا زاہد
نہیں معلوم آتا ہے کدھر سے

تماشائی اٹھاتے ہیں قیامت
گذر جاتے ہیں وہ جس رہگذر سے

عداوت ہے یہ انکی صلح کیا ہے
نہیں لڑتی نظر بھی تو نظر سے

لگائیں تیر جلنے کے لئے کیوں
وہ واقف ہیں مرے سوزِ جگر سے

اٹھے محشر کہ برپا ہو قیامت
نہ اٹھیں گے ہم اے بت تیرے در سے

بنے عنقا بھی تو کیا طائرِ دل
نہیں بچنے کا اس تیرِ نظر سے

جگر کو بھی دلِ سوزاں نے پھونکا
لگی آگ ایک گھر کو ایک گھر سے

ترے پیکانِ بیداد و ستم کی
خلش پوچھے کوئی میرے جگر سے

تڑپتے ہیں ہزاروں خاک و خوں میں
پڑا ہے رن یہ قاتل کی نظر سے

مرقع ہے فنا کا نقشِ عالم
کوئی دیکھے تو عبرت کی نظر سے

کلیجے کو مرے پامال کرکے
گذر جاتے ہیں وہ کیا بے خبر سے

نمک پاشی قاتل کی حلاوت
کوئی پوچھے لبِ زخمِ جگر سے

٣۴٩	وہی آخر کو آیا عشق آگے جو ہم سمجھے ہوئے تھے پیشتر سے	٢٧

کہی ہے دل کی تو پیغام بر سے ۔۔۔ جواب اب دیکھیں کیا آئے اُدہر سے
نہ نکلا ہے نہ نکلے گا وہ گھر سے ۔۔۔ قیامت ہی اگر ٹکرائے در سے
نہیں جائے سکونت منزلِ دہر ۔۔۔ گذرنا ہے ہمیں اس رہگذر سے
اُدہر جاتے رہتے ہیں پیامی ۔۔۔ مگر آتا نہیں کوئی اودھر سے
فن کی آمد و شد سے نہیں کم ۔۔۔ عدم سے آکے پھر جانا اُدہر سے
مجھے آتا ہے کیا کیا رشک اس پر ۔۔۔ لپٹتی ہے جو زلف اُنکی کمر سے
بھری ہے آگ کیا جانے کہاں کی ۔۔۔ شرارے اُٹھتے ہیں میرے جگر سے
نہیں ملتے وہ اسپر بھی تمیوں ۔۔۔ ملا ہے انکا گھر گو میرے گھر سے
کہوں کیا داورِ روزِ جزا میں ۔۔۔ زباں ہی بند اک کافر کے ڈر سے
کہانتک رُویں اشکِ بے اثر کو ۔۔۔ اب اونچا ہو گیا پانی یہ سر سے
تری تصویر کو تکتا ہے پہروں ۔۔۔ ہر اک آئینہ حیرت کی نظر سے
گیا جب ان کے گھر وہ بول اُٹھے ۔۔۔ نکالو اس کو یہ آیا کدھر سے
ہوا ہے خون اُمیدوں کا دل میں ۔۔۔ لہو کیونکر نہ اب آنکھوں سے برسے
نہ لایا کوئی پھل نخلِ تمنا ۔۔۔ دیا پانی بہت کچھ چشمِ تر سے
مزا ہو گھورنے کا ہوں جو باہم ۔۔۔ اشارے کچھ ادہر سے کچھ اُدہر سے
قضا آئی ہے کس کی آج خنجر ۔۔۔ کھلا پڑتا ہے قاتل کی کمر سے
بلائے عشق گیسو بھی غضب ہے ۔۔۔ نہیں ٹلتی مرے ٹالے یہ سر سے
دمِ شمشیر و خنجر بھی اگر ہو ۔۔۔ کرونگا قطع راہِ عشق سر سے
بتا اے منعمِ ناداں سمجھ کر ۔۔۔ ملا قارون کو کیا جمع زر سے
عدو کا سوگ کیا خیر تو ہے ۔۔۔ تصدق ہو گیا وہ آپ پر سے
جو اُن کے وصل کی مانگوں دُعائیں ۔۔۔ تو وہ بھی دور رہجائے اثر سے

مزا تو جب ہے کھائے یا کھلائے	نتیجہ ورنہ منعم جمع زر سے
ملا دے زہر تھوڑا سا دوا میں	یہ کہتے ہیں وہ میرے چارہ گر سے
مقدر کا کہیں مٹتا ہے لکھا	گلہ کیا کیجئے بیداد گر سے
مجھے ہر بات میں ہے بدگمانی	کہوں تو کیا کہوں پیغامبر سے
نہیں کچھ اُس بتِ ترسا کو پروا	ترستا ہے اگر کوئی تو ترسے

۳۵۰	نواسا ساقی کوثر کا اے عشق غضب ہے تین دن پانی کو ترسے	۱۹

آنکھیں کھو ماہے غم ہجر میں رونا کیا ہے
دیکھیں انجام اب اس رونے کا ہونا کیا ہے
آجکل زور ہے کیا جانئے ہونا کیا ہے
ان کے وعدہ کا ہے رونا مجھے رونا کیا ہے
خون ہوتا ہے کلیجہ تو نکل آتے ہیں اشک
تم ہو بیدرد خبر کیا تمہیں رونا کیا ہے
پھبتیاں کہتے ہیں ہنس ہنس کے شرارت دیکھو
دل لگی ٹھہری ہے ان کی مرا رونا کیا ہے
تم سلامت رہو تم خوش رہو عاشق کوئی
مر گیا مر گیا اس بات کا رونا کیا ہے
منہ سے دُھل جائے نہ کیوں گردِ ندامت ساری
ابر رحمت کی جھڑی ہے مرا رونا کیا ہے
واقف حسن ملیح ولب شیریں جانے
میٹھا کہتے ہیں کسے اور سلونا کیا ہے
چارۂ درد جگر حضرت عیسےٰ معلوم
جائیے جائیے بس آپ سے ہونا کیا ہے

مشکلیں سہل ہیں ہو ایک اگر ہمت ہو
دل پہ۔ کہیں تو کسی کام کا ہونا کیا ہے
ہوگا اے دل مرض موت مرا عشق کا روگ
اور انجام اس آغاز کا ہونا کیا ہے
ورطۂ بحرِ الم میں ہوں بس اے گریۂ ہجر
ڈوبتا آپ جو ہو اس کا ڈبونا کیا ہے
وصل جاناں کے مزے خواب میں حاصل ہیں مجھے
عین بیداریٔ قسمت ہے یہ سونا کیا ہے
منتظر رہتی ہے جو آنکھ اسے کیا معلوم
چین کیا چیز ہے آرام سے سونا کیا ہے
مردِ قانع کوئی اس کے لئے کیوں چھانے خاک
مشتِ خاکستر نا چیز ہے سونا کیا ہے
دھمکیوں سے ترے عاشق نہیں ڈرنے والے
دل ہی کھو بیٹھے ہیں جب جان کا کھونا کیا ہے
آ گئے ہو تو رہو اب تو نہ جانے دوں گا
اک غنیمت ہے تمہیں ہاتھ سے کھونا کیا ہے
جان دے بیٹھیں گے بیمارِ محبت اکدن
اور اس آپ کے اغماض سے ہونا کیا ہے
کھلتی دنیا کی حقیقت ہے یہیں کچھ آکر
خم فلاطون کا ہے قبر کا کونا کیا ہے

ایک چھینٹا ہے بہت ابرِ کرم کا یارب

وعدہ اپنا وفا کرے کوئی — میری حاجت روا کرے کوئی

دل کا کہنا بُرا سہی ناصح — نہ ہو قابو تو کیا کرے کوئی

مرضِ لادوا ہے دردِ عشق — اس کی اب کیا دوا کرے کوئی

جانے کیا شیخ لطفِ بادہ ناب — رند ہو تو مزہ کرے کوئی

آج فرقت کی ہم سہیں آفت — کل تو وعدہ وفا کرے کوئی

اسکو معلوم ہے جو حاجت ہے — کیوں خدا سے دُعا کرے کوئی

خوگرِ جور وہ سمجھ کے مجھے — کہتے ہیں کیوں جفا کرے کوئی

سوچتے ہیں ہزاروں تدبیریں — نہ بنے کچھ تو کیا کرے کوئی

سارے ارمان میرے بر آئیں — ایسا سامان خدا کرے کوئی

اُس کی رحمت نہیں ہے کچھ محدود — نہ خطا سے خطا کرے کوئی

یہ گوارا نہیں بہ خوفِ عدو — ہم سے چھپ کر ملا کرے کوئی

ہم کہے جائیں گے فسانہ درد — نہ سنے یا سُنا کرے کوئی

نہیں اپنوں سے جب امید بھی — غیر کا کیا گلا کرے کوئی

بُتِ بیدرد تیری فرقت میں — صدمے کبتک سہا کرے کوئی

نہیں تیرا نظیر عالم میں — آکے کیا سامنا کرے کوئی

اس میں اے شیخ کیا گناہ شراب — گر دوا کو پیا کرے کوئی

دل تو دے بیٹھے ہم محبت میں — اب وفا یا دغا کرے کوئی

دل سی شے بھی جو مفت دیتا ہوں — کہتے ہیں اسکو کیا کرے کوئی

ان سے مطلب نکالنا ہو اگر — غیر کی التجا کرے کوئی

درد اور صاف سے نہیں مطلب — دور ساقی چلا کرے کوئی

١٩	کہتے ہیں اہل سعی تھک کر عشق تیری تقدیر کیا کرے کوئی	٣٥٢

سیماب ہی کہ برق طپاں ہے شرار ہے
کیا جانے کیا بلا دلِ پُر اضطرار ہے

یہ کیا کہا کہ عشق بد اطوار و خوار ہے
تم جانتے نہیں وہ بڑا وضعدار ہے

رندوں کے حال پر کرمِ کردگار ہے
ساقی ہی مے ہی جام ہی فصلِ بہار ہے

راحت ملیگی تجھ کو نہ مر کر بھی قبر میں
حالت تری یہی جو دلِ بیقرار ہے

بجلی چمک گئی جو کبھی آسمان پر
بول اٹھے وہ کسی کا دلِ بیقرار ہے

دُنیا کی فکر میں ہے عبث مبتلا بشر
کس کو یہاں قیام ہے کسکو قرار ہے

اے خضر کوئے عشق میں رکھ دیکھ کر قدم
یہ رہ بڑی کٹھن ہے بڑی پیچدار ہے

کہنا ہمارا فرض تھا ہم کر چکے ادا
اب مانیں یا نہ مانیں اُنہیں اختیار ہے

کوئی نہیں ہے اپنا تو پروا نہیں ہمیں
سُنتے ہیں سب بے وسیلوں کا اللہ یار ہے

سچ جانتا ہوں جھوٹ بھی کہتے ہو تم اگر
مجھ کو تمہاری بات کا یہ اعتبار ہے

ناصح بنائے باتیں نہ بڑھ بڑھ کے ہے کیوں
بے بس نہیں وہ دل پہ اُسی اختیار ہے

مرنا سنا ہمارا تو جھٹ بول اٹھے وہ
مرضی خدا کی موت پہ کیا اختیار ہے

اس نیل گوں لباس کا کھُلتا نہیں سبب
کیا جانے کس کے غم میں فلک سوگوار ہے

کیسی خوشی پڑا ہے مجھے اس کا پیٹنا
دشمن کے غم میں آج کوئی سوگوار ہے

جلاد بھی ہے ہم بھی ہیں سولی بھی ہے کھڑی
اب دیر کیوں ہے حکم میں کیوں انتظار ہے

لیتے ہو دل سی چیز کو اور وہ بھی مفت میں
پھر اسپہ حر بھی کوئی کیا دیندار ہے

کیا جانے توڑ جوڑ حسینانِ دہر کے
بیچارہ دل مرا ابھی ناکردہ کار ہے

موباف سرخ دیکھ کے چوٹی میں کھل گیا
گردن پہ انکے خون کسی کا سوار ہے

عاشقی میں امیدِ نفع کجا
خوف یہ ہے ضرر نہ ہو جائے

غیر ہے بے وفا کہا میرا
جھی کہنا اگر نہ ہو جائے

سہل ہو عاشقی اگر اے دل
ہر فرشتہ بشر نہ ہو جائے

کیا کہوں دل کی داورِ محشر
کہیں ان کو خبر نہ ہو جائے

آتے جاتے ہیں لاکھ لاکھ خیال
دل مرا رہگذر نہ ہو جائے

ہے سہارا اسی کا عاشق کو
آہ بھی بے اثر نہ ہو جائے

سایۂ زلفِ دوتا کا پڑ پڑ کر
دُہری تیری کمر نہ ہو جائے

۳۵۶	میرے فکرِ علاج میں بیمار عشق خود چارہ گر نہ ہو جائے	۱۳

جو ہونی تھی اے ہمنشیں ہو چکی
پیامِ قضا وہ نہیں ہو چکی

تسلّی اب اے ہمنشیں ہو چکی
لبِ دلربا سے نہیں ہو چکی

ستم کی شکایت جو مجھ سے سُنی
وہ بولے کہ کیا آفریں ہو چکی

بچاتا ہے دامن کو قاتل عبث
لہو سے تو سُرخ آستیں ہو چکی

بتوں کا بنا ہے طرفدار دل
بس اب پاسداریٔ دیں ہو چکی

جو ادنیٰ ہے اعلیٰ نہ ہوگا کبھی
دلا چرخِ اخضر زمیں ہو چکی

عدو کر رہا ہے ادھر توڑ جوڑ
مری بات کرسی نشیں ہو چکی

دلِ زار ہے خوگرِ رنج و غم
خوشی تجھکو جانِ حزیں ہو چکی

کسی کی وہ تحریر انکار میں
مری سرنوشتِ جبیں ہو چکی

خدا کا ہے گھر کعبہ اے بُت تو کیا
ترے سنگِ در کی جبیں ہو چکی

فلک مجھ پہ اب مہرباں ہو تو کیا
عدو اس گلی کی زمیں ہو چکی

وہ اب آئیں تو کیا مبدل بہ یاس
تمنّا دمِ واپسیں ہو چکی

۲۰	نہ آیا گر اے عشق وہ حور وش مری بزم خلد بریں ہو چکی	۴۵۷

دمِ نزع آ کر وہ چلتے ہوئے — نہ دیکھا گیا دم نکلتے ہوئے

نہیں ہے یہ آدم گلی سے تری — نہ دیکھا عدو کو نکلتے ہوئے

کوئی بات خالی نہیں چال سے — ترے سارے فقرے ہیں چلتے ہوئے

زمانے کے مانند اے شوخ رنگ — نہیں دیر تجھکو بدلتے ہوئے

کٹی ہے ہماری تب درد و غم — یہ پہلو وہ پہلو بدلتے ہوئے

تمنا ہے دیکھیں مرادوں سے ہم — تمہیں پھولتے اور پھلتے ہوئے

تمہیں داورِ حشر سے کہدو حال — مجھے دیر ہوگی سنبھلتے ہوئے

تری چکنی باتیں بھی اعجاز ہیں — ہر اک دل کو دیکھا پھسلتے ہوئے

نہ گھس جاتی دہلی نہ تھک جاتے پاؤں — جو آتے مرے گھر ٹہلتے ہوئے

انہیں شمع سوزاں کا دھوکا ہوا — جو دیکھا مرے دل کو جلتے ہوئے

سنی امتحاں کی تو ہوش اڑ گئے — ہوس باز میداں سے چلتے ہوئے

مجھے موت اپنی نظر آگئی — وہ آئے جو آنکھیں بدلتے ہوئے

پتا منزلِ مدعا کا نہیں — زمانہ ہوا راہ چلتے ہوئے

کھٹکتا ہے خارِ مژہ سے وہ بت — مری آنکھیں تلووں سے ملتے ہوئے

نہ کی بات جب اسنے منہ جوڑ کر — ہم اپنا سا منہ لیکے چلتے ہوئے

تمہارے شہیدِ وفا کے ہیں پھول — چلو سیر دیکھو ٹہلتے ہوئے

نہیں میری آنکھوں میں جوشِ سرشک — یہ فوارے ہیں دو اچھلتے ہوئے

مریضِ محبت کے تیماردار — تھکے ہیں دوائیں بدلتے ہوئے

عجب حالت شمع و پروانہ ہے — گذرتی ہے دونوں کی جلتے ہوئے

۳۵۸

مجھے دل ہی سے عشق دیتے ہی
جو دیکھا کسی کو مچلتے ہوئے

۳۱

مائل قتل کوئی شوخ ستمگر نہ سہی
آپ ہم اپنا گلا گھونٹیں گے خنجر نہ سہی

بوالہوس غیر وفا کر نہیں سکتا ہرگز
ہے یقیں اسکا مجھے آپ کو باور نہ سہی

ظلم و بیداد سے بھی مار نہ ترسا کے مجھے
لطف و احسان بت سفاک و ستمگر نہ سہی

چارہ گر پھوڑیں گے ہم آپ پھپھولے دل کے
خلش غم ہی بہت ہے کوئی نشتر نہ سہی

قتل عاشق کے لئے جنبش ابرو ہی بہت
ترک بیباک ترے ہاتھ میں خنجر نہ سہی

قدردانی میں تو ارباب کرم کی نہیں نقص
میں کوئی صاحب علم و فن و جوہر نہ سہی

بوسہ دینا نہیں منظور تو دشنام ہی دو
زہر ہی مجھکو ملے قند مکرر نہ سہی

درد اور صاف سے مطلب نہیں پینی ہے کام
کوزہ گل سہی بلور کا ساغر نہ سہی

اے قیامت تجھی سے ہم آس لگائے ہوئے ہیں
اسکے ملنے کا کوئی وقت مقرر نہ سہی

کوچہ گردی مری چھٹ جانے سے اسکی نہیں کم
حلقۂ چرخ مرے پاؤں میں چکر نہ سہی

تیری ٹھوکر جو سلامت ہے تو پروا کیا ہے
نہ جگائے مجھے ہنگامۂ محشر نہ سہی

دل تو ہے تیری محبت میں مرا دشمن جان
تو جفا جو نہ سہی اور ستمگر نہ سہی

رخ و آئینہ میں چلتی ہی رہیں گی چوٹیں
یہ کوئی کینہ دارا و سکندر نہ سہی

آپ ہی آج چکا دیں مرے دل کا جھگڑا
منصفی کے لئے کل عرصۂ محشر نہ سہی

میری افتاد ہے بس مجکو مٹانے کے لئے
جور گردوں نہ سہی آپ کی ٹھوکر نہ سہی

سادگی خود ہی تری لاکھ سنگاروں کا سنگار
بہر آرایش و تزئین کوئی زیور نہ سہی

خوف رسوائیوں کا اپنی ہے اس بت کو تو ہم
چلکے کعبہ ہی میں سر پھوڑینگے وہ در نہ سہی

دیکھنا شرط ہے جسطرح سے چاہو دیکھو
آنکھ غصہ کی سہی مہر کے تیور نہ سہی

وعدہ کر لینے سے تسکین تو ہو جاتی ہے
بات جھوٹی سہی اسکا مجھے باور نہ سہی

تو جب اک دل سے اتر جائے مرا قصہ غم
آپ سن لیجئے یک بار مکرر نہ سہی

آرزو ہے کہ وفا وصل کا وعدہ ہو کبھی
دو گھڑی رہکے چلے جائے شب بھر نہ سہی

اک قیامت ہے یہ گیسوئے سیاہی ظالم
گو ترے قامت بالا کے برابر نہ سہی

دل کو کیا کیجئے لے وصل نہیں چین اسے
ہم تری خواہش انکار سے ماہر نہ سہی

صبر سے کاٹے نہ کٹے گی شب فرقت یا رب
ملک الموت ہی آجاے وہ کافر نہ سہی

لاگ بیفائدہ ہے اسسے تری شوخی کو
وہی بیچین سہی دل مرا مضطر نہ سہی

عرق شرم تو محشر میں ڈبو دیگا مجھے
نہ دھلے اشک سے اعمال کا دفتر نہ سہی

دل کے ارمانوں سے ہم اپنے کو بہلا لیں گے
حور جنت نہ سہی وہ بت کافر نہ سہی

نرم کر لیگا کوئی باتوں سے اسکو کیونکر
ای صنم سخت تو ہے دل ترا پتھر نہ سہی

ناتواں ضعف سے ہے عاشق ناکام تو کیا
دم ترے ہجر میں توڑیگا تڑپ کر نہ سہی

دیکھنا یار کا منظور ہے ہو کوئی جگہ
غیر کا گھر ہی سہی عرصۂ محشر نہ سہی

٣٥٩

ہجر ساقی میں کریں اور ہوس کیا اے عشق
بس ہے خونابۂ دل بادۂ احمر نہ سہی

١٨

وہاں آئینہ سے اب آشنائی ہوتی جاتی ہے
پسند آپ اپنی انکو خود نمائی ہوتی جاتی ہے

تعلق رات دن کا رنگ لاکر ہی رہا اپنا
مری دشمن کی کچھ کچھ آشنائی ہوتی جاتی ہے

کوئی مقتل میں دیکھے تیز دستی میرے قاتل کی
صفوں کی دم کی دم میں کیا صفائی ہوتی جاتی ہے

غضب ٹوٹے خدا کا سخت جانوں پر مرا قاتل
پسینے ہو چلا ہے شل کلائی ہوتی جاتی ہے

نظر آتا نہیں حامی ہمارا کوئی عالم میں
اسی بت کی طرف ساری خدائی ہوتی جاتی ہے
نکالے پیٹ سے اب پاؤں میرے دستِ وحشت نے
کہ اس کی جیب دامن تک رسائی ہوتی جاتی ہے
خدا حافظ بہارِ باغ دوخت زدہ ہے جوبن یہ
وہاں پارسایاں پارسائی ہوتی جاتی ہے
نہیں وہ دور کچھ مجھ سے کروں کیا قسمتِ بد کو
کہ ستارہ اس کی نارسائی ہوتی جاتی ہے
اڑاتے ہیں وہ کل کے وعدہ کو بھی آج باتوں میں
جو کی بات ہے ایدل ہوائی ہوتی جاتی ہے
وہ کھینچتے ہیں حیا سے رکھتے ہیں ہم پاس خاطر سے
یہ کیسی وصل میں پیدا جدائی ہوتی جاتی ہے
خدا رکھے سلامت پنجۂ غم تیرے ناخن کو
ہمارے زخم کی عقدہ کشائی ہوتی جاتی ہے
خدا کے واسطے ٹھہرا کوئی دن قتل کا قاتل
وہاں جان تیری بے اعتنائی ہوتی جاتی ہے
وہ ضبطِ اشک چشمِ تر کو میرے دیکھکر بولے
کہ اب کوزے میں دریا کی سمائی ہوتی جاتی ہے
رکھیں اپنی بھلائی کی توقع کیا سرِ محشر
ہمیشہ ہم سے تو یارب برائی ہوتی جاتی ہے
نہیں کچھ فائدہ اے چشم ضبط اشک بہتر ہے

کہ اس رو سے سے تیری جگ ہنسائی ہوتی جاتی ہے

نمود صبح شام وصل ہے جاتا ہے گھر کوئی

خدا حافظ تن و جاں میں جدائی ہوتی جاتی ہے

مری ضد میں دیا کرتے ہیں بوسے دشمنوں کو وہ

نئی رشوت ہے ایسی منہ بھرائی ہوتی جاتی ہے

۳۶۰	ادھر اللہ سے بھی مانگتے ہیں ہم دعائیں عشق اودھر اس بت کے در پر جبہ سائی ہوتی جاتی ہے	۱۹

شان پستان وقف نرالی ہے
کیسی بھولی بھلی یہ ڈالی ہے

مارے اس اسکا کیا برا کوئی
انکا تکیہ کلام گالی ہے

کل کے وعدے کو حشر پر ٹالا
بات میں بات کیا نکالی ہے

یوں نہ آنکھیں نکال کر دیکھو
یہ ادا میری دیکھی بھالی ہے

مژدۂ قتل جاں نثاروں کو
تیغ اس ترک نے سنبھالی ہے

بار پر میرے یہ مصیبت عشق
اے دل زار تو نے ڈالی ہے

نہ رہا کچھ زوال کا کھٹکا
ہم میں اس فخر نے کمالی ہے

اُن کے دفتر سے نام دشمن کا
کٹ گیا ابھی بحالی ہے

جیر تو سے چڑھے ہیں کیوں تیور
کہئے کیسا مزاج عالی ہے

یارب اس کا نہ ہو بھلا جس نے
مجھ میں اور ان میں پھوٹ ڈالی ہے

ماہ نو کو بتاتی ہے ما لا
آپ کے کان کی جو بالی ہے

بچھا جاتا ہوں راہ میں انکی
کسقدر شوق پائمالی ہے

جسکو جوش شباب کہتے ہیں
گلشن حسن کا وہ مالی ہے

دل کے کیسے ہیں یہ نہیں معلوم
انکی صورت تو بھولی بھالی ہے

یار کے دل میں جم گئے ہیں ہم ‌ ‌ اچھی بنیاد ہمنے ڈالی ہے
دوستی دوستی ہی ہمسے خوب ‌ ‌ دشمنی آپ نے نکالی ہے
زلف سرکش کو سر چڑھا کے بہت ‌ ‌ تم نے پیچھے بلا لگالی ہے

۳۶۱ ‌ ‌ ۱۸

اس کی کیا پوچھتا ہے اے زاہد
عشق اک رند لاابالی ہے

ابروں کی ادا نرالی ہے ‌ ‌ طرفہ یہ مطلع ہلالی ہے
کیا دکھاتا ہمیں پیالی ہے ‌ ‌ ساقیا ظرف اپنا عالی ہے
قیس کی جاندار فخر ہی یہ ‌ ‌ تیرے دیوانے کی بحالی ہے
جان کی فکر ہے عبث اے دل ‌ ‌ عاشقی یہ جناب عالی ہے
کیا کہوں نہیں کہ میرے مطلب کی ‌ ‌ اس نے کسطرح بات ٹالی ہے
عشق میں جان جائے گی اے دل ‌ ‌ یہی آخر کو ہونے والی ہے
دختر رز مفت میں ملیگی اے شیخ ‌ ‌ یہ بھی کیا حور خلد والی ہے
کیوں نہ بھر آئے میکشوں کا دل ‌ ‌ شیشہ خالی ہے جام خالی ہے
دختر رز کو شیخ کیا جانے ‌ ‌ میکدے کی یہ رہنے والی ہے
کون جا کر لڑے رقیبوں سے ‌ ‌ ان کی محفل نہیں ہے پالی ہے
وضع انکی ہوئی کہ شکل انکی ‌ ‌ سیدھی سادی ہی بھولی بھالی ہے
آسماں گرد ہے غبار اپنا ‌ ‌ خاکساری کا رتبہ عالی ہے
نغمۂ عندلیب سے بڑھ کر ‌ ‌ تیرے عاشق کی زار نالی ہے
جوش شادی ہے بزم ساقی میں ‌ ‌ ٹوپی شیشہ نے بھی اچھالی ہے
جب عدو ہے حریف دور انکا ‌ ‌ پھر کیوں اس کا پیالا خالی ہے
رہ گئے لاکھ ہو کے رہتی ہے ‌ ‌ مات اے دل جو ہونیوالی ہے

اُس کی زلف سیاہ سے بڑھکر
شب فرقت ہمارا تو کالی ہے

٣٦٢

عشق عالم میں قدرداں سے
کون سنسند گاں عالی ہے

١٧

کوئی دیکھے تو بیتابی مری
دیکھے دل کرتا ہوں نادانی مری

آپ اپنے حال پر ہوں نوحہ گر
تجھسے سُنئے مرثیہ خوانی مری

بے سبب زلف آشفتہ نہیں
رنگ لائی ہے پریشانی مری

بنگیا آئینہ وہ آئینہ رو
دیکھکر حیرت اسے حیرانی مری

یہہ تغیر میری حالت میں ہوا
اسنے صورت بھی نہ پہچانی مری

دیکھے دل انکے گلے کا ہار ہو
عین دانائی ہے نادانی مری

ہم تو پچھتاتے ہیں دیکر دل سی شے
آپ کیوں کہتے ہیں نادانی مری

قدردانی کا زمانے میں ہے قحط
ہائے کیا ہوگی ہمہ دانی مری

عشق کی طاقت سے ہے زور آزما
عقل بھی ہے کتنی دیوانی مری

نام لے ہمدم نہ اطمینان کا
اور بڑھتی ہے پریشانی مری

اللہ اللہ کرکے روز غم کٹا
ہوگئی مشکل سے آسانی مری

عجز کے سجدوں سے بھی نکلا نہ کام
گھس گئی آخر کو پیشانی مری

آئینگے کھانے میں اچھے اچھے زخم
گھر میں قاتل کے ہے مہمانی مری

غیر کو گھر میں بٹھا کر چلدیا
اسنے اچھی کی یہہ مہمانی مری

شر اعدا سے بچائیگا وُہی
جس کے ذمے ہے نگہبانی مری

ذکر حور خلد سے ہے احتراز
تیغ دیکھے پاک دامانی مری

٣٦٣

بڑھگئی اسکے کرم کو دیکھکر
عشق عصیاں سے پشیمانی مری

٣٢٥

نکلی تیغِ امتحاں جب میاں سے ۔ بھاگ نکلے بوالہوس میداں سے

اسکی کھاتے ہیں قسم وہ بار بار ۔ سر ہمارا کم نہیں قرآں سے

بیوفائی ہے کی یا غیر نے ۔ آپ ہی فرمایئے ایمان سے

یا الٰہی سلسلہ ہو مختصر بیا ۔ پھر نجایں وہ کہیں ایمان سے

پرچھے ادا اد دے گرانکو دل ۔ ہاتھ دھو بیٹھا ہوں اپنی جان سے

سنگ مقناطیس میرا دل نہیں ۔ ربط کیوں اسکو ہے اس پیکان سے

سر میں جب کچھ بادِ نخوت بھر گئی ۔ بڑھ گیا انسان پھر شیطان سے

ہے ہجوم حسرت و حرمان و غم ۔ کم نہیں دل حشر کے میدان سے

جوش میری چشم تر کا بڑھ گیا ۔ موج سے سیلاب سے طوفان سے

اس تجاہل اس تغافل کے نثار ۔ لیکے دل وہ بن گئے انجان سے

اے دل بیتاب بیتابی نہ ہی ۔ مار ہی ڈالے گی مجکو جان سے

لے لو دل تم بھی کروگے یاد کیا ۔ دی ہے وہ شے تھی جو بڑھکر جان سے

عاشقی میں کیا سنوں ناصح تری ۔ صبر باہر ہے مرے امکان سے

دلمیں رکھ لوں ہاتھ آجائے اگر ۔ عشق ہے مجکو ترے پیکاں سے

حسرتِ دل بیخودی اچھی نہیں ۔ کام لیجے ہوش سے اوسان سے

آپ کی بھی اب نہیں خالی جگہ ۔ بھر گیا ہے دل مرا حرمان سے

واہ رے عشقِ زلیخا کی کشش ۔ کھچ کے یوسف آگئے کنعان سے

نام اسمیں آپ کا ہوجائے گا ۔ اُٹھے عاشق کا جنازہ شان سے

حسنِ یوسف بھی نہیں کچھ کام کا ۔ ہو اگر خالی ادا سے آن سے

میرے دل میں آکے رہنا سیکھ لے ۔ تو بھی اے پردہ نشیں ارمان سے

حور کی زاہد کرے گا قدر کیا ۔ یہ نہیں واقف ادا سے آن سے

جو بتوں کو دیکھ کر حسا تا رہے	باز آئے ایسے ہم ایمان سے
نا پسند یار ٹھہری جنس دل	بچ گئے ہم مفت کے نقصان سے
عمر کو وہ بے وفا کہتے ہوئے	آرزو ہے سُسلوں اپنی کان سے

٣٦٤	عشق ستا گردِ فصیح ملک ہوں کم نہیں رتبہ مرا حسان سے	١٥

مٹائی زمیں نے نشاں کیسے کیسے	ملے خاک میں آسماں کیسے کیسے
کئے قتل عاشق وہاں کیسے کیسے	ہوئے خون بھی بیہ رتاں کیسے کیسے
کوئی مجھسے پوچھے کہ میری وفا کے	بتوں نے لئے امتحاں کیسے کیسے
تری دور دوری میں ای پیر گردوں	نظر آتے ہیں نوجواں کیسے کیسے
دہوئیں باغ کے باغباں دیکھتا رہ	اڑاتی ہے بادِ خزاں کیسے کیسے
جو ہوتی ہے جھوٹی بھی تعریف دشمن	تو ہوتے ہیں مجھکو گماں کیسے کیسے
عجب بوڑھی جورو نپہ مرتا ہی زاہد	زمانے میں ہیں نوجواں کیسے کیسے
نہ راہ عدم اٹھی گرد یا تک	روانہ ہوئے کارواں کیسے کیسے
حلاوت سخن کی عجب شی ہی ایدل	مزے دیرہی ہی زباں کیسے کیسے
سرِ پرسشِ حشر ہو کر رہیں گے	عیاں رازہائے نہاں کیسے کیسے
وہ زنداں محبت ہی دم چھوڑتی ہیں	رگڑ کر رہیاں ایڑیاں کیسے کیسے
مری قتل کی مشورت میں لگے ہیں	عدو انکے ہمداستاں کیسے کیسے
مری دیکھتے دیکھتے ہی تو بدلے	ترے رنگ اے آسماں کیسے کیسے
جو اس لعل شیریں کا لیتا ہوں بوسہ	تو لب چاٹتی ہی زباں کیسے کیسے

٣٦٥	مٹا عشق مل کر بھی اُن سے نہ جھگڑا گلے شکوے ہیں درمیاں کیسے کیسے	١٩

ہوئے تیغ کے امتحاں کیسے کیسے | ہوئے نیم جاں سخت جاں کیسے کیسے
تمہاری علاوہ محبت میں مجھ سے | لئے دل سے ہی امتحاں کیسے کیسے
چھپے کونے کونے سر رشتۂ حشر | مری آنکھ سے ارداں کیسے کیسے
تری ہاتھوں اے پیر زال زمانہ | ملے خاک میں نوجواں کیسے کیسے
ہمارے بھی بوسوں کے بیٹھے ہوئے ہیں | حسینوں کے رخ پر نشاں کیسے کیسے
پس قتل پھر کر بھی اپنے نہ دیکھا | تڑپتے رہے نیم جاں کیسے کیسے
محبت میں روزا بھی طاقت سے بڑھ کر | لگاتے ہیں ہم ناتواں کیسے کیسے
بھرے بزم میں ہیں چھٹے شہر بھر کے | بلاتے ہیں وہ میہماں کیسے کیسے
نہیں ایک تم لطف فرما تو کیا ہے | ہمارے بھی ہیں مہرباں کیسے کیسے
ہماری محبت کے بیٹھے ہوئے ہیں | دل یار پر بھی نشاں کیسے کیسے
دھواں میرے نالوں سے اٹھتا ہے جب بھی | تو چکراتے ہیں آسماں کیسے کیسے
پھپھولوں کو سوز محبت کے دیکھو | مرے دل میں ہیں آسماں کیسے کیسے
نہیں آتے ڈر سے تصور میں بھی وہ | اسے آنکھ میں مجھ سے گماں کیسے کیسے
مری دل میں آ کر نہیں آنکھ تو دیکھو | تمہارے لیے ہیں مکاں کیسے کیسے
ستارے نہیں داغ رکھتا ہے ایسے | ترے عشق کے آسماں کیسے کیسے
عدو کی شرارت سے پیدا ہوئے ہیں | ادھر بھی ادھر بھی گماں کیسے کیسے
کوئی روئے کس کس کو اب یاد کر کے | ہوئے بے نشاں مانتاں کیسے کیسے
کرے تو کوئی سیر گلزار معنی | کھلاتے ہیں گل نکتہ داں کیسے کیسے

٣٦٢	نہ سر پٹکیں اسے عشق اہل ہنر کیوں چھپے خاک میں قدرداں کیسے کیسے	١٦

جو ٹھہری کہیں تو یہاں آتے آتے | رکا دم مرا ناگہاں آتے آتے

نہ وحشت میں پہنچی مری گرد کو بھی ‏ ہوا رہ گئی ہم عناں آتے آتے
عدو کے تو گھر سے مرا گھر ملا تھا ‏ نہ گھس جاتی مہندی یہاں آتے آتے
پتا نامہ بر کا نہیں کچھ خبر کیا ‏ کہ یہ مر رہا ہے کہاں آتے آتے
سنو رنا شب وعدہ ٹھہرا قیامت ‏ ہوئی صبح انکو یہاں آتے آتے
عدو ساتھ کیوں ہے یہ لائے ہو کیا تم ‏ بنا تحفہ اے مہرباں آتے آتے
نصیبوں سے میرے نہیں بن گیا ہے ‏ لب یار تک لفظ ہاں آتے آتے
مرے دل میں تھا حرف مطلب کہوں میں ‏ مگر رہ گیا تا زباں آتے آتے
نہاں کب رہا ہے عیاں ہو گیا ہے ‏ نہ باتوں پہ راز نہاں آتے آتے
سر حشر ہی شکر بن کر رہیگا ‏ بتوں کا گلہ تا زباں آتے آتے
رہا آج سے کل پہ کل دیکھیں کیا ہو ‏ سخن وعدے کا درمیاں آتے آتے
گماں ہوتے ہیں اُنکے جانب سے کیا کیا ‏ جو رک جاتی ہیں ہچکیاں آتے آتے
ہوا دور ہی ختم مجھ تشنہ لب تک ‏ کوئی جام پیر مغاں آتے آتے
الٰہی ہے کچھ دونوں حشر قائم ‏ کہ آئیں گے ہم ناتواں آتے آتے
تمہیں آ گیا دھیان کسی بوالہوس کا ‏ رکے کیوں ہے امتحاں آتے آتے

۲۲	بہت سچ کہا ہے یہ استاد نے عشق کہ آتی ہے اردو زباں آتے آتے	۳۶۷

کسی کی کچھ انہیں پروا ہی کیا ہو ‏ کوئی مر جائے تو ہوتا ہی کیا ہے
جو مانگا کوئی بوسہ ہنس کے بولے ‏ نہیں دیتے ترا دعویٰ ہی کیا ہے
بلا سے گر نہیں قسمت میں حوریں ‏ سلامت تم رہو پروا ہی کیا ہے
وہی ہوگا جو کچھ قسمت میں ہوگا ‏ مری تدبیر سے ہوتا ہی کیا ہے
وفا ہو جائے کل کا آج وعدہ ‏ ذرا سی بات ہے جھگڑا ہی کیا ہے

برا ہوں یا بھلا ہوں خوب ہوں میں | کسی کے کہنے سے ہوتا ہی کیا ہے
کہیں سنتے ہیں دیوانے بھی ناصح | نصیحت سے ترا منتا ہی کیا ہے
تڑپنا میرے دل کا سنکے بولے | تڑپنے دو ابھی تڑپا ہی کیا ہے
اُچک کر میرا نالہ لے ہی لے گا | یہ اونچا آسماں اونچا ہی کیا ہے
ڈراؤں میں جو اس بت کو اثر سے | مری فریاد میں رکھا ہی کیا ہے
ہوئے ہیں نذرِ الفت جان و دل تک | ہمارے پاس اب رکھا ہی کیا ہے
اگر گالی بھی ہو وہ بھی ہے میٹھی | تمہاری بات کا کہنا ہی کیا ہے
حریفوں نے کئے ساقی تہی خم | ہمارے واسطے رکھا ہی کیا ہے
چرائونگا جو دم میں اے ستمگر | تری بیداد نے چھوڑا ہی کیا ہے
یہی ہے عشق تو اے حضرتِ دل | ملے گا اور غم اتنا ہی کیا ہے
کہیں اچھا ہے اس جینے سے مرنا | نہ ہو آرام تو جینا ہی کیا ہے
ملا ہے دل تو آنکھیں بھی ملاؤ | اٹھا دو آنکھ کا پردا ہی کیا ہے
ابھی ہے دور دلی تو نے ایدل | محبت کا مزا چکھا ہی کیا ہے
نہیں قدر ان کو میرے دردِ دل کی | یہی رونا ہے بس رونا ہی کیا ہے
قوی تر ہے نگہباں بھی ہمارا | عدو ہے گر قوی پروا ہی کیا ہے
دلِ گم گشتہ کا میرے ہے کیوں غم | گرہ سے آپ نے کھویا ہی کیا ہے

۳۶۸ | دیا اللہ کا سب کچھ ہے اے **عشق**
کمی کس شے کی ہے پروا ہی کیا ہے | ۳۲

چاہئے قدرِ سخن کے لئے قسمت اچھی | فائدہ کیا جو ہوئی **عشق** طبیعت اچھی
روئدادِ دلِ عاشق ہے نہایت اچھی | آج یہ تم کو سناتا ہوں حکایت اچھی
خوگر رنج ہوں آرام بلائے جاں ہے | راحتِ وصل سے ہے ہجر کی زحمت اچھی

کیسے شیدا ہوں نہ کس پہ عجب مشکل ہے
ایک سے ایک نظر آتی ہے صورت اچھی

تم طرفدار ہو جس کے ہے زمانا اس کا
ہو برا غیر تو کیا اس کی ہے قسمت اچھی

گر یہی دل ہے تو مرجاؤ نگا پٹ جاؤنگا
خلد میں بھی نظر آئے گی جو صورت اچھی

کیا بلائے کوئی مہمان اُنھیں اپنے گھر
وہ تو کہتے ہیں کسی کی نہیں نیت اچھی

دیجئے اہلِ سفارش بھی مجھے صاف جواب
کیا کرے کوئی نہو جب تری قسمت اچھی

کہتے ہیں آکے دمِ نزع مرے بالیں پہ
کیا ہوا ہے اسے ہے اسکی تو حالت اچھی

غیر کو مجکو سرِ بزم لڑا بیٹھے ہو
بیٹھے بیٹھے تمہیں سوجھی یہ شرارت اچھی

حرفِ انکار سے اکدم تو نہو جائیگی یاس
صاف کہنے سے ہے یہ آپ کی لکنت اچھی

ہم مروت ہی مروت میں مرے جاتے ہیں
اس محبت سے تجھے تیری عداوت اچھی

دلِ ناکام کو پابند ہوس ٹھرایا
دعوی عشق کی دی تمنے شہادت اچھی

یہ جو اچھی ہے تو اعمال بھی سب اچھے ہیں
آدمی رکھے ہر اک حال میں نیت اچھی

فکر بیش و کم دنیا میں برائی ہے بہت
آدمی کے لئے ہے سب سے قناعت اچھی

دل کو ہے عشق حسینوں سے تڑپ جاتا ہے
جب نظر آتی ہے اسکو کوئی صورت اچھی

کھل گئے دونوں طرف دفترِ ایام فراق
وصل کی شب ہوئی آپس میں شکایت اچھی

لیکے نقدِ دل و جاں مجھ کو کہیں کا نہ رکھا
آپنے دل کی نکالی یہ عداوت اچھی

تم جسے چاہو اسے چاہئے کیا دنیا میں
جسکے پہلو میں ہو تم اسکی ہے قسمت اچھی

اسطرف مجھسے اشارے ہیں ادھر دشمن سے
تیری آنکھوں نے یہ سیکھی ہے شرارت اچھی

جرم تو غیر کرے اور سزا مجھ کو ملے
خوب انصاف ہے یہ ہے عدالت اچھی

لیکے اک بوسہ پہ دل کہتے ہیں وہ مفت ملا
اور ہم خوش کہ اُٹھی مال کی قیمت اچھی

آج فرعون جو ہوتا تو جتا دیتے ہم
عجز کی شان ہے جس میں وہ حکومت اچھی

گر عیادت کے لئے آئیگا وہ رشکِ مسیح
خود ہی ہو جائیگی بیمار کی حالت اچھی

دل کا دل ہی میں رہے راز محبت نہ کھلے
بات پردے کی ہے اسکی نہیں شہرت اچھی

ہم بُرے لاکھ ہیں اے شیخ تو کیا ہوتا ہے
وہ رحیم اچھا ہے اور اسکی ہے رحمت اچھی

جب یہ جاتے ہیں نکلوا ہی دیے جاتے ہیں
انکی محفل میں ہے عشاق کی عزت اچھی

ہیں بُرے ہی بُرے آثار خدا خیر کرے
اب نہیں ہے دلِ بیمار کی حالت اچھی

بوسہ تو دیتے نہیں مانگتے ہو مفت میں دل
آپ کی ہے یہ ہو صاحب یہ حکومت اچھی

وصل ہو اس بت خود کام کا ممکن ہی نہیں
فائدہ کیا جو ہوئی بھی مری قسمت اچھی

مر کے ہم آپکے بیداد و ستم سے چھوٹے
ہو گئی رنج و مصیبت سے فراغت اچھی

۲۱	وہ تو اچھے ہیں کروں انکی برائی کیونکر خود بروں کی نہیں اے عشق شکایت اچھی	۳۶۹

ہم جاں نثار آپ کے ہیں جان جائیے
پہچانتے نہیں ہیں تو پہچان جائیے

عاشق پہ ہے یہ جبر کہ باز آئے عشق سے
اس عقل اس شعور کے قربان جائیے

اک بوسہ کچھ ایسی بڑی بات بھی نہیں
ناحق ہے اسپر آپ کو کد مان جائیے

انکے حضور رعب سے پڑتا نہیں ہے منہ
کس طرح یہ کہوں کہ مری مان جائیے

دیتے ہیں بوسہ ڈال کے منہ پر نقاب وہ
اس شرم اس حجاب کے قربان جائیے

حاجت سوال کی نہیں صورت سوال ہے
ہم جس غرض سے آئے ہیں پہچان جائیے

بگڑیں گے ہم تو پھر نہ بنائے بنے گی کچھ
اچھی نہیں ہے اتنی بھی ضد مان جایئے

دشمن کی دوستی میں ہیں لاکھوں قباحتیں
پچھتایئے گا ورنہ مری مان جایئے

جی میں ہے خاک ڈال کے درباں کی آنکھوں میں
دشمن کے روپ سے کہیں مہمان جایئے

کیا آپ چور ہیں جو چراتے ہیں ہم سے آنکھ
یوں سامنے سے بن کے نہ انجان جایئے

حالت دمِ اخیر کی دیکھی نہ جائے گی
جانے لگے ہیں اب مرے اوسان جایئے

جو آج کی تھی بات وہ پھر کل پہ ہو گئی
اِس قول اس قرار کے قربان جایئے

رہجائے دل کی دل ہی میں تو لطفِ وصل کیا
صاحب نکال کر مرے ارمان جایئے

ہم یہ بھی رشک سے دمِ رخصت نہ کہہ سکے
اللہ آپ کا ہے نگہبان جایئے

آپ اپنے تک ہی رکھئے یہ جھوٹی عنایتیں
ہم مانتے نہیں کوئی احسان جایئے

چھیڑی ہے آج آپ نے بحثِ وفا اگر
منوا کے جایئے مجھے یا مان جایئے

دیوانگانِ عشق کو دیکھیں گے اہلِ حشر

دامن دریدہ چاک گریبان جائیے

ہوتے ہیں سچے بات کے دل دادگان عشق

ہم جان دیں گے آپ پہ یہ جان جائیے

تکلیف میزبان کو جس سے سر بسر

گھر اس طرح کسی کے نہ مہمان جائیے

اہلِ عدم بھی جانیں کہ آیا ہے کوئی شخص

دُنیا سے ساتھ لے کے وہ سامان جائیے

۳۷۰	شوق زبان اگر ہے میاں عشق آپ کو جو کچھ بتایے داغ اسے مان جائیے	۲۶

مائل انس ہر انسان رہے یا نہ رہے

ایک کو ایک کا ارمان رہے یا نہ رہے

ہو گیا مفت میں شل ہاتھ مرے قاتل کا

منفعل مجھ سا گراں جان بھی یا نہ رہے

بیوفائی کا محبت میں نہ اُٹھے الزام

آن رہ جائے مری جان رہی یا نہ رہے

موت آتی ہے شب وعدہ وہ آتے ہیں

منتظر کوئی پریشان رہے یا نہ رہے

جتنا جی چاہے ستا لو مجھے دل کھول کے تم

اس سے کیا تم کو مری جان رہے یا نہ رہے

دل تو آغاز محبت ہی میں کھو بیٹھا ہوں

اب یہ معلوم نہیں جان رہے یا نہ رہے

جلوہ دختر رز ہوش ربا ہے ساقی

دیکھیے شیخ کا ایمان رہے یا نہ رہے

آج جو کچھ ہے مہیا وہ غنیمت ہی بہت

کل خدا جانے یہ سامان رہے یا نہ رہے

بھولے جاتے ہیں کہیں دیدہ و دانستہ سلوک

مجھ پہ جلاد کا احسان رہے یا نہ رہے

آ چکے وعدے کو کل پہ نہ اُٹھا رکھو تم

تم میں یہ بات مری جان رہے یا نہ رہے

دیکھیں کیا ٹھہرے سر حشر ہیں کشتے لاکھوں

انہیں ایک ایک کی پہچان رہی یا نہ رہے

دل تو اس کافر بدکیش کو دے بیٹھا ہوں

آگے جو کچھ ہو اب ایمان رہے یا نہ رہے

عاشقِ زار ہوں جانباز ہوں دل کہتا ہوں
آپکے وصل کا ارماں رہے یا نہ رہے

تو خبر جلد مریضِ شبِ تنہائی کی
گھڑی کا ہے یہ مہمان رہے یا نہ رہے

دل نے دیکھی ہے تصور میں کسی کی تصویر
صورت آئینہ حیران رہے یا نہ رہے

صبر کا فر نے سمیٹا ہے دل عاشق کا
زلف کا حال پریشان رہے یا نہ رہے

میرا کہنا ہی ہوا غیر نے بدذاتی کی
اب کوئی دل میں پشیمان رہے یا نہ رہے

پارۂ دل سپر کرینگے اسے ہم خدنگ ناز
تیر بیداد میں پیکاں رہے یا نہ رہے

گھر مرے آج وہ آیا تو ہے معلوم نہیں
رات کی رات بھی مہمان رہے یا نہ رہے

علم محفوظ ہے ہر خوف سے ہر حالت میں
کوئی اس شئے کا نگہباں رہے یا نہ رہے

بے اجازت کبھی ہم گھر میں رکھیں گے قدم
انکے در پر کوئی دربان رہے یا نہ رہے

جذب دل میں ہے مرے طاقتِ مقناطیسی
ہو گئے پیوست وہ پیکان رہے یا نہ رہے

خوب حیلہ ہے وہ یہ کہکے لئے جاتے ہیں دل
رہے دے اسکو ترا دھیان رہے یا نہ رہے

میں دلاؤنگا قسم انکو سر پرسشِ حشر
غیر کا سر تو ہے قرآن رہے یا نہ رہے

امتحاں غیر کا لینا ہو تو کے لیجے آج
کل یہی گو یہی میدان رہے یا نہ رہے

۱۷۳	کام کی باتیں ہیں کچھ شعر تو کر لیجے یاد وقت پر عشق کا دیواں رہے یا نہ رہے	۱۹

بن کے اسطرح سے انجان کہاں جاتا ہے
آ ادھر میں ترے قربان کہاں جاتا ہے

اٹھ کے دنیا سے ہر انسان کہاں جاتا ہے
نہ کہیں جاں نہ پہچان کہاں جاتا ہے

ہے وہم تیغ رہ کوچۂ قاتل اے دل
سن مری بات کہا مان کہاں جاتا ہے

جاں سے جاتا ہی اُٹھہ جاتا ہے دُنیا سے غریب
کوئی اس بزم میں مہمان کہاں جاتا ہے

کوچۂ عشق نہیں موت کا گھر ہے اے دل
کیوں قضا آئی ہے نادان کہاں جاتا ہے

وعدہ جو غیر سے ہے اسکو اُٹھا رکھہ کل پہ
آج ہو کر مرا مہمان کہاں جاتا ہے

ہے مرے دل کا تصور سے کسی کے یہ قول
میں ہوں اب تیرا نگہبان کہاں جاتا ہے

نقد دل بوسہ کی قیمت میں لگا بیٹھا ہوں
نہ ملے نفع تو نقصان کہاں جاتا ہے

جاں و دل لیکے بہی راضی نہیں ممنون نہیں
اُنسے شکوے کا وہ عنوان کہاں جاتا ہے

ضعف ہے لاکھہ تو کیا دست جنوں سے میرے
چھوٹ کر میرا گریبان کہاں جاتا ہے

خاک آنکھوں میں نہ جھونکوں تو مرا نام نہیں
مجھ سے بچ کر ترا دربان کہاں جاتا ہے

بوجھ گردن کا تو خنجر نے اُتارا قاتل
سر سے میرے ترا احسان کہاں جاتا ہے

بعد مردن بہی ہے باقی ہوس بوس و کنار
دل سے یہ شوق یہ ارمان کہاں جاتا ہے

پیچھا زاہد کا لیا تو نہیں رندوں نے آج

دوڑا دوڑا ہے سر بد اوسان کہاں جاتا ہے

کشش دل کا یہ دعویٰ ہے کہ دیکھوں تو سہی
اُڑ کے اس تیر کا پیکان کہاں جاتا ہے

ساتھ رہنا نہیں منظور تو کہدے مجھے صاف
روز اُٹھ اُٹھ کے یہ سامان کہاں جاتا ہے

کعبہ و دیر کی قیدیں نہ اُٹھیں گی اے دل
کوچۂ یار سے نادان کہاں جاتا ہے

غیر سے عہد وفا ہے تو یہ سر ہے موجود
اب اُٹھانے کو تو قرآن کہاں جاتا ہے

۱۹	نہ سہی آج سرِ حشر تو مل جائے گا کرکے اے عشق وہ پیمان کہاں جاتا ہے	۳۷۲

فریاد مری سن کے وہ کہتے ہیں یہ کیا ہے
اس ساز میں اک ٹوٹے ہوئے دل کی صدا ہے

اے عشق نہیں اپنا اگر کوئی تو کیا ہے
سنتے ہیں کہ بیکس کا مددگار خدا ہے

خود ذبح کیا ہے مجھے پھر کہتا ہے کیا ہے
مجھ سا کوئی سفاک نہ ہوگا نہ ہوا ہے

جو اس میں مزا ہے وہ کہاں اس میں مزا ہے
بیداد سے کم بخت تغافل ہی سوا ہے

سنتا ہوں کہ تو دشمنِ اربابِ وفا ہے
اے چرخ جفا پیشہ یہ کیا رنگ ترا ہے

اے عشق بتا تو ہی کہ کیا میری سزا ہے
میں ہوں وہی مجرم جسے اقبال خطا ہے

وہ اور لکھیں خط میں مجھے حرفِ محبّت
میں خوب سمجھتا ہوں یہ دشمن کا لکھا ہے

کیا حسرتِ دیدار ہو معلوم ہے مجھکو
موسیٰ کا سرِ طور جو کچھ حال ہوا ہے

دل دے کے چرانے کے نہیں جان کبھی ہم
کر کے ہی دکھا دینگے جو اس منہ سے کہا ہے

ایسا ہی نہیں رہنے کا ہر وقت زمانہ
دشمن کا جو وہ بت ہے تو اپنا بھی خدا ہے

ہے حکم تہِ تیغ نہ تڑپے کوئی بسمل
یہ ظلم نرالا ہے انوکھی یہ جفا ہے

ہم رنج و الم لے کے اسی بزم سے نکلے
جس بزم کو سنتے تھے کہ اندوہ ربا ہے

دیتا ہے کوئی جان سی شے مفت اٹھا کر
میں لاکھ میں کہدونگا کہ یہ دل کی خطا ہے

کیوں بخشے نہ جائیں گے قیامت کو گنہگار
کیا اس کے کرم سے بھی سوا انکی خطا ہے

اس دل سے نتھی مجکو کبھی ایسی توقع
سنتا ہوں کہ اس جان کے دشمن سے ملا ہے

آئے ہیں سر حشر بھی وہ منھ کو چھپائے

یہ شرم کہانکی ہے کہاں کی یہ حیا ہے

آنسو کبھی پوچھیں گے یہ اُمید تھی جن سے
ہنستے ہیں مرے حال وہ رونے کی جا ہے

ہے تجھ کو خبر یا نہیں اے رشکِ مسیحا
بیمار محبت کا بہت حال بُرا ہے

١٧	بے فائدہ تدبیر ہے بے سود ہی کوشش ہوتا ہے وہی **عشق** جو مرضی خدا ہے	٣٧٣

زاہد تو گنہگاروں کو سمجھا ہوا کیا ہے
رحمت کو طلب جنکی ہے وہ انکی خطا ہے

پروائے دل و جان نہ خیالِ سر و پا ہے
یہ معرکۂ عشق بھی کیا ہوش ربا ہے

یہ مان لیا ہمنے ان آنکھوں میں حیا ہے
شوخی جو نگاہوں سے ٹپکتی ہے یہ کیا ہے

اے دل تجھے کس شوخ سے اُمید وفا ہے
نادان ہے بیہودہ ہے دیوانہ ہوا ہے

اونچا ہے اگر دامن تاثیر تو کیا ہے
کوتاہ یہاں ہجر میں کب دستِ دُعا ہے

جب دیکھتے ہیں مجھ کو وہ کہتے ہیں بگڑ کر
ہم تجھ کو نہیں جانتے تو کون بلا ہے

بڑھکر نہیں کچھ تم سے مری جان ہی حاضر
تم شوق سے لیجاؤ یہ دل چیز ہی کیا ہے

کیا کہئے وہ خود پوچھتے ہیں مرتے ہو کس پر
یہ تازہ تجاہل ہے یا غماض نیا ہے

پوچھونگا مسیحا سے ملاقات جو ہوگی
دُنیا میں کوئی دردِ محبت کی دوا ہے

دعویٰ جو کیا خون کا کشتوں نے سرِ حشر
ہاتھ اُسنے دکھا کر یہ کہا رنگ حنا ہے

دل لیگیا پہلو سے مری آنکھ بچا کر
کیا ہاتھ کا چالاک ترا دزدِ حنا ہے

دم خاک چرائیں گے ترے ظلم کے کشتے
کیا ان میں رہا ہے جو ابھی دیکھ رہا ہے

ابروئے ہلالی کی محبت کی بدولت
میرا تن کاہیدہ بھی انگشت نما ہے

کیا واعظِ نادان تجھے عصیاں کی مرے فکر ہے
اس بخشنے والے ہی کو کچھ اسکا مزا ہے

غیروں سے بھی لکھوانے لگے خط میں وہ دشنام	کیا جانئے لکھا ابھی تقدیر میں کیا ہے
جس چیز کو تم ڈھونڈتے ہو دیر و حرم میں	اے شیخ و برہمن کہیں کچھ اسکا پتا ہے

۳۷۴	اے عشق بہرحال ہے مرنا تمہیں یکدن مرجاؤ کبھی جان جہاں پر تو مزا ہے	۱۷

عشق

دنیائے دو روزہ بھی عجب بستی ہے
ایک دم کے لئے کیا خلق یہاں بستی ہے

اے محبت دل ناکام میں کیوں بستی ہے
غیر آباد ہے یہ اُجڑی ہوئی بستی ہے

زہر کی گانٹھ ہے اس زلف سیہ کی ناگن
دل کو ہی ڈستی ہے کمبخت یہ جب ڈستی ہے

بوسہ دیتے نہیں دل مفت لئے لیتے ہو
ظلم ہے یہ تو سراسر یہ زبردستی ہے

ہم جو دھمکاتے ہیں فریاد سے وہ کہتے ہیں
عاشقی کا ہے کو ٹھہری یہ زبردستی ہے

جنس دل نذر ہے لیجاؤ اسے شوق سے تم
پوچھتے کیا ہو کہ یہ مہنگی ہے یا سستی ہے

اک قیامت ہے شب وصل یہ انکا کہنا
ہم نہیں مانتے کچھ تیری زبردستی ہے

دلِ سوزاں نہ کہو اسکو کہو قہر خدا
کیسے کہتے ہیں شرر برق کی کیا ہستی ہے

اس کی رحمت سے گنہ نے یہ کہا عجز کے ساتھ

میں ہوں کیا چیز الٰہی مری کیا ہستی ہے

یوں تو ظاہر میں سخی کا نہیں کوئی دشمن
اور باطن میں جو پوچھو تو یہی دستی ہے

زلف کے عشق میں کیوں جان پہ بن جاتی ہے
زہر اگلتی ہے یہ ناگن نہ کبھی ڈستی ہے

کوچۂ عشق کے پامالوں کی تحقیر نہ کر
سربلندی ہے جہاں پستا یہ وہ پستی ہے

آسماں پر بھی پہنچ کر نہیں پاتا وہ عروج
جس کی قسمت میں ازل ہی سے لکھی پستی ہے

دون کی رندوں سے اے شیخ ریاکار نہ لے
تو بھی سمجھا ہے کہ کچھ ہوں تری کیا ہستی ہے

خاکساروں پہ جفا چرخ کی ہوگی کب تک
اس بلندی کے نصیبوں میں بھی تو پستی ہے

کثرتِ گریۂ عشاق سے دلدل ہے جہاں
دیکھئے ہائے نگہ سے بھی زمیں دھستی ہے

حشر ڈھائے نہ کہیں وعدۂ فردا تیرا
نیست ہو کر مجھے پھر آرزوئے ہستی ہے

۱۵	دیکھنے کی ہی جگہ شہر خموشان ای عشق یہ وہ بستی ہے جہاں خلق بہت بستی ہے	۳۷۵

حقیقت میکدے کی کچھ نہ مے کی کوئی ہستی ہے
جو اے ساقی سلامت میکشوں کی فاقہ مستی ہے

دلِ پُر آرزو ہی میں محبت تیری بستی ہے
مریحاں دیکھہ تو بھی آکے کیا دلکش یہ بستی ہے

وہاں اک خلق اس عالم سے جا جا کر جو بستی ہے
مگر شہرِ خموشاں بھی کوئی دلچسپ بستی ہے

پلا ساقی شراب لالہ گوں فصلِ بہار آئی
نہیں پانی کی بوندیں ابر سے رحمت برستی ہے

لگائی میری مجلس کو نظر کن شور بختوں نے
نہ جوشِ مے ہے شیشہ میں نہ مے میں رنگ مستی ہے

سلامت بچ نہیں سکتا کوئی ہم ہوں کہ دشمن ہو
برابر دونوں باگیں تیغ خونخوار اسکی کستی ہے

نہیں یہ داغ سوزاں سینۂ محزون عاشق میں
شرارِ طور کی روشن کف موسیٰ میں دستی ہے

فنا جب ہو گئے ہمپر کھُلا یہ راز سربستہ
کہ جسکو نیستی سمجھے ہوئے تھے عین ہستی ہے

جنابِ خضر تم کو راہبر مدت سے سُنتے ہیں
کہو راہِ محبت میں بلندی ہے کہ پستی ہے

کہاں کا ایسا اونچا دامنِ تاثیر ہے اے دل
ترے نالوں کی کوتاہی تری ہمت کی پستی ہے

ذرا سا اک اشارا ہے بہت ابروئے پُرخم کا
مگر کیوں قتل پر میرے تمہاری تیغ کستی ہے

جگایا حشر کے فتنے نے یہ کہہ کہہ کے رندوں کو

اُٹھو چونکو یہ کیسی نیند ہے یہ کیسی مستی ہے
تری ہی ذات سے وابستہ ہے اُمید رندوں کی
ترے ہی دم سے ساقی گرمیٔ بازار ہستی ہے
دُعا رندان لب تشنہ جو کرتے ہیں کبھی زاہد
برنگ آبِ باراں آسماں سے مے برستی ہے

۱۴	نظر رکھتے ہیں ہم صناعِ مطلق کیطرف اے عشق جو سچ پوچھو ہماری بُت پرستی حق پرستی ہے	۳۷۶

شراب لالہ گوں ہیں بادۂ عرفاں کی مستی ہے
مقامِ بے خودی زاہد مقامِ حق پرستی ہے
عجب عشرت فزا رندوں کی بزمِ مے پرستی ہے
اگر جنت میں بھی ہے روح زاہد کی ترستی ہے
خُدا چاہے تو اے زاہد دکھا دونگا سرِ محشر
گنہگاروں پہ کیسی جھوم کر رحمت برستی ہے
پلا دی شیخ کو رندوں نے تھوڑی سے تو کہہ اُٹھا
خمارِ مے نہیں یہ بادۂ عرفاں کی مستی ہے
سلامت عمر کی کشتی کوئی لیجائے گا کیوں کر
طلاطم خیز و موج انگیز جوشِ بحرِ ہستی ہے
فنا ہیں خود پرستی میں برہمن ہوں کہ زاہد ہوں
نہ شوقِ بُت پرستی ہے نہ ذوقِ حق پرستی ہے
نظر آتا ہے جب دشمن تو میں لاحول پڑھتا ہوں
خدا کی مار ایسی شکل ہے لعنت برستی ہے

شبِ غم اے اجل کچھ رحم کر اس جانِ مضطر پر
کہ تیرے واسطے یہ ایک مدت سی ترستی ہے

فلک کو نالہائے عرش فرسا کیا سمجھتے ہیں
دھواں بنکر ابھی اُڑ جائیگا کیا اسکی ہستی ہے

خدا کو آپ میں تو میں نے اس میں آپ کو پایا
بتا اے شیخ کس کی خود پرستی حق پرستی ہے

نہیں اتنا بھی کوئی جو بہائے غم کے دو آنسو
مزارِ عاشقِ ناکام پر حسرت برستی ہے

ہمارا خانہ دل ہے تصور سے ترے روشن
اسی سے اس کی آبادی اسی سے اسکی بستی ہے

یہ بدلی عاشقی میں اپنی صورت اس نے خود پوچھا
کہ تیرا نام کیا ہے کونسی رہنے کی بستی ہے

۳۷۷	مسافر سب کے سب ہیں عالمِ ایجاد میں اے عشق نہیں ساکن یہاں کا کوئی یہ کچھ ایسی بستی ہے	۲۰

ہر چند آپ کا لبِ شیریں نبات ہے
لیکن نہ گالیوں سے جو کڑوا تو بات ہے

معلوم ہی حقیقتِ فردوس و حور عین
دل خوش کن اک خیال ہی کہنے کی بات ہے

اللہ رے شوق عرضِ تمنا میں بیخودی
بھولا ہوں میں اسی کو جو کہنے کی بات ہے

میں اور شکوہ آپکا غیروں کے سامنے
انصاف کی جگہ ہے سمجھنے کی بات ہے

کیا بک رہا ہے ناصحِ ناداں زباں روک
میں اور ترکِ عشق قیامت کی بات ہے

جنت میں تو حلال ہو مے اور یہاں حرام
واعظ جو تیری بات ہے الٹی سی بات ہے

وہ آج ہم سے باتیں بناتے ہیں کیا کہیں
اک بات جنکو آتی نہ تھی کل کی بات ہے

کیا روز بازپرس کہوں ماجرائے دل
کھلتی نہیں زبان کچھ ایسی ہی بات ہے

بیکار یا وہ گوئیوں سے فائدہ ہی کیا
ہاں کوئی بات باتمیں نکلے تو بات ہے

ناکام رکھ نہ جھوٹی تسلی سے تو ہمیں
مانا یہ ہمنے وعدہ ترا ایک بات ہے

صورت سوال ہے مرے کہنے سے فائدہ
معلوم ہے انہیں جو مرے دل کی بات ہے

باتومیں آکے غیر کے پچھتائیگا آپ
بالکل وہ خام کار ہے پکی یہ بات ہے

قاصد جواب نامہ سے پہلے بتا مجھے
اس بیوفا نے پوچھی بھی کچھ میری بات ہے

شکوہ سہی فغاں نہیں بیداد یار سے
دشمن کی بھی زباں پہ مرے منھ کی بات ہے

وعدے ہی پہ مدار ہے عاشق کی زیست کا
گویا دم مسیح ترے منہ کی بات ہے

تعریف انکی کرتے ہیں جب انکے آگے ہم
کس سادگی سے کہتے ہیں کیا ہم میں بات ہے

کیا ہو گیا ہے مجکو دم عرض مدعا
آتی نہیں زباں پہ جو دل کی بات ہے

دامن سے اپنے پونچھ رہے ہیں وہ اشک غیر
غیرت جو ہو تو ڈوب کے مرنے کی بات ہے

نکلا نہ کوئی کام شب وصل بھی مرا
نتے ہیں ہنوز وہی اُن کی بات ہے

۳۷۸	باتیں کوئی ہزار سنائے کہاں وہ بات جو داغ کے کلام میں اے عشق بات ہے	۲۲

میرے آتے ہی عجب رنگ ہوئے مجلس کے
اُن کے پہلو میں جو بیٹھے تھے عدو سب کس کے

موت آئی ہے تو ٹھری ہوئی ہے دیر سے وہ
منتظر طالب دیدار ہیں یارب کس کے

جاں ستاں سیکڑوں انداز ادائیں لاکھوں
جاں ہے ایک حوالے میں کروں کس کس کے

کیا تجاہل ہے کہ خود پوچھتے ہیں وہ آکر
آپ ہیں والہ و دیوانہ و شیدا کس کے

اُن کے دیدار سے آنکھیں ہوئیں روشن آخر
شاخِ امید میں یہ پھول کھلے نرگس کے

چشمِ مدکا یہ انھیں خوف لگا رہتا ہے
پھول رکھتے نہیں گُلدان میں بھی نرگس کے

سنگِ طفلاں - درودیوارِ صنم - تیغِ اجل
ایک سر پر مرے احسان ہوئے کس کس کے

خونِ عاشق کی سرِدست رسائی کیا ہو
پاؤں تک یار کے پہنچی ہے حنا پس پس کے

منقلب اُن کی طبیعت ہے زمانے کی طرح
آجکل دوست ہیں دشمن کے عدو مونس کے

آسیا کی ہے یہ گردش کہ فلک کی گردش
مِل گئے خاک میں ہم سنگِ ستم سے پس کے

دشمنِ جان نہ یہ بنجائے کہیں ڈرتا ہوں
ڈھنگ بگڑے نظر آتے ہیں دلِ مونس کے

اس ستم پیشہ سے امیدِ وفا رکھتا ہوں
کیسا نادان ہے دل ہوش گئے ہیں اِس کے

میرے مردے کو وہ کفنا کے دُعا دیتے ہیں
جسم سے اُترے یہ پیراہنِ نو گھس گھس کے

میرے قابو میں نہیں ہے دلِ دیوانہ مرا
آجکل ڈھنگ ہی بگڑے ہوئے ہیں کچھ اس کے

وہ عیادت کو مری آکے یہ فرماتے ہیں

طور بے طور نظر آتے ہیں مجھکو اس کے

بیکسی میں نہ کسی نے بھی دیا ساتھ مرا
دور بھاگا کیا وہ پاس گیا میں جس کے

اتنی فرصت مجھے اے بیخودی عشق کہاں
دردسر کے لئے صندل جو لگاؤں گھس کے

کچھ بھی حاصل نہ ہوا شیخ و برہمن دونوں
مر گئے کعبہ و بُتخانے میں سر گھس گھس کے

میں نے دشمن سے جو مُنہ پھیر لیا اس نے کہا
تجھ کو آداب بھی معلوم ہیں کچھ محفل کے

دردسر عاشق بیکس کا ستم ڈھاتا ہے
کوئی اتنا بھی نہیں لائے جو صندل گھس کے

بیخودی کا ترے جاں باروں کے کیا کہنا ہے
یہ بھی معلوم نہیں ان کو ہیں کشتے کس کے

۳۷۹	شمع کیطرح جلا کرتے ہیں ہم بھی اے عشق غیر ہی باعث گرمی نہیں اس محفل کے	۱۶

پرتوِ رخ سے ہے ہر ایک جگر دو ٹکڑے
کچھ کتاں ہی نہیں اے رشک قمر دو ٹکڑے

آبرودار کو نقصان ضرر سے نہیں کچھ
آب رکھتا ہی وہی ہوکے گہر دو ٹکڑے

بند دروازے میں رُک نہ سکونگا ہرگز
سر وہ ٹکراؤنگا ہو جائیگا در دو ٹکڑے

زخم دل پختگی عشق کی ہے صاف دلیل
پختہ ہوتا ہے تو ہوتا ہے ثمر دو ٹکڑے

تیری گالی نے دیا بزم عدو میں مجھ کو
زہر ایسا کہ ہوا جس سے جگر دو ٹکڑے

آمد رواسیں کسی کی ہے کیے دیتا ہوں
دیکھ اے خنجر غم دل کے نہ کر دو ٹکڑے

کام آتی نہیں سینہ کی سپرداری کچھ
دل کو کردیتی ہے قاتل کی نظر دو ٹکڑے

دل کو چورنگ کیا تیغ نظر نے ایسا
دو ادہر لوٹتے ہیں اور ادہر دو ٹکڑے

لیں جو وحشت کی تو کرڈالیں ہی دیوانے
دامن کوہ کو بھی تا بہ کمر دو ٹکڑے

دونوں آنکھوں کو ترے تحفہ برابر دیتا
دل کے ہوتے مرے پہلو میں اگر دو ٹکڑے

فائدہ جامہ دری سے نہیں کچھ اے مجنوں
لطف ہی پردہ محمل ہو اگر دو ٹکڑے

لب دنداں ہیں تری کان جواہر اے شوخ
جن سے نکلے ہوئے ہیں لعل و گہر دو ٹکڑے

اور چورنگ کیا تیغ ستم نے تیری
یوں تو پہلے سی تھے دل اور جگر دو ٹکڑے

دیکھو انگشت شہادت کا نبی کی اعجاز
ایک اشارے سے ہوا صاف قمر دو ٹکڑے

یہ تو ہے شیشہ نازک سے کہیں نازک تر
کیوں نہو سنگ حوادث سی جگر دو ٹکڑے

۳۸۰

ہم اٹھا رکھتے کفن کے لئے اسکو اے عشق
دامن یار کے ملجاتے اگر دو ٹکڑے

۱۵

عشق بتاں ستم ہی غضب ہی وبال ہے
لے ہوش کی کدہر دل ناداں خیال ہے

وجہ نشاط دل تو امید وصال ہے
مانا یہ ہمنے یار کا ملنا محال ہے

کیا جانے کس کی یاد ہے کس کا خیال ہے
کچھ اور ہی ہماری طبیعت کا حال ہے

آزار عشق میں بھی طبیعت بحال ہے
ممنون درد ہوں کوئی پرسان حال ہے

محشر میں اپنی اپنی پڑی ہی ہر ایک کو
اور مجھ کو دیکھئے کہ اسیکا خیال ہے

مرقد پہ میرے فتنہ محشر نے یہ کہا
غافل کسی کے وعدیکا بھی کچھ خیال ہے

شکوہ تو کرتے ہیں مرا دشمن ہی سے سہی
اتنی تو بات ہے انہیں میرا خیال ہے

دونوں کے دونوں ایک سی بڑھکر حریص ایک
دست طلب شریک دہان سوال ہے

کہتے ہیں دیکھ کر تری دیوانے کو بھی لوگ
پہنچا ہوا فقیر ہے صاحب کمال ہے

اس کا بھی رشک ہے فلک کینہ کار کو
کیوں اس گلی میں قبر مری پائمال ہے

زاہد سے ذکر حور بھی سنتا نہیں کبھی
اک پرچھا کے خوف سی میرا یہ حال ہے

کیا چھیڑ ہے کہ جان کے بھی پوچھتے ہیں وہ
بیٹھے ہو کس کی سوچ میں کسکا خیال ہے

وہ میرے دل میں اپنی تمنا کو دیکھ کر
الزام یہ لگاتے ہیں چوری کا مال ہے

ہو کچھ تو میرے زخم کا ای چارہ گر علاج
کیا آجکل نمک کا بھی دنیا میں کال ہے

کہتے ہیں سنکے میری غزل کو سخن شناس
ای عشق یہ زبان ہے یہ بول چال ہے

۳۸۱ ۱۵

ثروت پہ انکسار ہر اک سے محال ہے
جسمیں ہو یہ کمال وہ صاحب کمال ہے

بیزار زندگی سے ہیں جینا وبال ہے
جو تم پہ جان دیتے ہیں انکا یہ حال ہے

وعدے پہ روز حشر کے بھی احتمال ہے
مجکو یقین ہے کہ یہ حیلہ ہے چال ہے

دشمن سے دوستی ہے محب سے ہلال ہے
دنیا سے کچھ نرالی تری چال ڈھال ہے

دیدار یار پردہ نشین کا محال ہے
کہتے ہیں جسکو حشر وہ وہم و خیال ہے

اک چپ سی لگ گئی ہے دم عرض مدعا
اے بیخودی شوق عجب اپنا حال ہے

بوسہ کیواسطے تو ہیں رخسار و لب مگر
مانگے جو ان سے کوئی یہ کس کی مجال ہے

ٹھکرا کے میری قبر کو کہتے ہیں ناز سے
میری بلا سے کوئی اگر پائمال ہے

کہہ کر بھی وہ چھوٹ گئے روز باز پرس
اپنے کئے پہ آپ مجھے انفعال ہے

کیا جانے انکی وعدہ کی آتی ہے کب گھڑی
بیکار دور روز و شب و ماہ و سال ہے

گلشن میں دیکھکر گل تر کو وہ لالہ فام
شوخی سے کہہ اٹھا مرے منہ کا اگال ہے

اک اک سے پوچھتے ہیں دکھا کر وہ دل مرا
کس شخص کی یہ چیز ہے یہ کسکا مال ہے

قاتل کو دے رہا ہے دعائیں رواں رواں
محو سپاس تیغ مرا بال بال ہے

حسن و جمال حور کا کیجو بیان پھر
واعظ بتا دے پہلے کہ کیا سن و سال ہے

بیگانہ ہوگا بال بھی وصل خدا سے عشق

۱۴	دشمن مرا اگرچہ مرا بال بال ہے	۳۸۲

مدنامئ وفا کا یہانتک خیال ہے — کی ہے خطا عدو نے مجھے انفعال ہے
رو کے جو سیل اشک کو کسکی مجال ہے — کیا جوش عشق دود کا اے دل وبال ہے
شرح وبیان زبان وقلم سے محال ہے — اللہ جانتا ہے جو اس دل کا حال ہے
اللہ سے بتوں کی شکایت محال ہے — کسکا یہ حوصلہ ہے یہ کسکی مجال ہے
اس گل کے رشک سے یہ گل تر کا حال ہے — شبنم کے نام سے عرق انفعال ہے
بیمار ہجر کا شب وعدہ یہ حال ہے — جینا اگر وبال ہے مرنا محال ہے
کیا ہے جو آج ہمپہ تفقد کمال ہے — اے چال باز یہ بھی مگر کوئی چال ہے
صبر وشکیب عشق میں اے ناصح شفیق — دشوار ایک بات ہے امر محال ہے
بوسہ کو پوچھتا ہوں تو ہوجاتے ہیں وہ چپ — جسکا نہیں جواب وہ میرا سوال ہے
پیاسا ہوں تین روز کا اے محتسب بتا — مجھپر ابھی حرام ہے مے یا حلال ہے
کیا جانئے باوفا ہے عدو یا ہے بیوفا — وہ آپ کا خیال یہ میرا خیال ہے
فرماتے ہیں وہ آکے عیادت کو طنز سے — سنتے تھے ہم بہت ہی زبوں تیرا حال ہے
ہے وہ کریم مجھکو بچائے گا بال بال — ہرچند پر گناہ مرا بال بال ہے

۱۵	اے عشق ہے بلا کا اثر تیرے شعر میں اعجاز گر نہیں ہے تو سحر حلال ہے	۳۸۳

ٹھوکریں وحشت میں کب تک کھائیے — جی میں ہے سر پھوڑ کر مر جائیے
ہجر میں جینے سے تو مرنا ہے ٹھیک — لے اجل کیوں کر مگر مر جائیے
راہ کوئے یار بھی مسدود ہے — دل کو لیجا کر کہاں بہلائیے
جان ودل دونوں کی دونوں نذر ہیں — آپ سے بڑھ کر نہیں لیجائیے
عاشق جانباز کی یہ نعش ہے — آپ ہی کاندھا ذرا دیجائیے

میرے سر آنکھوں پہ کہنا آپ کا — آپ جو فرماتے ہیں فرمائیے
شکوۂ بیداد پر اس نے کہا — آپ کی قسمت میں غم ہے کھائیے
آ کے میری بزم میں کیا قہر ہے — کہتے ہیں وہ غیر کو بلوائیے
جی میں ہے پھر پوچھئے کوثر کا حال — پہلے تھوڑی سی شیخ کو پلوائیے
میں تصدق دیدہ و دل فرش رہ — آئیے اے حضرتِ عشق آئیے
عسرتِ عالم کا کچھ پوچھو نہ حال — غم بھی اب ملتا نہیں جو کھائیے
آپ وعدے پر ضرور آئیں گے کیا — غیر کے سر کی قسم تو کھائیے
بیوفائی میں نے کی یا آپ نے — بندہ پرور آپ ہی فرمائیے
بتکدہ اے شیخ ہے جائے ادب — جائیے تو سر سے چل کر جائیے

۳۸۴	ایک دن اے عشق مرنا ہے تمہیں پھر محبت میں نہ کیوں مرجائیے	۱۸

ہمت اس شوخ کی کہ کر کے ستم ہار گئی — میرے دل سے نہ مگر حسرتِ آزار گئی
مل گئے خاک میں بھی خاک نشیں ہو کر خاک — نہ کدورت تری اے چرخ ستمگار گئی
دل گیا جان گئی چل بسے ہم بھی آخر — حسرتِ وصل صنم دل سے نہ زنہار گئی
تار برقی سے نہیں کم یہ تعلق دل کا — روز سو بار خبر آئی ہے سو بار گئی
بات تو جب ہے کہ پٹی رہے دل میں برچھی — لطف کیا توڑ کے سینہ کو اگر پار گئی
دل میں کچھ اس بتِ بدکیش کے ہوگا نہ اثر — میری فریاد فلک کے بھی اگر پار گئی
جلوۂ طور کا عالم نظر آیا ہم کو — جب نظر اپنی کسی کے سرِ دیوار گئی
پردے پردہ میں لیا پردہ نشینوں نے اسے — جنس دل کی نہ کسی دن سرِ بازار گئی
یہ عجب بات ہے یارب کہ قضا سے پہلے — عاشقوں کو کسی کافر کی ادا مار گئی
صبح ہوتی نظر آتی نہیں اسکی شبِ وصل — غیر کے حصہ میں کیا میری شبِ تار گئی

باتیں یک رک کی جو کرتے ہو دم پرستش حشر
آج کے روز کہاں شوخی گفتار گئی

سخت جانوں پہ کئے وار تو دیکھا تم نے
کام سے ہاتھ گئے ہاتھ سے تلوار گئی

نہ خریدار ہنا کوئی متاع دل کا
بارہا بکنے کو یہ شے سر بازار گئی

کر دیا تلخی دشنام نے سب کو کڑوا
لذت کام و زباں ولب و گفتار گئی

دے چکے اپنے طلبگاروں کو وہ صاف جواب
چلو قصہ ہی مٹا روز کی تکرار گئی

نام پھر لیگا زمانے میں نہ یوسف کا کوئی
شہرت حسن جو تیری سر بازار گئی

گالیوں سے ہوئی اک تازہ حلاوت پیدا
کب لب یار سے شیرینی گفتار گئی

٣٨٥	صدمہ درد و غم و رنج اٹھائے پھر کون جان بھی عشق محبت میں جو دل ہار گئی	٣٠

منہ مجھسے شب ہجر چھپایا ہے قضا نے
اتنا نہیں کوئی جسے میں بھیجوں بلانے

آتی نہیں ہجراں کی مصیبت سے چھڑا لے
یہ تیری ادا سیکھی ہے عاشق کی قضا نے

ڈھانکا ترے بیمار سے منہ اپنا شفا نے
تاثیر سے پرہیز کیا اوسکی دوا نے

پھر دون کی لیگا نہ کبھی چرخ جفاکار
لی اچھی خبر آج اگر آہ رسا نے

انگارہ دہکتا ہوا ہر پھول ہے گویا
گلزار میں اک آگ لگا دی ہے صبا نے

کام آئیں گے ای شوخ نہ فردائے قیامت
یہ عذر یہ حیلے یہ حوالے یہ بہانے

بے درد کو کیا درد مرے درد کا ہوگا
جو جسپہ گذرتی ہے مصیبت وہی جانے

ہاتوں سے ترے ای فلک شعبدہ پرداز
برباد ہوئے خاک ہوئے لاکھوں گھرانے

الٹا رخ محبوب سے بے ساختہ پردا
مشتاقوں پہ احسان کیا باد صبا نے

سنتا ہوں کہ دل سے بت کافر کے لگی ہے
کی خوب رسائی یہ مری آہ رسا نے

بیکار ہوئی سب مرض عشق میں کوشش
بخشا نہ اثر کوئی دعا اور دوا نے

کیا تجھ سے کہوں ای بت بیدرد میں اپنی
جو دل پہ گذرتی ہے وہ اللہ ہی جانے

امید کے بر آنے کی امید کہاں اب — تاثیر سے ہی ہاتھ اٹھایا ہے دعا نے
مایوس نہو اس سے کسی حال میں کوئی — رکھا کبھی ناکام کسی کو نہ خدا نے
آرام ملا اس سے نہ مجھ کو کسی پہلو — کیا جان کے دل مجکو دیا میرے خدا نے
فرقت میں بہار آئی ہوئے داغ ہرے سب — یہ پھول کھلائے ہیں نئے بادِ صبا نے
حیران ہوں میں دیکھ کے اغیار میں تجھ کو — کس طرح اجازت دی تجھے شرم و حیا نے
لیجائیگی کیا آکے قضا وقت پر اپنے — کیا چھوڑا ہے عاشق میں تری ناز و ادا نے
ہے خلق کی فریاد سے اک شور قیامت — حد کر دی ستمگر تری بیداد و جفا نے
کر سکتی نہ شوخی نہ شرارت سے وہ ہوتا — جو کام کیا نیچی نگاہوں سے حیا نے
رحمت سے ہو مایوس گنہگار نہ کوئی — ہیں یاد بہت کچھ اسے بخشش کے بہانے
دشنام سے ڈرتا ہے کہیں بوسہ کا طالب — گستاخ کیا اور مجھے لطف سزا نے
دیکھا اسی ہاتھوں میں تو تلوؤں سے لگی آگ — کیا دل کو جلایا ہے مرے رنگ حنا نے
عشاق کا ہوتا ہے لہو رشک سے پانی — ان ہاتھوں میں کیا رنگ جمایا ہے حنا نے
آئندہ کی معلوم نہیں کیسی ہو کیا ہو — اسوقت تو مرے دل کو بچایا ہے خدا نے
جائینگے نہ ہم آپ سے اللہ کے بھی پاس — جبتک نہ ادھر سے کوئی آئیگا بلانے
چھائی ہے شب ہجر پس و پیش و چپ و راست — کیا چار طرف سے مجھے گھیرا ہے بلا نے
پیتے ہی بجی پی کے رہے موسم گل میں — زہاد کو چھینٹے دئیے کچھ ایسے گھٹا نے
دشمن کے بھی گھر میں نہ چلا انکا پتا کچھ — دھوکے دئیے کیا کیا مجھے نقش کف پا نے

۳۸۶	ہے شوق تو جا آپ سوئے کوچہ دلدار کیا آئیگا اے عشق کوئی تجھ کو بلانے	۱۹

عرض مطلب کو بھی گلا سمجھے
حسن و خوبی کو ہم بلا سمجھے

پہلے یہ کہئے آپ کیا سمجھے
ہر ادا کو تری قضا سمجھے

ہم جفاؤں کو بھی وفا سمجھے — اپنے دل میں نہ وہ ذرا سمجھے
جب وہ تعزیر دے چکے پوری — مجھ کو بے جرم و بے خطا سمجھے
نہیں سنتا ہماری بات ذرا — تجھے بیداد گر خدا سمجھے
اس سے شکوہ کی ہے مجال کسے — شکر کو بھی جو اک گلا سمجھے
ہوئیں باتیں نگاہوں میں اُن سے — ان اشاروں کو غیر کیا سمجھے
دل چُرا لے گئے وہ باتوں میں — اور اسکو بھی ہم ادا سمجھے
جان پر بنگئی ہے اسکے سبب — دلِ بدکیش سے خدا سمجھے
بے مروت ہیں آپ بھی کتنے — آشنا کو نہ آشنا سمجھے
ظلم سے تیرے جو شہید ہوئے — تیرے کوچہ کو کربلا سمجھے
ہم تو مطلب کی اپنے کہہ گذری — اب نہ سمجھے وہ شوخ یا سمجھے
آپڑی سر پہ تو کھُلیں آنکھیں — اب محبت کو ہم بلا سمجھے
اسکو انسان ہم نہیں کہتے — جو نہ اپنا بُرا بھلا سمجھے
ایک اک بات میں ہیں سو سو مکر — ان کی چالوں کو کوئی کیا سمجھے
اسکی رحمت کا دیکھکر عالم — بے خطا کو بھی ہم خطا سمجھے
دست رس گوش یار تک نہوئی — نالہ کو کوئی کیا رسا سمجھے
موت آئی تو عشق کے بیمار — خوش ہوئے دائمی شفا سمجھے

٣٨٧	عشق اک رندلاوبالی ہے کوئی اس کو نہ پارسا سمجھے	١٥

خون نے اڑکے حلق بسمل سے — چھاپے دامن پہ مارے قاتل کے
کیا ہی جوہر ہیں تیغ قاتل کے — جسم کیا پرزے اڑتے ہیں دل کے
رکھتے اہل دول جو خوئے کرم — ہاتھ خالی نہ پھرتے سائل کے

مرتے دم تو وہ لیتے آکے خبر
کاش ارمان نکلتے کچھ دل کے

بار رکھا ہے ایک عالم کو
ہیں عجب ڈھنگ میرے قاتل کے

دیدۂ تر اگر کمی کرتے
پھوٹ بہتے ہیں سب آبلے دل کے

ہم چلے نامراد عالم سے
دل میں ارمان رہ گئے دل کے

شیشہ و جام کو خدا رکھے
ہیں یہ چشم و چراغ محفل کے

نہیں بے وجہ اشک خون آلود
رنگ لائے ہیں آبلے دل کے

اُن کے آنے سے بڑھ گئی رونق
چرچے گھر گھر ہیں میری محفل کے

اپنے وعدے پر اکدن وہ نہ آئے
رہ گئے دل میں ولولے دل کے

ہمسے ملتے ہوئے بھی رہتے ہیں
بیٹھنے والے ان کی محفل کے

گوش گل میں نہیں جگہ ان کی
نالے بیکار ہیں عنادل کے

دل بڑھایا قضا نے قاتل کا
چھینٹے دیکے خون بسمل کے

۳۸۸ — **۲۲**

عشق مشکل کشا کے میں صدقے
ہیں یہ حل کرنے والے مشکل کے

حوصلہ سیکھے کوئی بسمل سے
ہے تقاضائے قتل قاتل سے

کھل گیا ان کے عہد باطل سے
باتیں ساری تھیں اوپری دل سے

کیا بری چیز ہے لگی دل کی
چھوٹتی ہے بڑی ہی مشکل سے

رنگ لا کر رہے گا خون مرا
لپٹے گا آستین قاتل سے

عشق میں آفتیں جو پڑتی ہیں
پوچھے انکو کوئی مرے دل سے

کچھ مزا ہی نہیں محبت کا
دل نہ جب وقت تک ملے دل سے

کہیے تو کوہ تک اُٹھا لوں میں
لیکن اُٹھے گی بات مشکل سے

یاد آیا جو کوئی شعلہ عذار
اُڑیں چنگاریاں بجھے دل سے

منوں سے وہ راہ پر آئے — مشکل آساں ہوئی یہ مشکل سے
ہوگیا ایک حسرتی ہی رہ پایا — ان کے اٹھتے ہی میری محفل سے
غیر کے ساتھ خوب کھل کھیلے — وہ نکلوا کے مجھ کو محفل سے
سب کی نظروں میں ہوگیا وہ حقیر — جو کوئی گر گیا ترے دل سے
میں ہوں وہ ناتواں اسیر عشق — نمل تک اٹھتا نہیں سلاسل سے
میں ہی کیا مدعا ہوں دشمن کا — جو نکل جاؤں تیری محفل سے
کارساز جہاں ہے اس کی ذات — بندہ گھبرا اٹھے نہ مشکل سے
ڈر ہے بوسہ مانگ بیٹھے کوئی — پھیر لیتے ہیں منہ وہ سائل سے
دیکھے کوئی شکستگی میری — ٹوٹی ٹکرا کے ناو ساحل سے
میں وہ گم کردہ راہ ہوں خود خضر — نہیں آگاہ میری منزل سے
اپنی تصویر کے میں وہ شیدا — رشک بالکل نہیں مقابل سے
نالۂ دل سناؤں کیا ان کو — چڑتے ہیں نغمۂ عنادل سے

۳۸۹	ایسا صاحب کمال کوئی نہیں عشق قائل ہوں داغ کا دل سے	۱۲

جو اس کو نئی سے نئی سوجھتی ہے — کہاں وہ کسی کو کبھی سوجھتی ہے
سیہ مستوں کو اور ہی سوجھتی ہے — بہت دور ہیں دور کی سوجھتی ہے
زمانے کو مطلب ہی کی سوجھتی ہے — جسے سوجھتی ہے یہی سوجھتی ہے
کسی کو نہیں رونے دھونے سے فرصت — کسی کو ہنسی ہی ہنسی سوجھتی ہے
نئی طرح کی دے کے گالی وہ بولے — ہمیں تو نئی ہی نئی سوجھتی ہے
شب وعدہ آخر یہاں ہونے آئی — کسی کو وہاں اب یہی سوجھتی ہے
نظر ابتدا ہی سے ہے انتہا پر — خوشی میں بھی ہم کو غمی سوجھتی ہے

بہلا کہیں کے دن بھی ہیں کیا سید ہے سادے
نہ سر سر یہ کاجل مسی سوجھتی ہے

وہ مانیں نہ مانیں لپٹ جاؤں گا میں
کسے اب خوشی یا خوشی سوجھتی ہے

بنی ہے اُدھر تو سرے جان و دل پر
ادھر آپ کو دل لگی سوجھتی ہے

بہلے کی عبث ہمسے کہتا ہے ناصح
ہمیں تو بُری ہی بُری سوجھتی ہے

۳۹۰	عداوت سے مطلب نکلتا نہیں جب تو اے عشق انہیں آشتی سوجھتی ہے	۲۰

جاں نثاروں سے عداوت دشمنوں سے ساز ہے
یہ بھی کوئی ناز ہے یہ بھی کوئی انداز ہے
نالہائے دل کی طرفہ دردناک آواز ہے
سوز ایسا جسمیں ہو ایسا بھی کوئی ساز ہے
آفتِ جاں ہر ادا ہے دلربا ہر ناز ہے
ہم نہیں اک دن اگر تیرا یہی انداز ہے
چھپ نہیں سکتا چھپائے عشق کا جو راز ہے
اشک اپنے دیدۂ تر کا بڑا غماز ہے
میکشی سے منع اے زاہد نہ کر بہر خدا
توبہ کر لیں گے درِ توبہ ابھی تو باز ہے
نیچی نظروں سے کسی کا دیکھنا خالی نہیں
ایک یہ بھی دل چرا لیجانے کا انداز ہے
موت کے پنجے سے کوئی جان بچ سکتی نہیں
طائرِ دل کے لئے ان کی نگہ شہباز ہے
مر رہے ہیں دردِ دل سے ہم غضب تو دیکھئے

دوست کہتے ہیں مزاجِ دشمناں ناساز ہے
ہم جدا دلدار سے ہیں اور دل ہم سے جدا
آسمانِ فتنہ گر کیا تفرقہ انداز ہے
تو بگڑ کر اے بتِ ناداں عدو سے دیکھ لے
عاشق جانباز ہے یا بوالہوس دمساز ہے
ہمنشیں جانے بھی دے کیوں پوچھتا ہے بار بار
کہہ نہیں سکتے کسی سے ہم جو اپنا راز ہے
سنتے سنتے طعن بیجا چھد گیا میرا جگر
تیر اک اک بات تیری اے بتِ طناز ہے
پار ہو جاتا ہے دل کو توڑ کر تیرِ نگہ
مردمِ چشم کماں ابرو قدر انداز ہے
ربط درد و دل کوئی دیکھے فراقِ یار میں
درد ہمدم دل کا ہے دل درد کا ہمراز ہے
غلغلہ محشر کا سنکر خفتگانِ زیرِ خاک
کہہ اٹھے خلخالِ پائے یار کی آواز ہے
کیا کہیں اپنی مصیبت ہم اسیرانِ قفس
طاقتِ جنبش نہیں ہے حسرتِ پرواز ہے
تم سنو گے تو کلیجہ تھام کر رہ جاؤ گے
میرے نالے وہ ہیں جنپر خود اثر کو ناز ہے
ابتدائے عشق ہی میں تنگئی ہے جان پہ
دیکھئے انجام کیا ہوتا ہے یہ آغاز ہے

دیکھ کر آنکھیں حیراں ہوتا ہے مگر تا کہہ کے ہے
وہ بُتِ کم سن بلا کا شوخ ہے طنّاز ہے

۳۵۱	بند ہو توبہ کا در بھی تو نہیں اے عشق غم لطف ساقی چاہیے میخانے کا در باز ہے	۳۴

قدم اُٹھتے نہیں دن دو گھڑی ہے
سفر ہے دور کا منزل کڑی ہے

ابھی دیراں کے آنے میں بڑی ہے
یہاں دم اب گھڑی یا دو گھڑی ہے

دمِ مُردن کسی کا منتظر ہوں
مصیبت پر مصیبت آ پڑی ہے

رہا ہی کیا ہے مجھ میں اے تپِ غم
فقط اک سانس سینہ میں اڑی ہے

غضب ڈھاتا ہے اُس کافر کا عالم
قیامت کی جوانی پھٹ پڑی ہے

گل عجز و نہال خاکسار ہی
عجب اکسیر کی بوٹی جڑی ہے

ترے قیدی کے احوالِ زبوں پر
کفِ افسوس ملتی ہتکڑی ہے

بچے دیتی ہیں وہ نیچی نگاہیں
کسی سے آنکھ کافر کی لڑی ہے

زمانے میں نہیں کوئی کسی کا
ہر اک کو اپنی اپنی ہی پڑی ہے

چھری ہے کند نازک دستِ قاتل
غضب میں جان بسمل کی پڑی ہے

خبر آئی نہ ابتک قاصد آیا
خدا جانے مصیبت کیا پڑی ہے

بہارِ باغ کو لوٹا خزاں نے
نہ ہے پھول اب نہ اسکی پھنکڑی ہے

بسر ہو دیکھیے کیونکر شبِ غم
کہ ہر ساعت قیامت کی گھڑی ہے

اُڑا ماتم میں کس کے رنگ اس کا
نہ رنگ پان نہ مسی کی دھڑی ہے

نہیں رکھتے سرشکِ دیدۂ تر
یہ رونا ہے کہ ساون کی جھڑی ہے

اگر پردہ بھی ہے تو نیم پردہ
عجب انداز سے چلمن پڑی ہے

قیامت ہو گئی ٹوٹا جو شیشہ
کہ چوٹ اس کی مرے دل پر پڑی ہے

نزاکت نے تری رکھ لی مری جاں — پڑی ہے تیغ جب اوچھی پڑی ہے
غمِ جاوید سے چھوٹا ہوں مر کر — خوشی کا وقت شادی کی گھڑی ہے
نہیں جب شوق بادہ تجھ کو واعظ — عبث جامِ طہورا کی پڑی ہے
لگاوٹ ہے تغافل میں بھی اُن کے — کہ رہ رہ کر نظر مجھ پر پڑی ہے
گریباں گیر ہے کیوں زلفِ سرکش — یہ چوٹی کس لئے پیچھے پڑی ہے
کہاں تک حرص جاہ و مالِ دنیا — ارے غافل اجل سر پر کھڑی ہے
غضب شوخی ہے چشمِ فتنہ زا کی — چھلاوا ہے ہرن کی چوکڑی ہے
نہ دیگی ساتھ میری داستاں کا — شبِ فرقت بھی گو حد سے بڑی ہے
حضور والی ملک دکن سے — تمنا عرض مطلب کی بڑی ہے — خلد اللہ
کہ سلطاں سے ہو نافذ حکم عاجل — درنگ آ کر اضافہ میں پڑی ہے
نمک خواری کو گو دس سال گذرے — مگر عنقا ترقی کی گھڑی ہے
ترے عدل و سخا کی شاہ واللہ — زمانے بھر میں اک شہرت پڑی ہے
ملے خدمت مرے والد کی مجھ کو — تمنا بس یہی میری بڑی ہے
نہ کرائے **عشق** فکرِ تنگ دستی — سہارا بھی کہ یہ مشکل کڑی ہے
ملازم خاص ہوں گو بیس کا ہوں — مگر اچھی جگہ قسمت لڑی ہے
خدا شاہد کہ امید اور توقع — اسی سرکار سے مجکو بڑی ہے

۳۹۲	رہے آباد ملک اور شاد سلطان دعا اپنی خدا سے ہر گھڑی ہے	۲۵

خلد اللہ ملکہ

ترش رو اُٹھ کر آئے ہیں کہیں سے — شکر رنجی ٹپکتی ہے جبیں سے
خجل خورشید رخ سے مہ جبیں سے — مقابل کیا ہو کوئی اس حسیں سے
عداوت ہے اسے جانِ حزیں سے — غضب میں ہوں دلِ اندوہ گیں سے

بُرا ہو بدحواسی کا کہ مطلب — وہی بھولا جو کہنا تھا انہیں سے

نہیں بنتا مرادِ دلٹھا ہوا دل — تمہیں سمجھاؤ سمجھے گا تمہیں سے

نصیبوں کا کہیں چھپتا ہے رونا — عیاں ہے گریۂ قسمت جبیں سے

چڑھی ہے تیوری ابرو پہ بل ہے — عیاں ہے رنج دل چین جبیں سے

سمجھتے ہیں مرادِل مفت لیکر — پڑا پایا اُٹھا لائے کہیں سے

تری صورت کی ہم تعریف کرتے — مگر ڈرتے ہیں صورت آفریں سے

ترے کوچے سے ہم کیا خاک اُٹھیں — کہیں اُٹھتا ہے نقشِ پا زمیں سے

عیاں ہوتا ہے میرا عشق پنہاں — تمہاری ہی نگاہِ شرمگیں سے

گریباں کی طرح ہو چاک دامن — جو نکلے دستِ وحشت آستیں سے

تمہاری ہاں نہیں اعجاز سے کم — جلا لو ایک حرفِ دلنشیں سے

زمینِ کوئے قاتل کہہ رہی ہے — اُٹھے گا ایک دن محشر یہیں سے

کرے گا جاکے زاہد کیا کہ آدم — نکل آئے ہیں فردوسِ بریں سے

کرے ابرو کی جنبش سے مجھے قتل — نہیں اُٹھتی جو تیغ اس نازنیں سے

کہاں جائیں نکل کر یاس و حرماں — دلِ مغموم و محزون و حزیں سے

نہیں ہے دور کچھ میخانہ زاہد — ابھی آجاتے ہیں پیکر یہیں سے

نہ پوچھو غیر سے قصہ ہمارا — سنو سننا ہو جو تم کو ہمیں سے

خیالِ یار میں خلوت گزیں ہوں — دلی نفرت ہے مجھ کو ہمنشیں سے

شرارت بانکپن لاکھوں ادائیں — عیاں ہیں ایک چشمِ سرمگیں سے

ہوئے آزاد ہم دیوانے بن کر — تعلق ہی نہیں دنیا و دیں سے

نہیں ملتا نشاں اُنکے دہن کا — بہت دیکھا گئے ہم خوردبیں سے

تمنا پھر ترے ملنے کی کیوں ہو — بہل جائے اگر دل ہمنشیں سے

۳۹۳	کرے جو ایک ان کی بات ای عشق نہو وہ عیسی گردوں نشین سے	۱۷

بتو سجدہ کرنے کے قابل یہی ہے — جسے کعبہ کہتے ہیں وہ دل یہی ہے
دلِ نیم جاں نیم بسمل یہی ہے — شہیدِ ادا ہائے قاتل یہی ہے
ترا شیفتہ اور مائل یہی ہے — مجھے جس پہ ہے ناز وہ دل یہی ہے
جو بے موت مرجائے وہ دل یہی ہے — نہ ہو جسکا قاتل وہ بسمل یہی ہے
نہیں کچھ مرا اسپہ قابو الٰہی — مری جان لیگا اگر دل یہی ہے
کہاں جائیں گے خود چلے آئینگے وہ — اگر جذب دل عشق کامل یہی ہے
ادا ناز انداز شوخی سبھی ہیں — بتاؤں میں کس کو کہ قاتل یہی ہے
نہ وہ دور مجھسے نہ میں دور اس سے — برا ہو تغافل کا حائل یہی ہے
محبت میں آساں نہیں صبر ناصح — بہم ہے سخت دشوار مشکل یہی ہے
نہیں کچھ مرے پاس جز یاس و حرماں — مری عمر رفتہ کا حاصل یہی ہے
عجب جائے دلکش ہے گنجِ شہیداں — زمیں گھر بنانے کے قابل یہی ہے
جگر ہو گیا خون اور خون پانی — سزا عشق کی حضرتِ دل یہی ہے
قیامت میں ملنے کی امید کس کو — اگر یار کا عہد باطل یہی ہے
بجز یاس و حرماں نہ کچھ ہاتھ آیا — تمہاری محبت کا حاصل یہی ہے
خدا جانے کیا ہو گیا ہے اجل کو — مرے حال سے ہر تو غافل یہی ہے
مرا رشک دشمن سے دل جل رہا ہے — کسی بزم میں شمع محفل یہی ہے

۳۹۴	نہیں داغ سے بڑھ کر ای عشق کوئی اگر ہے تو استاد کامل یہی ہے	۲۱

جب تک تم اپنی ضد پہ رہو گے اڑے ہوئے

ہم بھی تمہیں مناتے رہیں گے کھڑے ہوئے

جاں دادگانِ عشق کا لیتے نہیں وہ نام
کہتے ہیں کیوں اکھیڑیئے مُردے گڑے ہوئے

وہ مبتلائے رنج و مصیبت ہیں آج کل
آغوشِ عافیت میں جو پَل کر بڑے ہوئے

بیچارہ شیخ ہم سے کرے گا فریب کیا
بیسیوں ہیں ایسے جیب میں اپنی پڑے ہوئے

دیر و حرم کی کشمکشوں سے ملی نجات
اچھی گذر گئی ترے در پر پڑے ہوئے

اے سوزِ عشق تو نے لگائی یہ کیسی آگ
اک دل ہیں ہیں ہزاروں ہی چھالے پڑے ہوئے

کیسی شراب حور کہاں کی کدھر کی خلد
سارے یہ واعظوں کے ہیں فقرے گھڑے ہوئے

آبِ رواں کی طرح گذر جائے گی بہار
کس سوچ میں ہیں سرو لبِ جو کھڑے ہوئے

قامت کے آڑ میں تھی قیامت چھپی ہوئی
فتنے ہزاروں اٹھے جو تم اٹھ کھڑے ہوئے

ہیں طالبانِ قتل کہاں آئیں دوڑ کر
تلوار لیکے دیر سے ہیں وہ کھڑے ہوئے

غیرت سے تیرے آگے ہیں ای نونہالِ حسن
شمشاد اور سرو زمیں میں گڑے ہوئے

از سکہ ہائے داغ بہ اقبال شاہ عشق
لاکھوں خزینے دل میں ہیں اپنے گڑے ہوئے
مجروح عشق کو نہیں کاوش بغیر چین
ہیں ایک ایک زخم میں ناخن گڑے ہوئے
دستِ خزاں نے باغ کو تاراج کر دیا
بکھرے ہوئے ہیں پھول تو پتّے جھڑے ہوئے
اللہ رے اشتیاق سفرِ منزلِ عدم
اک پاؤں پر ہیں سارے مسافر کھڑے ہوئے
کیا خاک کوئی شکوۂ جور و ستم کرے
وہ بھی تو روزِ حشر ہیں آگے کھڑے ہوئے
بازو دبا کے بیٹھتے ہیں اب وہ بزم میں
رہتے تھے دست بستہ جو آگے کھڑے ہوئے
ہم ہٹنے والے معرکۂ عشق سے نہیں
نقشِ قدم کی طرح قدم ہیں گڑے ہوئے
اے یار آشتاب کہ نکلیں خوشی کے ساتھ
سینہ میں ایک دو جو نفس ہیں اڑے ہوئے
وعدے نے آپ کے ہمیں درباں بنا دیا
تکتے ہیں راہ دیر سے در پر کھڑے ہوئے

۱۹۰	اے عشق منہ چھپا کے ہوا ہو گیا رقیب ہم معرکہ میں عشق کے جب آ کھڑے ہوئے	۳۹۵

پھر دگر گوں ہوئی حالت ترے دیوانوں کی	پھر بہار آئی ہوا بدلی گلستانوں کی

آ رہے گی فوج جو دریدہ تر ہی دیوانوں کی
خوف سے روح نکل جائیگی دربانوں کی

آجکل محتسبِ شہر کی اچھی نہیں آنکھہ
آبروے کی رہے خیر ہو میخانوں کی

میں ہی کیا گھورنے والا ہوں ترا محفل میں
آنکھہ کیوں مجھ پہ ہی پڑتی ہی نگہبانوں کی

شکوۂ جور سرِ حشر کرے گا نہ کوئی
تمنے کیوں شکل بنائی ہے پریشانوں کی

بانسلی وہ لبِ جاں بخش سے اپنی جو بجائے
جان پڑ جائے ہر اک نے میں نیستانوں کی

تنگ ہوں اس دلِ خودکام کے ہاتوں یارو
بات سنتا ہی نہ اپنوں کی نہ بیگانوں کی

پھر مجھے جوشِ جنوں فصلِ بہاری میں ہوا
پھر وہی میں ہوں وہی سیر بیابانوں کی

مجھسے برگشتہ مقدر کی ہو خاک انہیں
بے سبب بزم میں گردش نہیں پیمانوں کی

چھوٹی مر کر ترے بیداد و ستم سے اک خلق
حال پرسی ملک الموت نے کی جانوں کی

چھوڑا گلزارِ جناں جن کے سبب آدم نے
حرص اولاد کو ابتک ہی انہیں دانوں کی

جلوۂ حق نظر آئیگا کہاں سے ای شیخ
تجکو منظور زیارت نہیں بتخانوں کی

کون کہتا ہی کہ ہی دودِ چراغِ محفل
شمع کے گرد سے گرد اُٹھی ہی پروانوں کی

نیند آتی بھی اگر ہے تو اُچٹ جائے گی
تم کہانی نہ سنو ہم سے پریشانوں کی

خط نہ سمجھے کوئی بیڑا ہے جو انکے مُنہ میں
گال سے یہ نظر آتی ہیں رگیں پانوں کی

وسعتِ گوشۂ زندانِ جنوں کیا کہئے
سیر دیوانوں کو حاصل ہے بیابانوں کی

عشق کا دیو قوی بال جو ہو سر پہ سوار
شیشیاں کر کری ہو جائیں پریخانوں کی

ہاتھہ تا دامنِ دلدار جو پہنچے ان کا
قسمت ایسی ہی کہاں چاک گریبانوں کی

۳۹۶	خامہ لغزش نکرے بات میں کچھ فرق نہ آئے دیکھہ ای عشق یہ محفل ہے سخنداوں کی	۱۶

ہو گئی عشق میں پیدا پھر رقابت کیسی
پڑ گئی دل کو مرے ساتھہ عداوت کیسی

دیکھئے مجھ پہ ہے چوری کی یہ تہمت کیسی
کہتے ہیں دلمیں ترے میری محبت کیسی

سُنتے ہیں آئیگا وہ فتنۂ محشر بھی وہاں
دیکھیں ہوتی ہے قیامت میں قیامت کیسی

اس نے اظہار تمنا پہ کیا یوں قایل
دل ہی پہلو میں نہیں آپکے حسرت کیسی

آج کیوں خیر تو ہے بھول پڑے آپ کدہر
یہ کرم کیسا ہے مجھ پر یہ عنایت کیسی

غیر اُٹھا جو کبھی چھینپ کے اس محفل سے
آگئی بیٹھے بٹھائے مری شامت کیسی

جس کو دیدار بھی تیرا نہ میسّر ہوگا
ہوگی اس شخص کی حسرت دم رحلت کیسی

ذرّے ذرّے میں ہیں سو سو ترے جلوے یارب
سیر کثرت سے دکھاتی ہے یہ وحدت کیسی

شکوۂ رنج جو کرتا ہوں تو فرماتے ہیں
عقل بھی ہے کہ نہیں عشق میں راحت کیسی

حال تو پوچھتے ہو میرا اگر دشمن سے
بندہ پرور یہہ عنایت ہے عنایت کیسی

جان جاتی ہے شب ہجر نہ وہ آتے ہیں
یا الٰہی یہہ مصیبت ہے مصیبت کیسی

آپ کیوں آج پریشاں ہیں بقیب اعدا

کہے کیسا ہے مزاج اور طبیعت کیسی

شیخ سے کوثر و تسنیم کا سن سن کے بیان
ہائے للچاتی ہے رندوں کی طبیعت کیسی

خوف ہے ان کو تصور میں بھی آتے ہوئے یہ
کس کو معلوم ہے کس شخص کی نیت کیسی

غیر کو بھیج دیا بھیس میں اپنے مرے گھر
اسکو سوجھی شب وعدہ یہ شرارت کیسی

۳۹۷	کچھ تو فرمائیے وہ وعدے پہ آئے کہ نہیں حضرت عشق رہی شب کو طبیعت کیسی	۱۷

تھی شب غم متغیر مری حالت کیسی
آ گئی خود ملک الموت کو رقت کیسی

نام عنقا سے مجھے ہوتی ہے حیرت کیسی
بے نشاں کی بھی زمانے میں ہے شہرت کیسی

دل تو دے بیٹھے ہیں اب جان بھی دے بیٹھیں گے
اور ہوتی ہے حسینوں کی محبت کیسی

تو بھی کیا فتنۂ محشر ہے کوئی اے ظالم
تیرے اٹھتے ہی یہ اٹھتی ہے قیامت کیسی

یا الٰہی کہیں برپا نہ ہوا ہو محشر
کوچۂ یار میں ہے آج یہ کثرت کیسی

بے اجل ہجر کے صدموں سے مرا جاتا ہوں
دل کی دل ہی میں رہی جاتی ہے حسرت کیسی

ہم تو بے دیکھے کبھی دینگے نہ دل اے زاہد
کسکو معلوم کہ حور و نکی ہے صورت کیسی

کسکو معلوم تھا وہ آج بھرے بیٹھے ہیں
جا کر اس بزم میں آئی مری شامت کیسی

تابع حکم بتاں ہوں مجھے معلوم نہیں
عذر کہتے ہیں کسے ہوتی ہے حجت کیسی

غیر کے کندھے پہ رکھے ہوئے ہاتھ آئے ہیں
یہ بھی اک انکی شرارت ہے نزاکت کیسی

آسماں نے جو دیا موذی و ممسک کو دیا
سانپ کو گنج تو قارون کو دولت کیسی

ہم کو جنت میں بھی یہ لطف نہ حاصل ہوگا
ہائے پر لطف تھی احباب کی صحبت کیسی

شکر بیداد نے کچھ ایسا بھلا رکھا ہے	یہ نہیں یاد کہ ہوتی ہے شکایت کیسی
بے دہن اس بت کم سن کو خبر کیا اسکی	وعدہ کیا چیز ہے بوسہ کی اجازت کیسی
توڑ دیتے ہو ہر اک عہد کو تو باتوں میں	نازنیں کیسے ہو تم سے یہ نزاکت کیسی
مے نہیں ملتی ہے تو خونِ جگر پیتا ہوں	پڑ گئی ہے مجھے ساقی یہ بُری لت کیسی

۱۲	کیا قیامت ہے کہ وہ پوچھتے ہیں دشمن سے آجکل عشق میں ہے عشق کی حالت کیسی	۳۹۸

مجرئی ہیں آج وہ بے خانماں بیٹھے ہوئے
گھر میں کرتے تھے جو سیر لامکاں بیٹھے ہوئے
شمر کہتا تھا ادھر اُٹھنے کو اور عابد ادھر
دیکھتے تھے جانبِ طوقِ گراں بیٹھے ہوئے
ہاتھ اُٹھتے ہیں پئے ماتم غمِ شبیرؑ میں
مرثیہ پڑھتے ہیں جبدم نوحہ خواں بیٹھے ہوئے
لُٹ چکا جب وقت خیمہ اہلِ بیتِ مصطفےٰ
شکرِ حق کرتے تھے زیرِ آسماں بیٹھے ہوئے
موجیں اُٹھتی ہیں جو دریا سے تو کس حسرت کیساتھ
دیکھتے تھے دور سے تشنہ دہاں بیٹھے ہوئے
ہوں وہی مظلوم دادا جن کے تھے مشکل کشا
ہائے زنداں میں پہنکر بیڑیاں بیٹھے ہوئے
کہتی تھی صغرا یہ پوچھوں گی جو اکبر آئیں گے
دیر اتنی کیوں ہوئی تم تھے کہاں بیٹھے ہوئے
جنکے قصرِ منزلت سے لامکاں کو فخر تھا

وشت میں ہیں آج وہ بے خانماں بیٹھے ہوئے

ظلم پر اپنے تھے شاداں بانئے ظلم و ستم
بیکسی کو رو رہے تھے خستہ جاں بیٹھے ہوئے

عابدِ بیمار میں ہلنے کی طاقت بھی نہیں
کیا کرینگے پاسباں پر پاسباں بیٹھے ہوئے

بزمِ ماتم میں غمِ شبیرؑ سے کہرام ہے
کچھ کھڑے روتے ہیں اور کچھ نوحہ خواں بیٹھے ہوئے

عشق آنکھیں ماتمِ شہ میں سیہ پوش اپنی ہیں
رو رہی ہیں آنکھ کے بھی مردماں بیٹھے ہوئے

رباعیات

لیتا ہوں صباح و شام نام شبیرؑ
اب آرزوئے دل ہے پکارا جاؤں
لکھتا ہوں ہمیشہ میں سلام شبیرؑ
اے عشق سرِ حشر غلام شبیرؑ

رباعی

نانا کی مجھے ملک سے گر کچھ نہ ملا
اے عشق نواسہ شہِ بحر و بر کا
واللہ نہیں اسکی سر مو پروا
پانی نہ دم ذبح ذرا سا پایا

رباعی

ناحق جو ستاتے ہیں مجھے صبح و شام
ہر بار جو ان حرامیوں کو دوں میں
یارب نہیں کہہ دونوں جہانیں ناکام
اے عشق مرے پاس نہیں مال حرام

رباعی

حاسد اگر مجھکو برا کہتے ہیں
یہ عکس ہیں آئینہ روشن میں ہوں
پروا نہیں کہنے دو بجا کہتے ہیں
جو دیکھتے ہیں وہ بجا کہتے ہیں

رباعی

کیا کرے گا کوئی ستمگر میرا
دشمن ہے اگر قوی تو پروا کیا ہے
حامی ہے مددگار ہے داور میرا
اے عشق نگہباں ہے قوی تر میرا

رباعی

بدذات شریروں سے پڑا ہے پالا
جھٹلاتے ہیں سچے کو ڈھٹائی دیکھو
معدوم ہے حق بات کا یہ کہنے والا
ان جھوٹوں کا اللہ کرے منہ کالا

رباعی

بیداد سے پائی ہے کسی نے بھی پناہ ۲ ظالم تجھے کر دیگی یہ آخر کو تباہ
ہرگز نہ سمجھ تیر ہوائی اس کو خالی نہیں جاتی دلِ مظلوم کی آہ

رباعی

کچھ دور قرابت سے نہیں ظلم و فساد ۲ تھا خویش حسین علی پور زیاد
ہے صدمۂ شبیر سے بڑھکر مرا غم ظالم سید ہوئے الٰہی فریاد

رباعی

بیدل نہ ہو گھبرا نہیں انشا اللہ ۲ بنجائینگے سب کام ترے خاطر خواہ
اے عشق عدو دیکھتے رہجائینگے منہ مل جائیگی سرکار سے ساری تنخواہ

رباعی

اطوار بد و نیک کا احساس نہیں ۲ اور اپنی شرافت کا ذرا پاس نہیں
ہیں پھول شریفوں کے چمن کے لیکن وہ رنگ نہیں اور وہ بو باس نہیں

رباعی

مسلم میں کچھ اسلام کا جوہر ہی نہ ہے ۲ احکام خداوند کا خوگر بھی رہے
جب یہ نہیں سگ خاندان ہے وہ باپ اسکا پیر و پیمبر بھی رہے

رباعی

بیفائدہ ہے مجھسے جو یوں در پے کین ۲ اے بندۂ زر تجھکو ذرا شرم نہیں
ہے زور حمایت تو نہ اترا ہرگز بیکس کا ہے اللہ مددگار معین،

رباعی

اغیار کا اپنوں کا رویا دیکھا ۲ اک ایک کو اچھی طرح پرکھا دیکھا
دنیا میں نہیں کوئی کسیکا اے عشق جس کو دیکھا غرض کا بندا دیکھا

رباعی

فخر یہ شریفوں میں اگر کوئی رزیل ۔ شامل ہو تو ہے اسکے سفاہت کی دلیل
اک پوت کے دانے کو پرو کر دیکھو ۔ موتی کی لڑی میں کہ ہے کسدرجہ ذلیل

تاریخ طبع دیوان سومین اُستادی داغ دہلوی

شد چو دیوان سومیں داغ ۔ صورت آفتاب عکس فگن
ملہم غیب سال طبعش عشق ۔ گفت مہتاب آسمانِ سخن

۱۳۱۰ھ

ایضاً

از نسیم کلام حضرتِ داغ ۔ غنچۂ دل برنگ گلُ بشگفت
سال طبعش سروش غیب ای عشق ۔ نغمۂ عندلیب دہلی گفت

۱۳۱۰ھ

تاریخ وزارت سر آسمان جاہ مدار المہام سرکار نظام خلد اللہ ملکہٗ

چو جا داد بر عرش عزو علا ۔ بہ سر آسماں جاہ اقبال او
سروش از سر اقتدارات گفت ۔ وزیرِ حضورِ دکن سال او

۱۳۱۲ھ

تاریخ سرفرازی خطاب آصف نواز جنگ معتمد صرفخاص بندگان عالی متعالی مدظلہ العالی

آصف نواز جنگ بہادر تمہیں نوید ۔ دولت ادہر جلو میں اُدہر ملک ہم رکاب
آصف نواز دولہ و آصف نواز ملک ۔ سلطاں سے ابکے کیسے مبارک ملے خطاب

۱۳۰۸ھ

تاریخ سرفرازی خطاب نواب حافظ علی صاحب مددگار معتمد صرفخاص

مل گیا حافظ علی صاحب کو جب
انتخابِ جنگ کا تازہ خطاب
مجھ کو جو یاد دیکھ کر تاریخ کا
دی یہ ہاتف نے ندا خاصہ خطاب
۱۳۰۸ھ

تاریخ رحلت استادی فصیح الملک داغ دہلوی

مرگ استاد داغ سے ای عشق
گھر فصاحت کا بے چراغ ہوا
ہائے لطفِ زبان دہلی اب
دلِ گم گشتہ کا سُراغ ہوا
نہ مٹا اُن کا نام عالم سے
یہ بھی میرے ہی دل کا داغ ہوا
وصفِ گلزارِ داغ کیا کہیے
جسنے دیکھا وہ باغ باغ ہوا
غمِ اُستاد سے ہے دل پرخون
کبھی خالی نہ یہ ایاغ ہوا
دم نکلتے ہی ہو گئی تاریخ
آج راہی جہاں سے داغ ہوا
۱۳۱۳ھ

تاریخ رحلت پدر بزرگوار مصنف

روز یکشنبہ بست و پنج صفر
بعد عصر آں مرا ستودہ پدر
در مدینہ بہ مدعا پیوست
بہ خدا و بہ مصطفےٰ پیوست
چوں بدل عاشق نبی بودہ
بار ژوی اہلِ بیت آسودہ
یافت در جنت البقیع مقام
رحمتِ حق بروح او مادام
خوش بسر برد بے غم و بے رنج
سال ہفتاد و پنج و ماہے پنج

راسخ الاعتقاد و ایمان بود ‌‌ ‌ واقف رازہائے عرفان بود
زاہد و متقی و اہل دل ‌ ‌ ‌ بہ ریاضات روز و شب شاغل
در سلوکِ طریقت و عرفان ‌ ‌ ‌ بود یکتائے عصر و فرد زمان
داشت در دین چو عزم مستحکم ‌ ‌ ‌ میشدے ملتفت بدنیا کم
محی الدین حسین نامش بود ‌ ‌ ‌ ورع و تقویٰ و زہد کامش بود
چون قدم در سنِ شعور نہاد ‌ ‌ ‌ دست در دست پیر کامل باد
بعد طے مراحلِ تلقین ‌ ‌ ‌ پس تکمیل علم حق و یقین
در تلاش معاش از مدراس ‌ ‌ ‌ بہ دکن رفت ان نجیبہ اساس
بست و شش سال صرف مدت کرد ‌ ‌ ‌ خدمتِ بندگان حضرت کرد
فارغ از حج شدہ درین اثنا ‌ ‌ ‌ کردہ آمد زیارت بطحا
چون ازین کشمکش بہ تنگ آمد ‌ ‌ ‌ غیر حق بندگیش ننگ آمد
پس بہ جلدوئے خدمتِ بسیار ‌ ‌ ‌ کرد حاصل وظیفہ از سرکار
رفتِ بہرِ حصول عز و شرف ‌ ‌ ‌ سوئے بغداد و کربلا و نجف
باز آمد و عرصہ بہ نشست ‌ ‌ ‌ در ریاضت و عرصہ بگذشت
چون بدل داشت عشق پاک رسولؐ ‌ ‌ ‌ در دکن بود بیقرار و ملول
آخر کار ترک ما وا کرد ‌ ‌ ‌ کوس ہجرت سوئے مدینہ زد
حسب امید و آرزوئے دل ‌ ‌ ‌ بار خود را کشاد بر منزل
چار سال و دو ماہ بردہ بسر ‌ ‌ ‌ زین جہان نیز بست رختِ سفر
فکر تاریخ بود **عشق** مرا ‌ ‌ ‌ گفت ہاتف ز عالمِ بالا
جان گدازی در آمد اندر کار ‌ ‌ ‌ شد ز جانانہ وصل عاشق زار
۹۶ ‌ ‌ ‌ ۱۳۲۲ھ
خرّم او رفت بودہ ام بہ الم ‌ ‌ ‌ وائے بر من کہ بے وسیلہ شدم

قصیدۂ تاریخی دربار دہلی بہ تقریب تاجپوشی ملک معظم قیصر ہند ایڈورڈ ہفتم دام اقبالہٗ

خوش روزگار خرم و سال طرب قریں ۔۔ ماہِ سعید و روز نکو ساعت بہیں
ہر سمت پھول پھولے ہوئے ہر طرف بہار ۔۔ اٹھکھیلیوں سے چلتی ہوئی باد فرودیں
شاداب شاخِ گل ہے تو سرسبز سرو ہے ۔۔ بلبل ہے نغمہ سنج کہیں قمریاں کہیں
نظارگی کے آنکھوں میں ہر وقت ہے بہار ۔۔ کچھ اور غیر لالہ و گل سوجھتا نہیں
اترائے کیوں بہار نہ اپنے سنگھار پر ۔۔ آئینہ بنگیا ہے ہر اک برگ یاسمیں
فیض ہوا سے کھل گئی دلکی ہر اک گرہ ۔۔ غنچہ بھی نام کو کہیں اب منقبض نہیں
آمد ہی کسکی چارسو ابر بہار نے ۔۔ سبزہ کا کیوں بچھایا ہے فرش زمردیں
خارِ ملال کا کہیں کھٹکا نہیں رہا ۔۔ گل کیطرح شگفتہ ہے ہر خاطرِ حزیں
یہ وقت وہ ہی جسکی ہے خود فرخی گرد ۔۔ یہ وقت وہ ہی جسکی ہے خود میمنت رہیں
وہ رونقِ زمانہ وہ یکتائے روزگار ۔۔ وہ دُرِ خورِ ستایش و تحسین و آفریں
وہ لعل ناب کان بزرگی و منزلت ۔۔ وہ بحر آبرو و شرف کا دُرِ ثمیں ،
وہ صاحبِ نصیبہ آقائی بخت نیک ۔۔ وہ قصر جاہ و دولت و اقبال کا مکیں
وہ ابر و درفشاں دم جود و عطا و بزل ۔۔ وہ تیغ خوں چکاں دم غیظ و عتاب و کیں
وہ بادشاہ وقت وہ فرمانروائی حال ۔۔ وہ تاجدار تخت نشیں خسرو گزیں
وہ زیب بخش تاج وہ زینت طراز تخت ۔۔ وکٹوریا کا جانشیں ایڈورڈ ہفتمیں
یورپ میں رکھکے سر پہ حکومت کا تاج زر ۔۔ تختِ شہی پہ جلوہ گری کی بہ زیب و زیں
آثار نیک چہرۂ انور پہ دیکھکر ۔۔ بے اختیار بول اٹھے سب کہیں مہیں

سکہ بٹھائے اپنا تو کوئی نہیں عجب
اقلیم ہفت گانہ پہ ہڈورڈ ہفتمیں

بارِ دگر زبان پر آیا یہ کس کا نام
بیساختہ نکل ہی گئی منہ سے آفریں

دربار منعقد ہوا انسلو میں بھی ایک
رسمیں جو تہنیت کی ہیں وہ سب ادا ہوئیں

دربار کی جو شان کو دیکھا بہ چشمِ غور
تصویرِ شاہ پیشِ نظر ہو گئی وہیں

پھر تو کہا یہ فکر نے ای عشقؔ نکتہ دان
حاضر کی مدح میں کوئی مطلع ہو دلنشیں

ہے فرض اسکی مدح پہ ہو اپنا بادشاہ
ہو زمزمہ طراز بآئین خوشتریں

چوں ایں خطاب خاص بمن کرد فکرِ من
گفتم بچشم مطلع نو خوانم ایں چنیں

مطلعِ ثانی

اے حکمرانِ یورپ و ہندوستاں زمیں
دنیا میں تجھسے بڑھ کر کوئی شاہ اب نہیں

ہو تیرا عہد دورِ گذشتہ کا کیوں نہ رشک
نقشِ دوم کو پاتے ہیں بہتر ز اولیں

سُن سُن کے تیرا ذکر نکو ہر زبان سے
پاتے ہیں افتخار عجب گوشِ سامعین

یوں صلح باتوں باتوں میں کو بیر تونے کی
جسکا نہ کچھ گمان تھا جسکا نہ کچھ یقین

برتاؤ پیر ہیں تری انصاف کے مفر
قائل ہیں تیری پالسی کے سب کہیں مہیں

وسعت میں تیری ملک کے کیا دخل تیرگی
ہر وقت مہر رہتا ہے روشنگرِ زمیں

طفلِ زمانہ چل نہیں سکتا ہے دو قدم
جبتک کہ تھام لیتا نہیں تیری آستیں

فیضِ جلوس سے ترے اس سال ملک میں
شاداب ہر دیار ہے سرسبز ہر زمیں

کیا اور تیرے عہد مبارک کا دوں پتا
انصاف ہی ہے متصل اور عدل سے قریں

تیرے علوئے قدر کا پایہ ہے اسقدر
ہے جسکے آگے پست فلک صورتِ زمیں

تختِ شہی و تاجِ حکومت سے تیرے آج
نازاں ادھر فلک ہے ادھر مفتخر زمیں

ہمراہ ملک و حاتم گو سے زرد عصا
ق تلواریں رحم و عدل حفاظت کی بھی لیں

ساتوں کے ساتوں قبضۂ دولت میں ہیں ترے
کیوں ہو ترا خطاب نہ ایڈورڈ ہفتمیں

تو نے بڑھایا ہاتھ جو پیمان کے لئے
ق بوسہ کو جھک پڑے ہیں ترے سارے کہین مہین

ہیرج کہوں یہی حاشیہ بوس میں تھا شریک
بیوجہ اسکی پشت کا اے شاہ خم نہیں

دریائے فیض کا ہے ترے ابر جرعہ کش
خرمن کا تیرے سنبلۂ چرخ خوشہ چیں

ذکر انکو نے تیرے نہ چھوڑا جہان میں
مخلوق کی زبان پہ اک حرف آفریں

وہ کون ملک ہے کہ جہاں ہو نہ تیرا نام
وہ کون شخص ہے ترا مداح جو نہیں

کیوں ہندیوں کے حال کی تجھکو نہ ہو خبر
ہے فہم دور رس ترا اور عقل دور بیں

تدبیر تیری نیک تری رائے استوار
تجویز تیری ٹھیک ترا مشورہ گزیں

آزردہ دل زمانے میں تیری نہیں کوئی
چین و شکن سے سادہ ہے ہر صفحۂ زمیں

شہباز قہر و خشم کا تیرے جو دیکھے رُخ
قاآن چین بھی صورت عصفور بولے چیں

کوتل تری سواری کا ہے اشہب فلک
ہے کہکشاں لجام تو خورشید و ماہ زین

بزم جہاں میں صدر نشیں تیری ذات ہو
دولت تری جلیس ہو اقبال ہمنشیں

محفل میں تیری مینر پہ ہر دم چنے رہیں
بوتل شراب عیش کے عشرت کے ساتگیں

یاور ہو بخت اور زمانہ بکام ہو
حامی ترا خدا رہے عیسیٰ ترے معیں

کالا ہو تیرے موزے کے مانند اسکا منہ
رکھے جو تجھ سے بغض و نفاق و عناد و کیں

ہر وقت تیری ساتھ رہیں کوئیں امپرس
خلوت کی ہمجلیس تو جلوت کی ہمنشیں

برج شرف سپہر سعادت کا تخت ہو
اور اسپہ ہو قران مہ و مہر دائمیں

خاموش عشق طول سخن کا نہیں محل
توصیف شاہ کہنے کو ہیں اور حاضرین

کر ختم لکھکے عیسوی تاریخ بے بدل
دربار تاجپوشی ایڈورڈ ہفتمیں

۳۶ ۱۹۰۲ء

قصیدۂ تہنیت صحت نواب آصف نواز الدولہ آصف نواز الملک بہادر معتمد صرف خاص

آجکل آب و ہوا کی ہی عجب خاصیت ۔۔۔ ۶۰ خود بخود ہوتی ہے بیماروں کو حاصل صحت
وہ اگر آب بقا تو یہ دم عیسیٰ ہے ۔۔۔ باقی اشیا میں نہ تلخی ہے نہ کچھ سمیت
ہوگیا زہر میں پیدا اثر تریاقی ۔۔۔ آب حنظل بھی مزے میں ہی شکر کا شربت
نوش دنبالۂ زنبور میں ہی نیش کیجائے ۔۔۔ آبلہ ہی دہن مار کا مہرے کی صفت
معتدل چلتی ہے یوں گلشن عالم میں ہوا ۔۔۔ جس طرح نبض صحیحوں کی بحال صحت
سبزہ و گل کے لئے روح فزا و جاں بخش ۔۔۔ بوندیں برسات کی ہیں آب بقا کی صورت
ہے اثر باد بہاری میں دم عیسیٰ کا ۔۔۔ کیوں نہو نرگس بیمار کو کلی صحت
خون اسدرجہ ہوا لطف ہوا سے پیدا ۔۔۔ رنگ ہر برگ میں پنہاں ہی حنا کی صورت
باغ عالم میں یہ صفری کی ہوئی ہی اصلاح ۔۔۔ ہوگئی گیندے کی زردی میں بھی پیدا حمرت
ایسا زائل ہوا عالم کی طبیعت سی جنون ۔۔۔ بید مجنون کی بھی اب ویسی نہیں ہے صورت
ہی یہ اصلاح پہ عالم کی طبیعت کہ قلم ۔۔۔ مرض الموت بھی لکھے تو ہو حرف صحت
دردنے فرق یہ اعضا سے بدلنے چاہا ۔۔۔ کہ نہیں حرفوں کو آپس میں بھی حاصل وصلت
دم مسیحا کا جو ہر صبح صبا بھرتی ہے ۔۔۔ برگ گل کو ہی برنگ لب جاناں حرکت
منقبض صورت غنچہ نہیں عالم میں کوئی ۔۔۔ دیکھئے جسکو شگفتہ ہے وہ گل کی صورت
پھول شادی سی سر شاخ کھلے جاتے ہیں ۔۔۔ عالم عیش میں بلبل کو ہے اک محویت
جسطرح جوش مسرت سی ہو چہرہ گلگوں ۔۔۔ ٹپکی پڑتی ہے گل و لالہ سی ایسی رنگت
صورت سبزہ خود رو چمن عالم میں ۔۔۔ جسطرف دیکھئے ہے جوش نشاط و عشرت
دہوم کیوں شادی صحت کی نہو عالم میں ۔۔۔ آج ہے معتمد خاص کا غسل صحت

تہنیت خواں ہی کوئی کوئی ہی مصروف ثنا ۔۔۔ دیکھئے جسکو وہ ہی محو دعائے دولت
چارہ جوئی میں بھی مصروف دُعا اور دوا ۔۔۔ للہ الحمد کہ حاصل ہوئی تجھہ کو صحت
ہر جگہ بزم طرب محفل عشرت ہر سو ۔۔۔ ایسی آراستہ پیراستہ جیسے جنت
ناگہاں بخت نی دی مجھکو نوید جاں بخش ۔۔۔ لے موافق تری تقدیر ہے یاور قسمت
کیوں ہی پابند تفکر تجھے تشویش ہی کیا ۔۔۔ سہل مشکل تری اب ہوتی ہی آسان دقت
جسکی صحت کی خوشی سی ہی نشاط آگیں خلق ۔۔۔ اسکی تعریف میں ہو محو ثنا و مدحت
پڑھ کوئی مطلع برجستہ ثنا میں اس کے ۔۔۔ تا ترا رتبہ بڑہی اور فزوں ہو وقعت
سُنتے ہی مُنہ سی یہ بیساختہ مطلع نکلا ۔۔۔ داد دیں کیوں نہ سخن کی مجھے اہل فطنت

مطلع ثانی

عزت و جاہ و حشم مال و منال و دولت ۔۔۔ سب مہیا ہی تجھے سب سے مقدم صحت
فیض تیری در دولت سی اُٹھائی جو جبیں ۔۔۔ ہو سعادت سی بدل طالع مدکی نکبت
تیرے اقبال سے وابستہ ہی عالم میں ظفر ۔۔۔ تیری تلوار کے قبضے میں ہی فتح و نصرت
ہی ترے دست سخاوت سے تعلق سب کو ۔۔۔ ہی تری ذات سی وابستہ سبھوں کی حاجت
جود میں موج سخا فیض میں نہر احساں ۔۔۔ بذل میں ابر کرم لطف میں بحر رحمت
تیرے دروازے سی پھرتا نہیں ناکام کوئی ۔۔۔ عرض حاجت سی بھی بر آتی ہے پہلے حاجت
اک ترے بذل سے سو طرح کے عالم کو فتوح ۔۔۔ اک تری عدل سے عالم میں ہزار امنیت
خواہش دولت دنیا نہیں تجھکو مطلق ۔۔۔ ہی مگر شوق عطا اور سخا کی رغبت
چشم قانع کیطرح سیر ہے دامان ہوس ۔۔۔ جبسے دیکھی ہی تری دست سخا کی وسعت
غیر ممکن ہے ترے بذل و کرم کے آگے ۔۔۔ کہ کرے دست طلب دست کرم پر سبقت
تیری بخشش سے طمع ہوئی خود مستغنی ۔۔۔ آجتک حرص کی بھرتی نہ سُنی تھی نیت

بزل میں دھوم تری جود میں چرچا تیرا | خلق میں نام ترا خلق میں تیری شہرت
تیرا ثانی کوئی دنیا میں نہیں ہے بخدا | تو ہی خود اپنی نظیر آپ ہی آپ اپنی صفت
طاقہ اطلس گردوں کو وہ سمجھے کیا خاک | جسکو سرکار گرامی سے ہو حاصل خلعت
اسکی ہیبت سے کٹے زور عدوئے سرکش | تقویت تیری ضعیفوں کو جو بخشے قوت
حدِ توصیف سے باہر ہیں صفات نیکو | مجھ میں یارائے بیاں ہے نہ قلم میں قدرت
صاف کہتا ہوں میں سو بات کی اک بات ہے یہ | ہے نہ پایاں ثنا اور نہ حد مدحت
مجھ سے ناچیز سے لائق تری کچھ بھی نہوئی | تہنیت خوانی و توصیف و دعائے دولت
دست بستہ بہ ادب خدمتِ عالی میں تری | عرض پرداز ہے یہ عشق قدیم الخدمت
لطف کن زود کہ از طولِ زمانِ امید | آں مواعید کہ کردی نرود از یادت
رات دن صبح و مسا دست نگر رہتا ہوں | ہے مگر تیری کفِ جود میں میری قسمت
آئینہ سے ہے سوا صاف ضمیر روشن | تیرے نزدیک برابر ہے حضور و غیبت
مدعائے دلِ ناکام ہے تجھ پر ظاہر | ہے نہ پروائے سفارش نہ بیاں کی حاجت
تیرا دروازۂ دولت ہے مقامِ امید | کیا عجب ہے کہ بر آئے جو میری حاجت
روز و شب دل ترا مصروف سخا و احسان | رات دن لب مرے مشغول دعائے دولت
کبھی مصروف ثنا اور کبھی مشغول دعا | ذکر میں تیری ہے ہر وقت مجھے محویت
صد و سی سال سلامت رہے تو عالم میں | باشکوہ و حشم و جاہ بعمر و صحت
نام ہو دولت و اقبال کا جبتک باقی | تو سلامت رہے عالم میں بجاہ و حشمت
زینت گلشن شوکت شجر عمر بڑھے | خاک میں نشو و نما کی رہے جبتک قوت
مایۂ زندگی خلق ہوا ہو جب تک | گلشن دہر میں اچھی رہے تیری صحت
حکم نافذ ترا عالم میں رواں ہو ہر سو | تا رہے آب میں بالذات روانی کی صفت
تا بعالم اثر سوختن آتش دارد | از پئے تاب بود نعل در آتش خصمت

دشمنوں کو ترے قسام ازل نے بخشا
خون دل کہانے کو اور پیپے کو اشک حسرت
عالم نزع سے بہی اسکی شفا ہو بدتر
موت ہو تیرے عدو کے لئے خواب راحت

قومی نظم جو سنہ ۱۳۱۰ھ میں لکھی گئی تھی

کہاں ہو وہ شوکت کہاں ہو وہ عظمت
وہ کیا ہوگئی قوم تیری حکومت
کہاں ہو حمیت کہاں ہے شجاعت
وہ قومی اعانت وہ دیں کی حمایت
بڑے جس شجاعت کے بجتے تھے ڈنکے
کہاں ہے وہ جرات کہاں ہو وہ ہمت
کہاں ہے وہ علم و ہنر کی ترقی
کہاں ہو وہ تکمیل اسباب صنعت
وہ تعلیم و شغل تعلم کہاں ہے
کہاں درس و تدریس کی ہو وہ رغبت
کہاں ہے وہ ہمدردی و پاسداری
کہاں اتفاق و ولا و مودت
کہاں ملک گیری کے وہ ولولے ہیں
کہاں ہے تلاش ترقی ور فعت
وہ پابندی حکم داور کہاں ہے
کہاں ہے وہ تعمیل حکم شریعت
کہاں وہ اطاعت ہے فرمان حق کی
کہاں ہے وہ پابندی دین و ملت
کہاں ہو وہ کوشش کہ دین متیں کی
ترقی یہ تھی جس سے روزانہ سطوت
کہاں ہو صداقت کہاں راستی ہے
وہ ایمانداری کہاں اور امانت
جو خالص خدا کے لئے بے غرض تھی
کہاں گم ہوئی وہ تمہاری شجاعت
کہاں عزم بالجزم وہ جس کے ہاتھوں
ملی تھی عراق و عجم کی حکومت
علوم و فنون کی کہاں دستگاہیں
ترقی ہنر کی وہ حسن لیاقت
نشاں جن کے اب تک ہیں ہند کی زمیں پر
کہاں وہ عمارت وہ میر عمارت
وہ کیا ہوگئی حق رسی حق پسندی
کہاں ہو وہ اب منصفانہ عدالت
کہاں علم معقول و منقول کا ہے
کہاں ہیں وہ علامہ فقہ و حکمت

کہاں ہے وہ علم الٰہی و طبعی — وہ ذہن رسا وہ طبیعت کی جودت
کہاں ہے وہ جغرافیہ وہ ریاضی — وہ اقلیدس اور ہندسہ کی مہارت
کہاں عقل و دانش کی وہ آگہی ہے — کہاں تجربہ کی ہے وہ واقفیت
وہ شفقت وہ بہبود ملکی کہاں ہے — وہ قومی اعانت وطن کی محبت
خبر بھی ہے کچھ اپنی اے قوم تجھ کو — کہ یہ کیا سے کیا ہو گئی تیری حالت
نہ افراط کی حد نہ تفریط کی حد — گھٹا علم بڑھتی چلی ہے جہالت
محبت کے بدلے میں بڑھتا چلا ہے — حسد بغض و رشک و نفاق و عداوت
حمیت کے بدلے دلوں میں ہے کینہ — عداوت کی کوشش بجائے محبت
غضب ایک کے ایک درپے ہوا ہے — حمیت کہاں کی کہاں کی اعانت
شجاعت کے بدلے میں کم ہمتی ہے — بخیلی و خست بجائے سخاوت
طبائع ہیں مانوس لہو و لعب سے — ہنر سے ہے انکار صنعت سے نفرت
نہ وہ علم کی مجلسیں ہیں نہ چرچے — نہ ارباب فن کی ہے کچھ قدر و وقعت
جہالت میں کٹتے ہیں اوقات سارے — کہاں علم کا شوق و ذوق لیاقت
وضعیوں کی صحبت میں بے بہرہ پھرنا — یہی وضعداری ہے اب اور شرافت
نہ تعلیم اولاد پر کچھ نظر ہے — بگڑتی چلے دن بدن کیوں نہ عادت
ترقی کے اسباب کیا جانے کیا ہیں — نہیں کچھ بھی معلوم کہ کیا تھے ہی شہرت
جو مفلس ہیں مجبور ہیں وہ تو بالکل — جو آسودہ ہیں انکو گھیرے ہے خست
شکم پروری میں ہیں سب بھول بیٹھے — وہ ہمدردی قوم قومی اعانت
تن آسانی و سستی و کاہلی کو — سمجھتے ہیں آسایش آرام راحت
تنزل پسندی میں ایسے مٹے ہیں — نہیں علم کیا ہے ترقی و رفعت
بھلا بیٹھے ہیں دین کو دنیا میں بالکل — نہ پاس شریعت نہ پاس طریقت

اٹھاتے ہیں بے صرفہ رسموں میں پیسا
کہ جس کا نتیجہ ہے افلاس و نکبت

خدا جانے کیوں ایسے ناداں بنے ہیں
کہاں کھو گئی عقل و دانش فطانت

خدا کے لئے نیند پر خاک ڈالو
اٹھو چونکو بس تا کجا خوابِ غفلت

زمانے کو دیکھو تو کس رنگ پر ہے
بدلتا ہے گرگٹ کے مانند رنگت

ترقی کے کیا کیا ہیں اسباب پیدا
کہ ہے منحصر جن پہ نام اور شہرت

عجب دوسری قوموں کو ہے ترقی
کہ دیکھے سے ہوتی ہے جن کو ندامت

کہاں سے کہاں آخر کار پہنچے
پہ پستی کے زینے سے تا بام رفعت

تمامی علوم و فنون پر ہیں راغب
کسی میں نہ دل ہارتے ہیں نہ ہمت

خمیر آشتی ہی مزاجوں میں ان کے
ہر اک کو ہے منظور قومی اعانت

فضولی و لہو و لعب سے ہیں عاری
بہر حال خوشحال ہے ان کی حالت

تمہارے جو کہلاتے تھے پہلے ذمی
تمہیں پر وہ کرنے لگے ہیں حکومت

بڑی شرم کی بات ہے دل میں سوچو
کہاں ہے حمیت کہاں ہے وہ غیرت

ترقی کی جانب نہیں ہے توجہ
سراسر ہے مستی سراپا ہے غفلت

نہیں غیر کی دشمنی اس میں کوئی
تمہیں ذات سے اپنی ہے خود عداوت

تمہیں آپ ہو اپنے نقصاں کے درپے
تمہیں آپ سب اپنی کھو بیٹھے وقعت

کرو اپنے پر کچھ ترحم خدارا
کہاں تک یہ تحقیر و خواری و ذلت

گیا وقت گو ہاتھ آتا نہیں ہے
جو باقی ہے پھر بھی بہت ہی غنیمت

اگر کام فرماؤ غیرت کو اپنی
اگر کام کے کام پر باندھو ہمت

تو پھر دور ایسی نہیں کچھ ترقی
تمہیں گھر ہی بیٹھے ملے گی یہ نعمت

مگر شرط ہے کسب علم و ہنر بھی
کہ بے رنج حاصل نہیں ہوتی دولت

گذشتہ بزرگوں کے حالات دیکھو
ملے گی تمہیں ان سے کافی نصیحت

بہت کھو چکے ہو جو کچھ آخر تو سیکھو
بتاتی ہے سب کچھ زمانے کی حالت

ہے سب طرح کا مادہ تم کو حاصل
فقط اک توجہ کی ہے بس ضرورت

تمہارے رگ وپے میں ساری ہی اتک | وہی جوشِ خونِ بزرگانِ ملت
اگر دل پہ رکھو تو مشکل نہیں کچھ | بفضلِ الٰہی ہے آسان مصیبت
نمونہ جو بنجاؤ تم نیکیوں کا | ہے تعلیم اولاد میں پھر سہولت
سمجھ سوچ لو مقتضا وقت کا تم | خدا نے تمھیں دی ہے عقل و فراست
بس مجھے پند کا حوصلہ ہی کہاں ہے | میں کیا چیز ہوں کیا ہی میری حقیقت

دُعا قوم کے حق میں یہ عشق کی ہے
کہ منجانب اللہ ہو اسکو ہدایت

قطعہ

رشتہ تیری عمر کا شاہ دکن | ۲ | صورت حبل المتین ہو پائدار
صفر بنکر دے ترقی ہر گرہ | | ایک سے دس دس سے سو سو سے ہزار

قطعہ

اللہ نے کی ختم محمدؐ پہ رسالت | ۲ | اور مالکِ شمشیر دو پیکر پہ شجاعت
باقی تھا فقط ایک یہ رتبہ اسے عشق | | شایانِ حسین ابن علی یعنی شہادت

آہ و فریاد مظلوم

۱۳۲۳ھ

آسماں ہی نہیں ہے ظلم شعار | جسکو دیکھو ہے درپے آزار
کسکو روؤں گلہ کروں کس کا | دوست دشمن عزیز ہیں اغیار
مجکو کھینچا ہے ان شریروں سے | جسقدر رنج جسقدر آزار
غیر کیا جانے کیا خبر اسکو | میں ہی کچھ جانتا ہوں یا دل زار
ہیں جگر میں گڑے ہوئے ہرسو | سیکڑوں تیر ظلم تا سوفار
کاوش خار رنج و ایذا سے | دل مشبک ہے اور سینہ فگار
سوزش دل سے پھنک رہا ہے جسم | وقنا ربنا عذاب النار
بھائیوں نے حسد سے یوسف کو | ق | دی ہے تکلیف صرف ایک ہی بار

در پے کین مگر ہے یہ شریر — رات دن مثل گرگ آدم خوار
انکے ہاتھوں ملا نہ چین کبھی — کیا کہوں کیسے گذرے لیل و نہار
ایک سے جب چھڑایا کچھ پیچھا — دوسرا جنگ پر ہوا تیار
جھوٹے مکار بے حیا بے دین — ایک سے اک شریر ناہنجار
ایک کو بھی نہیں خدا کا ڈر — اور نہ کچھ پاس احمدِ مختار
پئے اظہار مکر و بے دینی — دوڑے جاتے ہیں کورٹ کو ہر بار
کرنل ہے کبھی کبھی ہے سول — بس اسی پر ہے انکا دار و مدار
جعل سازی ہی انکا شیوۂ خاص — اور غارت گری ہے انکا شعار
نہ کسی بات کی ہے انکو شعار — نہ کسی کام سے ہے ننگ و عار
بیحیائی کہوں میں کیا انکی — شرم ہے مجھکو مانع اظہار
جنکے ہاتھوں ہوئی ہے رسوائی — وہی اُنکے بنے ہیں یار غار
ایسے کاموں میں جو نہیں شامل — اُسکے دشمن ہیں اور شکوہ گذار
اس روتیہ پہ ہے شرافت کا — فخر و دعوی انہیں خدا کی مار
انکو فرصت کہاں ہے پینے سے — جو کریں نیک و بد میں سوچ بچار
انکی صحبت سے انکے شر سے بچائے — اپنے بندوں کو داورِ دادار
انکے کاٹے کا کچھ نہیں منتر — بد بلا زہر دار ہیں سیہ مار
چلکے دے دیکے مال لوگوں کا — حلق تک کھائیں اور لیں نہ ڈکار
ننگا اُسکو بناکے رہتے ہیں — جسے چڑھتا ہے جب کوئی زردار
پھر کسی کام کا رہا نہیں وہ — بنگئے جس کے یہ شریک کار
سیکڑوں ہی کو لوٹ کھایا ہے — سیکڑوں کے بنے ہیں باقی دار
حشر کے روز ان کی گردن پر — دیکھیں ہوتا ہے کون کون سوار
دینا پھر جانتے نہیں بخدا — جس سے لیتے ہیں کوئی چیز ادھار
کوئی دعوی کرے تو کیا پروا — سہل نسخہ ہے بنگئے نادار

کیا بر آئیگا اُنسے کوئی شریف — جنکے یہ گُن ہوں اور یہ اطوار
ناحق و ناروا ہیں درپے کیں — مجھسے رکھتے ہیں بغض یہ اشرار
مٹنے انکا نہ کچھ بگاڑا ہے — مجھکو ان سے نہ کوئی ہو سروکار
متوکل ہوں ایک گوشہ نشین — بیکس و ناتواں علیل و زار
نہ گلا چرخ کا نہ شکوۂ بخت — صبر شیوہ ہی میرا شکر شعار
بیقراری سے جسکو ہے پرہیز — میں ہوں یارب وہ جاں بلب بیمار
اُف سے لب آشنا ہوئے نہ کبھی — دلمیں اٹھتا ہے درد سو سو بار
مگر اب انکے ظلم بیحد سے — نہ رہی طاقت شکیب و قرار
خود بخود بد دعا نکلتی ہے — دل پُر درد و غم سے لیل و نہار
دل ہی مصروف نالہ و فریاد — اور لب پر ہے آہ آتشبار
صبر ان پر مرا پڑے یارب — ہوں یہ بدبخت فی السقر و لنار
ق میرے نام و نشاں کے ہیں درپے — یا الٰہی ہوں یہ ذلیل و خوار
اسطرح سے کہ آئے خود ان کو — اپنی بے عزتی سے ننگ و عار
ق مانع رزق ہو گئے ہیں مرے — یا الٰہی تو ان کو ہو کوں مار
مانگنے پر بھی ہو نہ ان کو نصیب — ایک مٹھی کسی کے در سے جوار
ق مجھکو کمزور جان کر میرا — مال طیب یہ پر دغا مکار
اس کو دلوانا چاہتے ہیں بزور — جو کسی طرح سے نہیں حقدار
ق مجھکو نقصان دیکے یہ بداصل — یا الٰہی نہ پائیں پھل زنہار
ہو نہ سرسبز انکا باغ امید — تا قیامت نہ لائے پھل زنہار
بندۂ نفس و بندۂ شیطان — ہیں یہ میخوار و زانی و بدکار
حشر تک بھی اگر ملے مہلت — نہیں ان سے امید استغفار
دوسروں کے وبال جان ہیں یہ — قہر نازل کر اپنا یا قہار
ق مثل یوسف لگاتے ہیں ناحق — مجھ پہ الزام سرقہ ناہنجار
صبر میرا پڑے سزا پائیں — ہو نصیب ان کو جیل آخرکار

راہ میں میری بوئیں جو کانٹے | بدلے یارب خزاں سے ان کی بہار
آنکہ بدخواہ دولتم باشد | قسمتش باد نکبت و ادبار
جو مری گھات میں ہیں بانی ظلم | دام صیاد مرگ کے ہوں شکار
نظر بد سے جو مجھے دیکھیں | ان کی آنکھیں ہوں ہدف نوک خار
میری رفعت پہ ہی حسد جن کو | انکو یارب نصیب ہو سر دار
خواب میں بھی نہ انکو سکھ ہو نصیب | میرے دل کو دکھائیں جو ہر بار
اس سے کچھ فائدہ نہیں اے عشق | لیکے بیٹھا ہے تو جو یہ طومار
کہیں اسکو نہ سمجھیں اپنے لئے | باعث نام و شہرہ وہ اغیار
چھوڑ ان کو نہیں یہ قابل ذکر | نام پر انکے مار سو پیزار
عرض کر اس سے اپنا درد دل | نام ہے جسکا ایزد غفار
وہی تیری کریگا مشکل حل | وہی تیرا کرے گا بیڑا پار
وہی دلوائے گا تجھے تنخواہ | وہی ہوگا ترا کفیل کار
وہی پہنچائے گا تجھے اکدن | بہ در پاک احمد مختار
وہی ہر دم کریگا تیری مدد | وہی تیرا بنے گا حامی کار
وہی حفظ و اماں میں رکھے گا | شر اعدا سے تجکو لیل و نہار
دیکے عزت تجھے کریگا وہی | دشمنوں کو ترے ذلیل و خوار
نہو مایوس کارساز ہے وہ | سہل ہے اسکے پاس ہر دشوار
خود ہی بنجائیں گے ترے سب کام | فضل حق کو نہیں سبب درکار

چاہیے اس کا فضل کیا غم ہے
ایسے دشمن ہوں گر پچاس ہزار

تمام شد

تقریظ چکیدہ کلک جواہر سلک فضیلت مآب کمالات انتساب جامع صفات صوری و معنوی فخر شعرائے زمان ناثر رنگین بیان استاد مسلم الثبوت معظمی و مکرمی مولینا مولوی حافظ مرزا امیر الدین صاحب ضیا تیموری عالمگیری دہلوی دام فیضکم

اللہ اللہ شاعری کا بھی کیا مرتبہ ہے کہ جملہ علوم پر یہ حاوی اور ہر زبان تک رسا ہے اور اس کے صنائع و بدائع کا سبق قرآن شریف سے حاصل ہوتا ہے اہل علم و بلاغت اس بات سے خوب واقف ہیں۔ شعر کی ابتدا حضرت آدم علیہ السلام سے بیان کی جاتی ہے صائبؔ ؎ انکہ اوّل شعر گفت آدم صفی اللہ بود ✤ طبع موزوں حجت فرزندی آدم بود۔ امیر خسروؔ ؎ ماہمہ در اصل شاعرزادہ ایم ✤ دل بہ ایں محنت نہ از خود دادہ ایم۔ آدم علیہ السلام نے سریانی زبان میں ہابیل کا مرثیہ نظم کیا تھا اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے عبرانی زبان میں مثنوی لکھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے اصحاب شاعر تھے جیسے حسان ابن ثابت اور حسان ابن رواحہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تو دیوان ہی موجود ہے اور حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کا شاعر ہونا بھی منقول ہے غرض اسقدر کثرت سے شاعر تھے کہ اکثر نفوس مرد و زن مدح گو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تھے ایک مرتبہ کعب ابن زبیر حضرت صلعم کی مدح میں یہ شعر کہہ کر لائے ؎

اِنَّ الرَّسُولَ لَنُورٌ يُسْتَضَاءُ بِهٖ   مُهَنَّدٌ مِّنْ سُيُوفِ الْهِنْدِ مَسْلُولٗ

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (سیوف الھند) کی جگہ (سیوف اللہ) اصلاح فرمائی پس اصلاح شعر مسنون ثابت ہوئی حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے شعر کہنے سے کسی کو منع نہیں کیا اور کبھی کبھی شاعر کا شعر خود بھی پڑھتے تھے خلیل کا یہ قول ہے کان الشعر احب الی رسول اللہ یعنی شعر زیادہ محبوب تھا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور ان من الشعر لحکمۃ فرمایا ہے یعنی شعر حکمت ہے اور یہ بھی فرمایا ہے ھو کلام محسنہ حسن وقبیحہ قبیح یعنی شعر کلام ہے اچھا اسکا اچھا ہے اور برا اسکا برا ہے اگر یہ سمجھا جائے کہ برے شعر سے مراد عاشقانہ شعر ہیں تو حضرت سلیمان علیہ السلام کی مثنوی عاشقانہ ہے اور اہل اسلام شعرائے عرب عاشقانہ شعر بھی کہتے تھے اور عرب میں عاشقانہ رنگ ایسا بڑھا ہوا تھا کہ معشوق کے نام کی صراحت سے شعر کہے جاتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت تک یہ طریقہ رہا حضرت موصوف نے نام کی صراحت کو منع فرمایا عاشقانہ شاعری کو منع نہیں کیا شعر کے ذکر پر جو لوگ بہت جلد یہ آیت پڑھ دیتے ہیں۔ والشعراء یتبعھم الغاوٗن۔ وہ لوگ آیت کی شان نزول سے واقف نہیں اس کے معنی یہ ہیں۔ اور شاعر پیروی کرتے ہیں ان کی گمراہ اوپر کی آیت میں جھوٹوں کا ذکر ہے اس کے تحت میں شعرا مذکور ہوئے ہیں آیت ان کفار شعرا کے متعلق ہے جو اسلام کی مذمت کہا کرتے تھے جیسے ابن زبعری۔ ہبیرہ۔ مسافع وغیرہ اور جو مشرکین ان شعروں کو یاد کرتے تھے وہ ان شاعروں کے متبع آیت میں بیان ہوئے ہیں۔

جس کی جو زبان ہے اس میں عاشقانہ شعر کہنے نا روا نہیں اکثر اولیا اللہ نے عاشقانہ شعر کہے ہیں - الغرض اندنوں مولوی حاجی محمد حبیب اللہ صاحب المتخلص بہ عشق ساکن نیلور ملک مدراس نے اپنا اُردو دیوان چھپوایا ہے جس کا تاریخی نام پریخانہ عشق رکھا ہے یہ داغ دہلوی مرحوم کے شاگرد کہنہ مشق ہیں مرحوم نے ان کو یہ لکھا ہے کہ تمہارے کلام سے میں خوش ہوتا ہوں بہت زبردست کلام ہے مرحوم کے بعد کلام مجھے دکھایا اور ابتک دکھاتے ہیں - ان کے کلام کی تعریف میں شاعرانہ مبالغہ اور بناوٹ سے میں کام نہیں لیتا سچی سچی باتیں لکھتا ہوں کہ زبردست اور ہموار کلام ہے انہیں قادر الکلامی خدادادی ہے اور مضامین میں نزاکتیں اور باریکیاں پیدا کرتے ہیں بلند خیالی اور مضمون نگاری کے ساتھ زبان شستہ ہے محاورہ بندی بھی ہے دلکش کلام ہے بیساختگی ہے سُلجھی ہوئی ترکیبیں ہیں اگرچہ مختلف اصناف سخن پر قادر ہیں لیکن غزل گوئی سے طبیعت کو خاص لگاؤ ہے کلام میں اِنَّ من البیان لسحرا کی صفت ہے جو غزل پڑھنی شروع کیجیے ختم کئے بغیر چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا ہر شعر میں مزا آتا ہے ؎

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ می‌نگرم　　کرشمہ دامن دل می‌کشد کہ جا اینجاست

زیادہ تعریف سے کہیں یہ نتیجہ نہ نکلے کہ کلام تجھے دکھایا ہے اس وجہ سے اسی قدر تعریف ان شعروں پر ختم کرنا مناسب ہے ؎

سخن ایسا سخنور کا نشاں ہے　　سخنور کو بقائے جاوداں ہے

رہے گا یہ سخن مادام باقی　　قیامت تک رہیگا نام باقی

حافظ مرزا میر الدین ضیا تیموری عالمگیری دہلوی از حیدرآباد دکن محلہ چبوترہ پٹیل

قطعہ تاریخ

کلام عشق را بدیدم آں کلام — کہ ہست شرح حالت تمام عشق
زحسن صد صفت زہجر صد فغاں — گہ از سحر بیاں گہے ز شام عشق
عیاں ہزار گونہ عاشقانہ رنگ — از ہنیست تا ابد قیام نام عشق
زغیب سال طبع یافتم ضیا — حدیث درد آمدہ کلام عشق

تقریظ نخلبند گلزار معانی طوطی شکرستان شیوا بیانی مولوی سید علی احسن صاحب احسن مارہروی تلمیذ بلبل ہندوستان نواب مرزا خان داغ دہلوی المخاطب سلطان الشعرا ناظم یار جنگ امیر الدولہ فصیح الملک حال ملازم علیگڈھ مسلم یونیورسٹی

پرانے زمانے میں کسی کے کلام پر تبصرہ و نقد کا نام تقریظ تھا جسکا قطعات تاریخ کیطرح آخرین صفحات میں اندراج ہوتا تھا اس تقریظ میں عموماً مصنف و تصنیف کی مدح و ستایش ہوتی تھی لیکن اب اس تقریظ کا نام تبصرہ و نقد یا ریویو ہوگیا ہے جس میں ہر مبصر اپنی قابلیت کے مطابق صحیح اظہار رائے کیا کرتا ہے اگرچہ کہیں کہیں تعارف ذاتی کے سبب مصنف کی خاطر داری ملحوظ رکھی جاتی ہے تاہم عنصر غالب واقعات واقعی سے مملو ہوتا ہے اس

ذیل میں دیوانہ سحر احسن مارہروی پر بخانہ عشق کے متعلق اپنی بے لاگ رائے کا اظہار کرنا چاہتا ہے۔ جناب حاجی محمد حبیب اللہ صاحب عشق ساکن نیلور ضلع مدراس میرے خواجہ تاش ہمنوا ہیں اور ایک زمانے کے بعد مجھے ان کے افکار کہن سے لطف سخن اٹھانے کا موقع ملا ہے صاحب موصوف نے اپنے مطبوعہ دیوان کے پروف کا ایک حصہ اشاعت عام سے پہلے میرے پاس بھیجا جس کو میں نے مالا ستعجاب پڑھا اور اس نتیجے پر پہنچا کہ حضرت عشق مضموں آفریں اور حساس دماغ رکھتے ہیں ان کا تخیل اکے حدنات محاکات شاعری کے مواقف ہیں۔ باوجود اس کے کہ وہ ملک مدراس کے اس حصہ میں قیام پذیر ہیں جہاں فصیح اور صحیح اردو کا جاننا اور بولنا ضروری نہیں اپنے کلام نظم میں نہایت سلیس اور بغایت نفیس اردو استعمال کرتے ہیں ان کی معنی یاب طبیعت دریائے سخن سے اکثر نایاب موتی نکالتی ہے عمر کے لحاظ سے اگرچہ وہ شیب کی منزلیں طے کر چکے ہیں مگران کی زوردار قوت متخیلہ جوانی کی امنگیں دکھاتی ہے اور یہی ایک کامیاب کہنہ مشق شاعر کے لیے تمغائے امتیاز ہے امید ہے کہ سخن فہم ارباب فن اس حقیر کی رائے سے اتفاق کریں گے۔ سید احسن مارہروی از علیگڈھ

تقریظ طبع نکتہ سنج جناب مولینا خواجہ محمد عبد الرؤف صاحب عشرت لکھنوی (مصنف لغات اردو و اصلاح زبان اردو وغیرہ)

اردو زبان دلچسپی اور شیرینی میں کسی یورپ کی زبان سے کم نہیں ہے۔ لیکن لوگوں کو فکر معاش نے مجبور کیا ہے کہ وہ انگریزی زبان حاصل کریں کیونکہ سرکاری ملازمت کا دارومدار اسی پر ہے۔

ہر بچہ پیدا ہوتے ہی سات برس کے سن سے اسکول میں داخل ہوتا ہے اور طوطے کی طرح انگریزی رٹتا ہے نہ اسکو مذہب سے واسطہ نہ ملکی زبان سے غرض۔

لوگ اپنی مادری زبان سے بیخبر ہو جاتے ہیں یہانتک کہ بعض لوگ یہ خیال کرنے لگے کہ اردو زبان غیر وسیع اور محدود ہے اور اس ناواقفیت کی بنا پر اسکا استعمال غلط اور خلاف محاورہ دہلی و لکھنؤ ہونے لگا۔

بعضوں نے یہ دعویٰ کیا کہ اُردو ہندوستان کی مادری زبان ہے تو ہم سب کو حق حاصل ہے کہ جس طرح چاہے اس کو بولیں جو ہم بولیں وہی محاورہ ہے اس غلط فہمی سے لوگوں کو بہت نقصان پہنچ رہا اور زبان اردو خراب ہو رہی ہے اب بنگال کی اردو پنجابی والوں کی سمجھ میں نہیں آتی اور پنجاب کی زبان بنگالی نہیں سمجھ سکتے اور ابھی بہت کچھ تفاوت ہوگا اس ضد کا یہی نتیجہ ہونا چاہئے۔

ایک وقت وہ تھا کہ دہلی زبان اُردو کا پایہ تخت تھا اور ہم لوگ جو اردو سیکھنا چاہتے تھے دہلی کے فصحا کی شاگردی اختیار کر کے ان کی تقلید کرتے تھے اور کوئی محاورہ نیا نہیں استعمال کرتے تھے تاکہ زبان میں فرق نہ پڑے گویا دہلی زبان اردو کی یونیورسٹی تھی جس کے طلبا بعد تحصیل زبان دوسرے ملک کو زبان سکھاتے تھے۔

شاہ عالم کی تباہی اور بربادی کے ساتھ دہلی برباد ہوئی۔ بادشاہ کے درباری فاقہ کشی کرنے لگے خود شاہ عالم کے دو بیٹے مظلوم دہلی سے تباہی کی حالت میں لکھنؤ چلے آئے۔ لکھنؤ میں اسوقت سونا برس رہا تھا۔ نواب آصف الدولہ بہادر سریر آرائے سلطنت تھے شہزادگان دہلی کی تنخواہ حسب مراتب مقرر ہوئی دہلی کے نامور شاعر تباہ و برباد ہونے لگے تو نواب نے پروانے بھیج کر سبکو طلب کیا

اور ان کی تنخواہ معقول مقرر کی۔ ملک الشعرا میر تقی میر۔ مرزا رفیع سودا سوز۔ حسرت۔ جرات مصحفی۔ میر حسن۔ میر ضاحک۔ شاہ حاتم۔ سعادت خاں رنگین۔ میر انشا۔ فاخر۔ مرزا جان جاناں مظہر یقینی۔ تمام اساتذہ سخن نواب آصف الدولہ بہادر کے خوان فیض پر مہمان تھے اور ایسے مہماں تھے جو عمر بھر یہاں رہے اور یہیں دفن ہوئے ان کی اولاد اب تک لکھنؤ میں ہے۔

اس عہد مبارک میں لکھنؤ نے اردو زباں کا دار السلطنت بننے کا شرف حاصل کیا دور دور سے طلبا اردو زبان کی تحصیل کی غرض سے لکھنؤ میں آتے تھے اور بعد تحصیل اپنے شہر میں سکونت کرکے لوگوں کو صحیح زبان سکھاتے تھے اور زبان ایک اصول اور ایک ترقی پر تھی۔ اس وقت تک باوجود مخالفت ایک گروہ ایسا ہے جو زباں کی اہمیت کو سمجھتا ہے اور تقلید سے باہر قدم نہیں رکھتا اسی کی برکت سے زبان اردو اب تک اپنے صحیح اصول پر قائم ہے۔

یہ گروہ حضرات شعرا کا ہے جو نہایت احتیاط سے بغیر کسی ذاتی فوائد کے اردو کی خدمت کرتے ہیں اور زباں کے مرکز کے موافق خود بھی صحیح اردو بولتے ہیں اور لوگوں کو صحیح اردو بولنا سکھاتے ہیں نہ انہیں کوئی مالی فائدہ ہے نہ کوئی ذاتی غرض۔ خدا کا شکر ہے کہ یہ رواج بقائے اردو کے لئے نہایت مفید ہے اور امید بھی ہے کہ یہی طبقہ اردو کے سنوارنے میں کامیاب ہوگا۔ کیونکہ محنت شاقہ اردو کی اشاعت بے معاوضہ ان لوگوں نے اٹھا کے اردو زبان کی جو کثیر خدمت کی ہے اتنا کام تو آج تک کسی اردو یونیورسٹی سے بھی نہ ہو سکا۔

محاورہ کی تحقیق لفظوں کا محل استعمال ترکیب کا محل صرف لغت کی صحت اسی

طبقہ کے سپرد رہی۔ اسی زمرہ میں سے ہم ایک ایسے مہتمم بالشان شخص کا نام لیتے ہیں جس نے باوجود علمی تبحر کے اپنی دولت اپنا روپیہ اپنا وقت اردو کی باقاعدہ تحصیل میں صرف کیا۔

یہ نیلور کے ایک رئیس کبیر جاگیردار جناب محمد حبیب اللہ صاحب عشق ہیں جنکو عنفوان شباب سے اردو شاعری کا شوق رہا اور اہل کمال سے فیض حاصل کرتے رہے فصیح الملک نواب مرزا داغ مرحوم دہلوی کے ارشد تلامذہ ہیں اور صحیح جانشین ہونے کا حق رکھتے ہیں اور ایسے مقام پر اپنا فیض جاری کیا ہے جہاں اردو زبان سیکھنے کی سخت ضرورت ہے۔ آپ کا کلام نقایص صوری و معنوی سے پاک ہوتا ہے اور محاورات میں قدما کی صحیح تقلید کرتے ہیں مطالب کو دلکش الفاظ میں ادا کرتے ہیں شوخی الفاظ انوکھی ہے کلام مستند ہے ہر شعر دلمیں چبھ جاتا ہے۔

برسوں کی کاوش و محنت کے بعد آپ کا دیوان شایع ہوتا ہے خدا سے امید ہے کہ آپ کی محنت ٹھکانے لگے گی اور یہ دیوان مقبول طبع عام و خاص ہوگا۔

(خواجہ محمد عبد الرؤف عشرت از لکھنؤ)

قطعہ تاریخ حضرت جلیل القدر جلیل عالیجناب لوی حافظ جلیل حسن صاحب بہادر استاد السلطان نواب فصاحت جنگ جانشین امیر مینائی

کیا کلام گہر افشاں نکلا	بہتر در تر و ذیشاں نکلا
قالب طبع سے نکلا دیواں	ہیچ جس سے مہر درخشاں نکلا
دلمیں چبھتا ہوا اک اک مضمون	نشتر و خنجر و پیکاں نکلا
حضر کہتے ہیں کہ پیاسو کے لئے	یہ نیا چشمہ حیواں نکلا
اے خوشا گرمی بازار سخن	شور ہے یوسف کنعاں نکلا
مرحبا قتل قلم کرنے کو	میاں سے خنجر براں نکلا
حضرت عشق کا رنگین دیوان	بنکے گلدستہ عرفاں نکلا
ہر سخنور کی تمنا نکلی	ہر سخن سنج کا ارماں نکلا

ایسا نکلا ہی کوئی کب دیواں — اک جہاں جسکا تماشا ہو نکلا
مثل گلچیں چمن معنی سے — گل استعارہ ندایاں نکلا
یہ سخن وہ ہی کہ ہر مصرع کے — دل پہ درد کا درماں نکلا
اسکا ہر دائرہ بھر تسخیر — خاتم دست سلیماں نکلا
پڑہ شعر میں بہی عشق کا رنگ — حسن سے دست و گریباں نکلا

اک صفت تو ہوا کی صورت — ہر انداز پہ نازاں نکلا
یہ سخن وہ ہی کہ ہر تجنیس کے — مایۂ قابل و تاباں نکلا
اسکا ہر نقطہ درخشانی ہیں — غیرت اختر تاباں نکلا
ایک ایک نقطہ شگفتہ اسکا — تازگی میں گل خنداں نکلا
دیکھیے والا دم نظارہ — ہمہ تن دیدۂ حیراں نکلا

طبع کا سال بہی ہو روشن اے جلیل
دفتر عشق ہے یہ دیواں نکلا

قطعہ تاریخ عالیجناب معلی القاب شمس العلما نواب عزیز جنگ بہادر ولا تخلص دام اقبالہ مصنف و مولف تصانیف و تالیفات کثیرہ

آں حبیب اللہ عشق نامدار — شد بلند از فکرت او شان عشق
آں سخن سنجے کہ سنجد از سخن — گوہر افکار در میزان عشق
ذوق مضمونش بشیریں داستاں — نعمت الوان بود بر خوان عشق
برزبان عندلیبان سخن — نغمہ عشق ست در بستان عشق
وہ چہ دیوانے کہ از ہر یک غزل — جلوہ معشوق در ایوان عشق
چند اور قالب طبع سخن — از تو لایش درآمد جان عشق
بہر سال طبع او گوید ولا — آب و رنگ عاشقان دیوان عشق

۱۳۴۲ھ

قطعہ تاریخ حضرت عاصی عالیجناب مولانا مولوی سید عبد الرزاق صاحب وکیل پنشن ناظم جاگیرات نواب فخر الملک بہادر امیر حیدر آباد

یہ دیوان ایسا چھپا عاصیا
زبان داغ کی رنگ سب داغ کا

کہ تازہ ہوا جس سے گلزار عشق
ہے کیا روز مرہ میں اظہار عشق

کھلے ہیں وہ گلہائے مضمون تر
جو پوچھے کوئی تم سے تاریخ طبع

کہ ہر گل میں ہے بوئے اسرار عشق
تو کہدو گلستان افکار عشق

۱۳ ۳۳ فصلی

قطعہ تاریخ مولوی ڈاکٹر میر مہدی حسین صاحب رضوی متخلص بعلم و الم مولف گلبن تاریخ تلمیذ استاد جہاں داغ دہلوی

مرحبا حاجی حبیب اللہ عشق
لکھا کیا دیوان تسکین بخش دل
چست بندش اور ٹکسالی زبان
سب کہیں گے ہو اس سے فیضیاب

آپ نے کی آشکارا شانِ عشق
جسکا ہر اک شعر ہے درمان عشق
ہے گل مضموں سے یہ بستان عشق
تا ابد سر پر رہا احسان عشق

اے الم لکھدو یہ تم تاریخ طبع
گلشن علم و ہنر دیوان عشق

۱۳ ۴۲ ھ

قطعات تاریخ مرسلہ جناب مولوی سید میر ضیاء الدین صاحب عالی تخلص تلمیذ حضرت الم ساکن حیدر آباد دکن

چھپا ہے کیا کلام عشق صاحب
دوبالا جس سے اب شانِ سخن ہے

یہی ہے آسمان نظم کا ماہ — یہی روح سخن جانِ سخن ہے
ہر اک مصرع لڑی ہے موتیوں کی — یہ دیواں معدنِ کانِ سخن ہے
لکھی یہ خامۂ عالی نے تاریخ — حبیب دل۔ گلستانِ سخن ہے

۱۳۴۲ ہجری

دیگر عیسوی

کیا چھپا دیوان حبیب اللہ کا — ہے عروس نظم کا گویا جمال
عیسوی تاریخ عالی نے کہی — شمع معنی ہے یہ مرآۃ الخیال

۱۹۲۳ء

ایضاً فصلی

شد چاپ کلام بہتر عشق — با زینت و زین و زیب اسلوب
عالی بنوشت سال فصلی — افسانہ عشق از ہمہ خوب

۱۳۳۳ فصلی

قطعہ تاریخ مرسلہ جناب مولوی سید نصیر الدین حیدر صاحب المتخلص بہ اصغر مدرس شاگرد حضرت الم ساکن حیدرآباد دکن

گردید طبع نظم دل آرائے فکر عشق — ہر کس بجان و دل شدہ شیدائے فکر عشق
قیس قلم نوشت چہ خوش سال اصغرا
معنی نگار نامہ لیلائے فکر عشق

۱۳ ھ ۴۲

— — — ≡>(×)<≡ — — —

غلط نامہ پنچانہ عشق

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴	۲	نور خدا تھا	ظل خدا تھا
"	"	سایہ کو	سایہ کا
"	۵	خفتہ کو	خفتہ کا
۷	۱۹	بن گیا آلا	ہو گیا آلا
"	۲۰	تہو با ہے	تہو یا ہے
۸	۴	دعا	دغا
"	۱۴	نہیں یہ	نہیں
۹	۵	سروہی کے	سروہی کی
۱۰	۲	دیکھا جسے نکلا الخ	ہر ایک اسی شوخ کا ہے چاہنے والا
"	۳	دی آج مجھے الخ	دے آج وہ پیالہ موئے جس میں وہ سا
"	۵	اصراف	اسراف
"	۷	میرا	مرا
"	۲۱	انکا	انکے
۱۱	۹	نہیں وہ	نہیں ہے
۱۲	۹	کوتہی	کوتہی
۱۳	۱	انکی آستان	انکے آستان
۱۴	۳	نمونہ سے	نمونہ ہے
۱۵	۹	عصمت سے	عصمت ہے
۱۶	۱۱	تیلسور	تیلور
۱۸	۶	ندا پر	خدا پر
۲۳	۱	بہ گیا	بہ گیا
"	۱۵	بنا ہوں	ہوا ہوں
۲۴	۱۴	کوئی جائے	جگہ کوئی
۲۵	۲	مالک	سالک
"	۵	پاہا	پہاہا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۵	۱۴	اسکا	انکا
"	۱۹	ہراک	ہرایک
۲۶	۱	خزاں کیا بہار کیا	خزان و بہار کیا
"	۲	بڑی دولت	بڑہی دولت
"	۶	سراب خانہ	شراب خانہ
"	۱۶	سبزرودوں کا	سبزرندوں کا
۲۹	۱۹	عدو سے	عدو پر
۳۲	۲	مرے دل کو تو یوں الخ	کلیجا ہمارا جلایا نہ ہوتا
"	۱۴	مرے خط کا . الخ	جواب خط شوق لکھتا وہ مجکو
"	"	"	اگر مدعی کا پڑہایا نہ ہوتا
۳۴	۲۱	گر شوق ہے	گر جذب ہے
۳۶	۱۳	اٹھا کر لیٹے	اٹھا کر بیٹھے
۴۲	۷	جس روز سے	جس ندر سے
۴۳	۱۹	عاشق کو	عاشق کا
۴۷	۵	صدقہ	صدقے
"	۱۳	دہن	دہان
۵۰	۱۳	سینہ کا رہنا	سینہ کلا تھا
۵۱	۱۳	پاؤن	پانو
۵۳	۱	تیری خبر	تیری خیر

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۶	۱۱	بہی دلیں	یہی دلمیں
"	۱۹	اڑی خبر	اُڑی ہے خبر
۵۷	۵	مکرا	مسکرا
۶۰	۹	عیوض	عوض
۶۹	۱۰	دوروزہ زندگی دکہائے	دودن کی زندگی نے دکہائے
۷۱	۱۴	عیوض سینہ وپہلودل دیوانہ مرا	عوض سینہ وپہلودل دیوانہ مرا
۷۲	۹	اترانے کا	ترائے کا
۷۹	۷	مہمان ٹہرا	میہمان ٹہرا
۸۰	۶	ہگیا	ہوگیا
"	۱۴	ہم تو	ہم یہہ
۸۱	۹	بوسہ	بوسے
۸۲	۱۸	کرم یاراں	کریں یاراں
"	۲۰	قریب المرگ	قریب مرگ
۸۴	۱۲	نہوآرام	نہوا رام
۸۶	۶	بگاڑ آیا بنایا	بگاڑا یا بنایا
۸۷	۱۰	عیوض	عوض
۸۹	۱۷	نکلوائے گئے	نکلوالے گئے
"	۱۸	مجھے	مجھ سے
۹۰	۵	اِس	اُس

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۹۲	۳	کمال	جمال
"	۶	ساقی	ساقیٔ
"	۱۲	بہاری کا	بہادے گا
"	۱۴	آرنروسے	آرزوئے
"	۱۹	معیخانہ	میخانہ
"	۲۰	ساقی	ساقیٔ
۹۳	۶	ساقی	ساقیٔ
"	۱۱	کاررواں	کارواں
۹۸	۹	خنازہ	جنازۂ
۱۰۰	۸	کیسے	کب سے
۱۰۱	۳	ستیریی	شیرنی
"	۸	وادالبستہ	وابستہ
"	۱۰	ینت	بیست
۱۰۴	۱۴	یہی	بہی
۱۰۸	۱۷	رنگ	زنگ
۱۰۹	۲۰	بتایا	بنایا
۱۱۲	۱۳	عیرہوکے	غیر پہ ہوکے
۱۱۳	۱۵	جھونٹ	جوٹ
۱۱۴	۱۵	کادھی	کادیٔ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۱۴	۱۸	بیداودل	بیداددل
۱۱۵	۱۶	وبان	وبال
۱۱۸	۱۴	اسنکی	اسکی
۱۲۱	۹	یاسمین	یاس میں
۱۲۵	۱۲	نلتیا	لیتا
۱۲۸	۱۵	لڑاپا	لڑایا
۱۳۰	۴	حلقہ	حلقۂ
〃	۱۵	ساقی	ساقیٔ
۱۳۲	۶	چھڑانہ سکیگا	چھڑا سکیگا
۱۳۳	۱۰	خلاقی	خلاقیٔ
〃	۱۲	میرے	مرے
〃	۱۵	ہونیں بندہ	ہوں میں بندہ
۱۳۵	۱	جاویدان	جاودان
۱۳۶	۱۵	رکہناہے	رکہتا ہے
〃	〃	بانکین	بانکپن
۱۳۷	۱	ہوہی	ہوئی
〃	۳	النعوے	آرزوئے
〃	۱۲	سینچے	سیچے
〃	۱۵	سبزہ باغ	سیر باغ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۳۸	۸	کہنے کو	کُتّے کو
؍؍	۱۹	ساقی	ساقیؔ
۱۴۰	۸	سینکڑوں	سیکڑوں
۱۴۱	۱۴	ثرخ	سرخ
؍؍	۱۶	میرا	مرا
۱۴۲	۹	میری	مری
۱۴۴	۱۸	مرایاد	مزایاد
۱۴۶	۲	اِسنے	اُسنے
؍؍	۴	دیوانہ	دیوانے
۱۴۷	۷	گذارے	گذرے
۱۴۹	۱۸	نظرآتی ہو	نظرآئی ہو
۱۵۱	۱۵	رورواد کے	رو رو کے
۱۵۲	۵	ہوگیا	ہوگیا
؍؍	۱۴	ہرایک کو	ہریک کو
۱۵۵	۱۰	ملتاہے	ملتاہے
۱۵۶	۱۵	کرتا تھا	کرتا تھا
۱۵۸	۱۱	فشاں	فشاں
۱۵۹	۱۳	پیڈا	پیدا
۱۶۰	۳	رنگینی	رنگین

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
		مرے	مرے
؍؍	۸	اِس	اُس
؍؍	۹	اسیکا	اسکا
؍؍	۲۰	مرے نامے کا ہوا الخ	غیر کے خط کا دیا اسنے اُٹھا کر کاغذ
؍؍	۲۱		وائے ناکامیٔ قسمت نہ ملا کوئی جواب مرے نامے کا ہوا داخل دفتر کاغذ
۱۶۱	۱۷	لیا	کیا
؍؍	۱۹	بہرے	بہری
۱۶۲	۲	نہ پہچا	نہ پہنچا
۱۶۳	۱۹	میرا اٹھنا	میرا اُٹھنا
۱۶۵	۴	ادکیا	داد کیا
۱۶۶	۹	شوخی رفتار	شوخیٔ رفتار
۱۶۷	۲	پیہم ضرر	بیم ضرر
۱۶۹	۱۹	وردل	درد دل
۱۷۰	۷	میرا	مرا
؍؍	۱۱	ایک یک	یک یک
۱۷۱	۴	بازایار	بازار یار
؍؍	۱۸	ابرومژگاں	ابرو و مژگاں
؍؍	؍؍	نیزہ و خنجر	تیغ و پیکاں

صحیح	غلط	سطر	صفحہ
بہی	بہی	۱۹	۱۷۱
الفت بلاکا	الفت کا بلاکا	۳	۱۷۲
شوق وصل	شوق قتل	۱۴	؍؍
دریائے	دریاسے	۶	۱۷۳
یہ شعر غلطی سے لکھا گیا تھا	اس بدزبان الخ	۲۰	؍؍
میرے	مرسے	۱۸	۱۷۴
سجۂ	سجہ	۱۲	۱۷۵
بیتابیٔ	بیتابی	۳	۱۷۶
بیخودیٔ	بیخودی	۴	؍؍
گیا تو ہے مرا خط لیکے کوئی	گیا تو ہے میرا خط لیکے کوسے	۳	۱۷۷
بہولے	بہ ے	۱۸	۱۷۹
تجکو جو	گر تجکو	۱۲	۱۸۰
زور	روز	۱۵	؍؍
ابرو و مژہ	ابرو مژہ	۱	۱۸۱
خراب کر	کباب کر	۱۱	۱۸۳
جوش	دجوش	۱۳	۱۸۴
بلائیں	بلائے	۴	۱۸۵
برائی سے ڈالی	برائی ڈالی	۸	۱۸۶
بیتابیٔ	بیتابی	۷	۱۸۷

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۸۷	۱۴	اُڑکر	اُڑکر
۱۸۸	۱۸	اے جبہ نیاز	اے جبۂ نیاز
۱۸۹	۴	زاہد	زاہد
"	۲	نغمہ سنجی	نغمہ سنجی
۱۹۰	۱۱	حال دہن	تو برہمن
۱۹۲	۷	اک	ایک
۱۹۴	۱۲	زہد	زہد
۱۹۴	۱۴	بہر اجرائی	بہر منظوری
"	۱۷	گرنہ ہند	گرنہ بیند
۱۹۵	۵	آنکلے	انکلے
"	۶	وعدہ	وعدہ
۱۹۸	۶	سیاہ	سپاہ
۱۹۹	۷	کسیکا	کسی کی
۲۰	۱	بہلاے	بہلائے
"	۱۹	رام	دام
۲۰۲	۳	اپنے	اپنی
۲۰۳	۳	دلنخرین	دل حزیں
"	۹	لیلی خط	لیلیٰ خط
۲۰۴	۱۳	ترسے	تیرے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۰۴	۱۴	ماہ خورشید	ماہ و خورشید
〃	۱۸	لعل	لال
۲۰۵	۱۳	لے ثباتی	بے ثباتی
〃	۱۷	صرف	ظرف
۲۰۶	۵	کیجیے کا	کیجیے گا
۲۰۸	۷	جلوہ گہ ناز	جلوہ گہ ناز
۲۰۹	۶	آوستے پر	آوُ لاشے پر
〃	۱۱	بوالے	بولے
〃	۱۲	ہرپیچ	پرپیچ
۲۱۰	۱۰	شائستگی	شائستگی
〃	۱۹	ہمیں اتنا	نہیں وتنا
۲۱۱	۱۴	قباے	قبائے
۲۱۲	۷	رنج الفت	رنج فرقت
〃	〃	اے سیل آفت	سیل مصیبت
۲۱۳	۱	طیت	طبیب
〃	۲	مجھے ہو	مجھ سے ہو
〃	۹	پیمبر	پیمبر
〃	۱۹	دل اسپند	دل وا سپند
۲۱۷	۱	زمانہ	زبانۂ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۱۷	۱۱	دکھاسے	دکھائے
۲۱۹	۱۱	اے لمعہ	اے لمعۂ
//	۱۸	ہم اپنا درد	یہ اپنا درد
۲۲۰	۱	ہے گر تمیز تو	اگر تمیز ہے
//	۹	لاسے	لائے
۲۲۲	۵	صفائے رخ	صفائے رخ
//	۱۶	نہ جائے	نہ جائے
۲۲۳	۷	پروردہ	پروردہ
//	۱۴	تیرگی	تیرگی
//	۲۰	کوتاہی	کوتاہیٔ
۲۲۴	۸	دعاسے	دعائے
//	۱۶	معلوم ہو تو ہو	معلوم تو ہو
۲۲۵	۴	درعلم	دو عالم
//	۸	خرابتہ دل	خزانۂ دل
۲۲۶	۱۰	نصرت	نفرت
۲۲۷	۹	زخمی ہوئے	زخمی
۲۲۸	۳	جانسوز	جانسوز
//	۴	نہیں ہے	نہیں
//	۱۰	کان کے	کان کی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
٢٢٩	٦	راہبری	راہبر ہی
"	١٣	ناخداے جہاز	ناخدائے جہاز
٢٣٠	١١	میرے گریباں کی ہے	میرا گریباں ہے
"	١٢	نظارہ مژگاں ابروسے	نظارۂ مژگاں سے
٢٣١	٤	یہی اور	یہی اور
٢٣٢	١٥	پہنچا ہے زمیں سے	ہوا اونچا تو پہنچا
"	١٧	کسطرح سے	کس طرح اب
٢٣٣	١١	روز وعدہ	روزِ وعدہ
"	١٢	متل	قتل
٢٣٨	١٧	بوفا	بیوفا
"	١٩	نکاے	نکالے
٢٣٩	٥	اسکا سخن	اس کی زباں
٢٤٠	١	سب	شب
"	٩	تجلی طور	تجلیٔ طور
"	١٨	بچا کے	بچھا کے
"	٢٠	غضب کی	غضب ہے
٢٤١	٨	جو ساغر	ساغر جو
٢٤٣	٣	گذر	گذار
"	٣	کیا کھینچے	کیا کیجے

صحیح	غلط	سطر	صفحہ
آرزوئے یار	آرزوسے یار	۴	۲۴۳
عادی	عابدی	۲	۲۴۴
لیگئے	لیگئے	۱۵	۲۴۹
چھت سے آنکھیں	چھت آنکھیں	۱۸	۲۵۰
بنگئے ہیں سخت پتھر	بنگئے ہیں سخت یتھر	۳	۲۵۱
دیوانہ	دیوانہ	"	"
اعمٰی	اعمٰی	۹	"
جلوہ	جلوہ	"	"
قبلۂ دین	قبلہ دین	۱۸	"
سنون	نہوں	۳	۲۵۲
یتیمی	یتمی	۱۱	"
عزائے	عزاسے	۱۵	"
تری	تیری	۸	۲۵۳
ہوش وخرد	ہوش خرد	۱۱	"
دودنکی	دوروزہ	۷	۲۵۴
دیکھنا	دیکھا	۱۱	"
دہوکر نہ ایک دن	دہوکر یک دن	۱۵	"
ہمرنگ لعل	ہمرنگ لال	۵	۲۵۶
کونین	کوہن	۱۹	۲۵۸

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
[illegible]	۳	وہ حفا	وہ خفا
۲۶۰	۱۲	گر سر بھی کاٹتے	سر بھی جھکاتے
"	۱۸	روز ایک اک	روز یک یک
"	۱۹	اسطرف سے غیر سے	اسطرف غیر سے
۲۶۴	۴	میری	مری
"	"	تیری	تری
۲۶۵	۶	رگ رنگین	رگ رگ ہو
۲۷۱	۱۱	دست	دشت
۲۷۲	۴	میری	مری
۲۷۳	۵	کیا نہیں	کیا سنیں
۲۷۴	۲	ہے وہ	ہے یہ وہ
"	۸	دو دو ذرہ	دو دن
۲۷۸	۲	پڑھ رہے	بجھ رہے
۲۸۱	۷	زلف پیچاں تر قد بالا	زلف پیچاں و قد بالا
"	۱۷	برآئی	برائی
۲۸۵	۶	مرے واسطے	ترے واسطے
"	۱۵	نظر آتے	نظر آتی
۲۸۶	۳	نہاں	نہیں
۲۸۸	۱۶	عادتیں	عادت میں

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۹۱	۲	ہوسے ویران	ہوئیں ویران
″	۱۹	وادی	وادیٔ
۲۹۲	۵	اغیار میں نظر آتے	اغیار نظر آتے
۲۹۳	۱	تیر نقش پا	تیرا نقش پا
۲۹۷	۲۰	یہ کیا تلون	یہ کیسا تلون
۲۹۸	۹	کرشمہ ہو	کرشمہ ہو کہ
۳۰۰	۱۲	آستاں نہو	آشیاں نہو
۳۰۲	۶	بہولا	پہولا
″	۱۷	پہتر آئینہ	بہتر آئینہ
۳۰۳	۹	دلپر	دل پہ
″	۱۲	پیچھے جو ہٹے	پیچھے ہٹے
″	۱۸	تیزدستی	تیزدستیٔ
۳۰۵	۵	مشک عنبر میں	مشک وعنبر میں
۳۰۹	۱۸	رہکتے	رکتے
۳۱۴	۱۵	گہٹا	گتا
۳۱۷	۶	جلتیں ہیں	جیتی ہیں
۳۲۱	۱۴	بے ہودہ	بہودہ
″	۲۰	وصو	وضو
۳۲۲	۱۰	کوبہ کو	کو بکو

صحیح	غلط	سطر	
محصل	محصل	۱۳	۳
شباب	شتاب	۷	۳
اُن	اِن	۱۶	۳
بوئی ہے	ہوئی ہے	۱۲	۳۴۲
آنکھ روئی ہے	خوب روئی ہے	۱۹	"
نہ ہوئے	ہوویے	۷	۳۴۶
خرچ	چرخ	۱۶	۳۴۷
ہاتھ کی اسکے	انکے ہاتھوں کی	۱۸	"
رستہ	رشتہ	۱	۳۴۹
خرچ	چرخ	۸	۳۵۱
ادھر سے	اُودھر سے	۴-۵	۳۵۲
روز سے	زور سے	۱۰	۳۵۳
حسن ملیح	حسن وملیح	۲۰	
کھل گیا	کھل گیا	۲۰	۳۰
حسین نہ دیکھا کر	حسین دیکھا کر	۱۷	۳۵
پاؤں کا چکر	پاؤں میں	۱۲	۳۶
بھر کے زیور	بھرکے زیور	۲۰	"
رکتے ہیں	رہکتے ہیں	۱۱	۳۶۳
پیمان سے	ایمان سے	۴	۳۶۷

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۶۷	۷	پھر گئی	بھر گئی
۳۶۸	۷	بتاں کیسے کیسے	نہاں کیسے کیسے
״	۱۳	عدم اُٹھی	عدم سے اُٹھی
۳۶۹	۷	روز	زور
۳۷۲	۱۸	ہے عدالت	ہے یہ عدالت
۳۷۴	۲۱	عشق کو دیکھیں گے	عشق کو بھی دیکھیں
۳۸۱	۴	مرجاؤ کبھی	مرجاؤ کسی
۳۸۲	۱۵	ہائے نگہ	پائے نگہ
۳۸۳	۱۰	بانگیں	باگیں
۳۸۵	۶	پتا اے تیخ	بتا اے شیخ
۳۸۶	۴	ہے مرے	ہے مری
۳۸۷	۱۵	رکھتا ہوں	رکھتا ہے
۳۹۰	۲۰	کھیچو	کیجو
۳۹۲	۱۶	بٹی	بیٹھی ہے
۳۹۶	۹	رکھتے ہیں	رکتے ہیں
۳۹۷	۲۰	نئی سوجھتی ہے	مسی سوجھتی ہے
۴۰۰	۱۹	نہیں رکھتے	نہیں رکتے
۴۰۷	۱۴	سیر کشرغتہ	سیر کثرت کی
۴۰۸	۱۸	حکم بتا ہوں	حکم بتا ہوں